فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّيْنِ

فتاویٰ قاسمیہ

منتخب فتاویٰ

حضرت مولانا مفتی شبیر احمد القاسمی

خادم الافتاء و الحدیث جامعہ قاسمیہ

مدرسہ شاہی مرادآباد، الہند

(جلد ۳)

المجلد الثالث

بقية البدعات و الرسوم من باب رسوم الجنائز، كتاب العلم الى باب مايتعلّق بالكتاب

۵۵۸ ——— ۱۰۰۵

ناشر

مکتبہ اشرفیہ، دیوبند، الہند

01336-223082

فتاویٰ قاسمیہ

صاحب فتاویٰ

حضرت مولانا مفتی شبیر احمد القاسمی

پہلا ایڈیشن محرم الحرام ۱۴۳۷ھ

ناشر

مکتبہ اشرفیہ، دیوبند، ضلع سہارنپور، الہند

01336-223082

ASHRAFI BOOK DEPOT

DEOBAND, SAHARANPUR, INDIA

Phone: 01336-223082

Mob. : 09358001571،08810383186

مکمل اجمالی فہرست ایک نظر میں

المجلد التاسع	٣٤٢٤	٣٨٩٣	بقية الصلوة، صلوة المريض، الجمعة، العيدين، الجنائز إلي حمل الجنازة.
المجلد العاشر	٣٨٩٤	٤٤٠٤	بقية الجنائز من صلوة الجنائز إلي باب الشهيد، كتاب الزكوة.
المجلد الحادي عشر	٤٤٠٥	٤٨٧٣	بقية الزكوة، كتاب الصدقات، الصوم، بتمام أبوابها إلي صدقة الفطر.
المجلد الثاني عشر	٤٨٧٤	٥٣٤٨	كتاب الحج بتمام أبوابها، النكاح إلى باب نكاح المكره.
المجلد الثالث عشر	٥٣٤٩	٥٩٤٣	بقية النكاح إلي باب المهر.
المجلد الرابع عشر	٥٩٤٤	٦٤٦٢	الرضاع، الطلاق إلي باب الكناية.
المجلد الخامس عشر	٦٤٦٣	٦٩٠٢	بقية الطلاق، الرجعة، البائن، الطلاق بالكتابة، الطلاق الثلاث، الشهادة في الطلاق، الحلالة.
المجلد السادس عشر	٦٩٠٣	٧٤٠٢	بقية الطلاق، تعليق الطلاق، التفويض، الفسخ والتفريق، الظِهار، الإيلاء، الخلع، الطلاق على المال، العدة، النفقة، ثبوت النسب، الحضانة.
المجلد السابع عشر	٧٤٠٣	٧٨٦٧	الأيمان والنذور، الحدود، الجهاد، اللقطة، الامارة والسياسة، القضاء، الوقف إلي باب المساجد.
المجلد الثامن عشر	٧٨٦٨	٨٤٠٨	بقية الوقف من الفصل الثالث، المسجد القديم إلي مصلى العيد، والمقبرة. (قبرستان)

❍❖❍ ❖❖

فہرست مضامین

۳/ بقیۃ کتاب البدعات والرسوم

مسئلہ نمبر ۹/ باب: رسومات جنائز صفحہ نمبر

۱۰/ باب: فاتحہ، نیاز، عرس اور مزار کی بدعات

۱۱/ باب: فرائض پنجگانہ اور عیدین کے بعد کی رسومات

❑ ۱۲/ باب: رسومات نکاح

❑ ۱۳/ باب: متفرق بدعات ورسوم

۴/ کتاب العلم

۱/ باب ما یتعلق بطلب العلم

مسئلہ نمبر .... صفحہ نمبر

۲/باب ما یتعلق بالإفتاء وآدابه

۳/ باب ما یتعلق باصطلاحات العلم

۴/باب ما یتعلق بتعلیم النساء

۵/ باب ما يتعلق بالكتابة و آدابها و آحكامها

۶/ ماب ما يتعلق بالقرآن الكريم

۱/ فصل في علوم القرآن

۲/ فصل في تفسير القرآن

۳/ فصل في تجوید القرآن الکریم

۴/ فصل في تلاوۃ القرآن وآدابہ

(۳) بقية كتاب البدعات والرسوم

۹/باب: رسومات جنائز

مردہ کے نام پر کھانا کھلانے کی رسم

سوال [۵۵۸]: کیافرماتے ہیں علماءکرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کہتا ہے مردہ کے نام سے جو کھانا کھلاتے ہیں اور مردہ کی قبر پر جا کر فاتحہ پڑھتے ہیں یہ سب بےاصل ہے اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے، زید کا کہنا صحیح ہے یا غلط؟

المستفتي: محمد رضوان الحق، عمری کلاں، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفيق: موت جوغم کا موقعہ ہوتا ہے اس موقعہ پر مردہ کے نام پر دعوتیں کرنا اور مردہ کے نام پر کھانا کھلانا ناجائز اور بدعت ہے بہار شریعت میں مولانا امجد علی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ میت کے گھر والے تیجہ وغیرہ کے دن دعوتیں کریں تو ناجائز اور بدعت قبیحہ ہے دعوت تو خوشی کے موقع پر ہوتی ہے نہ کہ غم کے موقع پر۔ (بہار شریعت حصہ ۴/۱۶۴) مولانا احمد رضا خان صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ یہ ناپاک رسم کتنے قبیح اور شدید گناہوں سخت شنیع خرابیوں پر مشتمل ہے اولاً یہ دعوت خود ناجائز وبدعت شنیعہ وقبیحہ ہے۔ (احکام شریعت ۴/۶۱، بحوالہ فتاویٰ رحیمیہ ۱۰/۴۰۲)

اوراسی کے مطابق فقہاء کی عبارات بھی ہیں

ويكره اتخاذ الضيافة فى أيام المصيبة لأنها أيام غم فلا يليق فيها مايختص بإظهار السرورالخ. (فتاویٰ بزازیہ على هامش الهنديه، كتاب الاستحسان ۶/۳۷۹، جديد زكريا ۳/۲۱۶)

ويكره اتخاذ الضيافة من الطعام من أهل الميت لأنه شرع فى

السرور لا فی الشرور وهی بدعة مستقبحة. (شامی کتاب الصلوٰة، باب صلوٰة الجنازة، مطلب فی کراهة الضیافة من اهل المیت زکریا ۱٤۸/۳، کراچی ۲٤۰/۲، مراقی الفلاح مع الطحطاوی، کتاب الصلوٰة، قبیل فصل فی زیارة القبور، دارالکتاب دیوبند/ ٦۱۷)

ویکره اتخاذ الطعام في الیوم الأول والثالث وبعد الأسبوع. (شامی کتاب الصلوٰة، باب صلوٰة الجنائز، مطلب في کراهة الضیافة من أهل المیت، کراچی ۲٤۰/۲، زکریا ۱٤۸/۳)

عن جریر بن عبد الله البجلی قال: کنا نری الاجتماع إلیٰ أهل المیت وصنعة الطعام من النیاحة. (سنن ابن ماجه، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی النهی عن الاجتماع إلیٰ أهل المیت وصنعة الطعام، النسخة الهندیه۱۱٦، دارالسلام رقم: ۱٦۱۲)

عن عائشة رضی الله عنها قالت: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: من أحدث في أمرنا هذا مالیس منه فهو ردّ. (صحیح البخاری، کتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا علی جور فالصلح مردود ۱/ ۳۷۱، رقم:۲٦۱۹، ف: ۲٦۹۷)

ہاں البتہ قبرستان میں جاکر ایصال ثواب کرنا مستحب اور کار ثواب ہے۔(بہار شریعت ۱٦۲/٤)

شامی میں ہے **ویقرأ من القرآن ما تیسر له إلیٰ قوله ثم یقول اللهم أوصل ثواب ما قرأناه إلیٰ فلان أو إلیهم.** (شامی کتاب الصلوٰة، باب صلوٰة الجنائز، قبیل مطلب فی القراءة للمیت وإهداء ثوابها له، زکریا ۱۵۱/۳، کراچی ۲٤۳/۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱ / جمادی الثانی ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۵/ ٦۷۷٦)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/٦/۲۱ھ

’’اٹھاوَنا‘‘ رسم کا شرعی حکم

سوال [۵۵۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے شہر پپاڑ

سٹی میں قوم تیلیان میں میت کے گھر پر دفنانے کے بعد دو تین وقت کا میت کے گھر والوں کو کھانا کھلانے کے بعد مولوی صاحب ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا کرواتے ہیں اور اس رسم کو ہمارے یہاں اٹھاؤنا کے نام سے منسوب کرتے ہیں اس کے بعد میت کے سسرال یا عورت میت ہو تو اس کے میکے میں جا کر اسی طرح سے اجتماعی دعا کا بھی اہتمام کرتے ہیں۔

المستفتي: محمود ابن جمال الدین

،جودھپور، صوبہ: راجستھان

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: میت کے گھر والوں کے لئے کھانا بھیجنا حدیث سے ثابت ہے لیکن کھانا بھیجنے کے بعد اجتماعی دعا کا ثبوت نہیں ہے، لہٰذا اس سے احتراز کرنا چاہئے۔

لما جاء نعي جعفرؓ قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اصنعوا لآل جعفرؓ طعاماً فإنه أتاهم ما يشغلهم. (ابو داؤد كتاب الجنائز، باب صنعة الطعام لأهل الميت ، النسخة الهنديه ۲/ ٤٤٧، دارالسلام رقم: ۳۱۳۲)

البدعة ......ما أحدث على خلافِ الحق المتلقى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم من علم أو عمل .... وجعل دينا قويماً وصراطاً مستقيما. (شامی كتاب الصلوٰة ، باب الامامة ، كراچی ۱/ ٥٦١، زكريا ۲/ ۲۹۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۰/ربیع الثانی ۱۴۳۲ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۹/ ۱۰۳۵۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۰/۴/۱۴۳۲ھ

میت کے گھر والوں کے کھانا پکانے کی شرعی حیثیت

سوال [۵٦۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کی بیوی

کا انتقال ہوا اس کی خبر دور دور گاؤں میں پہونچائی گئی، خبر پاکر دور سے کثیر تعداد میں مرد اور عورتیں تعزیت اور دفن میں شرکت کے لئے آئے اور گاؤں کا یہ رواج بن گیا ہے کہ اہل میت آنے والے مہمانوں کا کھانا بڑے اہتمام سے پکواتے ہیں ادھر میت پڑی ہے اور ادھر کھانا تیار کیا جارہا ہے اس کام کو اہل میت اور برادری کے لوگ مل کر لازم سمجھ کر کرتے ہیں اگر کوئی آکر یہ کہتا ہے کہ یہ کام جائز نہیں تو اس کی مخالفت کی جاتی ہے، دفن کے بعد تمام مہمان میت والوں کے گھر کھانا کھاتے ہیں، تو کیا زید کے لیے جائز ہے کہ وہ دفن میں شرکت کے لئے آنے والوں کے لئے خاص میت کے دن کھانا پکوا کر کھلائے؟

المستفتي: وثیق الرحمٰن، امروہہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: رسم ورواج کے مطابق میت کے مرتے ہی تمام ہی قریبی اور دور دراز سے آنے والے مہمانوں کے لئے کھانا پکانا اور اسے ضروری سمجھنا اور نہ کرنے والوں پر ملامت، طعن وتشنیع کرنا اور تمام ہی لوگوں کو کھلانا یہ بدعت اور بے اصل ہے جو واجب الترک ہے صرف میت کے وہ عزیز واقارب جو دور دور سے آئے ہوئے ہوں اور ان کی اسی روز واپسی نہ ہوسکے یا اہل میت کی تسلی کے لئے ان کا قیام ضروری ہو وہ میت کے گھر کھانا کھالیں تو خیر، باقی تمام لوگوں کو اپنے اپنے گھروں کو واپس جانا چاہئے نہ میت کے گھر قیام کریں نہ ہی ضیافت کا کھانا کھائیں، بلکہ حدیث میں یہ ثابت ہے کہ اس دن میت کے گھر والوں کے لئے پڑوس کے لوگ کھانا تیار کریں لہذا اس دن مہمان داری اور ضیافت پڑوس کے لوگوں کی ذمہ داری ہوتی ہے، میت کے گھر والوں کی نہیں بلکہ وہ لوگ تو خود مصیبت پریشانی اور صدمہ میں مبتلا ہیں۔

عن عبد اللّٰہ بن جعفر قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اصنعوا لآل جعفر طعاماً فإنہ قد أتاھم أمر یشغلھم. (سنن أبی داؤد کتاب

الجنائز، باب صنعة الطعام لأهل الميت، النسخة الهنديه ۲/٤٧ ٤، دارالسلام رقم: ۳۱۳۲،
کفایت المفتی قدیم ٤/١٠٧، ٤/١٠٩، جدید زکریا مطول ۲/ ١٥٠، فتاویٰ محمودیه
قدیم١٤/٢٨٩، جدید ڈابھیل ٩/٢٧٧)

ولا يباح اتخاذ الضيافة عند ثلٰثة أيام. (عالمگیری کتاب الصلوٰة، الباب
الحادى والعشرون فى الجنائز، فصل مسائل التعزية ١/١٦٧، جديد زكريا ١/٢٢٩)

**وتكره الضيافة من أهل الميت لأنها شرعت فى السرور لافى
الشرور وهى بدعة مستقبحة.** (مراقى الفلاح كتاب الصلوٰة، قبيل فصل فى زيارة
القبور ٣٣٩، مكتبه دارالكتاب ديو بند/٦١٧، ٦١٨)

**في حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح قال فى البزازيه يكره
اتخاذ الطعام فى اليوم الأول والثالث وبعد الأسبوع.** (كتاب الصلوٰة، قبيل فصل
فى زيارة القبور، طحطاوى على المراقي، قديم ٣٣٩، مكتبه دارالكتاب ديوبند/٦١٧، شامى
كتاب الصلوٰة، باب صلوٰة الجنائز مطلب فى كراهة الضيافة، زكريا ٣/١٤٨، كراچى
٢/٢٤٠) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸/رجب ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۶/۷۵-۷۳۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۸/رجب المرجب ۱۴۲۲ھ

انتقال کے بعد کھلائے جانے والے کھانے کا مصرف کون ہیں؟

سوال [۵۶۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کسی شخص کے انتقال کے بعد جو کھانا کھلایا جاتا ہے وہ کون کون لوگ کھا سکتے ہیں مطلقاً پہلے دن کھلایا جائے، یا تیسرے دن، دسویں دن بیسویں دن، چالیسویں دن ایسے ہی برسی (مردہ کے ٹھیک ایک سال مکمل ہونے پر کھانا) کا کھلانا، نیز اسی طرح جب کوئی مرجاتا ہے تو وہاں تقریری پروگرام ہوتا ہے تو اس میں شرکت کرنا اور وہاں کھانا کھانا جائز ہے یا نہیں

؟ جواب سے نوازش ہوگی؟

المستفتي: قمرالدین، مدرسہ قاسمیہ عربیہ
جامع مسجد، قصبہ: نگینہ، ضلع: بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: انتقال کے بعد جو کھانا کھلایا جاتا ہے اس کے مستحق فقراء ومساکین ہیں بلا تعیین ایام کھانا کھلانا یا تقسیم کرنا جائز ہے، لیکن دنوں کی تعیین کرنا بدعت اور رسوم ہنود میں سے ہے نیز مرنے کے بعد پروگرام وغیرہ کرنا بطور رسم کے درست نہیں ہے، لیکن تعزیتی جلسے کی گنجائش ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ، قدیم/ ۱٦٦، جدید زکریا/ ۱۴۱، فتاویٰ احیاء العلوم ۱/۱۲۲)

ویکره اتخاذ الطعام فی الیوم الأول والثانی والثالث وبعد الأسبوع الخ. (شامی کتاب الصلوٰة ، باب صلوٰة الجنازة ، مطلب فی کراهة الضیافة من أهل المیت زکریا ۳/ ۱٤۸، کراچی ۲/ ۲٤۰)

وقال کثیر من متأخري أئمتنا یکره الاجتماع عند صاحب البیت ویکره لهٗ الجلوس في بیته حتی یأتی إلیه من یعزی بل إذا فرغ ورجع الناس من الدفن فلیتفرقوا ویشتغل الناس بأمورهم وصاحب البیت بأمره. (شامی کتاب الصلوٰة ، باب صلوٰة الجنائز ، مطلب في کراهة الضیافة من أهل المیت زکریا۳/ ۱٤۹، کراچی ۲/ ۲٤۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱/۵/۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر ۲۹/ ۳۴۷۵)

میت کے گھر والوں کا دعوت کرنا

سوال [۵٦۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ

(۱) ہمارے گاؤں میں یہ رواج چل رہا ہے کہ جب کسی کا انتقال ہو جاتا ہے تو مرنے والے کے گھر والے دسویں دن اپنے قریبی رشتہ داروں کو بلاتے ہیں اور کھانا پکواتے ہیں اور گاؤں والوں کی دعوت کرتے ہیں حالانکہ جن لوگوں کی دعوت کی جاتی ہے وہ غریب بھی نہیں ہوتے ہیں، پھر رات کو عشاء کے بعد مسجد کے امام صاحب سے یہ اعلان کرواتے ہیں کہ فلاں صاحب کے مکان پر وعظ وتقریر ہو رہی ہے لہٰذا تمام حضرات شرکت کریں معلوم یہ کرنا ہے کہ اس طریقہ سے دعوت کرنا اور کھانا کھلانا اور لوگوں کو جمع کرنا وعظ وتقریر کا اہتمام کرنا کیا یہ سب شرعاً جائز ہے یا ناجائز ہے؟

(۲) اور اگر یہی اعمال مثلاً دعوت کرنا کھانا کھلانا مہمانوں کا جمع ہونا اور وعظ وتقریر کا اہتمام کرنا دسویں دن کو چھوڑ کر نویں دن یا آٹھویں دن یا ساتویں دن کیا جائے تو کیسا ہے؟

المستفتي: محمد خالد، گانوڑی، پٹیالہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) گاؤں والوں کا یہ رواج کہ کسی شخص کے انتقال کے بعد دسویں دن دعوت کرنا کھانا کھلانا وغیرہ امور ہندوؤں کی رسم سے مشابہت اور التزام مالا یلزم کی وجہ سے ناجائز اور بدعت ہیں ان سے احتراز ضروری ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۱/ ۳۵۷، فتاویٰ رحیمیہ، زکریا ۲/ ۲۰۲، ۲/ ۱۱۶-۱۱۷، امداد الفتاویٰ، زکریا ۵/ ۲۶۰، ۳۲۹، فتاویٰ محمودیہ، قدیم ۵/ ۳۱۹، جدید ڈابھیل ۹/ ۲۷۶)

وفی الشامیة: معزیاً إلیٰ الفتح: ''ویکره اتخاذ الضیافة من الطعام من أهل المیت لأنه شرع فی السرور لا فی الشرور وهی بدعة مستقبحة روی الامام أحمد وابن ماجه باسناد صحیح عن جریر بن عبد اللّٰه قال کنا نعد الاجتماع الیٰ أهل المیت وصنعهم الطعام من النیاحة، وفی البزازیه: ویکره اتخاذ الطعام فی الیوم الأول والثالث وبعد الأسبوع الخ. (شامی کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الجنائز مطلب فی کراهة الضیافة

من أهل الميت زكريا ٣/ ١٤٨، كراچی ٢/ ٢٤٠)

(۲) کسی کے مرنے پر میت کے یہاں غم ہوتا ہے اور کھانا اور دعوت کھلانا خوشی کے موقع پر ہوتا ہے لہٰذا میت کے گھر والوں کی طرف سے لوگوں کو کھانا کھلانے اور دعوت کرنے کا کیا مطلب ہے اس لئے یہ بے اصل ہے ہاں البتہ اگر ایصال ثواب کے لئے کھانا کھلانا ہے تو صرف فقراء اور محتاجوں کو کسی بھی دن کھانا کھلایا جاسکتا ہے اور کھانا بھیجا جاسکتا ہے اس میں کسی دن کی تعیین نہیں ہونی چاہئے۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ ۲/۲۳۴، ۲۳۵، امداد الفتاویٰ ۵/ ۳۲۹)

في الشامية: ويكره اتخاذ الضيافة من الطعام من أهل الميت لأنه شرع في السرور لا في الشرور وهي بدعة مستقبحة الخ. (شامی كتاب الصلوٰة، باب صلوٰة الجنائز مطلب في كراهة الضيافة من أهل الميت زكريا٣/ ١٤٨، كراچی ٢/ ٢٤٠)

وفي البزازيه: ويكره اتخاذ الطعام في اليوم الأول والثالث وبعد الأسبوع الخ. (شامی كتاب الصلوٰة، باب صلوٰة الجنائز مطلب في كراهة الضيافة من أهل الميت، كراچی ٢/ ٢٤٠ زكريا٣/ ١٤٨)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ...... وشر الأمور محدثاتها وكل بدعة ضلالة. (سنن دارمی، باب كراهية أخذ الرای، دارالمغنی بيروت ١/ ٢٨٩، رقم: ٢١٢) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹/ جمادی الثانی ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر ۴۰/۱۱۱۷۲)

میت کے اوپر آیت کریمہ لکھی ہوئی چادر ڈالنا

سوال [۵۶۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میت کے اوپر جو چادر پڑی ہوئی ہوتی ہے اس پر قرآن کی آیتیں چھپی ہوتی ہیں اکثر وبیشتر اس کا رواج ہوگیا

ہے میت پر اس کا ڈالنا کیسا ہے درست ہے یا نہیں؟

المستفتي: حافظ رئیس احمد، شیرکوٹ، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: میت اور جنازہ پر ایسی چادر ڈالنا (جس پر آیات قرآنیہ یا کلمہ شہادت وغیرہ لکھا ہو) مکروہ اور ممنوع ہے اور اس غلط رواج کو معاشرہ سے دور کرنا ضروری ہے۔ (فتاویٰ احیاء العلوم ۳۳۴)

قال الشامي في مطلب فيما يكتب على كفن الميت عن الفتح أنه تكره كتابة القرآن وأسماء الله تعالىٰ على كفن الميت عن الفتح أنه تكره كتابة القرآن واسماء الله تعالىٰ على الدراهم والمحاريب والجدران وما يفرش وما ذلك إلا لاحترامه وخشية وطيه ونحوه مما فيه إهانة فالمنع هنا بالأولىٰ مالم يثبت عن المجتهد أو ينقل فيه حديث ثابت. (شامي كتاب الصلوٰة، باب الجنائز، مطلب فيما يكتب على كفن الميت، كراچی ۲/ ۲٤۷، زكريا ۳/ ۱۵۷)

وتكره كتابة القرآن وأسماء الله تعالىٰ على الدراهم والمحاريب والجدران ومايفرش. (فتح القدير، كتاب الطهارة، باب الحيض والاستحاضة، زكريا ۱/ ۱۷۳، كوئٹه ۱/ ۱۵۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹/ ۶/ ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر ۲۹/ ۴۹۲۸)

قبر کے اندر عہد نامہ رکھنا

سوال [۵۶۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قبر کے اندر عہد نامہ وسفارش نامہ وشجرۂ نسب وغیرہ رکھنا کیسا ہے؟

المستفتي: محمد ہاشم، بہرائچی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قبر کے اندر عہد نامہ وسفارش نامہ وشجرۂ نسب وغیرہ رکھنا جائز نہیں ہے، قرآن وحدیث میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

قد أفتى ابن صلاح بأنه لا يجوز أن يكتب على الكفن يٰس والكهف وغيرهما خوفاً من صديد الميت......مما فيه إهانة فالمنع هنا أولىٰ. (شامی کتاب الصلوٰۃ ، باب الصلوٰۃ الجنازۃ ، مطلب فیما یکتب علی کفن المیت، کراچی ۲/۲٤۷، زکریا۳/۱۵۷) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳/ربیع الثانی ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۵/ ۷۱۶۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۲/۴/۱۳ھ

شوہر کے جنازہ کے نیچے سے نکلنے سے عدت مکمل نہیں ہوتی

سوال [۵٦۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بعض حضرات کا کہنا ہے کہ خاص طور پر عورتیں کہتی ہیں کہ اگر عورت اپنے شوہر کے جنازہ کی چارپائی کے نیچے سے گزر جائے تو عورت کو عدت گزارنی نہیں پڑے گی؟

المستفتي: محفوظ الرحمٰن ، محلّہ مقبرہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایسی باتیں محض جہالت اور گمراہی کی ہیں عورت پر بہرحال عدت لازم ہے۔

وسبب وجوبها عقد النكاح المتأكد بالتسليم وماجرى مجراه من موت أو خلوة ...... وشرطها الفرقة وتحته فى الشامية أى زوال النكاح أو شبهته. (شامی ، کتاب الطلاق ، باب العدۃ ، کراچی ۳/ ۵۰٤، زکریا ۵/ ۱۸۰)

وفي الشرع تربص يلزم المرأة عند زوال النكاح المتأكد بالدخول

أو مایقوم مقامه من الخلوة والموت ....ولا شک أن سببها النکاح أو شبهت وهو زوال ذلک شرط. (فتح القدیر، کتاب الطلاق، باب العدة زکریا ٤/ ٢٧٥، کوئٹه ٤/ ١٣٥، هندیه کتاب الطلاق، الباب الثالث عشر فی العدة، قدیم زکریا ١/ ٥٢٦، جدید زکریا ١/ ٥٧٩) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴۱۹/۲/۵ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۳/ ۵۶۰۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۹/۲/۵ھ

نماز جنازہ کے معاً بعد چھوہارہ تقسیم کرنا

سوال [٥٦٦]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ نماز جنازہ کے بعد فوراً ہی چھوہارہ تقسیم کرتے ہیں میت سامنے ہی ہوتی ہے، لہٰذا یہ حدیث وفقہ سے ثابت ہے یا نہیں؟

المستفتي: محمد شریف، نوپ شیر خان، جموکشمیر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نماز جنازہ کے بعد فوراً چھوہارے تقسیم کرنا ایک رسم اور بدعت ہے اس کا قرآن وحدیث اور فقہ سے ثبوت نہیں ہے، بلکہ یہ ہندوانی اور جاہلیت کی رسم ہے، مقام خوشی میں چھوہارے تقسیم کرنے کی سنت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جاری فرمائی ہے جیسا کہ عقد نکاح کے وقت میں چھوہارے تقسیم کئے جاتے ہیں کسی کے مرنے پر چھوہارے تقسیم کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قائم کردہ سنت کی سخت مخالفت ہے کیونکہ یہ مقام رنج ہے۔ (مستفاد احسن الفتاویٰ ۱/ ۳۵۵، فتاویٰ احیاء العلوم ۴/ ۱۷)

وفی البزازیه ویکره اتخاذ الطعام في الیوم الأول والثالث وبعد الأسبوع ونقل الطعام إلی القبر فی المواسم. (شامی کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ

الجنازة ، مطلب فی کراهة الضیافة من أهل المیت زکریا۳/۱۴۸، کراچی ۲/۲٤٠)

ویکره اتخاذ الطعام فی الیوم الأول والثالث وبعد الأسبوع ونقل الطعام إلیٰ المقبرة فی المواسم الخ. (حاشیه الطحطاوی علی المراقی الفلاح ، کتاب الصلوٰة ، قبیل فصل فی زیارة القبور ، دارالکتاب ٦١٧)

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ......وإیاکم ومحدثات الأمور فإن کل محدثة بدعة وکل بدعة ضلالة . (سنن أبی داؤد ، کتاب السنة، باب فی لزوم السنة ، النسخة الهندیه۲/ ٦٣٥ ، دارالسلام رقم: ٤٦٠٧) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲ ربیع الثانی ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۳/ ۵۷۲۹)

نماز جنازہ کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا

سوال [۵٦٧]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے یہاں کچھ بدعتی خیال کے لوگ ہیں جو نماز جنازہ کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کو ضروری اور لازم سمجھتے ہیں اگر کوئی شخص اس طرح دعاء کے التزام اور ہاتھ اٹھا کر فوراً نماز جنازہ کے بعد کرنے سے منع کرتا ہے تو اسے برا بھلا کہتے ہیں ، اور اس سے نفرت کا اظہار کرتے ہیں، تو سوال یہ ہے کہ ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا مشروع ہے یا نہیں اور اس سے منع کرنے والوں کو برا بھلا کہنا درست ہے یا نہیں جو بھی حکم ہو قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں؟

المستفتي: محمد انعام الحق، تکمیل ادب، شاہی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق : نماز جنازہ کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کا ثبوت قرآن وحدیث ،فقہ، صحابہ، تابعین اور ائمہ مجتہدین میں سے کسی سے بھی ثابت نہیں ہے، اس لئے

اس کا ترک لازم ہے۔

لایقوم بالدعاء ......بعد صلاۃ الجنازۃ (خلاصۃ الفتاویٰ ، الفصل الخامس والعشرون في لجنائز ، نوع منه إذا اجتمعت الجنائز کوئٹه ۱/۲۲۵)

ولا یدعو للمیت بعد صلاۃ الجنازۃ ، لأنه یشبه الزیادۃ فی صلاۃ الجنازۃ (مرقاۃ المفاتیح ، کتاب الجنائز ، باب المشی بالجنازۃ والصلاۃ علیها الفصل الثالث ، مکتبه اشرفیه قدیم۲/٦٤)

لایقوم بالدعاء بعد صلاۃ الجنائز ، لأنه دعا مرۃ ، ولأن أکثرها دعاء.

(البزازیة علی هامش الهندیه ، کتاب الصلاۃ ،، الخامس والعشرون فی الجنائز وفیه الشهید زکریا قدیم٤/٨٠، جدید زکریا ، ج: ۱/سیٹ ۱۰۳/۱ ۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷/۱۱/۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳٦/۵۷۳۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری
۱۷/۱۱/۱۴۲۰ھ

قبرستان میں تین جگہوں پر جنازہ رکھنا

سوال [٥٦٨]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بعض حضرات نماز جنازہ پڑھنے کے بعد جنازہ کو قبرستان میں لانے کے بعد قبر پر رکھنے سے پہلے تین مرتبہ قبر سے پہلے رکھتے ہیں پھر چوتھی مرتبہ میں قبر پر رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تین مرتبہ منزل ضروری ہے اسی لئے ہم یہ کرتے ہیں تو ان کا یہ عمل شرعاً کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جنازہ کو چار آدمی اٹھائیں اور چالیس چالیس قدم لے کر چلیں تو یہ سنت ومستحب ہے اور قبرستان میں تین جگہوں پر جنازہ رکھنا پھر چوتھی مرتبہ قبر پر رکھنا اور اسے منزل قرار دینا یہ محض ایک رسم اور بدعت ہے، اس کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں ہے،

لہٰذا اس بدعت سے احتراز لازم ہے (مستفاد فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۵/۴۱۹، جدید ڈابھیل ۹/۳۱)

عن عائشة رضی الله عنها قالت: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: من أحدث في أمرنا هذا مالیس منه فهو ردّ (صحیح البخاری، کتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا علی جور فالصلح مردود ۱/ ۳۷۱، رقم: ۲٦۱۹، ف۲٦۹۷)

ویسن أن یحملها أربعة رجال وینبغی حملها أربعین خطوة. (مراقی الفلاح، کتاب الصلوٰة، فصل فی حملها ودفنها، قدیم ۳۳۱، مکتبه اشرفیه دیوبند/ ٦۰۳)

ویستحب أن یحملها من کل جانب عشر خطوات (حلبی کبیر، فصل فی الجنائز، اشرفیه دیوبند ۵۹۲، تاتارخانیه کوئٹه۲/ ۱۵۰، تاتارخانیه کتاب الصلوٰة الفصل فی حمل الجنازة زکریا۳/ ٤۳، رقم: ۳٦٦۸، هندیه کتاب الصلوٰة، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل الرابع في حمل الجنازة، زکریا قدیم۱/ ۱٦۲، جدید ۱/ ۲۲۳)

عن انس بن مالک قال: قال رسول الله علیه وسلم: من حمل جوانب السریر الأربع، کفر الله عنه أربعین کبیرة (المعجم الأوسط للطبرانی، دارالفکر بیروت ٤/ ۲۵۹، برقم: ۵۹۲۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰ ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۵/ ٦٦۰٦)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصورپوری
۲۰/۴/۱۴۲۱ھ

دفن کرتے وقت صلوٰۃ وسلام پڑھنا

سوال [۵٦۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ دفن کرتے وقت صلوٰۃ وسلام پڑھنا وتقریر کرنا کیسا ہے؟

المستفتي: محمد ہاشم، بہرائچی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: دفن کرتے صلوٰۃ وسلام پڑھنا یا تقریر و وعظ کہنا آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم، خلفائے راشدین ائمہ متبوعین ومحدثین کسی سے ثابت نہیں ہے، لہٰذا ایسا عمل قابل ترک ہے۔

أن تخصیص الذکر بوقت لم یرد به الشرع غیر مشروع

(شامی، کتاب الصلوٰۃ ، باب العیدین مطلب یطلق المستحب علی السنۃ ، وبالعکس کراچی ۲/ ۱۷۰، زکریا۳/ ۵۰) **فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳/۴/۱۴۲۶ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۵/ ۱۶۸۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۳/۴/۱۴۲۶ھ

چار لکڑیوں پر قل پڑھ کر قبر کے چاروں کونوں پر گاڑنا

سوال [۵۷۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میت کو دفنانے کے بعد چار آدمی چار لکڑیاں لے کر ہر ایک آدمی ہر ایک لکڑی پر ایک ایک قل پڑھ کر لکڑیوں کو قبر کے ایک ایک کونے پر گاڑ دیتے ہیں۔

المستفتی: حافظ لقمان علی، آسامی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: میت کو دفنانے کے بعد چار آدمیوں کا چار لکڑیوں کو لے کر ہر ایک کا ایک، ایک کونے میں کھڑے ہو کر قل پڑھ کر ان کو گاڑنا قرآن وحدیث اور فقہ سے ثابت نہیں ہے، اس لئے ایسا کرنا درست نہیں۔

لأن ذکر اللہ إذا قصدبه التخصیص بوقت دون وقت أو بشيء دون شيء لم یکن مشروعاً حیث لم یردبه الشرع لأنه خلاف المشروع

(البحرالرائق ، کتاب الصلوٰۃ ، باب العیدین، زکریا ۲/ ۲۷۹، کوئٹہ۲/ ۱۵۹)

تخصیص الذکر بوقت لم یرد به الشرع غیر مشروع (شامی کتاب

الصلوٰۃ، باب العیدین، مطلب یطلق المستحب علی السنۃ و بالعکس کراچی ۲/ ۱۷۰، زکریا۳/ ۵۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ:شبیراحمد قاسمی عفااللہ عنہ
۲۹/۷/۱۴۲۸ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۸/ ۹۴۰۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲/۸/۱۴۲۸ھ

قبروں پر ہری شاخ گاڑنا

سوال [۱۵۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قبروں پر ہری شاخ گاڑ دینا سنت ہے یا بدعت؟

المستفتی: عبدالعظیم، مسجد بسائیان، راجستھان

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قبروں پر ہری شاخ گاڑ دینا بعض روایات سے ثابت ہے لیکن یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کی برکت تھی اس لئے اگر کبھی اتفاق سے کسی قبر پر گاڑ دی جائے تو کوئی قباحت نہیں البتہ باقاعدہ اس کا اہتمام کرنے کو بعض علماء نے مکروہ اور بدعت لکھا ہے(مستفاد احسن الفتاویٰ ۱/۳۷۴)

قال الراقم: اتفق الخطابی والطرطوشی والقاضی علی المنع وقولهم أولیٰ بالاتباع حیث أصبح مثل تلک المسامحات والتعللات مشاراً للبدع المنکرة والفتن السائرة فتریٰ العامة یلقون الزهور علی القبور الخ (معارف السنن، کتاب الطهارة، باب التشدید فی البول ۱/ ۲٦٥، مکتبه اشرفیه) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ:شبیراحمد قاسمی عفااللہ عنہ
۱۷/۷/۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر ۲۹/ ۳۲۴۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۷/۷/۱۴۱۳ھ

دفن کے بعد قبر پر شاخ گاڑنا

سوال [۵۷۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ آدمی کو مرنے کے بعد جب دفن کیا جاتا ہے تو دفن کرنے کے بعد اس کی قبر پر کھجور کی ٹہنی گاڑ دی جاتی ہے اس کے بارے میں ایک جماعت کا کہنا ہے کہ جائز ہے؛ جبکہ دوسری جماعت کا کہنا ہے کہ بدعت ہے صحیح کیا ہے اس کے بارے میں خلاصہ ودلیل سے نوازیں عین نوازش و کرم ہوگی؟

المستفتي: عبد القدوس، ۲۴ پرگنہ، بنگال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دو قبروں پر شاخ گاڑنا ثابت ہے وہ بھی اس وجہ سے کہ ان دونوں قبروں پر عذاب ہو رہا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعہ معلوم ہو گیا تھا جو کہ آپ کی خصوصیت میں سے ہے عام قبروں پر شاخ گاڑنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے لہٰذا اس کو سنت جاریہ مستقلہ قرار دینا صحیح نہیں ہے بلکہ اس کے اہتمام کی وجہ سے پھول چادر وغیرہ چڑھانے کی بدعت جاری ہوسکتی ہے اس لئے آپ پر جائز نہ ہوگا۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۵/ ۳۴۰، احسن الفتاویٰ ۱/ ۳۷۴، فتاویٰ احیاء العلوم ۱/ ۱۶۲)

قال الراقم: اتفق الخطابي والطرطوشي والقاضي على المنع وقولهم أولیٰ بالاتباع حيث أصبح مثل تلك المسامحات والتعللات مثاراً للبدع المنكرة والفتن السائرة فترىٰ العامة يلقون الزهور على القبور الخ. (معارف السنن، كتاب الطهارة، باب التشديد في البول مكتبه اشرفيه ۱/ ۲٦٥) **فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۸/ صفر ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر ۲۳/ ۵۳۲)

تدفین کے بعد قبر پر موم بتی، اگر بتی جلانا اور قرآن کریم پڑھنا

سوال [۵۷۳]: کیافرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میرے گاؤں میں مردہ دفن کرنے کے بعد ایک حافظ قرآن پڑھتے ہیں اور میت میں شریک سب لوگ سنتے ہیں ''سبحان ربک رب العزة الخ'' پڑھ کر ختم کرتے ہیں اور سب لوگ دعاء مانگتے ہیں اور اگر بتی موم بتی جلاتے ہیں شرعی مسائل سے آگاہ کریں؟

المستفتي: محمود الحسن

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوال نامہ میں درج شدہ امور اور تلاوت قرآن کا یہ طریقہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ کے زمانہ میں نہیں تھا اور نہ ہی ائمہ اربعہ سے اس کا ثبوت ہے اس لئے یہ طریقہ ناجائز اور بدعت ہے، اس کا ترک واجب ہے۔

ویکره النوم عند القبر وقضاء الحاجة بل أولیٰ وكل مالم يعهد من السنة الخ. (شامی کتاب الصلوٰۃ، باب صلاة الجنازة، مطلب فی إهداء ثواب القرأة للنبی صلی اللہ علیه وسلم زکریا۳/ ۱۵٤، کراچی ۲/ ۲٤٥)

اعلم أن النذر الذی يقع للأموات من أكثر العوام ومايؤخذ من الدراهم والشمع والزيت ونحوها الیٰ ضرائح الأولياء الكرام تقربا إليهم فهو بالإجماع باطل وحرام. (شامی، کتاب الصوم، قبیل باب الاعتكاف، کراچی ۲/ ٤۳۹، زکریا۳/ ٤۲۷، ھندیہ کتاب الصوم، قبیل کتاب المناسك، زکریا جدید ۱/ ۲۷۹، قدیم ۱/ ۲۱٦، حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصوم، باب مايلزم الوفاء به، دارالکتاب دیوبند/ ٦۹۳، البحرالرائق، کتاب الصوم، قبیل باب الاعتكاف کوئٹہ۲/ ۲۹۸، زکریا ۲/ ٥۲۱)

والنهی عن اتخاذ السرج لما فيه من تضييع المال، لأنه لانفع لأحد

من السراج ولأنه من آثار جهنم وإما للاحتراز عن تعظيم القبور (مرقاة، ملتان هل يجوز زيارة القبور للنساء أم لا ؟ ٢/٩ ٢١، رقم: ٧٤٠) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱/ربیع الثانی ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر ۲۴/۱۱۸۰)

تنہا یا جماعت کی شکل میں قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا

سوال [۵۷۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مردہ کو قبر میں اتارنے اور کفن دفن کی ساری کاروائی ہوجانے کے بعد قبر کو چاروں طرف سے برابر کر کے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا کیسا ہے؟ یا تنہا کسی شخص کا مردہ کی قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا کیسا ہے؟ یا جماعت کی شکل میں دعا مانگنا کیسا ہے؟ اور ایسا کرنے والوں کے لئے کیا حکم ہے؟

المستفتي: انتظامیہ کمیٹی، جالندھر شہر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا حدیث سے ثابت ہے، لیکن بہتر ہے کہ قبر سے رخ بدل دے تا کہ عوام کا عقیدہ خراب نہ ہو۔

عن عبد الله بن مسعودؓ رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم في قبر عبد الله ذى النجادين وفيه فلما فرغ من دفنه استقبل القبلة رافعاً يديه الحديث. (فتح الباری، کتاب الدعوات، باب الدعاء مستقبل القبلة، اشرفیه دیوبند ١١/١٧٣، دارالريان بيروت ١١/١٤٨، رقم ف:٦٣٤٣، حلية الأولياء وطبقات الأصفياء ١/١٢٢) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹/جمادی الثانی ۱۴۱۶ھ
(الف فتویٰ نمبر ۲۵/۴۴۵۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۹/۵/۱۴۱۶ھ

تدفین کے بعد قبر کی طرف ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھنا

سوال [۵۷۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کے گاؤں میں میت کو دفن کرنے بعد قبر کی طرف دونوں ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھتے ہیں، لیکن کچھ دنوں سے گاؤں کے ہی کچھ لوگ قبر کی طرف کو ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھنے کو منع کرتے ہیں اس پر گاؤں میں ہاتھ اٹھا کر فاتحہ نہ پڑھنے والوں کو اسلام سے خارج سمجھتے ہیں، اور اس پر کچھ لوگوں نے باقاعدہ محفل بلائی اور ان کو اسلام سے خارج بددین اور جاہل کہہ کر بتلا کر چلے گئے، اب فاتحہ نہ پڑھنے والے حضرات معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں واضح طور پر مع دلائل تفصیل سے واضح فرمائیں تاکہ یہ مسئلہ گاؤں میں طول نہ پکڑے حدیث میں کس جگہ پر واقع ہے؟

المستفتي: محمد نظر حسن، پردھان گاؤں،
کملیا نگلہ، پوسٹ حمیر پور، بلاک سید نگر، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: میت کو دفن کرنے کے بعد قبر کی طرف دونوں ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھنا حدیث وقرآن اور فقہ سے ثابت نہیں ہے، ہاں البتہ قبلہ کی طرف رخ کر کے ہاتھ اٹھا کر میت کے لئے مغفرت کی دعاء کرنا ثابت ہے، لہٰذا قبر کی طرف ہاتھ اٹھا کر فاتحہ نہ پڑھنے والوں کو خارج از اسلام قرار دینا انتہائی جہالت اور گمراہ کن بات ہے اور کسی مسلمان کو اپنے خودساختہ اور من گڑھت مسائل پر عمل نہ کرنے پر اسلام سے خارج کہنے والے خود اپنے ایمان کی حفاظت کریں حدیث وفقہ کے جزئیات ملاحظہ ہوں:

وإذا أراد الدعاء يقوم مستقبل القبلة. (هنديه كتاب الكراهية ، الباب السادس عشر في زيارة القبور وقراءة القرآن في المقابر، زكريا قديم٥/ ٣٥٠، جديد زكريا٥/ ٤٠٤)

عن عثمان بن عفان رضـ قال كان النبي صلى الله عليه وسلم إذا فرغ من

دفن الميت وقف عليه فقال: استغفروا لأخيكم واسألوا لهٗ بالتثبيت فإنه الآن يسئل. (سنن ابي داؤد، كتاب الجنائز، باب الاستغفار عند القبر للميت في وقت الانصراف، النسخة الهنديه ۲/۴۵۹، دارالسلام رقم: ۳۲۲۱)

وفي حديث ابن مسعودؓ رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم في قبر عبد الله ذى النجادين الحديث وفيه فلما فرغ من دفنه، استقبل القبلة رافعاً يديه أخرجه أبو عوانه فى صحيحه. (فتح البارى شرح بخارى شريف، كتاب الدعوات، باب الدعاء مستقبل القبلة، اشرفيه ديوبند ۱۱/۱۷۳، دارالريان بيروت ۱۱/۱۴۸، تحت رقم الحديث:۶۳۴۲)

عن عبد الله بن عمر مرفوعاً وليقرأ عند رأسه فاتحة البقرة وعند رجليه بخاتمة البقرة. (مشكوٰة شريف ۱/۱۴۹، رواه البيهقى في شعب الإيمان ۷/۱۶، رقم: ۹۲۹۴)

عن عمر بن العاص رضى الله عنه قال لابنه : إذا أنامت فلا تصحبني نائحة ولا نار فإذا دفنتمونى شنوا علي التراب شناً، ثم اقيموا حول قبرى ماتنحر جزور ويقسم لحمها ، حتى أستانس بكم الحديث. (صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب كون الإسلام يهدم ما قبله وكذا المهجرة والحج، النسخة الهنديه ۱/۲۱، بيت الأفكار رقم: ۱۹۲، مشكوٰة شريف ۱/۱۴۹) **فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۰/ربیع الثانی ۱۴۳۲ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۹/۱۰۳۵۶)

تدفین کے بعد مٹھائی غلہ وغیرہ تقسیم کرنا

سوال [۵۷۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میت کو دفن کرنے

کے بعد قبرستان میں مٹھائی وغلہ وغیرہ تقسیم کرنا کیسا ہے؟

المستفتي: محمد ہاشم، بہرائچی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق : قبرستان میں غلہ مٹھائی تقسیم کرنا ثابت نہیں ہے، اس بے اصل چیز کا ترک ضروری ہے، اگر اس عمل سے مقصود میت کے لئے ایصال ثواب ہے، تو گھر آ کر کسی بھی وقت اس کی جانب سے صدقہ وغیرہ کر کے ایصال ثواب کیا جاسکتا ہے ۔(کفایت المفتی قدیم ۴/۵۶)

من صام أو صلیٰ أو تصدق وجعل ثوابه لغیره من الأموات والأحیاء جاز ویصل ثوابها إلیهم عند أهل السنة والجماعة. (شامی، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الجنازۃ، مطلب في القرأۃ للمیت وإهداء ثوابها، کراچی ۲/۲۴۳، زکریا۳/۱۵۲)

عن بن عباس ان رجلاً قال یارسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: أن أمي توفیت أفینفعها أن تصدقت عنها قال: نعم. (ترمذی شریف، کتاب الزکاۃ، باب ماجاء في الصدقة عن المیت ۱/۱۴۵، رقم: ۶۶۹) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳/۴/۱۴۲۶ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۵/ ۸۱۶۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری
۱۳/۴/۱۴۲۶ھ

حیلۂ اسقاط

سوال [۵۷۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حیلۂ اسقاط کہا جاتا ہے کہ میت کے وارث کچھ غلہ نقدی قرآن پاک مولوی صاحب کو دیتے ہیں اس میں سرکردہ سات لوگ بیٹھتے ہیں مولوی صاحب کچھ پنجابی پڑھ کر سات دنوں کے نام لے کر اس میت کی نمازیں روزے زکوٰۃ حج وغیرہ جو اس پر فرض تھے وہ ادا نہ کر سکا یہ لوگ اس کو ساقط کرتے ہیں اپنی طرف سے تاکہ اس کو قبر میں عذاب نہ ہو مہربانی فرما کر قرآن، حدیث وفقہ

سے مدلل بحوالہ کتب جواب سے نوازیں۔

المستفتي: محمد شریف، توپ شیر خان، جموکشمیر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: یہ مروجہ حیلہ اسقاط ناجائز ہے جس میں چند خرابیاں بھی ہیں، عوام کا عقیدہ فاسد ہوجاتا ہے، اس رسم کے بڑھانے سے عوام دلیر ہوجاتی ہے کہ نماز، روزہ سب حیلہ اسقاط سے ساقط ہوجائیں گے اور یہ عمل مستقل اعمال تجہیز وتکفین میں سے سمجھا جاتا ہے، جو یقیناً بدعت ہے اور ترکہ مشترکہ میں اس کو شمار کرنا جبکہ بعض وارث نابالغ ہوں حرام ہے۔ (مستفاد: امداد المفتیین ۲/ ۰۷، کفایت المفتی قدیم ۴/ ۱۷۵، امداد الاحکام ۱/ ۱۸۳)

وبه ظهر حال وصايا أهل زماننا، فإن الواحد منكم يكون في ذمته صلوات كثيرة وغيرها من زكاة وأضاح وأيمان ويوصى لذلک بدراهم يسيرة ويجعل معظم وصيته لقراء ة الختمات والتهاليل التى نص علماؤنا على عدم صحة الوصيته بها. (شامی، کتاب الصلوٰۃ، باب قضاء النوائتط، مطلب في بطلان الوصيته بالنخمات والتهاليل، زكريا ۲/ ۵۳٤، كوئٹه ۲/ ۷۳)

عن سعد بن ابراهيم سمع القاسم قال: سمعت عائشةؓ تقول: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من عمل عملا ليس عليه أمرنا فهو رد. (مسند احمد بن حنبل ٦/ ۱۸۰، رقم: ۲٥۹۸٦، ٦/ ۲٥٦، رقم: ۲٦۷۲۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲ رربیع الثانی ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۳/ ۵۷۲۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۲/۹/۱۸ھ

بیوی کے انتقال کے دس دن بعد بہنوئی کو سالے سے ہدیہ قبول کرنا

سوال [۵۷۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص کی بیوی

کا انتقال ہوا اس کے انتقال کے دس دن بعد بیوی کے بھائی بہن کپڑے لائے تو کیا اس شخص کو یہ کپڑے لینا درست ہے جبکہ اس موقع پر کپڑے دینے کی رسم سی بنی ہوئی ہے؟

المستفتي: حکیم مولانا محمد اسماعیل،
نزد جامع مسجد، افضل گڑھ، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر بطور رسم اس کو ضروری سمجھ کر دیں تو یہ درست نہیں ہے کیونکہ یہ تجاوز عن الحدود ہے، ہاں البتہ اگر بطور ہدیہ بغیر التزام کے دیں تو درست ہے اور ایسی چیزیں غلط رسم کو مٹانے کے لئے دوسرے موقع سے دینا بہتر ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۰/۹۶، بحوالہ تنقیح الفتاویٰ حامدیہ محمودیہ قدیم ۱۲/۱۹۰، جدید ڈابھیل ۳/ ۲۶۹)

کل مباح یؤدی إلیٰ زعم الجهال سنية أمر أو وجوبه فهو مكروه كتعيين السور للصلوٰة وتعيين القراءة موقت. (تنقيح الفتاویٰ الحامدية ۲/ ۳٦۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹/۴/۱۴۲۷ھ
(الف فتویٰ نمبر/۸۹۸۳)

قبر پر اذان

سوال [۵۷۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کیا قبر پر اذان کہنا قرآن وحدیث سے ثابت ہے اور اگر نہیں ہے تو قبر پر اذان کہنا کیسا ہے؟

المستفتي: محمد ہاشم، بہرائچی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: تدفین کے بعد قبر پر اذان دینا شریعت میں ثابت نہیں یہ چیز بے اصل اور بدعت ہے، اس کا ترک لازم ہے، البتہ میت کی مغفرت وثابت قدمی

اور منکر نکیر کے سوال کے جواب میں آسانی وعذاب قبر سے نجات کے لئے دعا کا ثبوت ہے، کہ تدفین کے بعد میت کے سرہانے سورہ بقرہ کی اول آیات اور پاؤں کی جانب سورہ بقرہ کی آخری آیات پڑھی جائیں ۔(مستفاد: کفایت المفتی ۴/ ۵۶،۵۵، فتاویٰ دارالعلوم ۵/۳۸۳،رحیمیہ ۶/ ۱۹۷)

لایسن الأذان عند إدخال المیت فی قبرہ کما ھو المعتاد الآن وقد صرح ابن حجرؒ فی فتاویٰ بأنه بدعة. (شامی، کتاب الصلوٰۃ ، باب صلوٰۃ الجنازۃ مطلب فی دفن المیت، زکریا۳/ ۱٤۱، کراچی ۲/ ۲۳۵)

عن عبد اللّٰہ بن عمر قال: سمعت النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم یقول: إذا مات أحدکم فلا تحبسوہ واسرعوا به إلی قبرہ ولیقرأ عند رأسه فاتحة البقرۃ وعند رجله بخاتمة البقرۃ فی قبرہ. (المعجم الکبیر للطبرانی ۱۲/ ٤٤٤، رقم: ۱۳٦۱۳، شعب الإیمان ، باب فی الصلوٰۃ علی من مات من أھل القبلة ، فصل فی زیارۃ القبور، دارالکتاب العلمیه بیروت ۷/۱٦، رقم: ۹۲۹٤، مشکوٰۃ شریف /۱٤۹)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳/۴/۱۴۲۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۵/ ۱۶۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۳/۴/۱۴۲۶ھ

قبر پر اذان دینا

سوال [۵۸۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میت کو دفن کرنے کے بعد قبر پر اذان دینا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتي: محمد یعقوب، گجرات

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بعد دفن قبر پر اذان دینا بدعت ہے قرون ثلاثہ میں

کہیں اس کا ثبوت نہیں ہے۔(مستفاد: فتاویٰ رشیدیہ قدیم ۱۴۵،محمودیہ قدیم ۲/ ۴۱۷، جدید ڈابھیل ۹/ ٦٧)

لا يسن الأذان عند إدخال الميت في قبره كما هو المعتاد الآن وقد صرح ابن حجر في فتاويه: بأنه بدعة. (در المختار، كتاب، باب صلاة الجنازة مطلب في دفن، الميت زكريا ٣/ ١٤١، كراچی ٢/ ٢٣٥)

لا يسن لغيرها كعيد (تحته) في حاشية الطحطاوي على الدر ادخلت الكاف الوتر والجنازة والكسوف الخ. (حاشية الطحطاوي على الدر، كوئٹه، كتاب الصلوٰة، باب الأذان ١/ ١٨٥)

عن عائشةؓ قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو ردّ. (صحيح مسلم، كتاب الاقضية، باب نقض الأحكام الباطلة ورد محدثات الأمور ٢/ ٧٧، رقم: ١٧١٨) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۴؍رجب ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۳/ ۵۳۶۵)

قبر پر اذان دینے کی شرعی حیثیت

سوال [۵۸۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اذان کا کیا مطلب ہے اور قبر پر اذان پڑھنا کیسا ہے اور جس قبر پر اذان نہ کہی جائے تو مردہ مسلمان رہے گا یا نہیں؟ اور میت میں شریک ہونے والے لوگ گناہ گار ہوں گے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جس قبر پر اذان نہ کہی جائے وہ عین سنت کے مطابق ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ کا یہی طریقہ تھا کہ بعد دفن اذان نہیں دیتے تھے، یہ لوگ گنہ گار

نہیں ہیں، بلکہ حضور ﷺ صحابہؓ کے طریقہ پر چلنے والے پاک مسلمان ہیں اور قبر پر اذان بدعت اور گناہ ہے، فتاویٰ شامی میں ہے۔

لایسن الأذان عند ادخال المیت فی قبرہ کما هو المعتاد الآن وقد شرح ابن حجر فی فتاواہ بأنه بدعة الخ. (فتاویٰ شامی ۱/ ۶۰۰)

اور فتاویٰ رحیمیہ میں بحوالہ المنہاج الواضح مدر البحار سے نقل فرمایا ہے،

ومن البدع التی شاعت فی الهند الأذان علی القبر بعد الدفن الخ.

فتاویٰ شامی/۲۰۶)

لایسن لغیر کعید تحته فی حاشیته الطحطاوی علی الدر ادخلت الکاف الوتر والجنازہ والکسوف الخ. (حاشیته الطحطاوی الدر، کتاب الصلوٰۃ، باب الأذان، کوئٹه ۱/ ۱۸۵)

عن عائشة رضی الله عنها قالت: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: من أحدث فی أمرنا هذا مالیس منه فهو ردّ. (صحیح ابن حبان، باب الاعتصام بالسنة، ما یتعلق بها نقلاً وأمراً وزجراً ذکر البیان، بأن کل من أحدث فی دین الله...... دارالفکر ۱/ ۸۴، رقم: ۲۶، ۲۷) فقط اللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

قبر پر اذان دینے کا شرعی حکم

سوال [۵۸۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قبر پر اذان پڑھنا کیسا ہے؟ اور جو شخص قبر پر اذان پڑھ رہا ہے، اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ اور اگر قبر پر اذان پڑھنا بدعت ہے، تو بدعت کی دو قسمیں ہیں: ان میں سے کونسی بدعت ہے؟ اور اگر لوگ قبر پر اذان اس نیت سے پڑھیں کہ شیطان جو کہ منکر نکیر کے سوالوں کے وقت قبر میں میت کو بہکاتا ہے اذان کے کلمات سنکر بھاگ جائے گا اور مردہ اطمینان سے جواب دیدے گا اس نیت سے میت کا فائدہ سوچتے ہوئے قبر پر اذان پڑھی جائے تو کیسا ہے؟

المستفتي: محمد فیروز، بدایوں، متعلم مدرسہ شاہی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قبر پر اذان دینا دلیل شرعی سے ثابت نہیں، لہٰذا بدعت سیئہ ہے۔ (احسن الفتاویٰ ۱/ ۳۴۷)

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من عمل عملا لیس علیہ أمرنا فأمرہ ردٌّ. (مسند احمد بن حنبل ۶/ ۱۴۶، رقم: ۲۵۶۴۱)

اور قبر پر شیطان کا آنا حدیث سے ثابت نہیں ہے اور شیطان کا انسان کو بہکانا اسی دنیا کے ساتھ خاص ہے، دنیا کے بعد اس کا تصرف نہ ہوگا۔

فان الحی لاتومن علیہ الفتنۃ . (مشکوٰۃ شریف، کتاب الإیمان، باب الاعتصام بالسنۃ ۱/ ۳۲)

اور جب مرگیا تو دنیا میں جیسا تھا وہی رہے گا یعنی اگر نیک تھا تو گمراہ نہیں ہوسکتا اور اگر گمراہ تھا تو نیک نہیں ہوسکتا، چنانچہ اس بنا پر اذان کا تجویز کرلینا فاسد ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۵/ ۳۰۲)

وفی الشامی! وعند انزال المیت القبر قیاساً علی أول خروجہ للدنیا لکن ردہ ابن حجر فی شرح العباب. (شامی، کتاب الصلوٰۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، مطلب فی دفن المیت، کراچی ۱/ ۳۸۵، زکریا ۳/ ۱۴۱، کراچی ۲/ ۲۳۵) **فقط اللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴ رذیقعدہ ۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر ا/ ۳۷۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری
۲۴/ ۱۱/ ۱۴۱۴ھ

کیا قبر پر اذان دینا مسنون ہے؟

سوال [۵۸۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے یہاں دیہات میں میت کے دفن کے بعد قبر پر اذان پڑھتے ہیں کیا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ سے ثابت ہے، اگر اس کا ثبوت نہیں ہے، تو اس کا کرنا کیسا ہے؟

المستفتي: محمد اشتیاق، فلاح دارین، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق : میت کو دفن کردینے کے بعد قبر پر اذان دینا قرآن، حدیث، فقہ اور ائمہ مجتہدین میں سے کسی سے ثابت نہیں ہے، اس لئے ممنوع اور بدعت ہے۔

ومن البدعة التی شاعت فی الهند الأذان علی القبر. (درالبحار، جلد، ج:۱، بحوالہ احسن الفتاویٰ ۱/۳۳۷)

قال الشامي أنه لا يسن الأذان عند إدخال الميت فی قبره كما هو المعتاد الآن وقد صرح ابن حجر فی فتاويه بأنه بدعة: وقال: من ظن أنه سنية قياساً علی ندبها للمولود، إلحاقا لخاتمة الأمر بابتدائه فلم يصب. (شامي، كتاب الصلوٰة، باب صلوٰة الجنازة، مطلب في دفن الميت، زكريا ۳/۱۴۱، کراچی ۲/۲۳۵)

عن سعد بن ابراهيم سمع القاسم قال: سمعت عائشة تقول: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: من عمل عملاً ليس عليه أمرنا فهو ردٌّ. (مسند احمد بن حنبل ۶/۱۸۰، رقم:۲۵۹۸۶، ۲۵۶۶، رقم: ۲۶۷۲۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳؍ شعبان ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۲/ ۴۹۷۶)

قبر پر اذان دینے کا ثبوت کہاں سے ہے؟

سوال [۶۸۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قبر پر اذان دینا ثابت ہے یا نہیں؟

المستفتي: محمد اشتیاق، ڈومریا گڑھوا، بہار

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق : قبر پر اذن دینا ثابت نہیں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے

زمانہ میں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد خلفاء راشدین کے زمانہ میں ہزار ہا صحابہ وتابعین وفات پا گئے، مگر کسی کی قبر اذان نہیں دی گئی، اسی طرح ائمہ کرام ومحدثین عظام میں سے کسی نے بھی اس پر عمل نہیں کیا کیونکہ یہ عمل شریعت سے ثابت نہیں اس لئے مسلمانوں کو یہ عمل نہیں کرنا چاہئے۔ (مستفاد فتاویٰ رحیمیہ قدیم ۱/ ۳۶۵)

قال الشامي: أنه لا يسن الأذان عند إدخال الميت في قبره كما هو المعتاد الآن وقد صرح بن حجر في فتاويه بأنه بدعة: وقال: من ظن أنه سنية قياساً على ندبها للمولود إلحاقا لخاتمة الأمر بابتدائه فلم يصب (شامی، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الجنازۃ، مطلب في دفن الميت، زکریا ۳/ ۱۴۱، کراچی ۲/ ۲۳۵)

عن عائشةؓ قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من أحدث في أمرنا هذا ماليس منه فهو ردّ. (صحيح مسلم، كتاب الاقضية، باب نقض الأحكام الباطلة، ورد محدثات الأمور، النسخة الهنديه ۲/ ۷۷، رقم: ۱۷۱۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱/ ۷/ ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۴/ ۶۲۵۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۱/ ۷/ ۱۴۲۰ھ

کیا تدفین کے بعد قبر پر اذان دینا ضروری ہے؟

سوال [۵۸۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ امام کا کہنا ہے کہ قبر میں مردے کو دفن کرنے کے بعد اذان کہنا ضروری ہے، شرعی حکم تحریر فرمائیں۔

المستفتي: عبدالقادر قریشی، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قبر پر اذان دینا تدفین کے بعد بدعت ہے اس کا ثبوت نہ تو کسی فقہی عبارت سے ہے اور نہ ہی کسی حدیث وغیرہ سے ہے، بلکہ فقہی کتابوں میں اس کو بدعت کہا گیا ہے۔

و فی الاقتصار علی ماذکر من الوارد اشارۃ إلیٰ أنہ لا یسن الأذان عند إدخال المیت فی قبرہ کما ھو المعتاد الآن وقد صرح بن حجر فی فتاویہ بأنہ بدعۃ: وقال من ظن أنہ سنۃ قیاساً علی ندبھا للمولود إلحاقا لخاتمۃ الأمر بابتدائہ فلم یصب. (شامي، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الجنازۃ، مطلب في دفن المیت، زکریا ۳/ ١٤١، کراچی۲/ ۲۳۵)

عن عائشۃؓ قالت: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: من أحدث فی أمرنا ھذا مالیس منہ فھو ردّ. (صحیح مسلم، کتاب الاقضیۃ، باب نقض الأحکام الباطلۃ ورد محدثات الأمور، النسخۃ الھندیہ۲/ ۷۷، بیت الأفکار رقم: ١٧١٨) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷؍ رجب ۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۱/ ۳۵۴۱)

کیا قبر پر اذان دینا بدعت ہے؟

سوال [۵۸٦]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کتاب بہار شریعت میں لکھا ہوا ہے کہ دفن میت کے بعد قبر پر اذان دینا سنت ہے تو کیا دفن میت کے بعد قبر پر اذان دینا کسی حدیث سے ثابت ہے؟

المستفتي: نسیم احمد، موضع بیلنہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: میت کو دفن کرنے کے بعد قبر پر اذان دینا بدعت ہے کسی بھی دلیل شرعی سے ثابت نہیں قرون اولیٰ میں کہیں بھی اس کا ثبوت نہیں ملتا بہار شریعت میں جو لکھا ہوا ہے وہ درست نہیں۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۱/ ۳۳۷، فتاویٰ رشیدیہ قدیم ۱۴۵، زکریا جدید/ ۱۱۹)

لا يسن الأذان عند إدخال الميت في قبره كما هو المعتاد الآن وقد صرح بن حجر فى فتاويه بأنه بدعة. (شامی، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الجنازۃ، مطلب فی دفن المیت، کراچی ۲/۲۳۵، زکریا۳/۱٤۱)

عن عائشةؓ قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من أحدث فى أمرناهذا ماليس منه فهو ردّ. (صحیح مسلم، کتاب الاقضیة، باب نقض الأحکام الباطلة ورد محدثات الأمور، النسخة الهندية ۲/۷۷، بيت الأفكار رقم: ۱۷۱۸) **فقط واللہ** سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷؍رجب ۱٤۱٤ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۲/ ٤۱ /۳۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱٤۱۸/۶/۱۲ھ

تدفین کے بعد قبر پر اذان دینا بدعت ہے

سوال [۵۸۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مردے کو دفن کرنے کے بعد قبر پر اذان دینا کیسا ہے؟

المستفتي: سیف اللہ، پوسٹ مجھوڑہ، فیض آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: قبر پر اذان دینا کسی صحیح روایت سے ثابت نہیں ہے، بلکہ یہ بدعت ہے جیسا کہ علامہ شامیؒ نے ابن حجر کے حوالے سے اسکو نقل فرمایا ہے عبارت ملاحظہ فرمائیے:

لا يسن الأذان عند إدخال الميت في قبره كما هو المعتاد الآن وقد صرح بن حجر فى فتاويه بأنه بدعة. (شامی، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الجنازۃ، مطلب في دفن المیت، زکریا۳/۱٤۱، کراچی ۲/۲۳۵)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من أحدث فى أمرناهذا ماليس

منه فهو ردّ (صحيح مسلم كتاب الجمعة، باب تخفيف الصلوٰة والخطبة، السخة الهنديه ۱/ ۲۸۶، بيت الأفكار رقم: ۸۶۷) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳ر محرم الحرام ۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر ۲۸/ ۲۹۵۰)

تدفین کے بعد قبر پر اذان دینا

سوال [۵۸۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قبر پر اذان دینا کیا حکم رکھتا ہے؟

المستفتی: محمد افتخار، دیوریاوی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: تدفین کے بعد قبر پر اذان دینے کی شریعت میں کوئی اصل نہیں ہے قطعاً بدعت اور واجب الترک ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین و تابعین و تبع تابعین، ائمہ مجتہدین ومحدثین سے ثابت نہیں ہے ہاں میت کے لئے مغفرت ثابت قدمی کے لئے منکر نکیر کے جواب کی آسانی کے لئے اور عذاب قبر سے نجات کے لئے دعا کی جائے اور اس کے سرہانے سورہ بقرہ کی ابتدائی آیتیں اور اس کے پائتی سورہ بقرہ کی آخری آیتیں پڑھی جائیں۔ (مستفاد فتاویٰ رحیمیہ قدیم ۶/ ۱۹۷)

لا يسن الأذان عند إدخال الميت في قبره كما هو المعتاد الآن وقد صرح ابن حجر في فتاويه بانه بدعة. (شامی، كتاب الصلوٰة، باب صلوٰة الجنازة، مطلب في دفن الميت، زكريا ۳/ ۱٤۱، كراچی ۲/ ۲۳٥)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ...... وإياكم ومحدثات الأمور، فإن كل محدثة بدعة وكل بدعة ضلالة. (سنن أبی داؤد، كتاب السنة، باب فی لزوم السنة، النسخة الهنديه ۲/ ٦۳٥، دار السلام رقم: ٤٦۰۷)

وعن عبد الله ابن عمر قال: سمعت النبی صلی الله علیه وسلم ولیقرأ عند رأسه فاتحة الکتاب وعند رجلیه بخاتمة البقرة. (شعب الإیمان ، باب فی الصلوٰة علی من مات من أهل القبلة ، فصل فی زیارة القبور ، دارالکتب العلمیة بیروت ۱٦/۷ ، رقم:۹۲۹٤ ، مشکوٰة شریف/۱٤۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴؍ ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۵/ ٦٦٢٩)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۴/۲۴ھ

تدفین کے بعد قبر پر اذان دینے کا شرعی حکم

سوال [۵۸۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قبر پر اذان دینا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: غلام ربانی، رامپور دوراہا، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کسی شرعی دلیل سے قبر پر اذان دینا ثابت نہیں ہے اس لئے قبر پر اذان دینے کی رسم بدعت ہے۔

و فی الاقتصار علی ماذکر من الوارد إشارة إلیٰ أنه لا یسن الأذان عند إدخال المیت فی قبره کما هو المعتاد الآن وقد صرح بن حجر فی فتاویه بأنه بدعة: وقال من ظن أنه سنة قیاساً علی ندبها للمولود إلحاقا لخاتمة الأمر بابتدائه فلم یصب. (شامی، کتاب الصلوٰة ، باب صلوٰة الجنازة ، مطلب فی دفن المیت ، کراچی ۲/۲۳۵، زکریا ۳/ ۱٤۱)

لا یسن لغیرها کعید (تحته فی حاشیة الطحطاوی علی الدر) أدخلت الکاف الوتر والجنازة والکسوف الخ. (حاشیة الطحطاوی علی الدر، کوئٹه، کتاب الصلوٰة ، باب الأذان ۱/۱۸۵)

عن عائشةؓ قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : من أحدث في أمرناهذا ماليس منه فهو ردّ . (سنن ابن ماجه ، كتاب السنة ، باب تعظيم حديث رسول الله صلى الله عليه وسلم والتغليظ على من عارضه، النسخة الهنديه/٣، دارالسلام رقم: ١٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
٢٦ رمحرم الحرام ١٤٢٠ھ
(الف فتویٰ نمبر ٣٤/ ٥٩٩٩)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری
١٤٢٠/١/٢٦ھ

دفن کرنے کے بعد قبر پر اذان دینا

سوال [٥٩٠]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید ایک مسجد کا امام اور خطیب ہے اسی محلّہ کی ایک عورت کا انتقال ہوگیا نماز جنازہ کے بعد اس کو قبر میں دفنا دیا گیا اس کے بعد دعا ہوئی کچھ لوگ چلے گئے کچھ موجود تھے مقامی امام نے قبر پر بآواز بلند اذان پڑھی اس کے بعد دوسرے مولوی صاحب نے کہا کہ قرآن وحدیث وفقہ سے یہ اذان ثابت نہیں ہے اس کے بعد لوگوں کو حیرت ہوئی شور وغل ہوگیا مقامی امام صاحب نے کہا کہ میں امام ترمذی کی حدیث وفقہ سے ثابت کروں گا کیونکہ آج تک کبھی بھی اذان قبر پر نہیں پڑھی گئی یہ پہلا موقعہ ہے کہ امام صاحب نے اچانک قبر پر اذان پڑھ دی، لہٰذا مہربانی فرما کر قرآن وحدیث وفقہ سے مع حوالہ کتب صفحہ نمبر وغیرہ تحریر فرمائیں امام صاحب نے مشکوٰۃ شریف کا حوالہ دیا ہے اور درمختار ا/ ٢٥٨ کا حوالہ دیا ہے نیز کتاب الجنائز کا حوالہ دیا ہے۔

المستفتي: محمد شریف، توپ شیر خان، جموکشمیر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق : قبر پر اذان دینے کا ثبوت نہ تو قرآن وحدیث میں ہے اور نہ ہی حضرات فقہاء کی کسی عبارت سے ہے قبر پر اذان دینا بدعت وگمراہی ہے۔ (مستفاد:

راہ سنت/۲۲۴)

و فی الاقتصار علی ماذکر من الوارد إشارة إلیٰ أنه لا یسن الأذان عند إدخال المیت فی قبره کما هو المعتاد الآن وقد صرح بن حجر فی فتاویه بأنه بدعة: وقال من ظن أنه سنة قیاساً علی ندبها للمولود إلحاقا لخاتمة الأمر بابتدائه فلم یصب. (شامی کتاب الصلوٰة، باب صلوٰة الجنازة، مطلب في دفن المیت کراچی ۲/۲۳۵، زکریا۳/۱۴۱)

ومن ذلک الأذان والاقامة فی العیدین قد نقل ابن عبد البر اتفاق العلماء علی أن لا أذان ولا إقامة. (الاعتصام ۲/۱٤، بحواله راه سنت/۲۲۵، فتاویٰ دارالعلوم ۵/۳۸۲)

عن عائشةؓ قالت: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: من أحدث فی أمرنا هذا مالیس منه فهو ردٌ (سنن أبي داؤد، کتاب السنة، باب فی لزوم السنة، النسخة الهندیه ۲/۶۳۵، دارالسلام رقم: ٤٦٠٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲/ربیع الثانی ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۳/ ۵۷۲۹)

قبر پر اذان کی شرعی حیثیت

سوال [۵۹۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قبر پر اذان پڑھنا کیسا ہے اور جو شخص قبر پر اذان پڑھے اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

المستفتي: محمد فیروز عالم، متعلم مدرسہ شاہی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: قبروں پر اذان دینا کسی شرعی دلیل سے ثابت نہیں ہے

کتب فقہ میں قبر پراذان دینا بدعت لکھا ہوا ہے۔ (احسن الفتاویٰ ۱/۳۴۷)

لا يسن الأذان عند إدخال الميت في قبره كما هو المعتاد الآن وقد صرح بن حجر في فتاويه بأنه بدعة: وقال من ظن أنه سنة قياساً على ندبها للمولود إلحاقا لخاتمة الأمر بابتدائه فلم يصب. (شامی، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الجنازۃ، مطلب في دفن الميت کراچی ۲/۲۳۵، زکریا۳/۱٤۱)

قال رسول الله عليه وسلم ...... وإياكم والمحدثات فإن كل بدعة ضلالة.

(مسند البزار، مكتبه العلوم والحكم بيروت ۱۰/۱۳۷، رقم: ٤۲۰۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵؍شعبان ۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۱/ ۳۵۴۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۴/۸/۵ھ

قبر پراذان، تیجہ، دسواں وغیرہ کا شرعی حکم

سوال [۵۹۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جب کوئی آدمی مرجاتا ہے تو اس کے احباب ورفقاء اس کی قبر پراذان پڑھتے ہیں اور پھر اعلان کردیا جاتا ہے سبھی آدمی کھانا کھا کر جائیں، کھانا تیار ہے پھر تیسرے دن تیجہ ہوتا ہے جس میں چنے پڑھے جاتے ہیں اور میت والے کی طرف سے کھانا بھی بنوایا جاتا ہے، اسی طرح دسواں بیسواں اور چالیسواں ہوتا ہے اور تمام رشتہ داروں اور بستی کے لوگوں کو مقررہ تاریخ میں کھانے پر مدعو کیا جاتا ہے خوب کھانا کھلایا جاتا ہے ان رسومات کا کرنا شرعاً کیسا ہے؟

المستفتي: شجاعت حسین، باسکہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قبر پراذان دینا قرآن وحدیث اور صحابہ وتابعین ائمہ مجتہدین میں سے کسی سے ثابت نہیں اس لئے ناجائز اور بدعت ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ قدیم ۶/ ۱۹۷، جدید زکریا ۲/۱۲۲)

مردہ کے لئے تیجہ دسواں بیسواں چالیسواں وغیرہ کے نام سے مذکورہ بالا تاریخ کومقرر کرنا اور اسی دن کو لازم سمجھ کر کرنا جائز نہیں ہے ۔(مستفاد: کفایت المفتی، قدیم ۴/۱۲۴،جدید زکریا مطول۵/ ۵٦۸ ،فتاویٰ احیاء العلوم ۱/۱۲۲،فتاویٰ رحیمیہ قدیم ۱/ ۳۹٦،جدید زکریا ۲/۹۰)

ویکره اتخاذ الطعام فى اليوم الأول والثالث وبعد الأسبوع ونقل الطعام إلى القبر فى المواسم الخ. (شامى كتاب الصلوٰة ، با ب صلوٰة الجنازة ، مطلب فى كراهة الضيافة من أهل الميت ، كراچى ، زكريا ۱۴۸/۳، نعمانيه ٦۰۳/۱، كبرى قبيل فصل فى أحكام المسجد، اشرفيه ديوبند /٦۰۹، مراقى الفلاح ، كتاب الصلوٰة، قبيل فصل فى زيار القبور، قدى ۳۳۹/۱، مكتبه دارالكتب ديو بند/٦۱۷)

و فى الاقتصار على ماذكر من الوارد إشارة إلى أنه لا يسن الأذان عند إدخال الميت فى قبره كما هو المعتاد الآن وقد صرح بن حجر فى فتاويه بأنه بدعة: وقال من ظن أنه سنة قياساً على ندبها للمولود إلحاقا لخاتمة الأمر بابتدائه فلم يصب. (شامى، كتاب الصلوٰة باب صلوٰة الجنازة، مطلب فى دفن الميت، زكريا ۱۴۱/۳ ،كراچى ۲۳۵/۲)

عن عائشةؓ قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : من أحدث فى أمرنا هذا ماليس منه فهو ردّ. (مسند احمد بن حنبل ۲۴۱/٦، رقم: ۲٦۵٦۱)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱/شعبان ۱۴۱٦ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۲/ ۴۵۵۰)

تدفین کے بعد صلوٰۃ وسلام اور قبر پر اذان دینا

سوال [۵۹۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں : کہ مردے کو دفن

کرنے کے بعد اس کے کفن میں سے ایک چادر رکھتے ہیں اور کئی دن تک قبر پر ڈالتے رہتے ہیں اور نماز جنازہ میں سلام پھیرنے کے بعد اسی مدت پر متصلاً اجتماعی طریقہ پر فاتحہ پڑھتے ہیں اور دفن کرنے کے بعد مروجہ طریقہ پر صلوٰۃ وسلام بھی پڑھتے ہیں بعدہٗ اذان بھی دی جاتی ہے، یہ عمل کیسا ہے؟

المستفتی: محمد جمال نیپالی، متعلم مدرسہ شاہی، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کفن کے کپڑے قبر کے اوپر ڈالنا نہایت غلط عقیدہ ہے اس کا ترک لازم ہے نیز اجتماعی سورہ فاتحہ پڑھنا اور صلوٰۃ وسلام پڑھنا شریعت سے ثابت نہیں ہے یہ بدعتیوں کا غلط عقیدہ ہے نیز قبر پر اذان دینا بھی شریعت سے ثابت نہیں۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ قدیم ۳/۱۰۰، ۱/۳۶۴)

و فی الاقتصار علی ماذکر من الوارد إشارة إلی أنه لا یسن الأذان عند إدخال المیت فی قبره کما هو المعتاد الآن وقد صرح ابن حجر فی فتاویه بأنه بدعة: وقال من ظن أنه سنة قیاساً علی ندبها للمولود إلحاقا لخاتمة الأمر بابتدائه فلم یصب. (شامی، کتاب الصلوٰة، باب صلوٰة الجنازة، مطلب فی دفن المیت، کراچی ۲/۲۳۵، زکریا ۳/۱۴۱)

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ...... وإیاکم والأمور المحدثات فإن کل بدعة ضلالة (سنن ابن ماجه کتاب السنة، باب اتباع سنة الخلفاء الراشدین المهدیین، النسخة الهندیة/ ۵، دارالسلام رقم: ۴۲) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵ر محرم ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۳/ ۵۱۵۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۸/۱/۲۵ھ

تیجہ، دسویں اور چالیسویں کی شرعی حیثیت

سوال [۵۹۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر کسی آدمی کا

انتقال ہو جائے اوراس کے مرنے کے بعد متعین طریقے سے تیسرے دن یا دسویں دن یا بیسویں دن یا چالیسویں دن چنے پڑھے جاتے ہیں کیا یہ چنے پڑھوانا درست ہے یا نہیں؟ اور پڑھنے والے کا کیا حکم ہے، قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب تحریر فرمائیں؟

المستفتي: نصیرالدین

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: میت کے لئے ایصال ثواب کرنا افضل اور بہتر ہے اور میت سے عذاب کی تخفیف کا سبب ہے لیکن اس کے لئے وقت اور دن متعین کرنا درست نہیں ہے نیز تیجہ دسواں وغیرہ اہل ہنود کی رسم ہے اس کا ترک مسلمانوں پر لازم ہے۔

وفی البزازیة : ویکره اتخاذ الطعام فی الیوم الأول والثانی والثالث وبعد الأسبوع (الیٰ قوله) **واتخاذ الدعوة لقرأة القرآن الخ** (الشامی زکریا کتاب الصلوٰة ، باب صلوٰة الجنازة ، مطلب فی کراهة الضیافة من أهل المیت ۳/۱٤۸، کراچی ۲/ ۲٤۰، البزازیة علی هامش الهندیه قبیل الفصل السادس والعشرون فی حکم المسجد ٤/ ۸۱، جدید زکریا ۲/ ٥٤)

عن طلحة قال: قدم جریر علی عمر فقال: هل یناح قبلکم علی المیت؟ قال: لا قال: فهل تجتمع النساء عندکم علی المیت ویطعم الطعام؟ قال: نعم قال: تلک النیاحة. (المصنف لابن أبي شیبة ، کتاب الجنائز ، ماقالوا فی الإطعام علیه والنیاحة ، مؤسسه علوم القرآن بیروت ۷/ ۲٤۱، رقم: ۱۱٤٦۷، احسن الفتاویٰ ۱/ ۳٤۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹/ جمادی الثانیہ ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۲/ ۴۸۹۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۹/ ۶/ ۱۴۱۷ھ

تیجہ، دسواں ،بیسواں، چالیسواں

سوال [۵۹۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میت کے لئے تیجہ دسواں بیسواں ،چالیسواں کرنا کیسا ہے؟ یا قرآن خوانی کرانے کے بعد بتاشے یا کھانا یا چنے وغیرہ سامنے رکھ کر ان پر چند سورتیں یا چند آیات جو کہ مخصوص سمجھی جاتی ہیں ان کو ضروری سمجھ کر پڑھنا یہاں تک کہ اگر کوئی نہ پڑھے تو اس کو لعن طعن کرنا کیسا ہے؟ اگر کوئی غیر ضروری سمجھ کر ثواب کی نیت سے پڑھے تو پھر اس کا ثبوت کیا ہے؟ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے زمانہ میں ایصال ثواب کی کیا شکل تھی ،اور پھر یہ موجودہ دور میں رسومات کہاں سے آئیں؟

المستفتي: غلام مصطفیٰ، بروالان، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: میت کے مرنے کے بعد تیسرے دن تیجہ کے نام سے ،دسویں دن دسواں کے نام سے ،بیسویں دن بیسواں کے نام سے، تیسویں دن تیسواں کے نام سے، چالیسویں دن چالیسواں کے نام سے اور سال کے ختم ہونے پر برسی کے نام سے خاص پروگرام کرنا اہل ہنود کا طریقہ ہے یہ اسلامی طریقہ نہیں ہے، اس لئے شرعاً یہ جائز نہیں ہے، ہاں البتہ قرآن خوانی کر کے ثواب پہونچانا ہر وقت جائز ہے، اس کی لئے تیجہ دسواں وغیرہ کی کوئی خصوصیت نہیں ہے اور قرآن خوانی کر کے بتاشا یا کھانا چنا وغیرہ بانٹنا یا ان پر پڑھنا یہ سب غیر متعلق اور لوگوں کی گھڑی ہوئی چیزیں ہیں ان سے احتراز کرنا ضروری ہے اور کھانا بتاشا وغیرہ پر سورتیں نہ پڑھنے والے پر لعن طعن کرنا جہالت ہے اس سے احتراز ضروری ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے زمانہ میں ایصال ثواب کا طریقہ صرف یہ تھا کہ قرآن شریف کی کوئی بھی سورت یا آیت پڑھ کر میت کو ثواب پہونچنے کی نیت کی جاتی تھی بس اتنا ہی کافی ،لہذا تیجہ اور دسواں وغیرہ

ناجائز اور عمل مکروہ ہے۔

اللّٰهم أوصل مثل ثواب ما قرأته بفلان وأما عندنا فالوا صل إليه نفس الثواب وفي البحر من صام أو صلیٰ أو تصدق وجعل ثوابه لغيره من الأموات والأحياء جاز ويصل ثوابها إليهم عند أهل السنة والجماعة. (شامی، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الجنازۃ، مطلب فی القرأۃ للمیت وإهداء ثوابها له، زکریا ۳/۱۵۲، کراچی ۲/۲۴۳، فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱/۱۸۷، جدید ڈابھیل ۹/۲۰۳)

ويكره اتخاذ الضيافة من الطعام من أهل الميت لأنه شرع في السرور لا فی الشرور وهی بدعة مستقبحة وقوله ويكره اتخاذ الطعام فی اليوم الأول والثالث وبعد الأسبوع ونقل الطعام إلیٰ القبر فی المواسم واتخاذ الدعوة لقراء ة القرآن وجمع الصلحاء والقرّاء للختم أو لقراء ة سورة الإنعام أو الإخلاص. (شامی، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الجنازۃ مطلب فی کراهة الضيافة من أهل الميت، کراچی ۲/۲۴۰، زکریا ۳/۱۴۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳/ جمادی الثانیہ ۱۴۲۷ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۸/ ۹۰۳۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۳/۶/۱۴۲۷ھ

فاتحہ، تیجہ، چالیسواں

سوال [۵۹۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد میں نمازیوں کے تقسیم کرنے کے لئے جو چیزیں بھیجی جاتی ہیں ان پر فاتحہ لگائی جائے یا نہیں، اور لگائی جائے تو کس کی نیز جس کھانے پر فاتحہ لگائی جائے وہ خود کھانا افضل ہے یا محتاجوں کو دیدینا، نیز تیجے، دسویں، بیسویں اور چالیسویں کا کھانا کس کو کھانا درست ہے نیز تیجے کے دن اعزاء جو میت کے گھر آتے ہیں وہ کھانا کھا کر جائیں یا نہیں، یہ فعل کس حدتک درست ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بلا التزام تاریخ ومہینہ وغیرہ کے نفس ثواب پہونچانا قرآن کریم پڑھ کر نماز پڑھ کر روزہ رکھ کر غرباء ومساکین کو کھانا کھلاکر بلاشبہ مستحسن اور بہتر ہے جیسا کہ شامی میں ہے۔

تحت قول الدر المختار الأصل إن كل من أتىٰ بعبادة ماله جعل ثوابها لغيره الخ. أى سواء كانت صلوٰة أو صوماً أو صدقة أو قراءة أو ذكراً أو طوافاً أو حجاً أو عمرة أو غير ذلك من قبور أنبياء عليهم الصلوٰة والسلام والشهداء والأولياء والصالحين الخ مطلب الحج للغير. (شامي، كتاب الحج، مطلب في اهداء ثواب الاعمال للغير، كراچی ۲/ ۵۹۵، زكريا ٤/ ۱۰)

لیکن مروجہ فاتحہ کا کھانا یا شیرینی وغیرہ سامنے رکھ کر قرآن کریم کی سورتیں پڑھنا اس کا ثبوت کہیں نہیں ہے بلکہ بلاسورت پڑھے بھی کھانے وغیرہ کا ثواب پہونچ جاتا ہے۔ (مجموعہ فتاویٰ عبدالحیٔ ۳/ ۶۸)

تیجہ دسواں بیسویں چالیسویں وغیرہ میں اوقات معینہ کو لازم کرلینا ممنوع اور بدعت ہے جیسا کہ شامی میں ہے۔

ويكره اتخاذ الطعام فى اليوم الأول والثالث وبعد الأسبوع ونقل الطعام الىٰ الغير فى واتخاذ الدعوة لقراءة القرآن وجمع الصلحاء الخ. (شامى، كتاب الصلوٰة، باب صلوٰة الجنازة، مطلب فى كراهية الصيافة من أهل الميت، كراچی ۱/ ۲٤۰، زكريا ۳/ ۱٤۸)

صرح الحنيفة بأنه ويكره اتخاذ الطعام فى أيام متعارف عليها كاليوم الأول والثالث وبعد الأسبوع ونقل الطعام إلىٰ القبر فى المواسم واتخاذ الدعوة لقراءة القرآن الخ. (الموسوعة الفقهية الكويتية ۱٦/ ٤٥)

عن سعيد بن جرير قال ثلاث من عمل الجاهلية: النياحة والطعام على الميت الخ. (مصنف عبد الرزاق، كتاب الجنائز، باب الطعام على الميت،

مؤسسه علوم القرآن بیروت ۳/ ۵۰۰، رقم:٦٦٦٤)

قال رسول الله عليه وسلم ...... وشر الأمور محدثاتها و كل بدعة ضلالة (سنن دارمی ، باب فی کراهیة أخذ الرائی ، دارالمغنی بیروت ١/ ٢٨٩، رقم:٢١٢)

اور کھانا اگر برائے ایصال ثواب بنایا جائے تو خود نہ کھائیں بلکہ غریب محتاجوں کو کھلانا چاہئے۔(مجموعہ فتاویٰ عبدالحیٔ ۳/ ٦٨) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ:شبیر احمد عفا اللہ عنہ
۱۶؍رمضان المبارک ۱۴۰۷ھ
(الف فتویٰ نمبر ۲۳/ ۲۴۰)

تیجہ، دسویں، چالیسویں کا شرعی حکم

سوال [۵۹۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ تیجہ، دسواں چالیسواں کرنا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: تیجہ، دسواں اور چالیسواں کرنا قرآن وحدیث وفقہ، سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام اور ائمہ مجتہدین سے ثابت نہیں ہے، اس لئے یہ بدعت سیئہ اور مکروہ تحریمی ہے، جس کا ترک کر دینا لازم ہے۔

ويكره اتخاذ الضيافة من الطعام من أهل الميت لأنه شرع في السرور لافي الشرور وهي بدعة مستقبحة (قوله) ويكره اتخاذ الطعام في اليوم الأول والثالث وبعد الأسبوع الخ. (شامی ، کتاب الصلوٰۃ باب صلوٰۃ الجنازة ، مطلب في كراهية الضيافة من أهل الميت ، کراچی ٢/ ٢٤٠، زکریا ٣/ ١٤٨)

ويكره اتخاذ الضيافة من الطعام من أهل الميت لأنه شرع في السرور لافي الشرور وهي بدعة مستقبحة. (فتح القدير ، کتاب الصلوٰۃ ، باب الجنائز فصل فی فی الدفن زکریا ٢/ ١٥١، کوئٹہ ٢/ ١٠٢)

عن أبی البختری قال! الطعام علی المیت من أمر الجاهلیة والنوح من أمر الجاهلیة. (المصنف لابن أبی شیبة، کتاب الجنائز، باب ماقالوا فی الإطعام علیه والنیاحة، مؤسسه علوم القرآن بیروت ۷/ ۲۴۰، رقم: ۱۱۴٦٤)

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ......وإیاکم ومحدثات الأمور فإن کل محدثة بدعة وکل بدعة ضلالة. (سنن أبی داؤد، کتاب السنة، باب لزوم السنة، النسخة الهندیة۲/ ٦۳۵، دارالسلام رقم: ٤٦۰۷) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵/ جمادی الأولیٰ ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۱/ ۴۰۰۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۵/۵/۱۴۱۵ھ

تیجہ، دسواں اور چالیسواں کرنا

سوال [۵۹۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کسی کے مرنے کے بعد تیجہ، دسواں اور چالیسواں کرنا کیسا ہے؟ جس کی نوعیت یہ ہے کہ میت کے دفن کرنے کے بعد قبرستان میں ہی اعلان ہوتا ہے کہ اس مردہ کی فاتحہ کل یا پرسوں ہوگی، وقت پر اعلان بعد نماز مسجد میں کیا جاتا ہے کہ فاتحہ ہوگی، حاضرین قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہیں قرآن پاک پورا بھی ہوجاتا ہے اور کبھی کمی بھی رہ جاتی ہے، تلاوت قرآن کے بعد ختم شریف ہوتا ہے کہ سورۂ تکاثر، کافرون، اخلاص، معوذتین، الفاتحہ، سورہ بقرہ تا مفلحون اور پورے قرآن پاک سے مختلف جگہ سے چند آیات پڑھی جاتی ہیں، اور ختم قرآن شریف کو مجمع میں سے ایک ایک آدمی پڑھتا ہے حاضرین خاموش رہتے ہیں پھر دعا کردی جاتی ہے، اس کو سوم کی فاتحہ کہتے ہیں بعد میں بتاشے بھی تقسیم ہوتے ہیں اس طریقہ سے دسواں اور چہلم کیا جاتا ہے اس میں برادری کے کھانے کا انتظام بھی ہوتا ہے اور بعض تو اس مذکورہ ختم شریف کو کھانے پر بھی پڑھواتے ہیں اس طریقہ سے ایصال ثواب، تیجہ دسواں وغیرہ شریعت مطہرہ سے ثابت ہے یا نہیں اور زمانہ رسالت مآب میں ایصال ثوب کا یہی

طریقہ تھا یا دوسرا طریقہ براہ کرم مفصل جواب سے نوازیں عین نوازش ہوگی۔

المستفتي: محمد انور غفرلہٗ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوالنامہ میں درج شدہ تمام صورتیں شرعاً مکروہ ہیں ان کی کوئی اصل نہیں ہے شامی میں ہے۔

ویکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الأول والثالث وبعد الأسبوع ونقل الطعام القبر فی المواسم واتخاذ الدعوۃ لقراءۃ القرآن وجمع الصلحاء والقرّاء للختم أو القراءۃ سورۃ الأنعام أو الإخلاص والحاصل أن اتخاذ الطعام عند قراءۃ القرآن لأجل الأکل یکرہ الخ. (شامی، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الجنازۃ مطلب فی کراھۃ الضیافۃ من أھل المیت، کراچی ۲۴۰/۲، زکریا۳/۱۴۸)

فإن کانت من أھل المیت: فقد ذھب الفقھاء الحنفیۃ المالکیۃ والشافعیۃ والحنابلۃ إلیٰ أنہ یکرہ اتخاذھا لأن فیہ زیادۃ علیٰ مصیبتھم وشغلا لھم إلیٰ شغلھم وتشبھا بصنع أھل الجاھلیۃ، ولأن اتخاذ الطعام فی السرور ولیس ذلک موضعہ وھو بدعۃ مستقبحۃ مکروھۃ، لم ینقل فیھا شیئی. (الموسوعۃ الفقھیۃ الکویتیۃ ۸/۴۴)

عن جریر قال: کانوا یرون أن اجتماع أھل المیت وصنعۃ الطعام من النیاحۃ. (المعجم الکبیر للطبرانی، داراحیاء التراث العربي بیروت ۳۰۷/۲، رقم: ۲۲۷۹)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵ر شوال ۱۴۰۷ھ
(الف فتویٰ نمبر ۲۳/۳۰۰)

تیجہ، دسواں اور چالیسواں کرنا کیسا ہے؟

سوال [۵۸۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ تیجہ، دسواں،

بیسواں، چالیسواں یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یا صحابہ سے ثابت ہے یا نہیں۔

المستفتي: محمد مبین، محلہ لال باغ، نئی آبادی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: تیجہ، دسواں، بیسواں اور چالیسواں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے ثابت نہیں ہے اور یہ سب بعد کے اہل بدعت نے ایجاد کیا ہے، فقہاء نے ان کو مکروہ اور بدعت لکھا ہے۔

ویکرہ اتخاذ الضیافة من الطعام (قولہٗ) ویکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الأول والثالث الخ. (شامی، کتاب الصلوٰة، باب صلوٰة الجنازة مطلب فی کراهة الضیافة من أهل المیت، کراچی ۲/۲٤۰، زکریا ۳/۱٤۸)

ویکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الأول والثالث وبعد الأسبوع –إلیٰ– وقال ابن الهمام یکرہ اتخاذ الضیافة من أهل المیت والکل عللوہ بأنه شرع فی السرور لا فی الشرور قال وهی بدعة مستقبحة. (مرقاة المفاتیح، باب فی المعجزات، الفصل الثالث، تحت رقم الحدیث/ ۵۹٤۲، مکتبه امدادیه ملتان ۱۱/۲۲۳)

عن جریر بن عبد اللہ البجلی قال: کنا نعد الاجتماع إلیٰ أهل المیت وصنعة الطعام بعد دفنه من النیاحة. (مسند احمد بن حنبل ۲/۲۰٤ رقم: ٦۹۰۵)

عن عائشة قالت: قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم: من أحدث فی أمرنا هذا ما لیس منه فهو ردٌّ. (سنن أبي داؤد، کتاب السنة، باب فی لزوم السنة، النسخة الهندیه ۲/٦۳۵، دارالسلام رقم: ٤٦۰٦) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴/ربیع الاول ۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر ۲۹/۴/۳۳۷۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۴/۳/۱۴۱۴ھ

تیجہ و چہلم کرنے کی شرعی حیثیت

سوال [٦۰۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اس زمانہ میں ایک

رسم پیدا ہوئی ہے جس کو چہلم کہا جاتا ہے، اس چہلم کو لوگ بڑی شان اور بڑی خوشی سے کرتے ہیں کیا یہ چہلم پہلے زمانہ میں کرتے تھے ہم کو تو اس کے بارے میں کوئی حدیث نہیں ملی پھر بدعتی لوگ اس کو کیوں کرتے ہیں چہلم کر سکتے ہیں یا نہیں؟

المستفتی: محمود محمدی، ضلع جلگاؤں، مہاراشٹر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: چہلم وتیجہ وغیرہ کا رواج دور نبوت اور دور صحابہ میں نہیں تھا اور نہ ائمہ مجتہدین میں سے کسی سے اس کا ثبوت ہے، یہ محض بعد کے مبتدعین اور دنیا دار لوگوں کی ایجاد ہے، شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے، اور حضرات فقہاء نے اس کو بدعت اور مکروہ تحریمی لکھا ہے۔

ويكره اتخاذ الطعام في اليوم الأول والثالث وبعد الأسبوع الخ. (شامی، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الجنازۃ، مطلب فی کراهة الضيافة من أهل الميت، کراچی ۳/ ۲٤۰، زکریا ۳/ ۱٤۸)

صرح الحنيفة: بأنه يكره اتخاذ الطعام فى أيام متعارف عليها كاليوم الأول والثالث وبعد الأسبوع ونقل الطعام إلىٰ القبر فى المواسم واتخاذ الدعوة لقراءة القرآن الخ. (الموسوعة الفقهية الكويتية ١٦/ ٤٥)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ...... وإياكم والأمور المحدثات فإن كل بدعة ضلالة. (سنن ابن ماجه، كتاب السنة، باب اتباع سنة الخلفاء الراشدين المهديين، النسخة الهنديه / ٥، رقم: ٤٢) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳/ رجب ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر ۲۸/ ۶۸ ۲۷)

دسویں اور چالیسویں کا حکم

سوال [۶۰۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ دسواں، بیسواں یا

چالیسواں کرنے کا کیا مقصد ہے کسی انسان کے انتقال کرنے سے چالیسویں دن چالیسواں کرنا چاہئے یا کچھ آگے پیچھے بھی کر سکتے ہیں چالیسویں کی دعوت میں کس طرح کے لوگوں کو کھانے کی دعوت پر بلانا چاہئے آیا اس طرح چالیسواں وغیرہ کرنا برائے ایصال ثواب اور دن تاریخ مقرر کرنا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: یہ التزام مالا یلزم ہے جو شرعاً ممنوع ہے بلکہ تیجہ، دسویں، چالیسویں کے التزام کے بغیر ایصال ثواب کے لئے کھانا کرنا اور غریبوں کو کھلانا جائز ہے ،لیکن مذکورہ ایام کا التزام کرنا ممنوع اور بدعت سیئہ ہے،اس کا ترک لازم ہے۔

ويكره اتخاذ الطعام في اليوم الأول والثالث وبعد الأسبوع ونقل الطعام إلىٰ القبور فى المواسم الخ. (شامی، کتاب الصلوٰۃ باب صلوٰۃ الجنازۃ مطلب فی کراھۃ الضیافۃ من أھل المیت، کراچی ۳/ ۲۴۰، زکریا۳/۱۴۸)

صرح الحنيفة: بأنه يكره اتخاذ الطعام فى أيام متعارف عليها كاليوم الأول والثالث وبعد الأسبوع ونقل الطعام إلىٰ القبر فى المواسم واتخاذ الدعوة لقراءة القرآن الخ. (الموسوعة الفقهية الكويتية ١٦/ ٤٥)

عن جرير بن عبد الله البجلى قال: كنا نعد الاجتماع إلىٰ أهل الميت وصنعة الطعام بعد دفنه من النياحة. (سنن ابن ماجه ، كتاب الجنائز، باب ماجاء فى النهى عن الاجتماع إلىٰ أهل الميت وصنعة الطعام ، النسخة الهنديه/ ١١٦، رقم :١٦١٢، مسند احمد بن حنبل ٢/ ٢٠٤، رقم : ٦٩٠٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲؍شعبان ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر ۲۶/ ۱۸۹۷)

تیجہ کرنا یا قل پڑھوانا

سوال [۲۰۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے والد

صاحب کا انتقال ہوگیا ہے ہم نے دفن کے بعد قل پڑھوا دیا ہمارے رشتہ دار یہ کہہ رہے ہیں، کہ تیجہ کیوں نہیں کیا کیا تیجہ کرانے میں مردہ کو زیادہ ثواب ملتا ہے، یا قل کرانے میں؟

المستفتي: محمد اکرام اصالت پورہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: تیجہ کرنا ممنوع اور گناہ ہے اس سے احتراز کرنا لازم ہے قل پڑھنے کی رسم بھی ممنوع ہے البتہ ایصال ثواب کے لئے قرآن ختم کرنا جبکہ اس میں کسی قسم کے رسوم ولوازمات نہ ہوں جائز ہے۔

ويكره اتخاذ الطعام فى اليوم الأول والثالث وجمع الصلحاء والقرّاء للختم أو لقراءة سورة الأنعام أوالإخلاص الخ. (شامی، كتاب الصلوٰة، باب صلوٰة الجنازة مطلب فى كراهة الضيافة من أهل الميت، كراچی۲/۲۴۰، زكريا ۳/۱۴۸)

وتكره الضيافة من أهل الميت لأنها شرعت فى السرور لافى الشرور وهى بدعة مستقبحة وتحته يكره اتخاذ الطعام فى اليوم الأول والثالث وبعد الأسبوع ونقل الطعام إلىٰ المقبرة فى المواسم واتخاذ الدعوة لقراءة القرآن وجمع الصلحاء والقراء للختم. (حاشية الطحطاوى على المراقى، كتاب الصلوٰة قبيل فصل فى زيارة القبور، مكتبه دارالكتاب /۶۱۷)

عن جرير بن عبد الله البجلى قال: كنا نرى الاجتماع إلىٰ أهل الميت وصنعة الطعام بعد دفنه من النياحة (سنن ابن ماجه، كتاب الجنائز، باب ماجاء فى النهى عن الاجتماع إلىٰ أهل الميت، النسخة الهنديه /۱۱۶، داراسلام رقم: ۱۶۱۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳ر ذی الحجہ ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۲/ ۴۲۶۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۵/۱۲/۲۳ھ

تیجہ، دسواں، چالیسواں وغیرہ کا شرعی حکم

سوال [۲۰۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ دسواں، بیسواں، چالیسواں، برسی جیسے رسوم کے متعلق شرعاً کیا حکم ہے؟

المستفتي: مسعود احمد خان، کاس گنج، یوپی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: تیجہ، دسواں، بیسواں، چالیسواں اور برسی وغیرہ یہ ہندؤں کی رسمیں ہیں، جو مسلمانوں میں در آئی ہیں، یہ سب ناجائز اور بدعت ہیں اسلام سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ (مستفاد احسن الفتاویٰ ۱/ ۳۵۷، فتاویٰ رحیمیہ ۲/۱۱۶/ ۱۱۷، فتاویٰ محمودیہ قدیم ۵/ ۳۱۹/ ۳۲۰، جدید ڈابھیل ۹/ ۲۷۰-۲۸۰، امداد الفتاویٰ ۵/ ۲۰۶)

وتكره الضيافة من أهل الميت لأنها شرعت في السرور لافي الشرور وهي بدعة مستقبحة روى الإمام أحمد وابن ماجه بإسناد صحيح عن جرير بن عبد الله قال كنا نعد الاجتماع إلىٰ أهل الميت وصنعهم الطعام من النياحة اھ، وفي البزازية ويكره اتخاذ الطعام في اليوم الأول والثالث وبعد الأسبوع ونقل الطعام إلىٰ القبر في المواسم واتخاذ الدعوة لقرأة القرآن (إلىٰ قوله) وأطال في ذلك في المعراج وقال هذه الأفعال كلها السمعة والرياء فيحترز عنها لأنهم لا يريدون بها وجه الله اھ۔ (شامی، كتاب الصلوٰة، باب صلوٰة الجنازة، مطلب في كراهة الضيافة من أهل الميت، كراچی ۲/ ۲۴۰، زكريا ۳/ ۱۴۸)

لايباح اتخاذ الضيافة، عند ثلاثة أيام كذا في التاتارخانية. (عالمگیری، قبيل الفصل السابع فی الشهيد، زكريا قديم ۱/ ۱۶۷، جديد ۱/ ۲۲۹)

وعن سعيدبن جبير قال ثلاث من عمل الجاهلية: النياحة والطعام

علی المیت الخ. (مصنف عبد الرزاق، کتاب الجنائز، باب الطعام علی المیت، المجلس العلمی بیروت ۳/ ۵۵۰، رقم: ٦٦٦٤)

عن عائشةؓ قالت: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم! من أحدث في أمرنا مالیس منه فهو ردٌّ. (مسند احمد بن حنبل ۲٤۱/٦، دارالفکر بیروت ٦/ ۲٤۰، رقم: ۲٦٥٦۱، ۲۷۱، ۲٦۸٦۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶ / جمادی الثانیہ ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر ۴۰/ ۱۱۱۶۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۴/۶/۲۶ھ

دسویں، گیارہویں، تیرہویں، بیسویں وغیرہ کی حقیقت

سوال [۵۰۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عوام میں رواج ہے کہ میت کے مرنے کے تیسرے روز کچھ کھانا پکوا کر اس پر فاتحہ دلواتے ہیں اور پھر اس کو عوام کو بالخصوص پردھان جی صاحب کو اور چودھری صاحب کو اور جتنے بھی محلّہ کے رؤساء وامراء ہیں ان سب کو بلا کر کھانا کھلواتے ہیں جو حقیقت میں غرباء کا حق ہے اور ایسا ہی اس وقت کرتے ہیں جب بیسواں چالیسواں اور برسی اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے نام کی گیارہویں اور بارہ ربیع الاول کی بارہ وفات کے نام سے فاتحہ دلواتے ہیں اور اس کام کے لئے مولانا (مسجد کے امام صاحب) کو اپنے گھر بلواتے ہیں اور ان سے پنجاب وغیرہ بھی پڑھواتے ہیں اور بیچارے امام صاحب اپنی امامت کے چھوٹنے کے ڈر سے ایسا کر دیتے ہیں پھر امام صاحب کی محنت کے عوض جو انہوں نے فاتحہ پڑھنے میں کی ہے امام صاحب کے لئے کھانا بھجواتے ہیں، اور امام صاحب اس کو کھالیتے ہیں اب جواب طلب امر یہ ہے کہ عوام کا یہ فعل کس حد تک صحیح ہے اور اس بھیجے ہوئے کھانے کو امام صاحب کا کھانا کیسا ہے؟

المستفتی: محمد ادریس، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نفس ایصال ثواب بغیر التزام تاریخ ومہینہ شرعاً ثابت اور درست ہے، لیکن مروجہ، تیسری، دسویں، گیارہویں، بارہویں، بیسویں، چالیسویں، سالویں یہ محض رسم وبدعت ہیں جو ناجائز اور قابل ترک ہیں۔

وفی البزازية ويكره اتخاذ الطعام فی اليوم الأول والثالث وبعد الأسبوع والأعياد ونقل الطعام إلى القبر فی المواسم. (بزازيه على هامش الهنديه، قبيل الفصل السادس والعشرون فی حكم المسجد، زكريا قديم ٤/٨١، بزازيه جديد زكريا ١/٥٤، شامی ،كتاب الصلوٰة ، باب صلوٰة الجنائز ، مطلب فی كراهة الضيافة من أهل الميت ، زكريا ٣/١٤٨، كراچی ٢/٢٤٠)

ولا يجوز أن يصرف ذلك إلى غنی إلى ماقال ولالذی علم لأجل علمه مالم يكن فقيراً. (طحطاوی على المراقی، كتاب الصوم ، بابما يلزم الوفائبه، دارالكتاب ديوبند /٦٩٣)

عن جرير قال: كانوا يرون أن اجتماع أهل الميت وصنعة الطعام من النياحة (المعجم الكبير للطبرانی، داراحياء التراث العربي بيروت ٢/٣٠٧، رقم: ٢٢٧٩)

عن عائشة قالت : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من أحدث فی أمرنا هذا ماليس منه فهو ردٌّ. (صحيح ابن حبان ، باب الاعتصام بالسنة ...... دارالفكر١ /٨٤١، رقم: ٢٦،٢٧)

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
ار جمادی الاول ۱۴۲۵ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر ۳۷/۸۳۶۶)	۱۴۲۵/۵/۱ھ

تیجہ، دسواں، چالیسواں وغیرہ کا التزام کرنا

سوال [۲۰۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ

(۱) میرا اکثر مہمانداری میں آنا جانا لگارہتا ہے ان میں کچھ اپنے آپ کوسنی کہلاتے ہیں ان کے یہاں میں نے دیکھا کہ اکثر جمعرات اور مردے کے تیجے، دسویں، چالیسویں گیارہویں شریف، بارہویں شریف، صابر صاحب کی فاتحہ، بڑے پیر صاحب کی فاتحہ وغیرہ کے وقت ایک بڑا سا دسترخوان رکھتے ہیں اور اس پر رنگ برنگ کی مٹھائیاں اور کئی رنگ کے پھل اور کھانا پانی سجاتے ہیں اور اگر بتی وغیرہ کی خوشبو کو استعمال کرتے ہیں میرے پوچھنے پر بتایا کہ یہ سب ایصال ثواب کے لئے ہے پھر اس کو بچوں وغیرہ میں تقسیم کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ یہ مستحب اور مستحسن ہے۔

(۲) دوسری بات یہ معلوم کرنی ہے کہ میں نے ایک مرتبہ ان سے کہا کہ تمہارے یہاں کی مسجدوں میں جو صلوٰۃ ہوتی ہے یہ تو ہمارے نبی ﷺ کے زمانے میں نہیں تھی اور یہ جو تم انگوٹھے چومتے ہو یہ سب تم نے نئی نئی باتوں کو کہاں سے نکالا ہے تو تب بھی انہوں نے یہی کہا کہ یہ مستحب اور مستحسن ہے میں نے ان سے پوچھا کہ یہ مستحب اور مستحسن کیا ہے تو کچھ اور بتا نہیں پائے بس اتنا کہا کہ اچھی اور پسندیدہ بات ہے۔

اب مفتی صاحب قبلہ آپ یہ بتائیں کہ یہ مستحب و مستحسن بھی کوئی چیز ہوتی ہے اور جس طرح کھانا پینا پھل مٹھائیاں اگر بتی، خوشبو سامنے رکھ کر سورۃ قل شریف اور سورہ فاتحہ شریف پڑھتے ہیں اسے اگر ہندوؤں کافروں کی رسم ورواج کہا جائے جیسا کہ ہمارے محلّہ کے ایک مولوی صاحب نے بتایا تھا اور یہ کہا جائے کہ یہ رام جی کرشن جی اور ہنومان جی کی پوجا ہو رہی ہے تو یہ کہنا بے جا اور غلط تو نہ ہوگا اور کچھ لوگ مسجد میں تکبیر کے وقت بیٹھے رہتے ہیں حی علی الصلوٰۃ کے وقت کھڑے ہوتے ہیں کیا ان کا یہ نیا طریقہ درست ہے آگاہ فرمائیں بہرحال آپ ان تمام باتوں کا جواب دے کر ہمارے قلوب کو مطمئن اور اعتماد کو مضبوط کریں۔

المستفتي: عبدالاحد انصاری، عبد الصمد انصاری، محلّہ پکا باغ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) ایصال ثواب بہرحال جائز ہے مگر اس کے لئے اہل بدعت نے جو طریقے ولوازمات رائج کر رکھے ہیں، وہ ممنوع ہیں، حضرات فقہاء نے تیجہ، دسواں، چالیسواں، جمعرات وغیرہ کی رسموں کو مکروہ اور بدعت نقل فرمایا ہے، اس لئے مذکورہ امور ممنوع اور ناجائز ہیں۔

ویکره اتخاذ الضیافة من الطعام من أهل المیت لأنه شرع فی السرور وهی بدعة مستقبحة ...... ویکره اتخاذ الطعام فی الیوم الأول والثالث وبعد الأسبوع الخ. (شامی کتاب الصلوٰة ط باب صلوٰة الجنازة مطلب فی کراهة الضیافة من أهل المیت زکریا ۱۴۸/۳، کراچی ۲۴۰/۲)

(۲) یہ طریقہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، خلفاء راشدین، صحابہ کرام، ائمہ مجتہدین اور فقہاء میں سے کسی سے بھی ثابت نہیں ہے؛ بلکہ بعد کے اہل بدعت نے اپنی طرف سے جاری کیا ہے اس لئے قابل ترک ہے۔

(۳) رام جی کرشن جی کی بات تو احقر کو معلوم نہیں لیکن فاتحہ کا یہ طریقہ غلط اور فقہاء نے اس کو مکروہ اور ممنوع قرار دیا ہے

ویکره اتخاذ الطعام إلی قوله واتخاذ الدعوة لقراء ة القرآن وجمع الصلحاء والقرأة للختم او لقرأة سورة الأنعام والإخلاص الخ. (شامي، کتاب الصلوٰة، باب صلوٰة الجنائز مطلب فی کراهة الضیافة من أهل المیت زکریا ۱۴۸/۳، کراچی ۲۴۰/۲)

(۴) بوقت اقامت کھڑے ہوجانا بھی حدیث سے ثابت ہے۔

عن أبی هریرة أن الصلوٰة کانت تقام لرسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم فیأخذ الناس مصافهم قبل أن یقوم النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم مقامه الحدیث. (مسلم شریف کتاب المساجد، باب متی یقوم الناس للصلوٰة، النسخة

الهندیہ ۱/ ۲۲۰، بیت الأفکار رقم: ٦٠٥) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹/ربیع الاول ۱۴۱٦ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۲/ ۴۳۸۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۹/ربیع الاول ۱۴۱٦ھ

تیجہ، چالیسواں اور چنوں پر کلمہ طیبہ پڑھوانا

سوال [۲۰٦]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ

(۱) میت کے وارثین میں سے کوئی تیجہ، دسواں، بیسواں، یا چالیسواں کراتا ہے اور اس میں چنوں پر کلمہ طیبہ نہ پڑھوا کر اگر کسی اور چیز پر مثلاً تسبیح یا املی کے بیج پر کلمہ پڑھوائے اور قرآن خوانی کر کے اس کا ثواب مرحوم کو پہونچائے تو مرحوم کو اس کا ثواب پہونچے گا یا نہیں؟

(۲) بہت سے لوگ چنوں پر کلمہ پڑھنے کے بعد کھانے کے لئے ان کو آپس میں تقسیم کر دیتے ہیں، چنوں پر کلمہ پڑھوانا بعد میں ان کو کھالینا درست ہے یا نہیں، اگر ان کا کھانا درست ہے تو کن لوگوں کے لئے جائز ہے، مالداروں کے لئے یا غریبوں کے لئے وضاحت فرمائیں۔

(۳) اگر مرحوم کے وارثین چنوں کی مروجہ رسم پر عمل نہ کریں جس کی بناء پر اس کا کوئی رشتہ دار چنے پڑھوانے کی ضد پر اڑا رہے اور مرحوم کے وارثین نے اس کی ضد کو نہیں مانا تو وہ ناراض ہوکر یہ کہتا ہوا چلا گیا کہ ہم پیٹ بھرنے کے لئے نہیں آئے ہیں بلکہ ہم تو میت کو ثواب پہونچانے کے لئے آئے ہیں تو اس کا یہ ناراض ہونا شرعاً کیسا ہے؟ جائز ہے یا نہیں اور چنوں کا پڑھوانا شرعاً ضروری ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل جواب تحریر فرما کر عند اللہ ماجور وعند الناس مشکور ہوں۔

المستفتي: محمد صادق، معصوم پور، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) کسی بھی وقت قرآن کی تلاوت کے ذریعہ سے یا

صدقہ وخیرات کے ذریعہ سے میت کوثواب پہونچانا جائز اور درست ہے مگر تیجہ دسواں چالیسواں اور برسی وغیرہ ہندوؤں اور غیر مسلموں کی رسم ہیں ہمارے ہندوستان کے مسلمانوں کومعلوم ہے کہ ہندؤوں کے یہاں تیجہ، دسواں، برسی وغیرہ کا کس قدر اہتمام ہوتا ہے اس لئے فقہاء نے تیجہ، دسواں، چالیسواں وغیرہ کو بدعت اور مکروہ تحریمی لکھا ہے ،لہٰذا تیجہ دسواں وغیرہ کا اہتمام قابل ترک ہے، اوراس اہتمام کے بغیر میت کوکسی بھی طریقہ سے ثواب پہونچانا جائز ہے، نیز یہ سمجھنا کہ چنوں پر ہی کلمہ طیبہ پڑھوایا جائے یہ الگ سے خراب عقیدہ ہے اگر کلمہ طیبہ سے ثواب پہونچانا ہےتو کسی بھی چیز سے کلمہ شمار کیا جاسکتا ہے۔

ویکره اتخاذ الضيافة من الطعام من أهل الميت لأنه شرع في السرور لا في الشرور وهي بدعة مستقبحة ويكره اتخاذ الطعام في اليوم الأول والثالث وبعد الأسبوع واتخاذ الدعوة لقراء ة القرآن وجمع الصلحاء والقراء للختم أو لقراء ة سورة الأنعام أو الإخلاص. (شامی، کتاب الصلوٰۃ ، باب صلوٰۃ الجنازۃ ، مطلب في كراهة الضيافة من أهل الميت ، کراچی ۲/ ۲۴۰، زکریا ۳/۱۴۸، مستفاد: فتاویٰ محمودیہ جدید ڈابھیل ۳/ ۹۰)

(۲)چنوں پرکلمہ پڑھوانا پھران کوکھانے کے لئے پڑھنے والوں کے درمیان تقسیم کردینااور ان کوکھالینا یہ سب رسم ورواج اور لوگوں کی ایجادکردہ بدعت ہیں جن کا ترک لازم ہے ۔(مستفاد:عزیزالفتاویٰ/۱۲۲)

(۳) مرحوم کے وارثین سے چنے پڑھنے کی مروجہ رسم پرعمل نہ کرنے کی وجہ سے ناراض ہوجانا اور مذکورہ رشتہ دار کا چنوں کے پڑھوانے پر اڑے رہنا محض ضد اور منمانی ہے جس کی شریعت میں اجازت نہیں ہے بلکہ اس کوبھی وارثین کے ساتھ مل کرشریعت کے مطابق عمل کرنا چاہئے بلکہ وہ اپنے گھر میں بیٹھ کربھی تلاوت کے ذریعہ سے میت کو ثواب پہونچاسکتا ہے۔

من أصر على أمر مندوب وجعله عزماً ولم يعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال فكيف من أصر على بدعة أو منكر. (مرقاة المفاتيح ، كتاب الصلوٰة ، باب الدعاء في التشهد ، امدايه ملتان ۲/ ۳۵۳)

الإصرار على المندوب يبلغه إلى حد الكراهة فكيف إصرار البدعة التي لا أصل لها في الشرع. (السعايه ۲/ ۲۶۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷/ رجب ۱۴۲۸ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۸/ ۹۴۱۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۸/۸/۲ھ

برسی میں چنوں پر کلمہ طیبہ پڑھنا

سوال [۶۰۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ آدمی کے مرنے کے بعد مروجہ رسمیں مثلاً تیجہ، دسواں، بیسواں، چالیسواں، برسی اور چنوں پر کلمہ طیبہ پڑھنے کا شرعی حکم کیا ہے جائز ہے یا ناجائز؟ اور ان رسموں پر عمل کرنے والا آدمی دیندار ہوگا یا بددین؟ نیز انبیاء کرام، صحابہ عظام، تابعین، تبع تابعین، اورائمہ مجتہدین سے ان رسموں پر عمل کرنا ثابت ہے یا نہیں، قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل ومفصل تسلی بخش جواب تحریر فرما کر عنداللہ ماجور وعندالناس مشکور ہوں

المستفتي: محمد صادق، معصوم پوری، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: تیجہ دسواں چالیسواں اور برسی وغیرہ نیز چنوں ہی پر کلمہ طیبہ پڑھنے کا اہتمام کرنا بدعت اور مکروہ ہے اور حضرت سید الکونین علیہ السلام، صحابہ کرام، تابعین، وتبع تابعین اور ائمہ مجتہدین سے ان رسموں کا ثبوت نہیں اور نہ ہی قرآن وحدیث میں اس کا ذکر ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ، جدید ڈابھیل ۳/ ۹۰)

ویکره اتخاذ الضيافة من الطعام من أهل الميت لأنه شرع فی السرور لا فی الشرور وهی بدعة مستقبحة ویکره اتخاذ الطعام فی الیوم الأول والثالث وبعد الأسبوع واتخاذ الدعوة لقراءة القرآن وجمع الصلحاء والقراء للختم أو لقراءة سورة الأنعام أو الإخلاص.
(شامی، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الجنازۃ، مطلب فی کراھۃ الضیافۃ من أھل المیت کراچی ۲/۲٤۰، زکریا۳/۱٤۸)

ویکره اتخاذ الطعام فی الیوم الأول والثالث وبعد الأسبوع ونقل الطعام إلی المقبرة فی المواسم واتخاذ الدعوة لقراءة القرآن وجمع الصلحاء والقراء للختم. (حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی، کتاب الصلوٰۃ قبیل فصل فی زیارۃ القبور، مکتبہ دارالکتاب/٦١٧)

عن سعيد بن جبير قال: ثلاث من عمل الجاهلية: النياحة والطعام علی الميت. (مصنف عبد الرزاق، کتاب الجنائز، باب الطعام علی المیت، المجلس العلمی بیروت ۳/۵۵۰، رقم: ٦٦٦٤) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶ رجب ۱۴۲۸ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۸/۹۴۱۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۸/۸/۲ھ

تعزیہ داری، تیجہ، دسواں اور میلا د مروجہ

سوال [٦٠٨]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ آج کل جو میلاد وقیام، تیجہ وتعزیہ داری اور دیگر چیزیں رائج ہیں جن کو لوگ ثواب سمجھ کر کرتے ہیں اور نماز روزہ سے بھی زیادہ ضروری سمجھتے ہیں، کیا قرآن وحدیث اور صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین سے اس کا ثبوت ملتا ہے؟ اگر ملتا ہے تو بالتفصیل تحریر فرمائیں۔

المستفتي: محمد محبوب خاں، محلّہ کوئیاں باغ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بوقت ذکر ولادت قیام کرنا، تیجہ، تعزیہ داری یہ سب چیزیں رسم ورواج اور بدعت شنیعہ ہیں، ان کو روزہ نماز جیسے فرائض سے زیادہ ضروری سمجھنا سخت خطرناک گناہ ہے، ان کا ترک سب مسلمانوں پر لازم اور ضروری ہے! (فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱/ ۱۸۸، جدید ڈابھیل ۳/ ۲۷۶)

نیز ان میں سے کوئی بھی چیز عہد رسالت صلی اللہ علیہ وسلم اور زمانہ صحابہؓ وتابعین وتبع تابعینؒ اور زمانہ خیرون میں نہیں تھی، سب بعد کے آنے والوں نے من گھڑت طریقے سے ایجاد کیا ہے۔

الاحتفال بذكر الولادة الشريفة إن كان خالياً من البدعات المروجة فهو جائز بل مندوب كسائر أذكاره صلى الله عليه وسلم والقيام عند ذكر الولادة الشريفة حا شا لله أن يكون كفراً الخ. (امدادالفتاویٰ، زکریا ٦/ ٣٣٧)

ويكره اتخاذ الضيافة من الطعام من أهل الميت لأنه شرع فى السرورلا فى الشرور وهى بدعة مستقبحة (إلىٰ قوله) ويكره اتخاذ الطعام فى اليوم الأول والثالث وبعد الأسبوع إلىٰ آخره. (فتاویٰ شامی، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الجنازۃ، مطلب فی كراهة الضيافة من أهل الميت، زكريا ٣/ ١٤٨، كراچی ٢/ ٢٤٠)

عن جرير قال: كانوا يرون أن اجتماع أهل الميت وصنعة الطعام من النياحة (لمعجم الكبير للطبرانى، دار احياء التراث العربي بيروت ٢/ ٣٠٧، رقم: ٢٢٧٩)

المولد الذى شاع فى هذا العصر وأحدثه صوفي في عهد سلطان اربل سنہ ٦٠٠ھ ولم يكن له أصل من الشريعة الغراء. (العرف الشذي، أبواب العيدين، باب ماجاء فى التكبير فى العيدين ١/ ٢٣١، وعلى هامش الترمذي، النسخة الهنديه ١/ ١١٧) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۶ رذی الحجہ ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر ۲۵/ ۱۵۴۶)

کیا قرآن کریم میں دسویں، بیسویں کا ثبوت ہے؟

سوال [۶۰۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کیا قرآن میں دسواں، بیسواں، چالیسواں ہے یا نہیں، ہے تو کن پاروں میں؟

المستفتي: محمد عارف بڑی مسجد کرولہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: دسواں، بیسواں، چالیسواں نہ قرآن کی کسی آیت سے ثابت ہے، نہ کسی حدیث میں اس کا ثبوت ملتا ہے اور نہ ہی فقہ سے یہ ثابت ہے؛ بلکہ یہ محض رسم اور بدعت ہے جو واجب الترک ہے، البتہ بغیر کسی التزام کے میت کے ایصال ثواب کے لئے صدقہ وغیرہ کرنا درست ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۶/۱۴۴، جدید ڈابھیل ۹/۲۷۰-۲۸۰)

ويكره اتخاذ الطعام فى اليوم الأول والثالث وبعد الأسبوع –إلىٰ– وقال ابن همام ويكره اتخاذ الضيافة من الطعام من أهل الميت والكل عللوه بأنه شرع فى السرور لا فى الشرور وقال وهى بدعة مستقبحة. (مرقاة المفاتيح، باب فى المعجزات، الفصل الثالث، تحت رقم الحديث/ ۵۹۴۲، مكتبة امداديه، ملتان ۱۱/۲۲۳)

عن سعيد بن جبير قال: ثلاث من عمل الجاهلية: النياحة، والطعام على الميت الخ. (مصنف عبد الرزاق، كتاب الجنائز، باب الطعام على الميت، المجلس العلمي بيروت ۳/ ۵۵۰، رقم: ۶۶۶۳) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴/ربیع الثانی ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۴/۶۱۱۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴/۴/۱۴۲۰ھ

تیجہ کا ثبوت کہاں سے؟

سوال [۶۱۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ تیجہ کا ثبوت قرآن وحدیث سے ہے یا نہیں؟

المستفتي: اہلیان، جامع مسجد مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: میت کو ثواب پہونچانا کسی بھی وقت جائز اور درست ہے ،لیکن مروجہ تیجہ، قرآن، حدیث، فقہ، حضرات صحابہ کرام اور ائمہ مجتہدین میں سے کسی سے بھی ثابت نہیں ہے، بلکہ یہ غیر مسلموں کی رسم ہے غیر مسلموں میں تیجہ، دسواں، بیسواں اور چالیسواں کا التزام ہوتا ہے وہی ہمارے مسلمانوں میں آ گیا ہے، اس لئے فقہاء نے تیجہ، ساتواں، دسواں، چالیسواں وغیرہ سے منع فرمایا ہے۔

ويكره اتخاذ الضيافة من الطعام من أهل الميت لأنه شرع في السرور لا في الشرور وهي بدعة مستقبحة – و في البزازية: ويكره اتخاذ الطعام في اليوم الأول والثالث وبعد الأسبوع ونقل الطعام إلى القبر في المواسم، واتخاذ الدعوة لقراءة القرآن وجمع الصلحاء والقراء للختم أو لقراءة سورة الأنعام أو الإخلاص. (شامی، کتاب الصلوٰة، باب صلوٰة الجنازة مطلب في كراهة الضيافة من أهل الميت، کراچی ۲/ ۲۴۰، زکریا ۳/ ۱۴۸)

حضرت امام نوویؒ نے شرح منہاج میں تیجہ، پانچواں، دسواں، بیسواں، چالیسواں اور برسی وغیرہ کو بدترین بدعت لکھا ہے۔

وإطعام الطعام في الأيام المخصوصة كالثالث والخامس، والعاشر والعشرين والأربعين وشهر السادس والسنة بدعة. (منهاج بحواله فتاریٰ رحيميه جديد ۲/ ۳۱۵)

قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ نے اپنی کتاب ”مالابدمنہ“ میں اپنے متعلقین کو یہ ہدایت اور وصیت فرمائی ہے کہ میرے مرنے کے بعد تیجہ، دسواں، بیسواں، چالیسواں اور برسی وغیرہ دنیاوی رسومات میرے متعلق ہرگز نہ کی جائیں۔

وبعد مردن من رسوم دنیوی مثل دهم وبستم وچهلم وششماهی وبرسی، هیچ نکنند. (مالابد منه/ ۱۶۰)

لہٰذا مسلمانوں کو ایصال ثواب کرنے کی تو اجازت ہے، لیکن تیجہ وغیرہ بدترین رسومات سے اپنے آپ کو دور رکھنا ضروری ہے۔

ویكره اتخاذ الضيافة من الطعام من أهل الميت لأنه شرع في السرور لا في الشرور وهي بدعة مستقبحة. (فتح القدير، كتاب الصلوٰة، باب الجنائز فصل في الدفن زكريا۲/ ۱۵۱، كوئٹه ۲/ ۱۰۲)

عن جرير بن عبد الله البجلي قال: كنا نعد الاجتماع إلىٰ أهل الميت وصنعة الطعام بعد دفنه من النياحة. (مسند احمد ابن حنبل۲/ ۲۰٤، رقم: ٦٩٠٥)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:	کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ	۱۸/۹/۱۴۲۲ھ
۱۸/۹/۱۴۲۲ھ	(الف فتویٰ نمبر ۳۶/ ۷۳۷۵)

کیا تیجہ چالیسویں کا ثبوت ہے؟

سوال [۶۱۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ تیجہ، چالیسواں کرنا کیسا ہے؟ صحابہ وتابعین سے ثابت ہے یا نہیں؟

المستفتی: نسیم احمد اشرف، کچا باغ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: تیجہ اور چالیسواں کرنا نہ صحابہ کرام سے ثابت ہے، نہ

ہی تابعین وتبع تابعین سے ثابت ہے، بلکہ حضرات فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ وہ بدعت قبیحہ ہے جس کی شریعت میں کوئی اصل نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ قدیم ۱/ ۳۹۶، جدید زکریا ۲/ ۱۹۷تا ۲۰۲)

ویکره اتخاذ الضيافة من الطعام من أهل الميت لأنه شرع فى السرور لا فى الشرور وهى بدعة مستقبحة ، وقوله ويكره اتخاذ الطعام فى اليوم الأول والثالث وبعد الأسبوع (شامى ، كتاب الصلوٰة ، باب صلوٰة الجنازة ، مطلب فى كراهة الضيافة من أهل الميت ، كراچى ۲/ ۲٤۰ ، زكريا ۳/ ۱٤۸ ، بزازيه على هامش الهنديه، كتاب الاستحسان ۳/ ۳۷۹ ، بزازيه جديد زكريا ۳/ ۲۱٦)

ويكره اتخاذ الطعام فى اليوم الأول والثالث وبعد الأسبوع ونقل الطعام إلىٰ المقبرة فى المواسم واتخاذ الدعوة لقراء ة القرآن وجمع الصلحاء والقراء للختم (حاشية الطحطاوى على المراقى ، كتاب الصلوٰة قبيل فصل فى زيارة القبور، دارالكتاب ديوبند/ ٦۱۷)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ...... وشر الأمور محدثاتها وكل بدعة ضلالة الحديث (صحيح مسلم، كتاب الجمعة ، باب تخفيف الصلوٰة والخطبة، النسخة الهنديه ۱/ ۲۸٦ ، بيت الأفكار رقم: ۸٦۷) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴ / جمادی الثانی ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۵/ ٦۷۸۵)

تیجہ دسواں وغیرہ میں تقریر کرنا

سوال [٦١٢]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ تیجہ، دسواں، بیسواں، چالیسواں اور برسی میں کوئی تقریر ووعظ کے لئے کہے تو اس کے گھر جا کر مذکورہ رسوم میں تقریر کرنا کیسا ہے؟

المستفتي: عبدا لباسط، جوٹھیارامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: تیجہ، دسواں اور چالیسواں بطور رسم کرنا بدعت ہے جس کی شریعت مقدسہ میں کوئی اصل نہیں ہے، لہٰذا ایسی محفلوں میں وعظ وتقریر کے لئے نہیں جانا چاہئے خاص کر پیشوا حضرات کوضرور احتراز کرنا چاہئے، تاکہ ان کی شرکت کو ان اجتماعات کے جواز کے لئے بطور دلیل کے پیش نہ کیا جا سکے۔

ویکره اتخاذ الضیافة من الطعام من أهل المیت لأنه شرع فی السرور لا فی الشرور وهی بدعة مستقبحة، ویکره اتخاذ الطعام فی الیوم الأول والثالث وبعد الأسبوع، ونقل الطعام إلیٰ القبر فی المواسم واتخاذ الدعوة لقراءة القرآن وجمع الصلحاء والقراء للختم أو القراءة سورة الأنعام أو الإخلاص. (شامی، کتاب الصلوٰة، باب صلوٰة الجنازة، مطلب فی کراهة الضیافة من أهل المیت، کراچی ۲/ ۲٤۰، زکریا۳/ ۱٤۸)

صرح الحنفیة: بأنه یکره اتخاذ الطعام فی أیام متعارف علیها کالیوم الأول والثالث وبعد الأسبوع ونقل الطعام الیٰ القبر فی المواسم واتخاذ الدعوة لقراءة القرآن الخ. (الموسوعة الفقهیة الکویتیة ۱٦/ ٤٥)

عن أبی البختری قال: الطعام علی المیت من أمر الجاهلیة والنوح من أمر الجاهلیة (المصنف لإبن أبی شیبة، کتاب الجنائز، ما قالو فی الإطعام علیه والنیاحة، مؤسسه علوم القرآن بیروت ۷/ ۲٤۰، رقم: ۱۱٤٦٤)

قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: ...... وشر الأمور محدثاتها وکل بدعة ضلالة الحدیث. (صحیح مسلم، کتاب الجمعة، باب تخفیف الصلوٰة والخطبة، النسخة الهندیه ۱/ ۲۸۵، بیت الأفکار رقم: ۸٦۷) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵/ ذیقعدہ ۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۷/ ۸۵۹۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۵/۱۱/۵ھ

گیارہویں منانا اوراس کی دعوت کھانا

سوال [۶۱۳]: کیافرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میرے چچا جان کے یہاں گیارہویں منائی جاتی ہے جس میں کھانا پکتا ہے ہم غریب لوگوں کی دعوت ہوتی ہے اگرچہ ہم لوگوں میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہوگا جو مالک نصاب نہ ہو وہ کھانا ہم لوگوں کو کھلایا جاتا ہے وہ بھی فاتحہ کے بعد کھلاتے ہیں، تو اس کا کھانا کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قرآن کریم اورنماز وغیرہ پڑھ کر بغیر مہینہ وتاریخ کے التزام کے نفس ثواب پہونچانے کے لئے غرباء ومساکین کو کھلانا مستحسن ہے اور مالداروں کو کھلانا مکروہ ہے۔ (احسن الفتاویٰ ۱/۳۸۳، فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۷/ ۱۸۷، جدید ڈابھیل ۹/۳/۲۷،
کفایت المفتی قدیم ۱/۲۱۲، جدید زکریا مطول ۲/ ۳۱۱، ۳۱۲، مستفاد: امداد الفتاویٰ ۵/ ۳۰۱)

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِيْنَ. (سورة التوبة، آيت ٦)

الوصية المطلقة لا تحل للغنى لأنها صدقة وهى على الغنى حرام.

(شامی، کتاب الوصایا، فصل فی وصایا الذمّي وغيره، زكريا ١٠/ ٤٠٦، كراچی ٦/ ٦٩٨)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶؍ ربیع الاول ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر ۲۴/ ۱۳۱۷)

دسویں، چالیسویں میں قرآن کریم پڑھنا

سوال [۶۱۴]: کیافرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہم لوگ طالب علم ہیں اور ہمارے لیے یہ کھانا جس کو دسویں چالیسویں میں قرآن پڑھنے کے بعد کھلاتے ہیں جائز ہے یا نہیں، آپ قرآن وحدیث کی روشنی میں اس کا جواب جلد

دیں، عین نوازش ہوگی۔

المستفتي: جناب محمد مشتاق حسین
مدرسہ اسلامیہ فیض العلوم، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایصال ثواب فی نفسہ جائز اور نصوص شرعیہ سے ثابت ہے، لیکن اس کے لئے کوئی خاص دن متعین کرنا مثلاً تیجہ، دسواں، چالیسواں کہ کر متعین کرنا ایک التزام مالایلزم ہے اس لئے تیجہ، یا دسواں وغیرہ کرنا مکروہ اور بدعت ہے اور جو کھانا بنایا جاتا ہے وہ ہر حال میں حلال وپاک ہے غریب طلباء وفقراء کے لئے کھانا جائز ہے اور نہ کھانا بہتر ہے، تاکہ تیجہ، دسواں وغیرہ کا وہم ختم ہوجائے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ۱۲/۱۱۰)

ویکره اتخاذ الطعام فی الیوم الأول والثالث وبعد الأسبوع الخ.
(شامی، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الجنازۃ، مطلب فی کراهة الضیافة من أهل المیت، کراچی ۲/۲۴۰، زکریا۳/۱۴۸)

ویکره اتخاذ الضیافة من الطعام من أهل المیت لأنه شرع فی السرور لا فی الشرور وهی بدعة مستقبحة. (فتح القدیر، کتاب الصلوٰۃ، باب الجنائز، فصل فی الدفن، زکریا ۲/۱۵۱، کوئٹہ ۲/۱۰۲)

عن جریر بن عبدالله البجلی، قال کنا نعد الإجتماع إلیٰ أهل المیت وصنعة الطعام بعد دفنه من النیاحة. (مسند احمد بن حنبل ۲/۲۰۴، رقم: ۶۹۰۵)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰/رجب المرجب ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر ۲۶/۱۸۷۷)

چالیسویں دن میت کے گھر پر جمع ہوکر کھانا کھانا

سوال [۶۱۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ انتقال کے

تیسرے دن یا چالیسویں دن کے بعد میت کے گھر پر اہتمام کے ساتھ کھانے کے لئے عوام وخواص کا جمع ہونا کیسا ہے؟ حدیث کی روشنی میں جواب دے کر ممنون فرمائیں، نوازش وکرم ہوگی؟

المستفتي: محمد یعقوب، بساڈ، گجرات

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: دفن کے تیسرے دن یا دسویں دن یا چالیسویں دن کا اہتمام کرکے گھر پر جمع ہوکر کھانے کی رسم ناجائز ہے اس لئے کہ یہ اہل ہنود کی رسمیں ہیں۔ (مستفاد فتاویٰ محمودیہ، قدیم ۶/۳۴۵، جدید ڈابھیل ۹/۲۷۱)

ويكره اتخاذ الطعام في اليوم الأول والثالث وبعد الأسبوع الخ.

(درالمختار، كتاب الصلوٰة، باب الجنائز، مطلب في كراهة الضيافة الخ، كراچی ۲/۲٤۰، زكريا ۳/۱٤۸، البحر الرائق، رشيديه، كتاب الجنائز، فصل السلطان احق بصلوته ۲/۱۹۲، البزازيه، كتاب الصلوٰة، نوع ذهب إلىٰ المصلى قبل الجنازة ينتظرها الخ، بزازيه جديد زكريا ديوبند ۱/٥٤، وعلىٰ هامش الهنديه، زكريا قديم٤/۸۱، الهنديه، زكرياجديد ۱/۲۲۹، قديم ۱/۱٦۷)

ويكره اتخاذ الضيافة من أهل الميت الخ. (كبيرى، امداديه، ملتان/۲۰۹، اشرفيه ديوبند /٦۰۹، فتح القدير، كوئٹه ۲/۱۰۲، زكريا ۲/۱٥۱)

عن سعيد بن جبير قال: ثلاث من عمل الجاهلية : النياحة والطعام على الميت الخ. (مصنف عبد الرزاق، كتاب الجنائز، باب الطعام على الميت، المجلس العلمي۳/٥٥۰، رقم: ٦٦٦٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۴/رجب ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۳/۵۳۶۵)

تیجہ، دسویں اور اس میں شرکت کا حکم

سوال [۶۱۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلۂ ذیل کے بارے میں: کہ تیجہ، دسواں، بیسواں، چالیسواں وغیرہ کرنا شرعاً کیسا ہے اور اس میں شرکت کرنے والے حضرات کا کیا حکم ہے؟

المستفتي: عبد الستار، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: تیجہ، دسواں، بیسواں اور چالیسواں وغیرہ میں غیر مسلموں کا شعار اور انہی کی رسم ہے اور انہی کے یہاں تیجہ، دسواں، برسی وغیرہ منانے کی رسم ہے، اسلام میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے لہٰذا غیروں کی مشابہت کی وجہ سے یہ عمل ناجائز اور ممنوع ہے اور ان رسموں میں شرکت کرنے والوں کو نرمی اور محبت کے ساتھ حکم شرعی سے آگاہ کیا جائے تاکہ یہ رسمیں نہ کریں اور نہ ہی ایسی رسموں میں شرکت کریں۔ (مستفاد فتاویٰ رشیدیہ ۱۵۴)

ویکره اتخاذ الطعام فی الیوم الأول والثالث وبعد الأسبوع والأعیاد ونقل الطعام إلیٰ القبر فی المواسم واتخاذ الدعوة بقراء ة القرآن وجمع الصلحاء والقراء للختم أو لقراء ة سورة الأنعام أو الإخلاص. (بزازیه، کتاب الصلوٰة، نوع ذهب إلیٰ المصلی قبل الجنازة ینتظرها، جدید زکریا ۱/ ۵٤، وعلیٰ هامش الهندیه، زکریا قدیم٤/ ۸۱)

عن طلحة قال: قدم جریر علیٰ عمر فقال: هل یباح قبلکم علی المیت؟ قال لا: قال فهل تجتمع النساء عندکم علی المیت ویطعم الطعام؟ قال: نعم قال: تلک النیاحة. (المصنف لإبن أبي شیبة، کتاب الجنائز، باب ما قالوا فی الإطعام علیه والنیاحة، مؤسسه علوم القرآن بیروت۷/ ۲٤۱، رقم: ۱۱٤٦۷) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۹/ ۱۰۰۶۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۷/۵/۱۴۳۱ھ

تیجہ، دسویں، چالیسویں میں شرکت کرنا

سوال [۶۱۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے علاقے کے مسلمانوں کے یہاں میت ہوتی ہے تو مرحوم کے نام سے تیجہ دسواں چالیسواں اور برسی کرتے ہیں، اور عام مسلمانوں کو دعوت دے کر مرحوم کے نام سے فاتحہ کرتے ہیں اور فاتحہ کا کھانا کھلاتے ہیں ایسے کاموں میں شرکت کرنا اور فاتحہ کا کھانا کھانا جائز ہے یا ناجائز؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایصال ثواب کے لئے نفس فاتحہ شرعاً جائز ہے لیکن تیجہ، دسواں، چالیسواں وغیرہ کی رسم مکروہ اور بدعت ہے اس سے احتراز لازم ہے۔

ویکره اتخاذ الطعام فی الیوم الأول والثالث وبعد الأسبوع ونقل الطعام إلیٰ القبر فی المواسم واتخاذ الدعوة بقراءة القرآن وجمع الصلحاء والقراء للختم أو لقراءة سورة الأنعام أو الإخلاص. (شامی، کتاب الصلوٰة، باب صلوٰة الجنازة مطلب فی کراهة الضیافة من أهل المیت، کراچی ۲/ ۲۴۰، زکریا ۳/ ۱۴۸، حاشیة الطحطاوی علی المراقی، کتاب الصلوٰة، قبیل فصل فی زیارة القبور، دارالکتاب ۶۱۷)

اقبح البدع عشرة وعد منها طعام المیت. (بریقه شرح طریقه محمدیه /۱۲۲، بحواله جواهر الفقه ۱/ ۵۰۵)

عن جریر قال: کانوا یرون أن اجتماع أهل المیت وصنعة الطعام من النیاحة. (المعجم الکبیر للطبرانی، کراچی ۲/ ۲۴۰، زکریا۳/ ۲۱۴۸/ ۳۰۷، رقم: ۲۲۷۹)

عن عائشة قالت: قال رسول الله علیه وسلم: من صنع أمراً من غیر أمرنا فهو مردودٌ. (مسند احمد بن حنبل ۶/ ۷۳، رقم: ۲۴۹۵۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸؍ رمضان المبارک ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر ۲۵/ ۱۳۹۲)

تیجہ، دسواں اور چالیسواں نہ کرنے کی وصیت کرنا

سوال [٦١٨]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ آج کل جو عام رواج بن گیا ہے، تیجہ، دسواں اور چالیسواں وغیرہ کرنا چاہئے یا نہیں؟ کیا میں ان بدعات کو نہ کرنے کی وصیت کرسکتا ہوں۔

المستفتي: حاجی چھوٹے، مان پور ثابت، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: تیجہ، دسواں، چالیسواں وغیرہ غیر مسلموں کی رسمیں ہیں اور اب یہ رسمیں مسلمانوں میں منتقل ہورہی ہیں، ہمارے ہندوستان میں ہندوؤں وغیرہ میں تیجا برسی وغیرہ کا کس قدر اہتمام ہے کسی سے مخفی نہیں ہے، لہٰذا مسلمانوں میں یہ چیزیں قطعی طور پر قابل ترک اور بدعت ہیں۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : من تشبه بقوم فهو منهم. (ابوداؤد، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة، النسخة الهنديه۲/ ۵۵۹، دارالسلام رقم: ٤٠٣١)

قال الملا على القارى : أى من تشبه نفسه بالكفار مثلاً ...... فهو منهم أى فى الإثم. (مرقاة كتاب اللباس، الفصل الثانى، امداديه ملتان ۸/ ۲۵۵)

قرّر أصحاب مذهبنا من أنه يكره اتخاذ الطعام فى اليوم الأول والثالث وبعد الاسبوع. (مرقاة المفاتيح، باب فى المعجزات، الفصل الثالث، امداديه ملتان ۱۱/ ۲۲۳)

مسئولہ صورت ایک نہی عن المنکر ہے اور ایک مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اپنی اولادوں کو گناہوں سے باز رہنے کی تاکید کرے۔

قال الله تعالىٰ: يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا قُوْا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيْكُمْ نَاراً. (سورة التحريم، رقم الآية: ٦)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : من رأى منكم منكراً فليغيره بيده، وإن لم يستطع فبلسانه ، وإن لم يستطع فبقلبه، وذلک أضعف الإيمان. (مسلم شريف ،كتاب الإيمان ، باب كون النهى عن المنكر ، النسخة الهنديه ١/ ٥١ ، بيت الأفكار برقم: ٤٩)

إنما يجب الأمر بالمعروف إذا علم أنهم يستمعون. (هنديه، كتاب الكراهية ، الباب السابع عشر فى الفتاء واللهوالخ ، جديد زكريا ديو بند٥/ ٤٠٨، قديم زكريا٥/ ٣٥٣) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ:شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳ ربیع الثانی ۱۴۳۲ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۹/ ۱۰۳۶۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۲/۴/۲۳ھ

دسویں، چالیسویں کی فاتحہ دلانا

سوال [۶۱۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ آمی کے انتقال کے بعد دسویں یا چالیسویں کی فاتحہ دلانا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتي: فرقان احمد، دلپت پور، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق : آدمی کے انتقال کے بعد دسویں، چالیسویں کی فاتحہ دلانا شریعت کے اعتبار سے ثابت نہیں ہے اگر میت کو ثواب پہونچانا ہے تو ہر وقت ثواب پہونچا سکتے ہیں، تیجے، دسویں، چالیسویں کی کوئی خصوصیت نہیں ہے اور تیجا، دسواں، چالیسواں غیر مسلم ہندؤوں میں رائج اور انہیں کی رسم ہے، جو ہمارے مسلمانوں میں آ گئی ہے۔

ويكره اتخاذ الضيافة من الطعام من أهل الميت ، لأنه شرع في السرور لا في الشروروهى بدعة مستقبحة. (شامى، كتاب الصلوٰة ، باب صلوٰة

الجنائز، مطلب فی کراهة الضیافة، زکریا ۳/ ۱٤۸، کراچی ۲/ ۲٤۰)

ویکره اتخاذ الطعام فی الیوم الأول والثالث وبعد الأسبوع والأعیاد ونقل الطعام إلی القبر فی المواسم واتخاذ الدعوة بقراءة القرآن وجمع الصلحاء والقراء للختم أو لقراءة سورة الأنعام أو الإخلاص. (بزازیه، کتاب الصلوٰة، نوع ذهب إلی الصلیٰ قبل الجنازة ینتظرها، جدید زکریا دیوبند ۱/ ٥٤، وعلیٰ هامش الهندیه زکریا قدیم ٤/ ۸۱)

عن جریر بن عبد الله البجلی قال: کنا نعد الإجتماع إلیٰ أهل المیت وصنعة الطعام من النیاحة. (سنن أبی ماجه، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی النهی عن الإجتماع إلیٰ أهل المیت وصنعة الطعام، النسخة الهندیه/ ۱۱٦، دارالسلام رقم: ۱٦۱۲) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳؍رجب ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۹/ ۱۰۱۱۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۳؍۷؍۱۴۳۱ھ

تیجہ وغیرہ کے وقت ''درود تاج'' اور مندرجہ ذیل اشعار پڑھنا

سوال [٦٢٠]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ تیجہ، دسواں چالیسواں یا اور کسی طرح کے موقعہ پر قل شریف کے پڑھتے وقت جب درود تاج کے آخر میں ''**یا أیها المشتاقون بنور جماله**'' پر پہونچتے ہیں تو اس کے بعد مندرجہ ذیل طریقے سے اشعار پڑھتے ہیں!

(۱) دیر وز وابستہ سلاما طوطیاں : شیر نما پڑھتی تھی نعت مصطفیٰ،

بلغ العلیٰ بکماله

(۲) اور بلبلیں ہر سو بسو : لے لے کے ہر اس گل کی بو
کرتی تھیں باہم گفتگو : کشف الدجیٰ بجماله

(۳)اورقمریاں کس شوق سے : ڈالے ہوئے سر طوق میں
پڑھتی تھیں اپنے شوق سے : **حسنت جمیع خصاله**
صلو علیه و آله وسلم تسلیماً کثیراً کثیراً

المستفتي: منظرحسین، مقام سیلہ
تھانہ پوسٹ، لالووالے، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: تیجہ، دسواں، چالیسواں وغیرہ رسومات مکروہ تحریمی اور بدعت ہیں، ان کا ترک لازم ہے۔

ویکره اتخاذ الطعام فی الیوم الأول والثالث وبعد الأسبوع الخ.
(شامی، کتاب الصلوٰۃ باب صلوٰۃ الجنازۃ، مطلب فی کراھۃ الضیافۃ من أھل المیت، کراچی ۲/ ۲٤۰، زکریا۳/ ۱٤۸)

ویکره اتخاذ الطعام فی الیوم الأول والثالث وبعد الأسبوع –إلیٰ– وقال ابن الهمام یکره اتخاذ الضیافة من أهل المیت والکل عللوه بأنه شرع فی السرور لا فی الشرور، قال وهی بدعة مستقبحة. (مرقاۃ المفاتیح، باب المعجزات، الفصل الثالث، تحت رقم الحدیث ۵۹٤۲، امدادیہ ملتان ۱۱/ ۲۲۳)

عن جریر بن عبد الله البجلی قال: کنا نری الإجتماع إلیٰ أهل المیت وصنعة الطعام من النیاحة. (سنن ابن ماجه، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی النهی عن الإجتماع إلی أهل المیت وصنعة الطعام، النسخة الهندیه /۱۱٦، دارالسلام رقم: ۱٦۱۲)

نیز درودِتاج وغیرہ کا ثبوت کسی صحیح سند سے ثابت نہیں ہے پھرآخر میں سوالنامہ میں درج شدہ اشعار کا لگانا بھی کسی حدیث وفقہ سے ثابت نہیں ہے اس لئے بجائے اس کے قرآن کریم، حدیث شریف میں منقول درودشریف، کلمہ شریف، استغفار وغیرہ پڑھا جائے جن میں

ثواب کی قطعی امید ہے ۔فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ:شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹؍ رجمادی الثانی ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر ۲۴/ ۷۵۱)

طلبہ کو دسویں، بیسویں اور چالیسویں کی دعوت میں بھیجنا

سوال [۶۲۱]: کیافرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مدارس کے بچوں کو دسویں ،بیسویں اور چالیسویں کی دعوت میں بھیجنا نیز گیارہویں اور بارہویں کے کھانے میں بھیجنا کیساہے؟

المستفتي: عبدالمعید، ہلدوانی، نینی تال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: دسواں ،بیسواں ،گیارہواں ، بارہواں اور چالیسواں کرنا ناجائز اور بدعت ہے،قرآن وحدیث اورقرون مشہود لہا بالخیر میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ،اس لئے مدرسہ کے بچوں کو اس میں بھیجنا جائز نہیں۔

ويكره اتخاذ الضيافة من الطعام من أهل الميت لأنه شرع فى السرور لا فى الشرور وهى بدعة مستقبحة. (شامی ، کتاب الصلوٰۃ ، باب صلوٰۃ الجنازۃ ، کراچی ۲۴۰/۱، زکریا ۱۴۸/۳)

ويكره اتخاذ الطعام فى اليوم الأول والثالث وبعد الأسبوع والأعياد واتخاذ الطعام بقراءة القرآن وجمع الصلحاء والقراء للختم (بزازیہ ، کتاب الصلوٰۃ ، باب فی الجنازۃ ، جدید زکریا ۵۴/۱، وعلیٰ ہامش الهندیہ ، زکریا ۸۱/۴، شامی زکریا ۱۴۸/۳)

عن جرير بن عبد الله البجلى قال: كنا نعد الإجتماع إلىٰ أهل الميت وصنعة الطعام بعد دفنه من النياحة. (مسند احمد بن حنبل ۲۰۴/۲، رقم: ۶۹۰۵،

مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۳/ ٤٢) **فقط اللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹ محرم الحرام ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۴/ ۶۱ ٦٤)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۹/۱/۱۴۲۱ھ

تیجہ وغیرہ کا کھانا کن لوگوں کے لئے جائز ہے؟

سوال [٦٢٢]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ تیجہ وغیرہ کے کھانے کن کن لوگوں کے لئے جائز ہیں؟ دلائل کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔

المستفتي: عفیف احمد، پورنوی،
مسجد ہری چوک، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: تیجہ وغیرہ کی رسم بدعت اور ممنوع ہے اس کا ترک لازم ہے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ...... وإياكم والأمور المحدثات فإن كل بدعة ضلالة. (سنن ابی ماجه ، کتاب السنة ، باب اتباع سنة الخلفاء الراشدين المهديين، النسخة الهنديه/ ٥، دارالسلام رقم: ٤٢)

کسی متعین یوم کی تخصیص کے بغیر غریبوں کو کھانا کھلا کر ثواب پہونچانا درست ہے، مالداروں کے لئے یہ کھانا جائز تو ہے لیکن مکروہ تنزیہی ہے۔ (مستفاد فتاویٰ رشیدیہ/ ۱۱۸)

ويكره اتخاذ الطعام في اليوم الأول والثالث الخ. (شامی ،کتاب الصلوٰة، باب صلوٰة الجنازة ، مطلب فی کراهة الضيافة ، من أهل الميت ، کوئٹه ١/ ٦٢٤، شامی کراچی ٢/ ٢٤٠، شامی زکریا ١٤٨/٣)

فإن كانت من أهل الميت فقد ذهب الفقهاء (الحنفية والمالكية

والشافعية والحنابلة) إلىٰ أنه يكره اتخاذها؛ لأن فيه زيادة علىٰ مصيبتهم، وشغلا لهم إلىٰ شغلهم، وتشبها بصنع أهل الجاهلية، ولأن اتخاذ الطعام فى السرور، وليس ذلک فى موضعه، وهو بدعة مستقبحة مكروهة لم ينقل فيها شيئى. (الموسوعه الفقهية الكويتية ٨/٤٤)

سعيد بن جبير قال: ثلاث من عمل الجاهلية : النياحة والطعام على الميت الخ. (مصنف عبد الرزاق ، كتاب الجنائز ، باب الطعام على الميت ، المجلس العلمي بيروت ٣/ ٥٥٠، رقم: ٦٦٦٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸؍صفر ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر ۱۶۵۲/۲۵)

مختلف بدعات کے کھانے کا حکم

سوال [۶۲۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ تیجہ، چالیسواں، محرم کا کھچڑا، شب برات کا حلوا، رجب کے کونڈے، میت کے لئے کلمہ پڑھے ہوئے چنے، عرس وغیرہ کا تبرک ان سب کھانوں کا کھانا کیسا ہے؟ نیز منڈھے اور لڑکی کی شادی کا کھانا کیسا ہے؟

المستفتي: محمد زبیر قاسمی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق : تیجہ، دسواں، چالیسواں وغیرہ ہندوؤں کی رسم ہے ان کے یہاں یہ چیزیں ہوتی ہیں، محرم میں روزہ رکھنے کا حکم ہے، کھچڑا بنانا ثابت نہیں ہے، اور نفس حلوا فی نفسہ حلال ہے، شب برات کی کوئی خصوصیت ثابت نہیں ہے، رجب کا کونڈ ، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی خوشی میں رافضیوں نے بنایا تھا، حضرت امام جعفر صادقؒ نہ رجب میں پیدا ہوئے اور نہ ہی رجب میں وفات پائی، بلکہ رجب میں حضرت معاویہ رضی

اللہ عنہ کی وفات ہوئی تھی، میت کے لئے کلمہ شریف وغیرہ ختم کر کے ثواب پہونچانے میں کوئی مضائقہ نہیں، لیکن چنوں پر پڑھ کران کو تبرک کے طور پر کھانا نہ ثابت ہے اور نہ مزاج شریعت کے مطابق ہے، عرس اور اس کے تبرک شریعت سے ثابت نہیں، ورنہ سب سے بڑا عرس حضرت سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے مزاروں پر ہوتا، اور ان مواقع میں جو کھانا بنایا جاتا ہے وہ وہاں جمع ہونے والے، بھیڑ لگانے والے لوگوں کو کھلانے کے لئے پکتا ہے، نفس کھانا پاک اور حلال ہوتا ہے، لیکن اس کو عرس کا تبرک سمجھ کر کھانا عقیدہ کا فساد ہے، نیز منڈھے اور لڑکی کی شادی کا کھانا جو پکتا ہے وہ بھی حلال ہے، لیکن شادیوں میں فضول خرچی سے بچنا ضروری ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ جدید ڈابھیل ۹/ ۲۷۵، کفایت المفتی، قدیم ۱/ ۲۴۲، جدید زکریا مطول ۲/ ۲۸۲، فتاویٰ رشیدیہ/ ۱۳۸، ۱۵۴، جدید زکریا/ ۱۱۲-۱۲۹، احسن الفتاویٰ ۱/ ۳۸۲، امداد المفتیین / ۱۵۸)

عن عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ ذکروا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم أنہ حث علی صیام یوم عاشوراء، وعن أبی قتادۃؓ أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: صیام یوم عاشوراء إنی أحتسب علی اللہ أن یکفّر السنۃ التی قبلہ. (ترمذی شریف، کتاب الصلوٰۃ، باب ماجاء فی الحث علی الصوم یوم عاشوراء، النسخۃ الهندیہ ۱/ ۱۵۸، دارالسلام رقم: ۵۷۲)

عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت: قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم إن أعظم النکاح برکۃ أیسرہ مؤنۃ. (مشکوٰۃ شریف ۲/ ۲۶۸، سنن أبی داؤد الطیالسی، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۱۷۸، رقم: ۱۵۳۰، مسند احمد ۶/ ۸۲، رقم: ۲۵۰۳۵)

ویکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الأول والثالث وبعد الأسبوع والأعیاد. (بزازیہ، کتاب الصلوٰۃ نوع ذهب إلیٰ المصلی قبل الجنازۃ، جدید زکریا قدیم دیوبند ۱/ ۵۴، وعلیٰ هامش الهندیہ زکریا قدیم ۴/ ۸۱، شامی، کتاب الصلوٰۃ، باب الجنائز مطلب فی کراهۃ الضیافۃ، کراچی ۲/ ۲۴۰، زکریا ۳/ ۱۴۸)

وفی البدایه والنهایه: قد عاکس الرافضة والشیعة یوم عاشوراء النواصب من أهل الشام فکانوا فی یوم عاشوراء یطبخون الحبوب ویغتسلون ویتطیبون ویلبسون أفخر ثیابهم ویتخذون ذلک الیوم عیداً، یصنعون فیه أنواع الأطعمة ویظهرون السرور والفرح یریدون بذلک عناد الروافض و معاکستهم. (البدایه والنهایه، دارالفکر بیروت ۸/ ۲۰۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹/صفر ۱۴۲۹ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۸/ ۹۴۷۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۹/۲/۱۹ھ

دسویں، چالیسویں اور تیجہ کا کھانا

سوال [۴۲۲۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ آج کل جو دسواں، چالیسواں اور تیجہ ہوتا ہے اس کا کھانا پینا اور اسمیں شرکت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: یہ سب چیزیں بدعت اور مکروہ تحریمی ہیں ان کا ترک لازم ہے۔

ویکره اتخاذ الضیافة من الطعام من أهل المیت لانه شرع فی السرور لا فی الشرور وهی بدعة مستقبحة (قوله) ویکره اتخاذ الطعام فی الیوم الأول والثالث وبعد الأسبوع الخ. (شامی، کتاب الصلوٰۃ، باب الجنائز مطلب فی کراهة الضیافة، کوئٹہ ۱/ ٦٦٤، کراچی ۲/ ۲٤۰، زکریا ۳/ ۱٤۸)

ویکره اتخاذ الضیافة من الطعام من أهل المیت لانه شرع فی السرور لا فی الشرور وهی بدعة مستقبحة، تحته فی حاشیة الطحطاوی، قال فی البزازیه: ویکره اتخاذ الطعام فی الیوم الأول والثالث وبعد

الأسبوع ونقل الطعام إلیٰ المقبرة فی المواسم واتخاذ الدعوة بقراءة القرآن وجمع الصلحاء والقراء للختم. (حاشیة الطحطاوی علی المراقی ، کتاب الصلوٰة ، قبیل فصل فی زیارة القبور، دارالکتاب /٦١٧)

عن جریر بن عبد اللہ البجلی قال: کنا نعد الاجتماع إلیٰ أهل المیت وصنعة الطعام بعد دفنه من النیاحة (مسنداحمد بن حنبل ٢/ ٢٠٤، رقم: ٦٩٠٥)

قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ...... وشر الأمور محدثاتها وکل بدعة ضلالة. (مسند احمد بن حنبل ٣/ ٣١٠، رقم ١٤٣٨٦،

وفی روایة وشر الأمور محدثاتها، وکل محدثة بدعة. (٣/ ٣٧١، رقم: ١٥٠٤٧) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
یکم جمادی الاولی ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر ۲۳/ ٦٥٦)

تیجہ اور چالیسویں کے کھانے کا حکم

سوال [۶۲۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ خالد کے باپ کا انتقال ہوگیا اب خالد اپنے باپ کے نام سے تیسرے دن، بیسویں دن، چالیسویں دن یا ایک سال کے بعد کھانا کھلاتا ہے، کیا کسی کے انتقال کے بعد کھانا کھلانا جائز ہے؟ اور اس کھانے کو مالداروں وغریبوں کے لئے کھانا جائز ہے یا نہیں؟ پھر خالد یہ کام کرتا ہے کہ وہ اپنے باپ کے نام پر ہر جمعرات کو یا بیس دن کے بعد اپنے سامنے کھانا رکھ کر اگربتی جلا کر اس کھانے کے پاس قرآن شریف سے کچھ سورتیں اور آیتیں پڑھتا ہے پھر ہاتھ اٹھا کر دعا کرتا ہے اور اس کا نام رکھا ہے فاتحہ دینا، قل کرنا، کیا ایسا کرنا کسی میت کے نام پر جائز ہے یا نہیں؟

المستفتي: عبد اللہ عمر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بغیر دن ووقت کی تعیین کے ایصال ثواب کے لئے کھانا کھلانا جائز ہے لیکن پہلے روز یا تیسرے دن، دسویں دن یعنی تیجہ چالیسواں وغیرہ جائز نہیں ہے نیز سوالنامہ میں درج شدہ تمام رسمیں ناجائز ہیں۔

ویکره اتخاذ الطعام فی الیوم الأول والثالث وبعد الأسبوع ونقل الطعام إلی القبر فی المواسم واتخاذ الدعوة لقراءة القرآن وجمع الصلحاء والقراء للختم أو لقراءة سورة الأنعام والإخلاص الخ. (شامی، باب الصلوٰة الجنازة، مطلب فی كراهة الضيافة من أهل الميت، كوئٹه ١/٦٦٤، كراچی ٢/٢٤٠، زكريا ٣/١٤٨)

ویکره اتخاذ الضیافة من الطعام من أهل المیت لانه شرع فی السرور لا فی الشرور وهی بدعة مستقبحة. (فتح القدير، كتاب الصلوٰة، باب الجنائز فصل فی الدفن زكريا٢/١٥١، كوئٹه٢/١٠٢)

عن أبي البختری قال: الطعام علی المیت من أمر الجاهلیة والنوح من أمر الجاهلیة. (المصنف لإبن أبی شيبة، كتاب الجنائز، باب ماقالوا فی الإطعام عليه والنياحة، مؤسسه علوم القرآن بيروت ٧/٢٤٠، رقم: ١١٤٦٤) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵/ ذیقعدہ ۱۴۰۷ھ
(الف فتویٰ نمبر ۲۳/ ۳۸۶)

کیا تیجہ چالیسویں وغیرہ کا کھانا کھانا جائز ہے؟

سوال [٦٢٦]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ تیجہ، دسواں، چالیسواں برسی وغیرہ کے موقع پر دسترخوان بچھا کر کھانے پینے کی مختلف قسم کی چیزیں اس پر رکھ کر قل شریف اور فاتحہ پڑھتے ہیں، بیان فرمائیں کہ ان کا یہ فعل

شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

المستفتي: ذاکر حسین، چھرواں رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حضرت علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو بدعت قبیحہ اور مکروہ نقل فرمایا ہے نیز تیجہ، دسواں، چالیسواں برسی وغیرہ اہل ہنود کا شعار ہیں ہندؤوں میں یہ رسم ہے۔

ویکره اتخاذ الضیافة من الطعام من أهل المیت لانه شرع فی السرور لا فی الشرور وهی بدعة مستقبحة، ویکره اتخاذ الطعام فی الیوم الأول والثالث وبعد الأسبوع ونقل الطعام إلیٰ القبر فی المواسم واتخاذ الدعوة بقراءة القرآن وجمع الصلحاء والقراء للختم. (شامی، کتاب الصلوٰۃ، باب الجنائز مطلب فی کراهة الضیافة م أهل المیت زکریا۳/۱٤۸، کراچی ۲/۲٤۰)

ویکره اتخاذ الضیافة من الطعام من أهل المیت لانه شرع فی السرور لا فی ضده وهی بدعة مستقبحة. (شرح النقایة، کتاب الجنائز، قبیلح باب الشهید۱/۱٤۰، مکتبه اعزازیه دیوبند)

عن جریر قال: کانوا یرون أن اجتماع أهل المیت وصنعة الطعام من النیاحة. (المعجم الکبیر للطبرانی، داراحیاء التراث العربي بیروت ۲/۳۰۷، رقم:۲۲۷۹)

عن عائشة قالت: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: من أحدث في أمرنا هذا مالیس منه فهو ردٌّ. (صحیح البخاری، کتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا علی جور فالصلح مردود، النسخة الهندیه ۱/۳۷۱، رقم: ۲۶۱۹، ف:۲۶۹۷)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹ ربیع الاول ۱۴۱۶ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۲/۴۳۷۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۹/۳/۱۴۱۶ھ

(۱۰) باب: فاتحہ، نیاز، عرس اور مزار کی بدعات

فاتحہ دینا

سوال [۶۲۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کھانا آگے رکھ کر فاتحہ دینا قرآن وحدیث کی روشنی میں ثابت ہے یا نہیں؟

المستفتي: محمد مبین، محلّہ لاباغ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قرآن وحدیث سے کہیں بھی اس کا ثبوت نہیں ہے۔

تعیین فاتحہ بر شیرینی وغیرہ از طعام دریں شبہا أز أحادیث وروایات کتب معتبرہ ثابت نہ شدہ. (فقہ مسائل /۱۰۸)

ایں طور مخصوص نہ زماں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بود، نہ در زمانِ خلفاء، بلکہ وجود آں در قرونِ ثلاثہ مشہود لہا بالخیر اند منقول نہ شدہ وحالاً در حرمین شریفین– زادھما اللہ شرفاً –عاداتِ خواص نیست ....وایں را ضروری دانستن مذموم است. (مجموعہ الفتاویٰ علی ہامش خلاصۃ الفتاویٰ کتاب الصلوٰۃ، ابواب الجنائز مطبع لاہور ۱/ ۱۹۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴/ ربیع الأول ۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر ۲۹/ ۳۳۷۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۴/۳/۱۴۱۴ھ

کھانا وغیرہ پر فاتحہ ونیاز دلانا

سوال [۶۲۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کچھ حضرات کھانے اور دوسری چیزوں پر فاتحہ نیاز دلاتے ہیں جیسے پھول پانی اگربتی وغیرہ اور فاتحہ نیاز دلا کر خود دیا

اپنے عزیزوں کوکھلاتے ہیں کیا اس کھانے کوخود کھانا یا اپنے عزیزوں کوکھلانا جائز ہے یا نہیں؟ اور فاتحہ لگواتے وقت کہتے ہیں کہ یہ بڑے پیر صاحب اور کسی بزرگ کے نام کی فاتحہ ہے، علماء کرام کی اس بارے میں کیا رائے ہے آپ حضرات قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب سے نوازیں؟

المستفتي: توفیق احمد، محلّہ:
اصالت پورہ، ضلع: مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نفس طعام حلال ہے، مگر فاتحہ کا یہ طریقہ قرآن وحدیث، فقہ اور ائمہ مجتہدین میں سے کسی سے ثابت نہیں ہے اس لئے یہ بدعت ہے اس کا ترک لازم ہے۔

من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو ردٌّ . (صحيح مسلم ، كتاب الأقضية ، باب نقض الأحكام الباطلة ورد محدثات الامور، النسخة الهنديه ٢/ ٧٧، بيت الأفكار رقم : ١٧١٨ ، مشكوٰة شريف ١/ ٢٧) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲؍شوال ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر۳۲/ ۵۰۰۳)

میٹھی چیز پر فاتحہ دینا

سوال [۶۲۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کھانے کے اوپر یا کسی میٹھی چیز پر فاتحہ دینا کیسا ہے؟

المستفتی: قمرالدین، مقام و پوسٹ، بریاں
بازار، سہرسہ، بہار

الجواب وباللّٰہ التوفیق: فاتحہ کا یہ طریقہ بدعت سیئہ ہے اس کا ترک کرنا لازم ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ قدیم /۱۵۴، جدید زکریا/ ۱۲۹، کفایت المفتی قدیم ۱/ ۲۱۹، جدید زکریا

مطول۲/ ۱۴۷، فتاویٰ عزیزی ۱/ ۷۱، امداد الفتاویٰ ۵/ ۳۰۶)

تعیین فاتحہ بر شیرینی وغیرہ از طعام دریں شبہا أز أحادیث وروایات کتب معتبرہ ثابت نہ سدہ. (فقه مسائل / ۱۰۸)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ....وشر الأمور محدثاتها ، وكل محدثة بدعة ، وكل بدعة ضلالة ، وكل ضلالة فى النار. (صحيح ابن خزيمه ، كتاب الجمعة ، باب صفة خطبة النبى صلى الله عليه وسلم وبدؤه فيها بحمد الله ، والثناء عليه ۲/ ۵۰، رقم: ۱۷۸۵، المكتبة الاسلامية) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱ر جمادی الاول ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر ۲۳/ ۶۷۹)

کھانے یا مٹھائی پر فاتحہ

سوال [۶۳۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کھانے یا مٹھائی کسی چیز پر فاتحہ دے کر کھانے وغیرہ کے بارے میں کیا حکم ہے؟

المستفتی: عفیف احمد پورنوی، مسجد ہری چوک، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: نفس فاتحہ یعنی ایصال ثواب درست ہے، لیکن کھانے یا مٹھائی وغیرہ کو سامنے رکھ کر اس پر کچھ پڑھنا بے اصل، اغیار کا طریقہ اور بدعت شنیعہ ہے جس کا ترک لازم ہے۔ (مستفاد امداد الفتاویٰ ۵/ ۲۶۱، فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱/ ۲۲۹، جدید ڈابھیل ۳/ ۶۸، کفایت المفتی قدیم ۱/ ۲۱۹، جدید زکریا مطول ۲/ ۱۴۷، فتاویٰ رشیدیہ قدیم/ ۱۲۱، جدید زکریا مبوب/ ۱۲۹)

وأما قراءة القرآن وإهداء هاله تطوعاً بغير أجرة فهذا يصل إليه كما يصل ثواب الصوم والحج. (شرح العقيدة الطحاوى دارالكتاب بيروت/ ۴۵۷)

تعیین فاتحه بر شیرینی وغیره از طعام دریں شبها أز أحادیث وروایات کتب معتبره ثابت نشده. (فقه مسائل /۱۰۸، بحواله محمودیه میرٹھ ۲۹۰/۵)

قال رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم ...... وإياكم ومحدثات الأمور فإن كل محدثة بدعة وكل بدعة ضلالة. (سنن أبی داؤد ، کتاب السنة ، باب فی لزوم السنة ، النسخة الهندیه ۶۳۵/۲ ، دار السلام رقم: ۴۶۰۷) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸ر صفر ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر ۱۶۵۲/۲۵)

فاتحہ کا کھانا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

سوال [۶۳۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اس علاقہ کے اکثر مسلمان لوگ ماہ ربیع الآخر میں حضرت شیخ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے گیارہویں کرتے ہیں، اور عوام مسلمانوں کو دعوت دے کر فاتحہ کا کھانا کھلاتے ہیں، ایسی دعوت میں شرکت کرنا اور فاتحہ کا کھانا کھانا جائز ہے یا ناجائز؟

المستفتي: عبد الستار، بلاسپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: اگر سیدنا حضرت عبد القادر جیلانی قدس سرہ کو نفع نقصان کا مالک نہیں سمجھا جاتا ہے تو فاتحہ کا کھانا ناجائز وحرام نہیں ہے مگر خاص طور پر گیارہ ربیع الآخر کو دعوت و فاتحہ کا اہتمام شرعاً رسم وبدعت ہے اس سے احتراز لازم ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۳۸۲/۱)

صرح الحنيفة : بأنه يكره اتخاذ الطعام في أيام متعارف عليها كاليوم الأول والثالث وبعد الأسبوع ، ونقل الطعام إلى القبر فى المواسم واتخاذ الدعوة لقراءة القرآن الخ. (الموسوعه الفقهية الكويتية ۴۵/۱۶)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ...... وإياكم و المحدثات فإن كل بدعة ضلالة. (مسند البزار، مكتبة العلوم والحكم بيروت ۱۰/۱۳۷، رقم: ۴۲۰۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۸/رمضان المبارک ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر ۲۵/۱۳۹۲)

فاتحہ ونیاز کا شرعی حکم

سوال [۲۳۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ فاتحہ و نیاز کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے اور اس کا صحیح طریقہ کیا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگر فاتحہ یا نیاز کسی بزرگ کے تقرب یا ان سے مراد پوری کرنے کی غرض سے کی جائے تو موجب شرک ہے اس کا کھانا بھی حرام اور ناجائز ہے اس سے توبہ واستغفار لازم ہے۔ اور اگر تقرب إلی اللہ حاصل کرنے کے لئے کیا جائے اور اس کا ثواب بزرگوں کی روح کو پہونچایا جائے تو جائز ہے اس کا کھانا بھی درست ہے، بشرطیکہ مروجہ بدعت ولوازمات اور رسمیں نہ ہوں مثلاً دسواں، تیجہ، چالیسواں وغیرہ کی تعیین نہ ہو، نیز کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ پڑھنا اور یہ سمجھنا کہ بغیر اس کے ثواب نہیں پہونچتا بے اصل ہے، جس کا ترک لازم ہے۔

ويكره اتخاذ الطعام في اليوم الأول والثالث وبعد الأسبوع الخ (شامی، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الجنازۃ، مطلب في كراهة الضيافة من أهل الميت، کراچی ۲/۲۴۰، زکریا ۳/۱۴۸)

الأصل أن كل من أتى بعبادة ما، له جعل ثوابها لغيره (تحته في الشامية) أي سواء كانت صلوٰة أو صوماً أو صدقةً أو قراءةً أو ذكراً أو طوافاً

أو حجاً أو عمرةً، أو غير ذلک من زيارة قبور الأنبياء عليهم الصلوٰة والسلام والشهداء والأولياء والصالحين الخ. (شامی، باب الحج عن الغير، مطلب فی اهداء ثواب الأعمال للغير، مصری قديم۲/۲۵٦، کراچی ۲/٥٩٥، زکريا ٤/ ۱۰)

الأصل في هذا الباب أن الأنسان له أن يجعل ثواب عمله لغيره صلوٰة أو صوماً أو صدقة أو غيرها عند أهل السنة والجماعة. (الهدايه، کتاب الحج، باب الحج عن الغير، اشرفی ديوبند ۱/۲٩٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲؍ربیع الاول ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر ۲۳/ ٥٦٦)

بارش نہ ہونے پر غلہ وغیرہ جمع کر کے نیاز کرنا

سوال [۶۳۳۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہماری بستی میں یہ عام رواج ہے کہ بارش نہ ہونے پر کچھ نوجوان بچے بستی سے کچھ غلہ اور پیسے وغیرہ وصول کر لیتے ہیں اور اس کو نیاز کا نام دیتے ہیں اس کے بعد اس کو پکا کر تقسیم کر دیتے ہیں اس کو امراء غرباء سب کھاتے ہیں، دریافت طلب امر یہ ہے کہ امراء اور ان کے بچوں کے لئے اس کا کھانا درست ہے یا نہیں؟ اسی طرح مروجہ طریقہ درست ہے یا نہیں؟

المستفتي: محمد رفیق، ٹانڈہ، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: ایسے موقع پر مروجہ طریقہ کا قرآن وحدیث، تابعین، وتبع تابعین اور ائمہ مجتہدین کہیں سے بھی اس کا ثبوت نہیں ہے، بلکہ یہ ایک من گھڑت طریقہ ہے؛ اس لئے اس کا ترک مسلمانوں پر لازم ہے، ہاں البتہ کوئی شخص بغیر چندہ کے اپنی ذاتی رقم سے بخوشی فقراء اور غریبوں کو کھلاتا ہے تو شرعاً اس کی گنجائش ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ قدیم ۳/ ۸۶،۸۵، جدید زکریا ۱۰/ ۲۳۴)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من أحدث في أمرنا هذا ماليس منه فهو ردٌّ. (صحیح بخاری، کتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا علی جور فالصلح مردود، ۱/ ۳۷۱، رقم: ۲۶۱۹، ف :۲۶۹۷) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶/ جمادی الثانی ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۵/ ۷۲۹۸)

شریعت اسلامیہ میں نیاز کی حقیقت

سوال [۶۳۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ نیاز کے کیا معنیٰ ہیں، یہ لفظ نیاز قرآن میں کہاں آیا ہے اور کس مفہوم میں آیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بھی انداز میں امت کو نیاز کے بارے میں اگر کوئی ہدایت فرمائی ہے تو تفصیل سے مع حوالہ ارشاد فرمائیں؟ صحابہ کرام تابعین تبع تابعین کسی کے دور میں بھی کسی انداز میں بھی نیاز کے بارے میں اجماع ہوا ہے اور اس کا کیا انداز رہا ہے ارشاد فرمائیں؟

چاروں اماموں کا نیاز کے بارے میں کس کتاب میں کتاب کے کون سے باب میں ہدایت اور طریقہ بیان کیا گیا ہے؟ نیازیں ہندوستان میں کب سے رائج ہوئیں؟ دور حاضر میں نیازیں کس کے انداز میں ہو رہی ہیں اس کا ملت پر کون سا مضر اثر کن کن زندگی کے شعبوں پر دنیاوی اعتبار سے بھی پڑ رہا ہے کیا دور حاضر میں جب ساری باطل طاقتیں یکجا ہو کر اقتصادی طور پر ملت کو برباد کرنے کی کوششوں میں لگی ہوئی ہیں، کیا اس میں آج کی یہ نیازیں پوری طرح تعاون نہیں کر رہی ہیں، ملت کی اجتماعیت پر اس کے کیا اثرات پڑ رہے ہیں؟

المستفتي: احقر عبد الحق

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: نیاز کے مختلف معنیٰ ہیں نیاز کے اندر ایک معنیٰ منت

ماننے کا بھی آتا ہے اور عوام میں یہی معنیٰ زیادہ مشہور ہے، نیاز موجودہ دور میں بھینٹ اور چڑھاوے کے لئے بولا جاتا ہے اور قرآن وحدیث میں یہ لفظ کہیں بھی ہماری نظر سے نہیں گذرا اور عوام میں نیاز دینے کی جو رسم ہے وہ نہ قرآن سے ثابت ہے نہ حدیث سے اور نہ ہی خلفائے راشدین اور نہ یہ کسی صحابی سے ثابت ہے، اور نہ ہی چاروں ائمہ میں سے کسی سے ثابت ہے، غرضیکہ اسلامی شریعت میں اس کی کوئی بنیاد نہیں ہے یہ اغیار سے ایک رسم عوام ان پڑھ مسلمانوں کے درمیان رائج ہوچکی ہے، اس لئے نیاز دینے کا جو سلسلہ عوام میں جاری ہے وہ واجب الترک ہے، نیز عوام میں نیاز دینے کا جو سلسلہ ہے اس کو عوام عبادت سمجھتے ہیں اور غیر عبادت کو عبادت سمجھنا عقیدہ کی خرابی اور بہت بڑا گناہ ہے نیز سوالنامہ میں پوچھا گیا ہے کہ یہ کب سے رائج ہوا ہے، اس رواج کی ابتداء کے بارے میں بھی سلف صالحین اور متاخرین میں سے کسی کے زمانہ میں کوئی صراحت نہیں ملتی یہ عجم کے لوگوں نے اپنی جہالت کی بنا پر اولیاء اور بزگوں سے عقیدت میں حدود شرع سے تجاوز کر کے جاری کیا ہے پھر یہ سلسلہ رفتہ رفتہ عوام اور ان پڑھوں کے درمیان رائج ہوچکا ہے، اس لئے شریعت کی کسی بھی کتاب میں اس کی ابتداء کی اصل نہیں ملتی، بس اس کا حکم ملتا ہے کہ ایسا عقیدہ شریعت میں جائز نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۲/۱۴۴، ڈابھیل ۳/۶۱)

واعلم أن النذر الذی یقع للأموات من أکثر العوام وما یؤخذ من الدراهم والشمع والزیت ونحوها إلی ضرائح الأولیاء الکرام تقربا إلیهم فهو بالإجماع باطل وحرام. (شامی، کتاب الصوم قبیل باب الاعتکاف، زکریا ۳/۴۲۰، کراچی ۲/۴۳۹، البحرالرائق، کتاب الصوم قبیل باب الاعتکاف، کوئٹہ ۲/۲۹۸، زکریا ۲/۵۲۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹ ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۵/۶۶۲۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۹/۴/۱۴۲۱ھ

نیاز کی تعریف اور اس کی حقیقت

سوال [۶۳۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ نیاز کسے کہتے ہیں ؟ یہ کیسے دلائی جاتی ہے؟ یہ کہاں سے ثابت ہے؟ اگر نیاز دلانا جائز نہیں تو نیاز کا کھانا، نیاز کرنا اہل بدعت کا شعار ہے ان کے یہاں حلال ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: نیاز کہتے ہیں کہ کھانا یا کوئی میٹھی چیز سامنے رکھ کر قرآن کی تلاوت کی جائے اور پھر کھانے کا ثواب مرحومین کو پہنچایا جائے یہ طریقہ عہد نبوی متقدمین ومتأخرین کہیں سے ثابت نہیں ہے، لہذا یہ طریقہ جائز نہیں ہے، اس کا کھانا فی نفسہ مباح ہے، لیکن اعمال بدعت پر تنبیہ کے لئے بہتر نہیں ہے۔ (مستفاد: محمودیہ ڈابھیل ۳/ ۶۱، میرٹھ ۵/ ۲۹۰، امداد الفتاویٰ ۵/ ۲۶۱، دار العلوم ۱۸/ ۵۱۰)

وقراءة الفاتحة والإخلاص والكافرون على الطعام بدعة. (الجنة لأهل السنة/ ١٤٨، بحواله محاضرات علميه/ ١٧١)

ایں طور مخصوص نه در زمان آں حضور بود نه زمان خلفاء! بلکه وجود آں را در قرون ثلاثه که مشهود لها بالخیر اند منقول نه شده وایں را ضروری داشتن مذموم است. (مجموعة الفتاویٰ على هامش خلاصة الفتاویٰ، اشرفيه ديوبند ١/ ١٩٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳۰ رصفر ۱۴۳۵ھ
(رجسٹر خاص ....)

امام حسین کے نام پر امام باڑے میں جانور کی نیاز اور اس کے کھانے کا حکم

سوال [۶۳۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ محرم الحرام میں

امام باڑہ پر امام حسین رضی اللہ عنہ کے نام سے کسی جانور کا نیاز دینا اور اس کا گوشت کھانا کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اس طرح نیاز جو غیر اللہ کے نام دی جاتی ہے ناجائز اور حرام ہے اس کا گوشت وغیرہ کھانا جائز نہیں، ایسی حرکتوں سے توبہ کرنا لازم ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۲/۱۲۱، فتاویٰ رشیدیہ/ ۴۰۱، کفایت المفتی قدیم ۱/ ۲۱۱، جدید زکریا مطول ۵/۵۳۴ - ۵۳۵، امداد الفتاویٰ ۴/۱۰۰)

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ الخ.

(سورة مائده آيت:۳)

واعلم أن النذر الذی یقع للأموات من أکثر العوام ومایؤخذ من الدراهم والشمع والزیت ونحوها إلیٰ ضرائح الأولیاء الکرام تقربا الیهم فهو باطل وحرام الخ (حاشية الطحطاوی علی المراقی، کتاب الصوم، باب مايلزم الوفاء به، دارالکتاب ديوبند/۳ ٦٩٣) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱ رجمادی الأول ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر ۲۳/ ٦٧٦)

عرس اور قدم بوسی کی شرعی حیثیت

سوال [٦٣٧]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اولیاء اللہ کے تاریخ وصال پر عرس کیا جاسکتا ہے، یا نہیں؟ اولیاء اللہ کے مزارات کی قدم بوسی جائز ہے یا نہیں؟ مفصل بیان فرمائیں؟

المستفتي: خاکسار: محمد سلیم

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اولیاء اللہ کی تاریخ وصال پر جو عرس ہوتا ہے، وہ بالکل

بے بنیاد اور جہالت ہے، نیز ایک ایسی بدعت اور کھلی ہوئی گمراہی ہے جس میں مکروہات تو درکنار سینکڑوں حرام چیزیں پائی جاتی ہیں، اورظاہر ہے کہ ایسی بے بنیاد اور ضلالت والی چیز شریعت میں کیسے جائز اور درست ہوسکتی ہے، بریں بناء کسی بھی ولی یا بزرگ کی تاریخ وصال پر عرس کرنا جائز نہیں ہے مزید براں عرس میں منکرات ہی منکرات ہوتے ہیں، جو شریعت میں جواز کے دائرے میں نہیں آتے، اس لئے اس گمراہ کن بدعت سے مسلمانوں کو دور رہنا چاہئے۔

فیجب أن یحذر مما یفعلون علیٰ رأس السنة من موته ویسمّونه حولا فیدعون الأکابر والأصاغر ویعدّون ذلک قربة وهی بدعة ضلالة -إلیٰ قوله- ولیس هذا إلاّ بدعة ضلالة لم یفعلها رسول الله صلی الله علیه وسلم ولا أصحابه من بعده ولا اتباعهم من بعدهم بل لم یوجد لذلک أثر إلی القرن الثامن وهذا الحول یسمّونه أهل الهند ''عرس'' وماعرفت له اصلاً فإن العرس إنما یکون فی الزواج ومع ذلک فهذه الأحوال والأعراس لاتکاد تخلو من ارتکاب المحرمات فضلا عن المکروهات (تبلیغ الحق /۸۹۷، بحواله محمودیه ڈابهیل۳/۲۲۵)

لایجوز مایفعله الجهال بقبور الأولیاء والشهداء من السجود والطواف حولها واتخاذ السرج والمساجد علیها ومن الاجتماع بعد الحول کالأعیاد ویسمونه عرساً. (تفسیر مظهری، تحت سورة آل عمران آیت ٦٤، مکتبه زکریا قدیم ٢/٦٥، جدید ٢/٦٨)

اوراسی طرح اولیاء اللہ اور بزرگوں کے مزارات کی قدم بوسی جائز نہیں ہے کیوں کہ یہ نصاریٰ کی عادات میں سے ہے،اس لئے اس طرح کی ناجائز رسومات سے احتراز لازم ہے۔

والمستحبّ فی زیارة القبور أن یقف مستدبر القبلة مستقبلاً وجه المیت وأن یسلم ولا یمسح القبر ولا یقبله ولا یمسه فإن ذلک من عادة

النصاریٰ. (حاشية الطحطاوی علی مراقي الفلاح، دارالکتاب دیوبند ۱/۶۲۱)

ولا یمسح القبر ولا یقبّله ولا یمسه فإن ذلک من عادة النصاریٰ. (طحطاوی، کتاب الصلوٰة ، باب أحکام الجنائز ، فصل فی زیارة القبور /۳۴۱، دارالکتاب دیوبند ۱/۲۲۸)

من تشبه بقوم فهو منهم کما قاله علیه الصلاة والسلام. (ابوداؤد، کتاب اللباس ، باب في لبس الشهرة ، النسخة الهندیه ۲/۵۵۹، دارالسلام رقم: ۴۰۳۱ ، مشکوٰة شریف/۳۷۵)

ویکره عند القبر مالم یعهد من السنة والمعهود منها إلا زیارته والدعاء عنده قائماً. (فتاویٰ عالمگیری، باب فی الجنائز ، الفصل السادس فی القبر والدفن، زکریا قدیم۱/۱۶۶، جدید۱/۲۲۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۴/۵/۱۴۳۲ھ
(الف فتویٰ نمبر۴۰/۱۰۴۰۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۴/۵/۱۴۳۲ھ

عرس میں قوالی کا حکم

سوال [۶۲۳۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عرس میں جو قوالی ڈھول تاشے اور ساز کے ساتھ گائی جاتی ہے اس کا شریعت میں کیا حکم ہے، قرآن وحدیث کی روشنی میں مکمل ومدلل تحریر فرمائیں؟

المستفتي: حاجی انتظار حسین، جھبو کا نالہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: قوالی میں ڈھول، تاشے، ساز اور میوزک کے ساتھ گانا وغیرہ یہ سب ناجائز اور ممنوع ہے۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: وَمِنَ النَّاسِ مَن يَّشْتَرِیْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّخِذَهَا هُزُواً اُولٰئِکَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ. (لقمان:٦)

ودلت المسئلة أن الملاهی کلها حرام ویدخل علیهم بلا إذنهم لإنکار المنکر قال ابن مسعود: صوت اللهو والغناء ینبت النفاق فی القلب کما ینبت الماء النبات وفی البزازیه استماع صوت الملاهی کضرب قصب ونحوه حرام بقوله علیه الصلوٰة والسلام استماع الملاهی معصیة والجلوس علیها فسق والتلذذ بها کفر...... فالواجب کل الواجب أن یجتنب کی لا یسمع لما روی أنه علیه الصلوٰة والسلام أدخل إصبعه فی أذنه عند سماعه.

(در مختار مع الشامی، کتاب الحظر والإباحة، کراچی ٦/٣٤٩، زکریا٩/٥٠٢-٥٠٤)

عن جابر بن عبد اللّٰه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: الغناء ینبت النفاق فی القلب کما ینبت الماء الزرع. (شعب الإیمان، باب فی حفظ اللسان، فصل فی حفظ اللسان عن الغناء، دارالکتب العلمیة بیروت٤/٢٧٩، رقم: ٥١٠٠)

فالملاهی نوعان: محرم وهی الآلات المطربة کالمزامیر ...... وهی آلة موسیقیة تعتمدعلی النفخ وهی أنواع کثیرة. (حجة اللّٰه البالغه ٢/٥٢١)

سئل عن قوم یجتمعون فی مکان یقرؤون شیئاً من القرآن ثم ینشد لهم منشداً شیئاً من الشعر فیرقصون ویطربون ویضربون بالدف ....هل الحضور معهم حلال أم لا فأجاب مذهب السادة الصوفیه إن هذا بطالة وجهالة وضلالة الخ. (حیاة الحیوان ٢/١١٢، بحواله محمودیه میرٹھ ٥/٤٦١)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵/محرم الحرام ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/۶۳-۱۱۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۸/۹/۱۴۳۲ھ

کیا صحابۂ کرام واولیاء عظام نے بھی حضور ﷺ کا جشن منایا ہے؟

سوال [۶۳۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ

(۱) کیا صحابۂ کرام نے رسول اللہ ﷺ کا جشن منایا ہے؟ اگر منایا ہے تو کس روایت سے ثابت ہے؟

(۲) کیا بزرگان دین واولیاء کرام نے آپس میں ایک دوسرے کا جشن منایا ہے؟

(۳) سیدنا عمر فاورقؓ سے لے کر حضرت علیؓ تک اور خود حضرت سلمان فارسیؓ سے لے کر آج تک کسی کا جشن منانا ثابت ہے؟

(۴) بصورت دیگر عیدگاہ میں جو جشن کی تقریبات منعقد کی جارہی ہیں، رواج کی حیثیت حاصل کرلیں گی اور کوئی تعجب نہیں کہ اسے فروغ حاصل ہوجائے؟

المستفتی: محمد کیس، چندوسی، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱-۲-۳-۴) صحابہ کرامؓ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جشن منانا، اسی طرح آپس میں ایک دوسرے کا جشن منانا کسی بھی روایت سے ثابت نہیں ہے، قرون مشہود لہا بالخیر، ائمہ مجتہدین، بزرگان دین اور اولیاء اللہ میں سے کسی سے بھی اس کا ثبوت نہیں ملتا، البتہ اس کے خلاف روایت موجود ہے، ارشاد ہے۔ "**لاتجعلوا قبری عیداً**". (سنن أبی داؤد، کتاب المناسك، باب زیارة القبور، النسخة الهندیه ۱/۲۷۹، دارالسلام رقم: ۲۰۴۲، مسند البزار، مکتبة العلوم والحکم ۲/۱۴۷، رقم: ۵۰۹، مشکوٰة شریف/۸۶)

حدیث مذکور میں حضور ﷺ نے اپنی قبر کو عید بنانے سے منع فرمایا ہے، اور عید میں تین چیزیں ضروری ہیں، (۱) اجتماع (۲) تعیین وقت (۳) فرحت ومسرت ۔ارشاد کا خلاصہ یہ ہوا کہ میری قبر پر کسی یوم معین میں فرحت ومسرت کے ساتھ اجتماع نہ کرنا، تو جب حضور ﷺ کی قبر پر

اس طرح جمع ہونا ممنوع ہے تو بزرگان دین واولیاء اتقیاء کی قبر پر جمع ہونا بدرجہ اولیٰ ممنوع ہوگا۔ (مستفاد: امداد المفتیین ۲/ ۱۶۰، اشرف الجواب قدیم/ ۴۷-۶۵)

علامہ محمد طاہر پٹنیؒ نے (مجمع بحارالانوار ۳/۵۳) اور قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ نے (تفسیر مظہری، آل عمران: ۶۴، زکریا دیوبند جدید ۲/ ۶۸، قدیم ۲/ ۶۵) اور علامہ ابن الحاج مالکی نے (مدخل ۲/ ۳) پر جشن میلاد اسی طرح عرس وغیرہ کو بدعت لکھا ہے، اور فرمایا کہ اس کی کوئی اصل نہیں ہے، نیز قاضی شہاب الدین نے (تحفۃ القضاء ۲/ ۲۰۲) پر اس کو بدعت لکھا ہے۔ (بحوالہ محاضرہ علمیہ مولفۃ مفتی محمد امین صاحب جزء ۲/ ۲-۶، اختلاف امت اور صراط مستقیم/ ۱۱۸، فتاویٰ عزیزی/ ۹۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰/ ۱/ ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۴/ ۶۴۴۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۰/ ۱/ ۱۴۲۱ھ

مزارات پر عرس، قوالی، سماع خانہ اور رہائش گاہ کی تعمیر

سوال [۶۴۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کسی مزار پر عرس کرنا، یا مزار پر ہونے والے عرس کے دنوں میں آنے والوں کے لئے رہائش گاہ یا سماع خانہ وغیرہ بنانا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتي: رفیق احمد ولد عبداللہ
محلّہ: پیرغیب، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مزارات پر عرس کرنا اور عرس میں آنے والوں کے لئے رہائش گاہ یا سماع خانہ وغیرہ بنانا سب ناجائز اور حرام ہے، مسلمانوں پر اس کا ترک کرنا واجب ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ قدیم ۳/ ۱۹۴/ ۲/ ۳۷۶، فتاویٰ رشیدیہ/ ۱۰۹، فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱/ ۲۰۹، ۱/ ۲۱۹، جدید ڈابھیل ۳/ ۲۲۴، ۲۳۴، اصلاح الرسوم/ ۱۰۳، امداد الفتاویٰ

۲۵۴/۵، فتاویٰ حیاء العلوم ۱/ ۱۷۵)

لا یجوز ما یفعله الجهال بقبور الأولیاء والشهداء من السجود والطواف حولها واتخاذ السرج والمساجد علیها ومن الاجتماع بعد الحول کا لأعیاد ویسمونه عرساً. (تفسیر مظهری تحت سروة آل عمران آیت: ٦٤، زکریا قدیم ٢/ ٦٥، جدید ٢/ ٤٨)

عن الأوزاعی قال: کتب عمر بن عبد العزیز إلی عمر بن عبد الولید کتابا فیه –إلیٰ قوله واظهارک المعازف والمزامیر بدعة فی الاسلام الخ. (السنن الکبریٰ للنسائي، دارالکتب العلمیة بیروت ٤/ ٣٢٦، رقم: ٤٤٢١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۰/رجب ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر ۲۴/ ۷۹۵)

مزارات پر عرس قوالی اور قبروں پر چادر چڑھانا

سوال [۶۴۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ موضع نون برّ ابلاسپور ضلع میں واقع ہے یہاں پر ۵۷/گھر مسلمانوں کے آباد ہیں مسجد اور عیدگاہ بھی ہے یہاں پر ان کو ۲/سال کا عرصہ ہوا ایک مسلمان نے بتایا کہ عیدگاہ کے پاس ایک ولی مدفون ہیں ان کا نام نورالدین بابا ہے، خواب میں دیکھنا بتلایا ہے خواب بتلانے والا کوئی عالم نہیں ہے، اور اسلامی احکام کا پابند بھی نہیں ہے وہاں پر پکا مزار بھی یہاں کے مسلمانوں نے بنوایا ہے، پچھلے سال سے وہاں پر عرس کرتے ہیں مزار پر چادر چڑھاتے ہیں، باجہ کے ساتھ قوالی ہوتی ہے، وہاں پر مرد اور عورتیں مقامی اور باہر کے شریک ہوتے ہیں، یہاں پر ایک سو سال سے زیادہ ہوا مسلمان آباد ہیں، لیکن اس سے پہلے اس کے بابت کسی نے نہیں بتلایا اسی ہفتہ میں یہاں کے دو مسلمان اُسپر گئے تھے، اُسپر ناگپور سے جو ۱۵/کلومیٹر دوری پر واقع ہے سننے میں آیا ہے کہ وہاں پر کوئی

ولی ہیں ان سے یہاں کے نورالدین بابا جنہیں مدفون بتلاتے ہیں، کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ نورالدین بابا نام کے کوئی ولی مدفون نہیں ہیں بلکہ ان کا نام محمد شفیع قادری ہے جو ولی نون برّا میں مدفون ہیں ایسے مزار پر عرس اور قوالی کے لئے کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قبر پر چادر چڑھانا، عرس، قوالی، باجہ، اور مرد وعورتوں کا جمع ہوکر میلا لگانا وغیرہ سب ناجائز اور حرام ہے، مسلمانوں کو ایسی حرکتوں سے باز آکر توبہ کر لینی چاہئے ۔(مستفاد: کفایت المفتی قدیم ، کتاب العقائد ۱/ ۱۹۹، جدید زکریا مطول ۲/ ۲۶۵-۲۶۶، فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱/ ۱۴۰، ۱/ ۲۱۳، ۱/ ۲۰۶، جدید ڈابھیل ۳/ ۲۳۶، ۲۰۹، احسن الفتاویٰ ۱/ ۳۷۶)

تکره الستور على القبور الخ. (شامی ، كتاب الحظر والإباحة، فصل فی اللبس ، كراچی ٦/ ٣٦٣، زكريا ٩/ ٥٢٢)

لا يجوز ما يفعله الجهال بقبور الأولياء والشهداء من السجود والطواف حولها واتخاذ السرج والمساجد عليها ومن الاجتماع بعد الحول كا لأعياد ويسمونه عرساً. (تفسير مظهری تحت سورة آل عمران آيت: ٦٤، زكريا قديم ٢/ ٦٥، جديد ٢/ ٦٨)

عن أبی أمامة عن النبی صلی اللّٰه عليه وسلم قال: إن اللّٰه عز وجل بعثنی رحمة وهدى للعالمين وأمرنی أن أمحق المزامير والكنارات يعنی البرابط - والمعازف. (مسند احمد ٥/ ٢٥٧، رقم: ٢٢٥٧١) **فقط اللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱؍ جمادی الثانی ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر ۲۳/ ۴۲۵)

اہل اللہ کی قبروں کی طرف پیٹھ کرنے سے بچنے کے لئے الٹا چلنا

سوال [۶۴۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بعض صاحبان اہل

اللہ کی مزارات پر حاضری دے کر الٹا چلتے ہیں تاکہ مزار کی طرف پیٹھ نہ ہوجائے یہ جائز ہے یا نہیں؟

المستفتي: عبداللہ عزیز، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اس کی کوئی اصل احقر کی نظر سے نہیں گذری بلکہ بعض فقہی عبارات سے یہ بات مستفاد ہوتی ہے کہ یہ طریقہ غلط ہے؛ لہٰذا مزارات کی زیارت کے بعد واپسی میں اپنی ہیئت پر سامنے کی طرف چل کر آنا چاہئے پیچھے چل کر آنا محض جہالت ہے اور اپنے سر پر ایک مشقت اور بوجھ ڈالے رہنا ہے، عبارت ملاحظہ ہو:

وقیل: ما ذکر من العود إلی رأس القبر الشریف، لم ینقل عن الصحابة والتابعین. (فتح القدیر، کتاب الحج، مسائل منثورہ زکریا ۳/ ۱۷۰، کوئٹہ ۳/ ۹۶، دارالفکر ۳/ ۱۸۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱؍ ربیع الاول ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر ۲۳/ ۶۰۸)

اولیاء اللہ کے مزارات پر عرس کرنا

سوال [۶۴۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اولیاء اللہ کے مزارات پر اگر اس طرح عرس کیا جائے کہ اس تاریخ میں تمام متوسلین جمع ہوں باہمی تعلیم وترتیب سے سب لوگ قرآن خوانی کر کے نیز صحیح روایتوں سے میلاد شریف پڑھ کر اپنے شیخ عصیہ الوجہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایصال ثواب کر کے ماحضر شیرینی یا طعام تبرکاً تقسیم کریں پھر رخصت ہوجائیں تو یہ طریقہ جائز ہے یا نہیں؟

المستفتي: عبدالرحمان،
کیراف گوئل جنرل اسٹور، لکھنؤ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: یہ سب بدعت اور ممنوع ہے۔

فيجب أن يحذر مما يفعلون على رأس السنة من موته ويسمونه حولاً فيدعون الأكابر والأصاغر ويعدون ذلك قربة وهي بدعة ضلالة الخ.

(تبليغ الحق /٨٩٧، بحواله فتاوىٰ محموديه، قديم ٢٠٩/١، جديد ڈابھیل ٢٢٥/٣)

لا يجوز ما يفعله الجهال بقبور الأولياء والشهداء من السجود والطواف حولها واتخاذ السرج والمساجد عليها ومن الاجتماع بعد الحول كالأعياد ويسمونه عرساً. (تفسير مظهرى تحت سورة آل عمران آيت: ٦٤، زكريا قديم ٦٥/٢، جديد ٦٨/٢) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۸؍ربیع الاول ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر ۲۳/۵۶۳)

عرس میں شرکت کرنا اور قبروں پر چڑھاوا چڑھانا

سوال [۶۴۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے گھر والے تیجہ، گیارہویں، اور عرس وغیرہ میں جاتے ہیں قبروں پر چڑھاوا چڑھاتے ہیں اور اس کو تبرع مانتے ہیں اور کھاتے ہیں اب قابل تفتیش بات یہ ہے کہ ان تمام قسم کے کھانوں کو کھانا یا لینا جبکہ خود مالدار ہوں ٹھیک ہے یا نہیں؟ میں کبھی کبھی منع کرتا ہوں تو چاچا جان مجھے وہابی کہنے لگتے ہیں میں یہ نہیں جانتا کہ وہابی کسے کہتے ہیں؟ بیان فرمائیں کرم ہوگا۔

نیز بیان فرمائیں کہ کیا ہم گیارہویں وغیرہ خود کریں یا دوسروں کے یہاں شرکت کریں اور کھانا وغیرہ کھائیں یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: یہ سب بدعت اور ممنوع ہے اور قبروں کا چڑھاوا حرام ہے

۔(مستفاد: فتاویٰ احیاءالعلوم ۱/ ۱۷۵،احسن الفتاویٰ ۱/ ۳۷۶)

أما النذر الذی ینذره أکثر العوام علی ماهو مشاهد إلیٰ قوله ومنها أن المنذور له میت والمیت لایملک إلی قوله فما یؤخذ من الدراهم والشمع والزیت وغیرها وما ینقل إلی ضرائح الأولیاء تقرّبًا إلیهم فحرام بإجماع المسلمین. (البحرالرائق ، کتاب الصوم ، فصل فی النذر، کوئٹه ۲/ ۲۹۸، زکریا ۲/ ۵۲۱)

آپ کے لئے ان تمام قسموں کا کھانا جائز نہیں ہے اس سے حتی الامکان بچنے کی کوشش کرنا لازم ہے، تاکہ بدعت کی اشاعت وتائید کرنے سے حفاظت ہو۔

وَتَعَاوَنُوْا عَلی الْبِرِّ وَالتَّقْویٰ ، وَلاتَعَاوَنُوْا عَلی الإثْمِ وَالْعُدْوَانِ.

(سورہ مائدہ : ۲)

اور وہابی جو شخص بھی پابند شریعت ومتبع سنت اور دیندار ہے، بدعت سے پرہیز کرتا ہے اسے اہل بدعت وہابی کہتے ہیں۔فقط اللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ:شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶/ربیع الاول ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر ۲۵/ ۱۷۳۱)

بزرگوں کی قبروں سے متعلق چند سوالات کے جوابات

سوال [۶۴۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کھانے پر فاتحہ پڑھنا، قبروں پر جاکر ان کو زیارت گاہ بنانا، قبروں پر جاکر منتیں مانگنا، عورتوں کا قبروں پر جاکر دعاء تعویذ کرانا، قبروں پر جاکر فاتحہ پڑھنا نیاز کرنا کرانا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتي: عبد اللہ قاسمی، متعلم مدرسہ شاہی، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: ایصال ثواب کے لئے کھانے پر چند سورتیں پڑھ کر بخشنے کا مروجہ طریقہ بدعت ہے اس کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں ہے بلکہ ایصال ثواب کا

صحیح طریقہ یہ ہے کہ کھانا وغیرہ فقیر کو دے دیا جائے اور دیتے وقت یہ نیت کرلی جائے کہ اللہ اس کا ثواب فلاں کو پہونچا دے اسی طرح نماز قرآن وغیرہ پڑھتے وقت میت کو ثواب پہونچانے کی نیت کرلے تو انشاء اللہ میت کو اس کا ثواب مل جائے گا۔ (مستفاد فتاویٰ رحیمیہ ۳/۱۹۳)

قراءة الفاتحة والإخلاص والكافرون على الطعام بدعة (فتاویٰ سمر قندی بحواله فتاویٰ رحيميه ۳/۱۹۳)

ويكره اتخاذ الدعوة بقراءة القرآن وجمع الصلحاء والقراء للختم أو لقراءة سورة الأنعام أو الإخلاص – والحاصل أن اتخاذ الطعام عند قراءة القرآن لأجل الأكل يكره. (شامی، كتاب الصلوٰة، باب صلوٰة الجنازة، مطلب فی كراهة الضيافة الخ، زكريا ۳/۱٤۸، كراچی ۲/۲٥۰)

وفي البحر من صام أو صلىٰ أو تصدق وجعل ثوابه لغيره، من الأموات والأحياء جاز ويصل ثوابها إليهم عند أهل السنة والجماعة. (شامی، كتاب الصلوٰة، باب صلوٰة الجنازة، مطلب فی القراء للميت واهداء ثوابها له، زكريا ۳/۱٥۲، كراچی ۲/۲٤۳، بدائع الصنائع، كتاب الحج، باب شرائط الأركان، زكريا ۲/٤٥٤، كراچی ۲/۲۱۲، البحر الرائق، كتاب الحج، باب الحج عن الغير، كوئٹه ۳/٥۹، زكريا ۳/۱۰٥)

قبرستان عبرت کی جگہ ہے مردوں کے لئے جمعہ کے دن قبرستان کی زیارت کے لئے جانا افضل ہے جیسا کہ اس حدیث شریف میں مذکور ہے۔

عن محمد بن النعمان يرفع الحديث إلى النبي صلى الله عليه وسلم قال: من زار قبر أبويه أو أحدهما في كل جمعة غفر لهٗ وكتب براً. (مشكوٰة شريف ۱/۱٥٤، المعجم الاوسط، دارالفكر ٤/۳۲۱، رقم: ٦۱۱٤، شعب الإيمان، فصل في حفظ حق الوالدين بعد موتهما، دارالكتاب العلمية بيروت ٦/۲۰۱، رقم: ۷۹۰۱)

اورعلامہ شامیؒ نے لباب المناسک کے حوالہ سے لکھا ہے کہ جمعرات جمعہ سنیچر پیر کو قبرستان زیارت کے لئے جانا افضل ہے۔

وتزار فی کل أسبوع ...... قال فی شرح لباب المناسک إلا أن الأفضل یوم الجمعة والسبت والإثنین والخمیس. (شامی ،کتاب الصلوٰۃ ، باب صلوٰۃ الجنازۃ ، مطلب فی زیارۃ القبور، زکریا ۳/ ۱۵۰، کراچی ۲/ ۲۴۲)

لیکن قبروں کوزیارت گاہ اورتفریح گاہ بنانا اور وہاں جا کر بے ہودہ اور لغو کاموں میں مشغول ہونا اور قبروں پر جا کر منتیں مانگنا اور مروجہ فاتحہ دعا وتعویذ اور نیاز کرنا یہ سب ناجائز اور بدعت ہے شریعت مطہرہ میں ان بدعات وخرافات کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

ومنها اتخاذها عیداً کما اتخذها المشرکون من أهل الکتاب قبور أنبیاء هم وصلحاء هم عیداً. (مجلس/۱۷، مجالس الابرار/ ۱۲۰)

ومنها النذر والاستغاثة بهم وسؤالهم النصر والرزق والعافیة ولیس شیئاً منها مشروعاً باتفاق أئمة المسلمین. (مجالس الابرار /۱۱۹)

قال العلماء: لایجوز أن ینذر للقبور شمع ولا زیت ولا غیر ذلک نذر معصیة. (مجالس الابرار/ ۱۲۱)

عورتوں کا قبرستان جانا فی نفسہ جائز ہے؛ لیکن اس زمانے میں مفاسد عظیمہ مثلاً بے پردگی ، آبروریزی اور مردوں کے ساتھ اختلاط وغیرہ جیسے فتنوں کی طرف نظر کرتے ہوئے نوجوان عورتوں کا قبرستان جانا جائز نہیں ہے، ہاں البتہ بوڑھی عورتیں جن کو فتنوں کا اندیشہ نہ ہو، تو وہ جاسکتی ہیں بشرطیکہ وہاں جا کر نہ جزع فزع کرتی ہوں اور نہ احترام وتعظیم میں حد سے گذر کر قبروں کو چومتی چاٹتی ہوں صرف فاتحہ پڑھ کر فوراً لوٹ آتی ہوں ورنہ جائز نہیں ہے ۔(بہار شریعت ،مصنفہ امجد علی رضا خانی ۱۶۱/۴، فتاویٰ رحیمیہ ۲/ ۳۰۸، احسن الفتاویٰ ۱۸۶/۴، فتاویٰ دارالعلوم ۴۳۲/۵ ،امداد الفتاویٰ ۷۵۳/۱)

والأصح أن الرخصة ثابتة لهن (بحر) وجزم فی شرح المنیة

بالكراهة ...... وقال الخير الرملي: إن كان ذلك لتجديد الحزن والبكاء والندب على ماجرت به عادتهن فلا تجوز إلى قوله وإن كان للاعتبار والترحم من غير بكاء والتبرك بزيارة قبور الصالحين فلا بأس إذا كنّ عجائز ويكره إذا كن شوابَّ كحضور الجماعة في المساجد. (شامی، کتاب الصلوٰة، باب صلوٰة الجنازة، مطلب في زيارة القبور، زكريا ۳/۱۵۰-۱۵۱، کراچی ۲/۲۴۲، حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح، دارالكتاب ۱/۶۲۰)

وحاصل الكلام من هذا كله أن زيارة القبور مكروهة للنساء بل حرام في هذا الزمان ولا سيما نساء مصر لأن خروجهن على وجه الفساد والفتنة. (عمدة القارى باب زيارة القبور، داراحياء التراث العربي ۸/۷۰، زكريا ۶/۹۶، تحت رقم الحديث: ۱۲۸۳) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲/ جمادی الثانی ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۵/ ۶۷۵۷)

اولیاء اللہ کی قبروں کو ثواب سمجھ کر چھونا

سوال [۶۴۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کچھ حضرات کلیر شریف گئے اوران جانے والوں میں امام اور مدرسین ہیں جب یہ حضرات وہاں پہونچے تو سب نے صابر کلیریؒ کے قدموں کو چھوکر اپنے سینوں سے لگایا اور کہتے ہیں کہ ایسا کرنا ثواب ہے، اور یہ بھی کہتے ہیں کہ اس سے روح کو تقویت پہونچتی ہے، کیا ایسا کرنا شرک ہے؟ یا بدعت یا ثواب ہے؟ اور ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

المستفتي: عبدالکریم، سرائے کھجور، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اولیاء اللہ کی قبروں کو ثواب سمجھ کر چھونا حرام موجب شرک

اور یہود ونصاریٰ کا طریقہ ہے، ان مزارات سے کسی کی کوئی مراد پوری نہیں ہوتی اور جنھوں نے ایسی حرکتیں کر رکھی ہیں ان پر توبہ کرنا لازم ہے۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَاءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ. (عنکبوت آیت:۴۱)

ولا يمسح القبر ولا يقبله ولا يمسه فإن ذلك من عادة النصارىٰ.

(طحطاوی، کتاب الصلوٰۃ، باب احکام الجنائز، فصل فی زیارۃ القبور، دارالکتاب دیوبند/۶۲۱، قدیم: ۳۴۱)

قال الفقهاء الخراسانيون: لايمسح القبر، ولايقبله، ولايمسه، فإن كل ذلك من عادة النصارىٰ، قال وما ذكره صحيح. (البنایہ، کتاب الجنائز، باب الدفن لیلاً، اشرفیہ دیوبند ۳/۲۶۱)

ایسوں کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
یکم رشعبان ۱۴۲۳ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر ۳۶/۷۷۸۴)	۱۴۲۳/۸/۲ھ

عیدگاہ میں قوالی کرنا

سوال [۶۴۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کیا عیدگاہ میں قوالی (محفل سماع مع مزامیر کے) جائز ہے اور کس روایت سے ثابت ہے؟

المستفتي: محمد کیس، چندوسی، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قوالی نیز محفل سماع مع مزامیر عیدگاہ جیسی مقدس جگہ پر ہرگز جائز نہیں ہے جبکہ عام جگہ میں بھی شریعت اس کی اجازت نہیں دیتی نیز اس کی شریعت میں کوئی اصل موجود نہیں ہے فقہ حنفی کی معتبر کتاب مجمع الانہر کے حاشیہ پر ہے:

لا اصل له فى الدين زاد فى الجواهر وما يفعله متصوفة زماننا حرام لا

یجوز القصد والجلوس الیه ومن قبلهم لم یفعله کذلک. (ملتقی الابحر علی هامش مجمع الانهر، کتاب الکراهیة مصری قدیم ۲/۵۵۱، دارالکتب العلمیة بیروت ۴/۲۲۰)

نیز مسند احمد میں روایت موجود ہے جس میں اس سے صاف طور پر منع کیا گیا ہے۔

روی الامام احمد قال صلی الله علیه وسلم: إن الله بعثنی بمحق المعازف والمزامیر. (مسند احمد ۵/۲۵۷، رقم: ۲۲۵۷۱، ۵/۲۶۸، رقم: ۲۲۶۶۳، مشکوٰۃ شریف/۳۱۸)

اس روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو مزامیر اور معازف کو ختم کرنے کے لئے مبعوث فرمایا ہے، عیدگاہ عبادت گاہ ہونے کی وجہ سے مسجد کا حکم رکھتی ہے لہٰذا ان فواحش اور بدعات کی وہاں پر قطعاً اجازت نہیں ہے۔

وما صححه تاج الشریعة أن مصلی العید له حکم المساجد. (شامی، کتاب الصلوٰۃ، باب ما یفسد الصلوٰۃ، وما لا یفسد، مطلب: فی أحکام المسجد، زکریا ۲/۴۳۰، کراچی ۱/۶۵۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰/۱/۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/ ۶۴۴۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۰/۱/۱۴۲۱ھ

اولیاء اللہ کو درود وسلام پیش کرنے کی شرعی حیثیت

سوال [۶۴۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قرآن مجید میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے درود وسلام پیش کرنے کے لئے آیا ہے مگر آج کل حضرت مخدوم علاؤالدین صابر کلیریؒ وحاجی وارث علی شاہ دیوان کی شان میں سلام پڑھتے اور قیام کرتے ہیں ایسا کرنا درست ہے یا نہیں؟

المستفتي: محمد سلیم

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: کسی بھی مسلمان میت کی قبر کے پاس کھڑے ہوکر یا قبر ستان کے پاس سے گذرتے ہوئے "**السلام علیکم أهل الدیار من المؤمنین والمسلمین، وإنا إن شاء اللہ بکم لاحقون، أنتم لنا فرط ونحن لکم تبع ، أسأل اللہ العافیة لنا ولکم**".(نسائی شریف، الأقربا لاستغفار للمؤمنین ۱/۲۲۲، دارالسلام رقم: ۲۰۴۲)

اس طرح کے الفاظ کے ساتھ سلام پیش کرنا حدیث سے ثابت ہے، لیکن قبر اور قبرستان سے ہٹ کر دوسری جگہ میں رہ کران کوسلام پیش کرنا ثابت نہیں، نیز درودشریف صرف سید الکونین خاتم الأنبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مشروع ہے کسی امتی کے لئے نہیں ہے، نیز دور سے قیام کے ساتھ درود وسلام کسی ولی کو پیش کرنا یہ گمراہی اور ضلالت ہے، اس سے دور رہنا ہر مسلمان پر لازم ہے۔

ولا یصلی علیٰ غیر الأنبیاء ولا غیر الملائکة إلاّ بطریق التبع …… قوله من صلیٰ علیٰ غیرهم أثم وکره وهو الصحیح. (شامی، کتاب الخنثی، مسائل شتی ، کراچی ۶/۷۵۳، زکریا ۱۰/۴۸۳)

وأما السلام فنقل اللقانی فی شرح جوهرة التوحید عن الامام الجویتی: أنه فی معنی الصلاة فلا یستعمل فی الغائب ولا یفرد به غیر الانبیاء ، فلا یقال : عليّ علیه السلام وسواء فی هذا الأحیاء والأموات إلا فی الحاضر …… والظاهر أن العلة فی منع السلام ماقاله النووی فی علة منع الصلاة أن ذلک شعار أهل البدع ولأن ذلک مخصوص فی لسان السلف بالأنبیاء ، علیهم الصلوٰة والسلام .…… (شامی ، کتاب الخنثی مسائل شتی، زکریا ۱۰/۴۸۳، ۴۸۴، کراچی ۶/۷۵۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۴؍ جمادی الأولیٰ ۱۴۳۲ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۹/۱۰۴۰۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۲/۵/۴ھ

قل شریف پڑھنا اور مزار کا چڑھاوا کھانا

سوال [۶۴۹]: کیا فرماتے ہیں علماءکرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بزرگوں کے مزار پر کثرت سے قل شریف ہوتا ہے حاضرین میں سے کسی نے کچھ تلاوت کی کسی نے کچھ تلاوت کی کسی نے درود شریف پڑھا بعدہ ایصال ثواب کیا قبل قل شریف کھانا شیرینی وغیرہ جو رکھا ہوا تھا تقسیم ہوگیا، یہ طریقہ جائز ہے یا نہیں؟ اور تقسیم شدہ چیز کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتي: مشیر الحق قاسمی، جہاں گیرآباد، بسواں، سیتا پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نفس ایصال ثواب ثابت ہے، لیکن طریقہ مذکورہ لوازمات کی وجہ سے ناجائز اور مکروہ تحریمی ہے۔

ويكره اتخاذ الطعام فی الأول والثالث وبعد الأسبوع ونقل الطعام إلى القبر فی المواسم واتخاذ الدعوة لقراءة القرآن وجمع الصلحاء والقراء للختم أو بقرأة سورة الأنعام أو الإخلاص الخ. (شامی، کتاب الصلوٰۃ، مطلب فی كراهة الضيافة من أهل الميت، کوئٹہ ۱/۶٦٤، کراچی ۲/۲٤۰، زکریا ۳/۱٤۸)

وصرح الحنيفة بأنه يكره اتخاذ الطعام فی أيام متعارف عليها كاليوم الأول والثالث وبعد الأسبوع ونقل الطعام إلى القبر فی المواسم واتخاذ الدعوة لقراءة القرآن. (الموسوعه الفقهية الكويتية ١٦/٤٥)

نیز اگر شیرینی قبر پر چڑھاوا ہے تو اس کا کھانا ناجائز ہے۔ (مستفاد: کفایت المفتی قدیم، کتاب العقائد ۱/۲۱۱، جدید زکریا مطول ۵/۵۳۵، ۵۳۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸/ ربیع الاول ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر ۲۳/ ۶۰۱)

مزار پر سجدۂ تعظیمی کرنا

سوال [۶۵۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مزارات پر سجدۂ تعظیمی کرنے والا مشرک ہے یا مرتکب گناہ کبیرہ؟

المستفتي: کریم الدین، پیرغیب، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مزارات پر سجدۂ تعظیمی کرنے اور سجدۂ عبادت دونوں ایک ہی معنی رکھتے ہیں عوام ان دونوں میں صحیح فرق نہیں کر سکتے ہیں دونوں حرام اور موجب کفر ہیں البتہ سجدۂ تحیہ کا حکم جدا گانہ ہے ایسا کرنے والے شخص پر خالص توبہ اور احتیاطاً تجدید ایمان اور تجدید نکاح ضروری ہے؟

مثل سجود برائے قبور وطواف کردن قبور مینما یداین قسم حرام وممنوع است بلکہ بعضے سجدہ کفر میر سند الخ. (فتاویٰ عزیزی ۱/ ۳۸)

والتواضع لغير الله حرام كذا في الملتقط وإن سجد للسلطان بنية العبادة أو لم تحضره النية فقد كفر الخ. (عالمگیری، کتاب الکراهية، الباب الثامن والعشرون فی ملاقاة الملوك والتواضع لصح، زکریا قدیم ۵/ ۳۶۸، جدید ۵/ ۴۲۵)

واعلم انه لا يفتى بكفر مسلم أمكن حمل كلامه على محمل حسن أو كان في كفره خلاف، وفي الشامية: ما يكون كفرا اتفاقاً يبطل العمل والنكاح وما فيه خلاف يؤمر بالاستغفار والتوبة وتجديد النكاح الخ. (شامی، کتاب الجهاد، مطلب الاسلام يكون بالفعل ...... کراچی ۴/ ۲۳۰، زکریا ۶/ ۳۶۷) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۴/ربیع الاول ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر ۲۳/ ۵۷۱)

مزارات پر چادر پوشی، طواف کرنا، اور قبروں کو چومنا

سوال [۶۵۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ چادر چڑھانا مزار کا طواف کرنا مزار کو سجدہ کرنا، ہاتھ یا منھ سے مزار کو چومنا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: چادر چڑھانا مکروہ تحریمی ہے۔ (احسن الفتاویٰ ۱/۳۷۶)

وفی الأحکام عن الحجة تکره الستور علی القبور الخ. (شامی، کتاب الصلوٰة، باب صلوة الجنازة، مطلب فی دفن المیت، کراچی ۲/۲۳۸، زکریا ۳/۱۴۵)

طواف کرنا، چومنا، بدعت ضلالت اور معصیت ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱/۲۱۳، جدید ڈابھیل ۱/۳۱۷)

قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: من عمل عملا لیس علیه أمرنا فأمره رد. (مسند احمد بن حنبل ۶/۱۴۶، رقم: ۲۵۶۴۱)

سجدہ کرنا موجب کفر وشرک ہے۔ (کفایت المفتی قدیم ۱/۲۲۴، جدید زکریا مطول ۱/۱۶۶)

وکذا ما یفعلونه من تقبیل الأرض بین یدی العلماء والعظماء فحرام والفاعل والراضی به آثمان لانه یشبه عبادة الوثن وهل یکفر؟ إن علی وجه العبادة والتعظیم کفر وإن علیٰ وجه التحیة لا وصار آثما مرتکباً لکبیرة الخ. (در المختار مع الشامی، کراچی، باب الاستبراء ۶/۳۸۳، زکریا ۹/۵۵۰، تبیین الحقائق، کتاب الکراهیة، فصل فی الاستبراء وغیره کوئٹه ۶/۲۵، زکریا ۷/۵۶، هندیه زکریا قدیم ۵/۳۶۹، جدید ۵/۴۲۵، الموسوعه الفقهیة الکویتیة ۱۳/۱۳۱) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸/ربیع الاول ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر ۲۳/۶۰۱)

ایصال ثواب کے وقت مزار کی جانب ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا

سوال [۶۵۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مزار پر بعد تلاوت ایصال ثواب ودعاء کے لئے ہاتھ مزار کی جانب اٹھانا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: تلاوت کے ذریعہ ایصال ثواب ثابت اور جائز ہے۔

الأصل أن كل من أتى بعبادة ما له جعل ثوابها لغيره (وتحته فى الشامية) سواء كانت صلوٰة أو صوما أو صدقة أو قراء ة الخ. (الدر المختار، كتاب الحج، باب الحج عن الغير، كراچى ٢/ ٥٩٥، مصرى قديم ٢/ ٢٥٦، زكريا ٤/ ١٠)

مزار پر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا ثابت ہے۔

والسنة زيارتها قائما والدعاء عندها قائماً الخ. (شامى، كتاب الصلوٰة، باب صلوٰة الجنائز، مطلب فى زيارة القبور كراچى ٢/ ٢٤٢، زكريا ٣/ ١٥١، مصرى ١/ ٨٤٣)

وفى حديث صحيح أبى عوانة وفيه فلما فرغ من دفنه استقبل القبلة رافعا يديه الحديث. (بحواله فتح البارى، احسن الفتاوىٰ، زكريا ٤/ ٢٢٤)

لیکن ہاتھ قبر پر سے منھ پھیر کر اٹھانا چاہئے تاکہ عوام الناس کا عقیدہ خراب نہ ہو۔ (احسن الفتاویٰ ۴/ ۲۱۵)

وإذا أراد الدعاء يقوم مستقبل القبلة. (هنديه كتاب الكراهية، الباب السادس عشر فى زيارة القبور وقرأة القرآن فى المقابر، زكريا قديم ٥/ ٣٥٠، جديد ٥/ ٤٠٤)

وفى حديث ابن مسعودؓ قال كان النبى صلى الله عليه وسلم فى قبر عبد الله ذى النجادين الحديث وفيه فلما فرغ من دفنه استقبل القبلة رافعاً يديه أخرجه أبوعوانة فى صحيحه. (فتح البارى شرح بخارى، كتاب الدعوة،

باب الدعاء مستقبل القبلة، دارالفكر ١١/ ١٤٤ ، اشرفيه ديوبند ١١/ ١٧٣، تحت رقم الحديث/٦٣٤٣) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸/ ربیع الاول ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر ۲۳/ ۶۰۹)

مزار پر ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا

سوال [۳۶۵۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مزار پر جانے کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعاء مانگنا منع ہے یا شرک ہے۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: شرک یا ممنوع نہیں ہے، بلکہ حدیث سے ثابت ہے، لیکن عوام الناس کا اعتقاد صاحب قبر سے مانگنے کا ہو جائے تو جائز نہیں ہوگا۔ (مستفاد: فتاویٰ احیاء العلوم ۱/ ۳۴۳، احسن الفتاویٰ ۴/ ۲۲۳)

وإذا اراد الدعاء يقوم مستقبل القبلة. (هنديه، كتاب الكراهية ، الباب السادس عشر، في زيارة القبور، وقرأة القرآن فى المقابر، زكريا قديم ٥/ ٣٥٠، جديد ٥/ ٤٠٤)

وفى حديث ابن مسعودؓ رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم فى قبر عبد الله ذى النجادين الحديث وفيه فلما فرغ من دفنه استقبل القبلة رافعا يديه أخرجه ابو عوانة فى صحيحه. (فتح البارى شرح بخارى ، كتاب الدعوات، باب الدعاء مستقبل القبلة ، دارالفكر ١١/ ١٤٤ ، اشرفيه ديوبند ١١/ ١٧٣، تحت رقم الحديث/٦٣٤٣) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰/ ذیقعدہ ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر ۲۴/ ۹۷۹)

قبر کو بوسہ دینا

سوال [۶۵۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کیا قبر کا بوسہ شرک ہے؟

المستفتی: محمد رضوان الحق، عمری کلاں، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر عبادت اور تعظیم کے طریقہ سے بوسہ دیتا ہے تو موجب کفر اور شرک ہے اور اگر جوش محبت میں بوسہ دیتا ہے تو شرک وکفر نہیں ہے؛ بلکہ گناہ کبیرہ ہے اس سے احتراز لازم ہے۔

وكذا مايفعلونه من تقبيل الأرض بين يدى العلماء والعظماء فحرام والفاعل والراضى به آثمان لانه يشبه عبادة الوثن وهل يكفر؟ إن علىٰ وجه العبادة والتعظيم كفر وإن علىٰ وجه التحية لا: وصار آثما مرتكبا لكبيرة الخ. (الدر المختار، كتاب الخطر والإباحة، باب الاستبراء كراچی ٦/٣٨٣، زكريا ٩/٥٥٠، تبيين الحقائق، كتاب الكراهية، فصل فى الإستبراء وغيره، كوئٹه ٦/٢٥، زكريا ٧/٥٦)

وفى الجامع الصغير تقبيل الأرض بين يدى العظيم حرام الخ. (الفتاویٰ الهنديه، قديم ٥/٣٦٩، جديد ٥/٤٢٥، الموسوعة الفقهية الكويتية ١٣/١٣١)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵/ ذی الحجہ ۱۴۱۱ھ
(الف فتویٰ نمبر ۲۷/۲۴۹۶)

قبر پر چڑھائی ہوئی مٹھائی کھانا

سوال [۶۵۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قبر پر چڑھائی ہوئی

مٹھائی جس کو تبرک کہتے ہیں اس کا حکم کیا ہے؟ آیا کھا سکتے ہیں یا نہیں؟ جواب سے نوازیں عنایت ہوگی؟

المستفتي: کمال شاہ، محلّہ عیدگاہ قبرستان، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: تبرک سمجھ کر قبر پر مٹھائی وغیرہ چڑھانا حرام ہے اور اس کا کھانا بھی حرام ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ، ڈابھیل ۱/ ۳۱۶)

والنذر للمخلوق لا يجوز لأنه عبادة والعبادة لاتكون للمخلوق (قوله)فما يؤخذ من الدراهم والشمع والزيت وغيرها وينقل إلىٰ ضرائح الأولياء تقرباً إليهم فحرام بإجماع المسلمين الخ. (البحر الرائق، كتاب الصوم، قبيل باب الأعتكاف، كوئٹه ۲/ ۲۹۸، زكريا ۲/ ۵۲۱، شامی، كراچی ۲/ ۴۳۹، زكريا ۳/ ۴۲۷، هنديه، كتاب الصوم قبيل كتاب المناسك، زكريا قديم ۱/ ۲۱۶، جديد ۱/ ۲۷۹، حاشيه الطحطاوی علی مراقی الفلاح، كتاب الصوم، باب مايلزم الوفاء به، دارالكتاب ديوبند/ ۶۹۳) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹/ محرم ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر ۲۵/ ۱۶۱۵)

قبروں پر پھول ڈالنا

سوال [۶۵۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بہت سے لوگ مردہ کی قبر پر پھول ڈالتے ہیں وہ لوگ جواب بھی دیتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دو قبروں پر ایک درخت کی ٹہنی ڈالی تھی اس لئے ہم لوگ ڈالتے ہیں اور اس سے عذاب کم ہوتا ہے، کیا یہ عمل کر سکتے ہیں یا نہیں؟ جواب دیجئے۔

المستفتي: محمود محمدی، جلگاؤں، مہاراشٹر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: قبروں پر پھول ڈالنا بدعت اور ممنوع ہے۔ (امداد الفتاویٰ ۳۳۹/۵)

وقال الراقم: اتفق الخطابي والطرطوشي والقاضي عياض على المنع، وقولهم أولىٰ بالاتباع حيث أصبح مثل تلك المسامحات والتعللات مثاراً للبدع المنكرة والفتن السائرة، فترى العامة يلقون الزهور على القبور الخ.

(معارف السنن، كتاب الطهارة، باب التشديد في البول اشرفيه ١/٢٦٥)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: وإن شر الأمور محدثاتها وكل بدعة ضلالة. (مسند أبي يعلىٰ الموصلي، دارالكتب العلميه بيروت ٢/٣٠٨، رقم: ٢١٠٧، ٢١١٥) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳ر رجب ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر ۲۸/ ۲۷۶۸)

قبر پر پھول کی چادر چڑھانا

سوال [۶۵۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کیا عام قبروں پر پھولوں کی چادر ڈالنا جائز ہے؟ اسی طرح اولیاء اللہ اور بزرگان دین کے مزاروں پر پھولوں کی چادر ڈالنا کیسا ہے؟ دونوں میں فرق واضح فرمایئے تاکہ فتنوں سے حفاظت ہو بعض حضرات ان دونوں عملوں کو بدعت کہتے ہیں؛ لیکن نہ ان کے پاس کوئی کتاب ہے نہ وہ مفتی ہیں مسئلہ کا حل تو آپ ہی کر سکتے ہیں، لہٰذا گذارش ہے کہ مفصل اور مع الدلیل جواب سے نوازیں عنایت ہوگی؟

المستفتي: احسان الحق قاسمی، منگو چوراہا، قصبہ جہاں نگیر آباد، تحصیل: بسواں، سیتاپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قبر چاہے کسی اولیاء اللہ کی ہو یا کسی عام آدمی کی ہو اس پر پھولوں کی چادر چڑھانا قطعاً جائز نہیں ہے جو لوگ ان اعمال کو بدعت بتاتے ہیں ان کی بات صحیح اور درست ہے۔ (مستفاد: کفایت المفتی ۱/ ۱۴۱، جدید زکریا مطول ۵/ ۵۳۹، فتاویٰ محمودیہ ۱/ ۱۹۵، عزیز الفتاویٰ/ ۱۰۶، امداد المفتیین / ۱۹۷)

وتكره الستور على القبور (شامی ، باب الصلوٰة الجنائز، مطلب فی دفن الميت زكريا ۳/ ۱٤٥، كراچی ۲/ ۲۳۸)

وكذلک ما يفعله أكثر الناس من وضع ما فيه رطوبة من الرياحين ونحو هما على القبور ليس بشيئی. (عمدة القاری ، كتاب الوضوء ، باب من الكبائر أن لا يستتر من بوله، داراحياء التراث العربي ۳/ ۱۲۱، زكريا ۲/ ٦۰۲ ، بحت رقم الحديث: ۲۱٦)

وقال الراقم: اتفق الخطابی والطرطوشی والقاضی عياض على المنع، وقولهم أولىٰ بالاتباع حيث أصبح مثل تلک المسامحات والتعللات مثاراً للبدع المنكرة والفتن السائرة، فترى العامة يلقون الزهور على القبور الخ.

(معارف السنن ، كتاب الطهارة ، باب التشديد فی البول اشرفيه ۱/ ۲٦٥)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : من عمل عملا ليس عليه أمرنا فهو ردٌّ (مسلم شريف ، كتاب الاقضية ، باب نقض الأحكام الباطلة ورد محدثات الأمور، النسخة الهنديه ۲/ ۷۷، بيت الأفكار رقم: ۱۷۱۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶ رصفر ۱۴۲۴ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۶/ ۷۹۴۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱/۳/ ۱۴۲۴ھ

قبر پر پھول اور چادر ڈالنا

سوال [۶۵۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قبر پر چادر پوشی عقیدت کے ساتھ کرنا کیسا ہے اور قبروں پر پھول ڈالنا کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قبر پر چادر اور پھول ڈالنا مکروہ تحریمی اور بدعت ہے۔

(مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱/۲۰۶، جدید ڈابھیل ۹/۱۷۴)

وقال الراقم: اتفق الخطابی والطرطوشی والقاضی عیاض علی المنع، وقولهم أولیٰ بالاتباع حیث أصبح مثل تلک المسامحات والتعللات مثاراً للبدع المنکرة والفتن السائرة، فتری العامة یلقون الزهور علی القبور الخ.

(معارف السنن، کتاب الطهارة، باب التشدید فی البول، اشرفیه ۱/۲۶۵)

وتکره الستور علی القبور (شامی، باب الصلوٰة الجنائز، مطلب فی دفن المیت زکریا ۳/۱۴۵، کراچی ۲/۲۳۸)

قال رسول اللّٰه ﷺ ...... وشر الأمور محدثاتها وکل بدعة ضلالة.

(مسند احمد بن حنبل ۳/۳۱۰، رقم: ۱۴۳۸٦)

وفی روایة وشر الأمور محدثاتها وکل محدثة بدعة. (مسند احمد بن حنبل ۳/۳۷۱، رقم:۱۵۰۴۷) فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللّٰہ عنہ
۲/محرم الحرام ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر ۲۷/۲۵۱۱)

مزار پر جمعرات کو جا کر نذر و نیاز دینا اور عورتوں کا اس میں شریک ہونا

سوال [۶۵۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کسی مزار پر خاص کر

جمعرات کو جانا اور مٹھائی وغیرہ پر نیاز دینا اور اس کا کھانا اور عورتوں کا مزار پر جانا کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر صاحب مزار کے تقرب کی غرض سے وہاں حاضر ہوکر مٹھائی شیرینی وغیرہ بطور نیاز چڑھاتے ہیں تو اس غرض سے مزار پر جانا، نیاز دینا، اس کا کھانا اور اس غرض سے عورتوں کا وہاں جانا سب حرام ہے، اس سے باز آجانا لازم ہے۔ (مستفاد: کفایت المفتی قدیم کتاب العقائد ا/ ۲۱۱، زکریا جدید مطول ۲/ ۱۴۵ تا ۱۴۷، فتاویٰ رشیدیہ/ ۴۰۱)

اور اگر صاحب مزار کے تقرب کیلئے نہیں ہے بلکہ میت کو ثواب پہونچانے کی غرض سے ہے تو بھی مروجہ طریقے سے فاتحہ و نیاز مکروہ تحریمی اور بدعت ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ احیاء العلوم ۱/۱۶۴)

اعلم أن النذر الذي يقع للأموات من أكثر العوام وما يؤخذ من الدراهم والشمع والزيت ونحوها إلى ضرائح الأولياء الكرام تقرباً إليهم فهو بالإجماع باطل وحرام (تحته في الطحطاوى على الدر) قوله باطل وحرام لوجوه، منها: أنه نذر لمخلوق ولا يجوز لأنه عبادة والعبادة لا تكون لمخلوقٍ ومنها: أن المنذور له ميت والميت لا يملک، ومنها: أنه إن ظن أن الميت يتصرف في الأمور دون الله تعالیٰ واعتقاده ذلک كفر. (طحطاوى على الدر، كتاب الصوم، قبيل باب الإعتكاف، كوئٹه ۱/ ۴۷۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵/ جمادی الثانی ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر ۲۴/ ۷۴۰)

عورتوں کا قبرستان جانا

سوال [۲۶۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عورتوں کا قبرستان

میں جانا کیسا ہے؟ باوجود منع کرنے کے اگر وہ نہ مانیں تو ان کا حکم کیا ہے؟

المستفتي: کمال شاہ، گلی ایک
رات والی مسجد، محلّہ عیدگاہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عورتوں کے قبرستان جانے کے بارے میں جناب مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی نے فتاویٰ رضویہ میں اور مولانا امجد علی صاحب بریلوی نے بہارشریعت میں ممنوع لکھا ہے۔ (بہارشریعت ۴/۱۸۴)

وندب على ماجرت به عادتهن فلا تجوز وعليه حمل حديث لعن الله زائرات القبور الخ (شامی زکریا ۳/۱۵۱، کراچی ۲/۲۴۲، منحة الخالق ، کتاب الجنائز، قبيل باب الشهيد، کوئٹہ ۲/۱۹۵، زکریا ۲/۳۴۳، حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح ، کتاب الجنائز ، فبيل باب الشهيد دارالکتاب/۶۲۰)

عن ابن عباس رضی قال: لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم زائرات القبور المتخذات عليها المساجد والسرج. (المصنف لابن أبي شيبه ، کتاب الجنائز ، باب من کره زيارة القبور، مؤسسه علوم القرآن ۷/ ۳۷۰، رقم :۱۱۹۳۶، ۷۶۳۱)

وحاصل الكلام من هذا كله أن زيارة القبور مكروهة للنساء بل حرام فی هذا الزمان الخ. (عمدة القاری باب زيارة القبور، داراحياء التراث العربي ۸/ ۷۰، زکریا ۶/۹۶، تحت رقم الحديث/۱۲۸۳) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹ رمحرم الحرام ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر ۲۵/۱۶۱۵)

مزارات پر مستورات کی حاضری کا حکم

سوال [۶۶۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عورتوں کا مزاروں پر

جانا، وہاں جا کر مزاروں پر شیرینی بتاشے چڑھانا اور چراغ جلانا جائز ہے یا نہیں؟ براہ کرم جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتي: عتیق الرحمٰن، بجنوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قبروں اور مزاروں پر شیرینی بتاشے چڑھانا جائز نہیں ہے اور انہی اغراض سے عورتوں کا قبرستان اور مزاروں پر جانا جائز نہیں۔

قال البدر العيني في شرح البخاري: وحاصل الكلام من هذا كله أن زيارة القبر مكروهة للنساء؛ بل حرام في هذا الزمان ولا سيما نساء مصر لأن خروجهن على وجه فيه فساد وفتنة. (عمدة القاري، كتاب الجنائز، باب زيارة القبور، زكريا ٦/٩٦، دار احياء التراث العربي ٨/٧٠، تحت رقم الحديث/١٢٨٣)

عن ابن عباس رضي قال: لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم زائرات القبور المتخذات عليها المساجد والسرج. (المصنف لابن أبي شيبه، كتاب الجنائز، باب من كره زيارة القبور، مؤسسه علوم القرآن ٧/٣٧٠، رقم: ١١٩٣٦، قديم: ٧٦٣١، مسند الإمام احمد بن حنبل ١/٢٢٩، رقم: ٢٠٣٠، ٢٦٠٣) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵؍رجب ۱۴۲۷ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۸/۹۱۱۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۷/۸/۹ھ

عورتوں کا قبرستان میں جا کر سجدہ وغیرہ کرنا

سوال [٦٦٢]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عورتوں کا قبروں پر جانا نیز عرسوں وغیرہ میں جو عورتیں جاتی ہیں اور منت مانگتی ہیں نیز سجدہ کرنا اور وہاں پر چڑھاوے چڑھا کر وہاں پر چراغ وغیرہ جلا کر گھر لاتی ہیں اگر وہ راستہ میں بجھ جائے تو سمجھتی ہیں کہ ہماری منت پوری نہیں ہوگی یہ عقیدہ کس حد تک ٹھیک ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عورتوں کا قبر پر جانا ممنوع ہے۔

کما فی حدیث لعن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم : زائرات القبور. (سنن الترمذي ، باب ما جاء فی کراهية أن يتخذ على القبر مسجد ، النسخة الهنديه ۱/۷۳، دار السلام رقم: ۳۲۰)

عن أبی هريرة أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: لعن اللّٰہ اليهود والنصارىٰ اتخذوا قبور انبيائهم مساجد. (صحيح مسلم ، كتاب المساجد، باب النهى عن بناء المسجد على القبور، النسخة الهنديه ۱/۲۰۱، بيت الأفكار رقم: ۵۳۰)

قبروں پر چادر چڑھانا مکروہ اور ممنوع ہے۔

کما فی الشامی تکره الستور علی القبور. (مطبع نعمانیه ۱/۶۰۳،کتاب، کراچی ۲/۲۳۸، زکریا۳/۱۴۵)

اہل قبور سے منتیں مانگنا حرام ہے۔

وأما النذر الذی ينذره أكثر العوام على ماهو مشاهد –إلى– فهذا النذر باطل بالإجماع لوجوه، منها: أنه نذر لمخلوق، والنذر للمخلوق لا يجوز، لأنه عبادة، والعبادة لا تكون لمخلوق، ومنها: أن المنذور له ميت، والميت لا يملك ، ومنها: إن ظن أن الميت ينصرف فی الأمور دون اللّٰہ تعالىٰ واعتقاده ذلک کفر. (البحر الرائق،کتاب الصوم، فصل فی النذر، قبيل باب الاعتكاف، کوئٹہ۲/۲۹۸، زکریا ۲/۵۲۰)

نیز وہاں چراغ وغیرہ جلانا اور راستہ میں بجھ جانے پر منت پوری نہ ہونے کا عقیدہ من گھڑت ہے اور گناہ کبیرہ کا ارتکاب ہے۔ فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ
۱۶/رمضان المبارک ۱۴۰۷ھ
(الف فتویٰ نمبر ۲۳/۲۴۰)

(۱۱) باب: فرائض پنجگانہ اور عیدین کے بعد کی بدعات

نمازوں کے بعد مصافحہ سے متعلق ایک جامع فتویٰ

سوال [۲۶۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ نمازوں کے بعد مصافحہ کی مختلف شکلیں دیکھنے میں آتی ہیں، ہم چند شکلوں سے متعلق مفتی صاحب سے دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ کیا ان تمام شکلوں کا حکم شرعی ایک ہی ہے یا الگ الگ اور کیا یہ ساری شکلیں مکروہ وبدعت ہیں یا تمام شکلیں مسنون ومستحب ہیں، یا بعض شکلیں مستحب یا بعض مکروہ ہیں مفتی صاحب سے گذارش ہے کہ ہر ایک شکل کے بارے میں رہنمائی فرمائیں۔

(۱) شکل: ہم نے حرمین شریفین میں دیکھا ہے کہ سلام پھیرتے ہی بیٹھے بیٹھے دائیں اور بائیں کے مصلیوں سے جہاں تک ہاتھ پہونچتا ہے مصافحہ کرتے ہیں، کوئی اس وقت مصافحہ نہ کرنا چاہے تب بھی ہاتھ پکڑ کر مصافحہ کر لیتے ہیں، ایسے لوگ عام طور پر ایران، انڈونیشیا یا ملیشیا کے ہوتے ہیں۔

(۲) شکل: نماز کا سلام پھیرنے کے بعد فوراً مصافحہ نہیں ہوتا بلکہ نماز سے فراغت کے بعد مسجد سے نکلنے سے پہلے پہلے مصافحہ ہوتا ہے، بطور خاص نماز عصر وفجر کے بعد بطریق التزام مصافحہ کا اہتمام ہوتا ہے مثلاً نماز کے لئے ایک ساتھ گفتگو کرتے ہوئے مسجد میں تشریف لائے یا مسجد میں ہی نماز سے قبل گفتگو ہورہی ہے یا علمی مذاکرہ وغیرہ ہورہا ہے اور اب تک کوئی سلام ومصافحہ نہیں ہوا مگر نماز سے فراغت کے بعد آپس میں مصافحہ کا اہتمام ہورہا ہے۔

(۳) شکل: نمازوں سے فراغت کے بعد مصافحہ کا اہتمام والتزام نہیں ہے، لیکن کبھی کبھار ایک دوسرے سے مصافحہ ہوجاتا ہے اور اس کو لازم بھی نہیں سمجھا جاتا ہے، صرف ایک مسلمان دوسرے مسلمان سے تعلق اور محبت کی خاطر مصافحہ کر لیتا ہے۔

یہ مختلف شکلیں نمازوں کے بعد ہم کو دیکھنے میں آئیں، مفتی صاحب سے گذارش ہے کہ ان شکلوں میں سے کون سی شکل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کے طریقہ اور عمل کے

مطابق ہے اورکون سی شکل اس کے خلاف ہے،کون سی جائز اورکون سی ناجائز ہے دلائل کے ساتھ حکم شرعی تحریرفرمائیں، بینوا توجروا۔

المستفتي: محمد رضوان، خادم
جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: سوالنامہ میں نماز کے بعد مصافحہ کی تین شکلیں تحریر کی گئی ہیں ہرایک شکل کے بارے میں الگ الگ جواب ملاحظہ فرمایئے۔

(۱) پہلی شکل جو سوالنامہ میں درج کی گئی ہے یہ مصافحہ کی وہی شکل ہے جو شیعوں اور رافضیوں میں رائج اوران کا شعار رہے، وہ نماز کا سلام پھیرتے ہی فوراً دائیں اور بائیں کے لوگوں سے جہاں تک ہاتھ پہنچے بیٹھے بیٹھے ایک دوسرے سے مصافحہ کرتے ہیں یہ شکل حضور ﷺ، صحابہؓ کے طریقہ اورسنت کے خلاف اوررافضیوں کا طریقہ اورشعار ہونے کی وجہ سے بدعت اورمکروہ ہے جس سے احتراز لازم ہے اسی کو علامہ شامیؒ وغیرہ نے ان الفاظ کے ساتھ مکروہ اور بدعت لکھا ہے علامہ شامی کی عبارت ملاحظہ فرمایئے:

ونقل في تبيين المحارم عن الملتقط: أنه تكره المصافحة بعد أداء الصلوٰة بكل حال، لأن الصحابة رضى الله تعالىٰ عنهم ما صافحوا بعد أداء الصلوٰة ، ولأنها من سنن الروافض الخ ، ثم نقل عن ابن حجر عن الشافعية: أنها بدعة مكروهة ، لا أصل لها فى الشرع...... وقال ابن الحاج: من المالكية فى المدخل : إنها من البدع ، وموضع المصافحة فى الشرع إنما هو عند لقاء المسلم لأخيه لافي أدبار الصلوات الخ. (شامی، کتاب الحظر والإباحة ، باب الإستبراء وغيره، زکریا ۹/۵٤۷، کراچی ٦/۳۸۱)

اس حکم کوالموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ میں ان الفاظ سے بیان کیا گیا ہے۔

مع أن ظاهر كلامهم أنه لم يفعلها أحد من السلف فى هذه المواضع

، وذكر أن منهم من كرهها؛ لأنها من سنن الروافض ، واعتبر ابن الحاج هذه المصافحة من البدع الخ......(الموسوعة الفقهية الكويتية٣٧/٣٦٣)

(۲) سوال میں اس بات کو واضح کیا گیا ہے، کہ آپس میں گفتگو کرتے ہوئے مسجد میں جارہے ہیں یا آپس میں نماز سے قبل علمی مذاکرہ اور گفتگو بھی ہوئی پھر ایک ساتھ نماز پڑھنے کے بعد مصافحہ کا اہتمام اور اس پر مواظبت اور پابندی ہونے لگے تو ایسی صورت میں اس وقت اس طرح کی مواظبت چوں کہ ثابت نہیں ہے اس لئے یہ سنت نہیں اور ان پڑھ لوگوں کے بارے میں یہ خطرہ ہوسکتا ہے کہ اس مواظبت کی وجہ سے وہ اس کو سنت سمجھنے لگیں گے؛ اس لئے اگر چہ یہ شکل رافضیوں اور شیعوں کا شعار نہیں، لیکن اس کی وجہ سے عوام الناس کو اس کے سنت ہونے کا شبہ پیدا ہوتا ہے جس بناء پر فقہاء نے اس کو بھی بدعت اور مکروہ لکھا ہے اسی طرح خاص طور پر فجر یا عصر کی نماز کے بعد مواظبت اور پابندی کے ساتھ مصافحہ کا اہتمام کیا جائے تو یہ بھی خلافِ سنت اور بے اصل ہے، لیکن اگر بغیر مواظبت اور التزام کے فجر اور عصر کی نماز کے بعد مصافحہ ہوتا ہے تو وہ مکروہ اور خلاف سنت نہیں ہے، بلکہ کبھی کبھار ان دونوں نمازوں کے بعد بھی محض مصافحہ ہو جائے تو مسنون مصافحہ کے دائرے میں داخل ہو جائے گا، اس حکم کو شامی میں ان الفاظ سے بیان کیا گیا ہے، عبارت ملاحظہ فرمائیے:

وقد صرح بعض علمائنا وغيرهم بكراهة المصافحة المعتادة عقب الصلوات مع أن المصافحة سنة ، وما ذلك إلا لكونها لم تؤثر في خصوص هذا الموضع ، فالمواظبة عليها فيه توهم العوام بأنها سنة فيه. (درالمختار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة، مطلب في دفن الميت زكريا٣/١٤١، كراچی ٢/٢٣٥)

اس حکم کو مرقاۃ المفاتیح میں اور عون المعبود میں ان الفاظ سے نقل کیا گیا ہے:

اعلم أن المصافحة سنة ومستحبة عند كل لقاء ، وما اعتاده الناس بعد

صلاة الصبح والعصر لا أصل له في الشرع على هذا الوجه –إلى– وقد يكون جماعة يتلاقون من غير مصافحة و يتصاحبون بالكلام ومذاكرة العلم وغيره مدة مديدة ثم إذا صلوا يتصافحون فأين هذا من السنة المشروعة ولذا صرح بعض علمائنا بأنها مكروهة حينئذ وأنها من البدع المذمومة الخ......

(مرقاة المفاتيح ،كتاب الأدب ، باب المصافحة والمعانقة ، مكتبه امداديه ملتان ٩/٧٤، عون المعبود ، باب المصافحة ، دارالكتاب العربي ٤/ ٥٢١، رقم الحديث: ٥٢١١)

اور *الموسوعۃ الفقہیہ* میں ان الفاظ سے بیان کیا گیا ہے:

وأما القول بالكراهية فقد نقله ابن عابدين عن بعض علماء المذهب، وقال: قد يقال : إن المواظبة عليها بعد الصلوات خاصة قد يؤدي بالجهلة إلى اعتقاد سنيتها في خصوص هذه المواضع وأني لها خصوصية زائدة على غيرها.

(الموسوعة الفقهية الكويتية ، باب المصافحة ٣٧/٣٦٣)

اور *فیض القدیر* میں ان الفاظ سے بیان کیا گیا ہے:

قوله ومباحة : كالمصافحة الخ : المصافحة المذكورة بدعة مكروهة لأنها مخالفة السنة الصحيحة وهي ترك المصافحة عقب الصلوات ، قال ابن الحاج في المدخل : وينبغي له أي للامام ، أي يمنع محدثوه من المصافحة بعد صلاة الصبح و بعد صلاة العصر وبعد صلوة الجمعة بل زاد بعضهم في هذا الوقت فعلي ذلك بعد الصلوات الخمس وذلك كله من البدع، وموضع المصافحة في الشرع إنما هي عند لقاء المسلم لأخيه لا في أدبار الصلوات. (فيض القدير ٤٣٩/١، رقم الحديث ٨٥٣، المدخل ٢/٢٢٣، ٢٩٦)

اور فجر وعصر کے بعد بلامواظبت کبھی کبھار مصافحہ کا مسنون ہونا بخاری شریف کی اس حدیث شریف سے ثابت ہے:

عن الحكم قال : سمعت أبا جحيفة قال: خرج رسول الله ﷺ بالهاجرة إلى البطحاء ، فتوضّأ ثم صلى الظهر ركعتين، والعصر ركعتين وبين يديه عنزة ، قال شعبه: وزاد فيه عون عن أبيه أبي جحيفة قال: كان تمرّ من ورائها المرأة ، وقام الناس فجعلوا يأخذون يديه فيمسحون بهما وجوههم ، قال فأخذت بيده فوضعتها على وجهي ، فإذا هي أبرد من الثلج ، وأطيب رائحة من المسك . (بخاری شریف، کتاب المناقب ، باب صفة النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم، النسخة الهندیه ۱/۵۰۲، رقم:۳۴۲۸، ف:۳۵۵۳، المعجم الکبیر، دار احیاء التراث العربي ۲۲/۱۱۵، رقم: ۲۹۴، مسند احمد بن حنبل ۴/۳۰۹، رقم: ۱۸۹۷۴)

(۳) شکل :اگرنمازوں کے بعد سنن ونوافل سے فراغت کے بعد مسجد سے نکلتے وقت ایک دوسرے سے مصافحہ ہوجائے اورصرف اس وجہ سے مصافحہ کیا جائے کہ جس سے مصافحہ کیا جارہاہے وہ عالم دین متقی یا پرہیز گار ہے یاایسا کوئی شخص ہے جس سے تعلق ومحبت ہے یا ایسا شخص ہے جس سے دیرینہ ملاقات ہوئی ہے تو ایسے لوگوں سے محبت اور تعلق کی بناء پر نفس مصافحہ کومسنون یا گناہوں کے جھڑنے کا سبب سمجھ کر مصافحہ کیا جاتا ہے،لہٰذا نمازوں کے بعداس طرح کا مصافحہ نہ صرف بلا کراہت جائز بلکہ مسنون ومستحب ہے اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی اس طرح کا مصافحہ ثابت ہے اور مصافحہ کی یہ شکل ہرجگہ اور ہر وقت مستحسن ہے جس طرح ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان سے ہرمرتبہ کی ملاقات پر مصافحہ کرنا مسنون اور باعث ثواب ہے چاہے ایک ہی دن میں دسیوں مرتبہ کیوں نہ ہو ہر ملاقات پر مصافحہ کرنا مسنون ہے،اس حکم کو حدیث شریف کی مذکورہ کتابوں میں ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے حدیث ملاحظہ فرمایئے:

عن أنس قال : كان أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم إذا تلاقوا تصافحوا الحديث :اسناده صحيح أنظر مجمع الزوائد حاشيه المعجم الأوسط . (المعجم الأوسط ، دارالفکر ۱/۴۱، رقم:۹۷)

عن أيوب بن بشير عن رجل من عنزة أنه قال لأبی ذر...... هل كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصافحكم إذا لقيتموه؟ قال: مالقيته قط إلا صافحني. (سنن أبي داؤد، كتاب الأدب، باب في المعانقة، النسخة الهنديه ۲/۷۰۸، دارالسلام رقم: ۵۲۱۴، مسند أحمد بن حنبل۵/۱۶۳، رقم: ۲۱۷۷۴، ۲۱۷۷۵)

عن حذيفة بن اليمان عن النبی صلى الله عليه وسلم قال: إن المؤمن إذا لقي المؤمن فسلم عليه، وأخذ بيده فصافحه، تناثرت خطايا هما، كما يتنا ثرورق الشجر. (المعجم الأوسط للطبرانی، دارالفکر۱/۸۵، رقم: ۲۴۵، عمل اليوم والليلة لابن السنی، مؤسسه علوم القرآن۱/۱۶۰، رقم: ۱۹۵)

عن البراء رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: مامن مسلمين يلتقيان فيتصافحان إلاغفر لهما قبل أن يفترقا. (سنن الترمذي، كتاب الإستئذان، باب ماجاء فی المصافحة، النسخة الهنديه ۲/۱۰۲، دارالسلام رقم:۲۷۲۷، سنن أبن ماجه، كتاب الأدب، باب المصافحة، النسخة الهنديه۲/۲۶۳، دارالسلام رقم: ۳۷۰۳، مسند احمد بن حنبل۴/۲۸۹، رقم: ۱۸۴۷۰، سنن ابوداؤد، كتاب الأدب، باب فی المصافحة، النسخة الهنديه۲/۷۰۸، دارالسلام رقم:۵۲۱۲)

اور بخاری شریف کی ماقبل میں ذکرکردہ حدیث شریف سے اس کا ثبوت ہوتا ہے، اور اس حکم کو صاحب مرقاۃ ملاعلی قاریؒ نیان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

نعم لودخل أحد فی المسجد والناس فی الصلوٰة أو على إرادة الشروع فيها فبعدالفراغ ...... لو صافحهم لكن بشرط سبق الكلام على المصافحة فهذا من جملة المصافحة المسنونة بلاشبهة. (مرقاة المفاتيح، كتاب الأدب، باب المصافحة والمعانقة مکتبه امداديه، ملتان۹/۷۴)

نوٹ: ہم نے تقریباً ۲۹ رسالہ طویل مدت میں مصافحہ سے متعلق مختلف انداز سے بہت سارے جوابات تحریر کئے ہیں، ان تحریروں میں سے کسی کو کسی جواب سے متعلق تردداور شبہ ہو

تو اسی جواب کو اصل سمجھے اور اس جواب کے اندر نماز کے بعد مصافحہ کے ہر پہلو کا لحاظ کیا گیا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸/ ذیقعدہ ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر ۱۱/ ۱۱۷۲۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۸/ ۱۱/ ۱۴۳۵ھ

فجر اور عصر کی نمازوں کے بعد مصافحہ کی شرعی حیثیت

سوال [۶۶۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ فجر اور عصر کی نماز کے بعد بعض جگہ مصافحہ کا اہتمام دیکھنے میں آیا ہے کہ امام صاحب سے مصافحہ کرنے کے لئے بھیڑ لگ جاتی ہے، نیز آپس میں بھی ایک دوسرے سے مصافحہ کا اہتمام ہوتا ہے یہ کہاں تک درست ہے؟

المستفتي: محمد یعقوب، غازی آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: فجر اور عصر کی نماز کے بعد اگر مصافحہ کا کوئی اہتمام نہیں ہے اور نہ ہی خاص طور پر بعد نمازِ فجر وعصر مصافحہ کرنے کو مسنون سمجھا جاتا ہے، جیسا کہ مغربی یوپی کی عام مساجد کا حال ہے یہاں ان نمازوں کے بعد مصافحہ کا کوئی اہتمام نہیں ہے تو ایسے حالات میں کبھی کبھار کسی کا کسی سے مسجد سے نکلتے ہوئے مصافحہ ہو جاتا ہے تو یہ اول ملاقات کے مصافحہ کے درجہ میں ہوگا جو کہ مسنون اور مستحب ہے اور اس حدیث شریف سے اس کا ثبوت ہوتا ہے، حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے:

عن الحکم قال: سمعت أبا جحیفة قال: خرج رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم بالهاجرة إلی البطحاء، فتوضّأ ثم صلی الظهر رکعتین، والعصر رکعتین وبین یدیه عنزة، قال شعبة: وزاد فیه عون عن أبیه أبی جحیفة قال: کان تمرّ من ورائها المرأة، وقام الناس فجعلوا یأخذون یدیه فیمسحون

بهما وجوههم، قال فأخذت بيده فوضعتها على وجهي ، فإذا هي أبرد من الثلج ، وأطيب رائحة من المسك. (صحيح البخاري، كتاب المناقب ، باب صفة النبي صلى الله عليه وسلم، النسخة الهنديه ۱/۵۰۲، رقم:۳۴۲۸، ف:۳۵۵۳، المعجم الكبير للطبراني، داراحياء الثرات العربي ۲۲/۱۱۵، رقم: ۲۹۴، مسند احمد بن حنبل ۴/۳۰۹، رقم:۱۸۹۷۴)

نعم لودخل أحد في المسجد والناس في الصلوٰة أو على إرادة الشروع فيها، فبعد الفراغ لو صافحهم لكن بشرط سبق الكلام على المصافحة فهذا من جملة المصافحة المسنونة بلاشبهة. (مرقاة المفاتيح ، كتاب الأدب ، باب المصافحة والمعانقة، مكتبه امداديه، ملتان۹/۷۴)

تجوز المصافحة لأنها سنة قديمة متواترة لقوله عليه الصلوٰة والسلام من صافح أخاه المسلم وحرّك يده تناثرت ذنوبه ، وإطلاق المصنف تبعاً للدرر والكنز والوقاية والنقاية والمجمع والملتقى وغيرها يفيد جوازها مطلقا ولو بعد العصر. (در مختار مع رد المحتار ، كتاب الخظر والإباحة ، باب الاستبراء وغيره، زكريا ۹/۵۴۷، كراچی ۶/۳۸۱)

لیکن اگر کہیں خاص طور پر بعد نماز فجر اور عصر مصافحہ کو مسنون سمجھ کر اس کا اہتمام اور اس پر مواظبت ہوتی ہو تو یہ شریعت میں بے اصل ہے جس کی کوئی بنیا دنہیں، نہ یہ سنت ہے اور نہ ہی مستحب نیز اگر دو آدمی نماز سے قبل مسجد جاتے وقت آپس میں بات چیت کرتے ہوئے جائیں اور اس وقت ملاقات پر مصافحہ نہیں ہوا اور ساتھ ہی نماز ادا کریں پھر نماز سے فراغت کے بعد مصافحہ کو مسنون سمجھ کر وہیں دونوں آپس میں مصافحہ کرنے لگیں تو ایسے مصافحہ کو فقہاء اور محدثین نے مکروہ اور بدعت لکھا ہے۔

وقد صرح بعض علمائنا وغيرهم بكراهة المصافحة المعتادة عقب الصلوات مع أن المصافحة سنة وماذلك؛ إلا لكونها لم تؤثر في خصوص

هـذا الـموضع ، فالمواظبة عليها فيه توهم العوام بأنها سنة فيه. (شامی، كتاب الصلوٰة ، باب صلوٰة الـجنازة ، مطلب فی دفن الميت ، زكريا ۳/ ۱٤۱، كراچی ۲/ ۲۳٥،
الموسوعة الفقهية الكويتية ، باب المصافحة ۳۷/ ۳٦۳)

اعلم أن المصافحة سنة ومستحبة عند كل لقاء وما اعتاده الناس بعد صلاة الـصبـح والـعـصر لا أصل له فی الشرع علىٰ هذا الوجه– إلى– وقد يكون جماعة يتلاقون من غير مصافحة ويتصاحبون بالكلام ومذاكرة العلم وغيره مدة مديدة ثـم إذا صـلـوا يتـصافحون فأين هذا من المشروعة ولذا صـرح بـعـض عـلمائنا بأنها مكروهة حينئذ وأنها من البدع المذمومة الخ.

(مرقاة الـمـفاتيح ، كتاب الأدب ، باب المصافحة والمعانقة ، مكتبه امداديه، ملتان۹/ ۷٤،
عـون الـمعبـود ، بـاب المصافحة ...... دارالكتاب العربی٤/ ٥۲۱، رقم الحديث: ٥۲۱۱،
حاشية أبی داؤد۲/ ۷۰۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹/۱۱/۱۴۳۵ھ
(رجسٹر خاص ۱۴/ ۱۱۷۵۷)

نمازوں کے بعد مصافحہ

سوال [٦٦٥]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ نمازوں کے بعد مصافحہ کرنا کیسا ہے؟ کیا اس کا شریعت میں کوئی ثبوت ہے؟ دونوں کی مدلل وضاحت فرمائیں؟

المستفتي: محمد عثمان، دولچند پور بجنور

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اسلامی شریعت میں مصافحہ کا موقع اول ملاقات ہے، نمازوں کے بعد سلام پھیرتے ہی دائیں بائیں کے مصلیوں سے مصافحہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام اور تابعین، ائمہ مجتہدین سے ثابت نہیں ہے، بلکہ یہ روافض کی ایجاد اور بدعت ہے

جس سے احتراز لازم ہے، البتہ سنن ونوافل سے فراغت کے بعد مسجد سے نکلتے وقت مصافحہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے: (کفایت المفتی قدیم ۹/۹۲، جدید زکریا مطول ۲/۲۰۵، احسن الفتاویٰ ۱/۳۵۵، فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱/۲۳۰، جدید ڈابھیل ۳/۱۴۲، فتاویٰ احیاء العلوم ۱/۱۸۱)

تكره المصافحة بعد أداء الصلوٰة بكل حال لأن المصافحة ما صافحوا بعد أداء الصلوٰة لأنها من سنن الروافض ثم نقل عن ابن حجر عن الشافعية أنها بدعة مكروهة لا أصل لها فى الشرع وأنه ينبه فاعلها أولا ويعذر ثانيا وقال ابن الحاج من المالكية فى المدخل إنها من البدع وموضع المصافحة فى الشرع إنما هو عند لقاء المسلم لأخيه لا فى أدبار الصلوات فحيث وضعها الشرع يضعها فينهى عن ذلك ويزجر فاعله لما أتى به من خلاف السنة الخ.

(شامى، كتاب الحظر والاباحة، باب الاستبراءوغيره، زكريا ديوبند ۹/۵٤۷، كراچى ٦/۳۸۱، قديم مصرى٥/۲۷۰/٦٦٠)

وأما القول بالكراهة فقد نقله ابن عابدين عن بعض علماء المذهب وقد يقال: إن المواظبة عليها بعد الصلوات خاصة يؤدى بالجهلة إلىٰ اعتقاد سنيتها فى خصوص هذه المواضع وأن لها خصوصية زائدة على غيرها مع أن ظاهر كلامهم أنه لم يفعلها أحد من السلف فى هذه المواضع وذكر أن منهم من كرهها لأنها من سنن الروافض. (الموسوعة الفقهية ۳۷/۳٦۲)

عن عائشة رضى الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من أحدث فى أمرنا هذا ما ليس منه فهو ردٌّ. (بخارى شريف، كتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا على جور فالصلح مردور، النسخة الهنديه ۱/۳۷۱، رقم: ۲٦۱۹، ف: ۲٦۹۷)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵/رجب ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر ۲۴/۸۰۹)

بعد نماز فجر وعصر مصافحہ کی شرعی حیثیت

سوال [٦٦٦]: کیافرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بعد نماز فجر اور عصر مصافحہ کرنا کیسا ہے اور یہ کہاں سے ثابت ہے اور اس میں کیا مصلحت ہے کیا مصافحہ قینچی دار کرنا چاہئے؟

المستفتی: شہاب الدین،
سرائے ترین، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شریعت نے مصافحہ کے لئے ابتداء ملاقات کا وقت تجویز کیا ہے کسی نماز کے بعد اس کا وقت تجویز کرنا شرعا بلا دلیل اور غلط ہے، بلکہ بدعت اور طریقۂ روافض ہے (یعنی سلام پھیرتے ہی دائیں بائیں کے مصلیوں سے مصافحہ کرنا) علامہ شامیؒ نے تبیین المحارم کے حوالہ سے لکھا ہے کہ صحابۂ کرام سے نماز کے بعد اس طرح مصافحہ کرنا ثابت نہیں ہے اور نہ ائمۂ اربعہ میں سے کسی سے منقول ہے بلکہ یہ بعد کے زمانہ کی ایجاد ہے اس لئے اس کا ترک لازم ہے، البتہ سنن ونوافل سے فراغت کے بعد مسجد سے باہر نکلتے ہوئے ملاقاتی مصافحہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۵/ ۳۶۰، فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۱/ ۲۳۰، جدید ڈابھیل ۳/ ۱۴۲، احسن الفتویٰ ۱/ ۳۵۴)

ونقل فی تبیین المحارم عن الملتقط أنه تکره المصافحة بعد أداء الصلوٰة بکل حال لأن الصحابة ما صافحوا بعد أداء الصلوٰة ولأنها من سنن الروافض ثم نقل عن ابن حجر عن الشافعیة أنها بدعة مکروهة لا أصل لها فی الشرع (إلیٰ قوله) وموضع المصافحة إنما هو عند لقاء المسلم لأخیه لا فی أدبار الصلوات فحیث وضعها الشرع یضعها فینهی عن ذلک. (شامی، کراچی، کتاب الحظر والإباحة، باب

الاستبراء وغيره، ٦ / ٣٨١، زكريا ٩/ ٥٤٧)

واعتبر ابن الحاج هذه المصافحة من البدع التي ينبغي أن تمنع في المساجد ، لأن موضع المصافحة في الشرع إنما هو عند لقاء المسلم لأخيه لا في أدبار الصلوات الخمس فحيث وضعها الشرع توضع فينهى عن ذلك ويزجر فاعله لما أتى من خلاف السنة. (الموسوعة الفقهية ٣٧/ ٣٦٢)

عن سعد بن ابراهيم سمع القاسم قال: سمعت عائشة تقول: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من عمل عملا ليس عليه أمرنا فأمره ردٌّ. (مسند احمد بن حنبل٦/ ١٨٠، رقم :٢٥٩٨٦، ٢٥٦، رقم: ٢٦٧٢١) فقط اللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۴/ رجمادی الثانی ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۲/ ۴۸۹۰)

نمازوں کے بعد مصافحہ ومعانقہ کا شرعی حکم

سوال [٦٦٧]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں کسی بھی نماز کے بعد مصافحہ ومعانقہ کرنا جائز ہے یا نہیں برائے مہربانی تفصیل سے بیان فرمائیں۔

المستفتي: اہل محلّہ لال باغ، مراد آباد،
عاشق حسین، صابر حسین سلیم وغیرہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: نفس مصافحہ ومعانقہ مسنون وجائز ہے، لیکن کسی بھی نماز کے بعد سلام پھیرتے ہی دائیں بائیں کے مصلیوں سے یا صف کے آخر تک مصافحہ ومعانقہ کرنا مکروہ تحریمی اور بدعت شنیعہ ہے اس لئے کہ نمازوں کے بعد مصافحہ کا رواج حضرات صحابہ کرامؓ کے زمانے میں نہیں تھا اور حضور ﷺ کے کسی بھی قول وفعل سے ثابت

نہیں ہے بلکہ بعد میں روافض اور شیعوں نے یہ سلسلہ جاری کیا ہے تو اہل شیعہ کے رسوم ورواج سے بچنا سنی مسلمانوں پر لازم ہے، اس لئے حضرت امام ابوحنیفہؒ، حضرت امام شافعیؒ اور حضرت امام مالکؒ سب کے نزدیک کسی بھی نماز کے بعد سلام پھیرتے ہی مصافحہ کرنا مکروہ تحریمی اور بدعت شنیعہ ہے، لیکن سنن ونوافل سے فراغت کے بعد مسجد سے نکلتے ہوئے کسی بھی نماز کے بعد ملاقاتی مصافحہ کرنا جائز ہے۔

کما فی الشامی : أنه تكره المصافحة بعد أداء الصلوٰة بكل حال لأن الصحابة رضی الله عنهم ما صافحوا بعد أداء الصلوٰة ولأنها من سنن الروافض ثم نقل عن ابن حجر عن الشافعية أنها بدعة مكروهة لا أصل لها فی الشرع وأنه ينبه فاعلها أولاً ويعذر ثانياً ثم قال– قال ابن الحاج من المالكية فی المدخل أنها من البدع وموضع المصافحة فی الشرع إنما هو عند لقاء المسلم لأخيه لافی أدبار الصلوات الخ. (فتاویٰ شامی ، کتاب الحظر والإباحة ، باب الاستبراء وغیره، کراچی٦/ ٣٨١، زکریا ٩/٥٤٧)

واعتبر ابن الحاج هذه المصافحة من البدع التی ينبغی أن تمنع فی المساجد ، لأن موضع المصافحة فی الشرع إنما هو عند لقاء المسلم لأخيه لا فی أدبار الصلوات الخمس فحيث وضعها الشرع توضع فينهی عن ذلک ويزجر فاعله لما أتی من خلاف السنة. (الموسوعة الفقهية ٣٧/٢ ٣٦)

قال رسول الله صلی الله عليه وسلم ...... وإياكم والأمور المحدثات ، فإن كل بدعة ضلالة. (سنن ابن ماجه ، کتاب السنة ، باب اتباع سنة الخلفاء الراشدين المهديين، النسخة الهنديه ١/ ٥، دار السلام رقم:٤٢) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳/ذی الحجہ ۱۴۱۱ھ
(الف فتویٰ نمبر ۲۷/ ۲۴۷۹)

بعد نماز فجر وعصر امام کا مقتدیوں سے مصافحہ کرنا

سوال [۶۶۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بعض اماموں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ ہر نماز کے بعد بالخصوص فجر اور عصر کے بعد مقتدی حضرات سے سلام و مصافحہ کرتے ہیں، اس کی کیا اصل ہے؟ اگر کسی حدیث شریف میں ثابت ہو تو حدیث شریف مع مطلب تحریر فرمائیں۔

المستفتي: عبدالرشید، آسامی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: ہر نماز کے بعد سلام پھیرتے ہی سنن ونوافل سے قبل دائیں بائیں کے مصلیوں سے اسی طرح صف کے آخر تک مقتدیوں سے مصافحہ کے اہتمام کو فقہاء نے مکروہ اور بدعت لکھا ہے اس لئے کہ یہ روافض اور اہل شیعہ کا شعار ہے، لیکن سنن ونوافل ودعا وغیرہ سے فراغت کے بعد مسجد سے باہر نکلتے ہوئے مصافحہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

تكره المصافحة بعد أداء الصلوٰة بكل حال لأن الصحابة رضى الله عنهم ما صافحوا بعد أداء الصلوٰة ولأنها من سنن الروافض الخ. (شامی کراچی کتاب الخظر والإباحة، باب الاستبراء وغيره ٦/٣٨١، زكريا ٩/٥٤٧)

واعتبر ابن الحاج هذه المصافحة من البدع التى ينبغى أن تمنع فى المساجد، لأن موضع المصافحة فى الشرع إنما هو عند لقاء المسلم لأخيه لا فى أدبار الصلوات الخمس فحيث وضعها الشرع توضع فينهى عن ذلك ويزجر فاعله لما أتى من خلاف السنة. (الموسوعة الفقهية ٣٧/٣٦٢)

قال النوى: اعلم أن المصافحة سنة ومستحبة عند كل لقاء وما اعتاده الناس بعد صلاة الصبح والعصر لا أصل له فى الشرع علىٰ هذا الوجه ولكن

لا بأس به لأن أصل المصافحة سنة – إلى– ولا يخفى أن فى كلام الإمام نوع تناقض ، لأن إتيان السنة فى بعض الأوقات لا يسمى بدعة مع أن عمل الناس فى الوقتين المذكورين ليس على وجه الاستحباب المشروع ، فإن محل المصافحة المشروعة أول الملاقاة – إلى – فأين هذا فى السنة المشروعة ؟ ولهذا صرح بعض علمائنا بأنها بدعة مكروهة حينئذ وأنها من البدع المذمومة. (مرقاة ، كتاب الأداب ، باب المصافحة والمعانقة ملتان ۹/ ۷٤)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من عمل عملا ليس عليه أمرنا فأمره ردٌّ (مسند احمد بن حنبل ٦/ ١٤٦ ، رقم : ٢٥٦٤١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴ ؍جمادی الثانی ۱۴۱۶ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۲/ ۴۵۱۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۴/ ۶/ ۱۴۱۶ھ

نماز عیدین کے بعد مصافحہ سے متعلق جامع فتویٰ

سوال [٦٢٩]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عیدین کی نمازوں کے بعد لوگوں میں مصافحہ کا معمول ہے، خاص طور پر عید کی نماز پڑھانے والے امام صاحب سے مصافحہ کے لئے لوگوں کی بھیڑ لگتی ہے، اس لئے مفتی صاحب سے صحیح مسئلہ کی وضاحت مطلوب ہے، کہ عیدین کی نمازوں کے بعد عیدگاہ میں یا عیدگاہ سے باہر نکل کر لوگوں کا آپس میں مصافحہ کرنا کیسا ہے؟ اور مصافحہ کے ساتھ عید کی مبارک باد بھی پیش کرتے ہیں اسی طرح اگر عید کی نماز مسجدوں میں ہوتی ہے تو وہاں بھی یہ منظر دیکھنے میں آتا ہے، اس کا شرعی حکم واضح فرمائیں۔

المستفتي: عبید اللہ بھاگلپوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عید کی نماز کے بعد مصافحہ سے متعلق تفصیلی بات دلائل کے

ساتھ ضروری معلوم ہوتی ہے اس مسئلہ میں احقر نے بعض بڑوں اور بعض فتاویٰ کی تحریروں کو دیکھ کر نمازوں کے بعد کے مصافحہ کو کہیں مکروہ اور کہیں بدعت لکھا اسی طرح عید کی نمازوں کے بعد کے مصافحہ کو بھی مطلقاً مکروہ لکھ دیا اور اردو کے فتاویٰ کے حوالوں کو بھی پیش کر دیا اور شامی کا حسب ذیل جزئیہ بھی دلیل کے طور پر لکھتا رہا:

ونقل في تبيين المحارم عن الملتقط أنه تكره المصافحة بعد أداء الصلوٰة بكل حال لأن الصحابة ما صافحوا بعد أداء الصلوٰة ولأنها من سنن الروافض ثم نقل عن ابن حجر عن الشافعية أنها بدعة مكروهة لا أصل لها في الشرع (إلىٰ قوله) وإنه ينبه فاعلها أولا ويعذر ثانياً ثم قال وقال ابن الحاج من المالكية: في المدخل: إنها من البدع وموضع المصافحة إنما هو عند لقاء المسلم لأخيه، لا في أدبار الصلوات فحيث وضعها الشرع يضعها فينهى عن ذلک ويزجر فاعله لما أتى به من خلاف السنة. (شامی، کتاب الحظر والاباحة، باب الاستبراء وغيره ۹/۵٤۷، کراچی۶/۳۸۱)

مگر اس موضوع سے متعلق مختلف کتب فقہ، کتب حدیث کی مراجعت اور شیعوں اور رافضیوں کے عمل اور محل مصافحہ کو دیکھنے کے بعد ضرورت محسوس ہوئی کہ اس مسئلہ سے متعلق ہر گوشہ کو پیش نظر رکھ کر مسئلہ کو سمجھنے کی ضرورت ہے، یہاں یہ بات یاد رکھیں کہ جو مسئلہ اب لکھا جا رہا ہے احقر نے جتنے بھی فتاویٰ اس موضوع سے متعلق اس سے قبل لکھے ہیں ان میں سے جو بھی فتویٰ اس تحریر کے خلاف ہوگا اس کے بارے میں یہ سمجھا جائے کہ یہی تحریر صحیح ہے اور اس کے خلاف دیئے گئے فتوؤں سے اس تحریر کے ذریعہ رجوع کیا جا رہا ہے، لہٰذا مختلف کتابوں کی مراجعت کے بعد جو کچھ بھی اس نا اہل کی کوتاہ فہمی نے سمجھا ہے وہ پیش کی جا رہی ہیں۔

(۱) نماز کا سلام پھیرتے ہی فوراً دائیں بائیں جانب کے لوگوں سے بیٹھے بیٹھے ہاتھ بڑھا بڑھا کر مصافحہ کیا جائے، جیسا کہ حرمین شریفین میں ایران سے آنے والے شیعہ روافض اور اسی طرح انڈونیشیا اور ملیشیا سے آئے ہوئے بعض لوگ اسی طرح سلام کے معاً بعد مصافحہ کرتے

ہوئے کثرت کے ساتھ دیکھنے میں آتے ہیں یہی شیعوں اور رافضیوں کا شعار ہے اور اسی کو علماء نے من سنن الروافض کہہ کر بدعت اور مکروہ قرار دیا ہے جیسا کہ شامی کی مذکورہ عبارت میں موجود ہے، لہٰذا شیعوں اور رافضیوں کا شعار صرف یہی ایک شکل قرار دی جاسکتی ہے دیگر شکلوں کو ان کا شعار نہیں قرار دیا جاسکتا ہے۔

وذكر أن منهم من كرهها لأنها من سنن الروافض. (الموسوعة الفقهية الكويتية ۳۷/۳۶۳)

(۲) چند افراد نماز کے لئے مسجد جارہے ہوں اور انہوں نے آپس میں ملاقات کے وقت مصافحہ نہیں کیا اور اسی طرح گفتگو کرتے ہوئے مسجد میں پہنچ گئے پھر نماز سے فراغت کے بعد آپس میں مصافحہ کرنے لگیں تو اس کو بھی علماء نے مکروہ اور بدعت مذمومہ قرار دیا ہے، اس لئے کہ اس صورت میں یہ بات لازم آتی ہے کہ ان لوگوں نے نمازوں کے بعد ہی مصافحہ کو لازم اور مسنون سمجھا ہے؛ لہٰذا علماء نے اس طرح کے مصافحہ کو مکروہ اور بدعت قرار دیا ہے جو ذیل کی عبارت سے واضح ہوتا ہے۔

وقد يكون جماعة يتلاقون من غير مصافحة ويتصاحبون بالكلام ومذاكرة العلم وغيره مدة مديدة ثم إذا صلوا يتصافحون فأين هذا من السنة المشروعة ولذا صرح بعض علمائنا بأنها مكروهة حينئذ وأنها من البدع المذمومة. (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب المصافحة والمعانقة، مكتبه امداديه ملتان۹/۷۴، عون المعبود، دار الكتاب العربي۴/۵۲۱، رقم الحديث: ۵۲۱۱، حاشية أبو داؤد هندی۲/۷۰۸)

(۳) نمازوں کے سلام کے بعد متصلاً بیٹھے بیٹھے دائیں بائیں کے لوگوں سے مصافحہ نہیں کیا جاتا ہے اور نہ ہی نمازوں کے بعد اسے مسنون سمجھا جاتا ہے اسی طرح نماز سے قبل ملاقات پر مصافحہ نہیں ہوا اور گفتگو کرتے ہوئے مسجد پہنچ کر نماز ادا کرنے کے بعد مصافحہ نہیں ہوا اور نہ ہی نمازوں کے بعد مصافحہ کی مواظبت اور پابندی کا اہتمام ہے بلکہ کبھی کبھار نماز کے بعد مسجد سے نکلتے وقت کسی سے ملاقات پر مصافحہ ہوگیا اور کسی سے نہیں ہوا

اور نہ ہی نماز پنجگانہ کے بعد امام صاحب سے مصافحہ کا اہتمام ہے جیسا کہ ہماری مغربی یوپی کی عام مساجد کا یہی حال ہے تو ایسی صورت میں کبھی کبھار کسی سے محبت میں مصافحہ کر لیا جائے یا کسی سے چند دنوں کے بعد ملاقات ہوئی ہے، اس لئے نماز کے بعد مصافحہ کرلیا جائے چاہے عصر، یا فجر کی نماز کے بعد ہی کیوں نہ ہو تو اس طرح کا مصافحہ شرعاً مسنون اور مستحب ہے صاحب درمختار نے اپنی عبارت کے ذریعہ سے اسی شکل کی طرف اشارہ فرمایا ہے، درمختار کی عبارت ملاحظہ فرمائیے:

تجوز المصافحة لأنها سنة قديمة متواترة لقوله عليه الصلوٰة والسلام من صافح أخاه المسلم وحرّك يده تناثرت ذنوبه ، وإطلاق المصنف تبعاً للدرر والكنز والوقاية والنقاية والمجمع والملتقى وغيرها يفيد جوازها مطلقاً ولو بعد العصر. (در مختار مع رد المحتار،كتاب الحظر والإباحة ، باب الإستبراء وغيره زكريا ٥٤٧/٩، كراچی ٣٨١/٦)

اور یہ حکم مرقاۃ کی اس عبارت سے بھی مستفاد ہوتا ہے۔

نعم لو دخل أحد في المسجد والناس في الصلوٰة أو على ارادة الشروع فيها، فبعد الفراغ لو صافحهم لكن بشرط سبق الكلام على المصافحة فهذا من جملة المصافحة المسنونة بلا شبهة. (مرقاة المفاتيح ، كتاب الأدب، باب المصافحة والمعانقة مكتبه امداديه ملتان٧٤/٩)

اور بلا مواظبت نماز عصر کے بعد بھی مصافحہ کا ثبوت اس حدیث شریف سے ہوتا ہے، حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے:

عن الحكم قال: سمعت أبا جحيفة قال : خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم بالهاجرة إلى البطحاء ، فتوضأ ثم صلى الظهر ركعتين، والعصر ركعتين، وبين يديه عنزة قال شعبة: وزاد فيه عون عن أبيه أبي جحيفة قال: كان تمر من ورائها المرأة وقام الناس فجعلوا يأخذون يديه

فیمسحون بهما وجوههم، قال فأخذت بيده فوضعتها على وجهي، فإذا هي أبرد من الثلج، وأطيب رائحة من المسك. (صحيح البخاري كتاب المناقب، باب صفة النبي صلى الله عليه وسلم: النسخة الهنديه ١/٥٠٢، رقم:٣٤٢٨، ف:٣٥٥٣، مسند احمد بن حنبل ٤/٣٠٩، رقم: ١٨٩٧٤، المعجم الكبير للطبراني، داراحياء التراث العربي ٢٢/١١٥، رقم: ٢٩٤)

(۴) عیدین کی نماز کے بعد مصافحہ کے بارے میں غور کرنا ہے، چنانچہ عید کی نماز کو جاتے ہوئے آپس میں ایک دوسرے سے ملاقات ہوجائے اوراس میں سلام مصافحہ نہ ہو پھر عید کی نماز کے بعد وہی لوگ جو ساتھ میں گفتگو کرتے ہوئے آئے تھے آپس میں مصافحہ کرنے لگیں تو یہ محض رسمی مصافحہ ہے شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

وقد يكون جماعة ...إلى – من البدع المذمومة. (مرقاة المفاتيح، ملتان ٩/٧٤، عون المعبود ٤/٥٢١، حاشيه أبو داؤد ٢/٧٠٨)

لیکن اگر عید کو جاتے وقت راستہ میں ملاقات پر سلام مصافحہ ہو چکا ہے پھر عید کی نماز کے بعد عید کی مبارک باد پیش کرنے کے ساتھ ساتھ مصافحہ بھی ہو جائے تو یہ شکل نماز کے بعد کی خصوصیت اور اہتمام کے دائرہ میں شامل نہ ہوگی بلکہ ہر ملاقات پر مصافحہ کے حکم میں شامل ہوگی، اس لئے کہ نماز سے پہلے کی ملاقات میں بھی مصافحہ ہوا ہے اور بعد کی ملاقات میں بھی مصافحہ ہوا ہے، لہٰذا اس کو بدعت یا مکروہ کہنا درست نہیں ہے اور یہ درمختار کی ذیل کی عبارت کے حکم میں شامل ہو جائے گا، عبارت ملاحظہ فرمایئے:

تجوز المصافحة لأنها سنة قديمة متواترة لقوله عليه الصلوٰة والسلام من صافح أخاه المسلم وحرّك يده تناثرت ذنوبه الخ. (در مختار مع الرد، كتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء وغيره، زكريا ٩/٥٤٧، كراچی ٦/٣٨١)

عید کی مبارک باد پیش کرنے کا جواز ذیل کی احادیث اور جزئیات سے ہوتا ہے احادیث شریفہ ملاحظہ فرمائیں:

حدثني حبيب بن عمر الانصارى، أخبرني أبي قال: لقيت واثلة يوم

عید فقلت : تقبل الله منا ومنک فقال: نعم تقبل الله منا ومنک. (المعجم الکبیر للطبرانی، داراحیاء التراث العربي ۲۲/۵۲، رقم: ۱۲۳)

عن خالد بن معدان قال: لقیت واثلة بن الأسقع فی یوم عید ، فقلت : تقبل الله منا ومنک ، فقال: نعم تقبل الله منا ومنک، قال واثلة: لقیت رسول الله صلی الله علیه وسلم یوم عید فقلت: تقبل الله منا ومنک ، قال: نعم تقبل الله منا ومنک. (السنن الکبریٰ للبیهقی ، باب ماروی فی قول الناس یوم العید بعضهم لبعض تقبل الله منا ومنك ،دارالفکر بیروت ۵/۱۱۱، رقم: ۶۳۸۷)

عن ادهم مولی عمر بن عبد العزیز ، قال: کنا نقول لعمر بن عبد العزیز فی العیدین : تقبل الله منا ومنک یا أمیر المؤمنین فیرد علینا ولا ینکر ذلک علینا. (شعب الإیمان للبیهقی ، باب فی الصیام ، فی لیلة العید ویومهما، دارالکتب العلمیة بیروت ۳/۳۴۵، رقم: ۳۷۲۰ ، السنن الکبری للبیهقی ، کتاب صلاة العیدین ، باب ماروی فی قول الناس یوم العید بعضهم تقبل الله منا ومنك ، دارالفکر ۵/۱۱۱، رقم:الحدیث: ۶۳۸۹)

اورشامی وغیرہ میں اس حکم کوان الفاظ میں بیان کیا گیاہے۔

والمتعامل فی البلاد الشامیة والمصریة عید مبارک علیک ونحوه، وقال یمکن أن یلحق بذلک فی المشروعیة والاستحباب لما بینهمامن التلازم ، فإن من قبلت طاعته فی زمان کان ذلک الزمان علیه مبارکاً ، علی أنه قد ورد الدعاء بالبرکة فی أمور شتی، فیؤخذ منه استحباب الدعاء بها هنا أیضا . (شامی، کتاب الصلوٰۃ ، باب العیدین، مطلب یطلق المستحب علی السنة وبالعکس، زکریا ۳/۵۰، کراچی ۲/۱۶۹، ومثله فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصلاة ، باب أحکام العیدین، دارالکتاب دیوبند/ ۵۳۰، حلبی کبیر ، صلاة العید، فروع خروج إلی المصلیٰ، مطبع لاهور/۵۷۳،

الموسوعة الفقهية الكويتية ١٤/ ٩٩)

(۵) عید کی نماز کے بعد لوگوں کا آپس میں ایک دوسرے سے ملاقات کے وقت مصافحہ کرنا جبکہ اس میں کسی کی کسی سے مہینہ بھر کے بعد ملاقات ہورہی ہے کسی کی ہفتہ بھر کے بعد اور کسی کی ایک دودن کے بعد ملاقات ہورہی ہے تو ایسی صورت میں عید کی نماز اور خطبہ کے بعد واپسی کے موقعہ پر مصافحہ کرنا باعث اجر وثواب اور گناہوں کے جھڑنے اور معاف ہونے کا سبب بنے گا۔

عن أنس قال: كان أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم إذا تلاقوا تصافحوا الحديث(المعجم الأوسط دار الفكر بيروت ١/ ٤١، رقم: ٩٧)

عن أيوب بن بشير عن رجل من عنزة أنه قال: قلت لأبي ذر ...... هل كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصافحكم إذا لقيتموه ؟ قال: ما لقيته قط إلا صافحني الحديث. (سنن أبي داؤد، كتاب الأدب، باب في المعانقة، النسخة الهنديه ٢/ ٧٠٨، دارالسلام رقم:٥٢١٤، مسند أحمد بن حنبل ٥/ ١٦٣، رقم: ٢١٧٧٤)

عن حذيفة بن اليمان عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: إن المؤمن إذا لقي المسلم فسلم عليه وأخذ بيده، فصافحه، تناثرت خطايا هما، كما يتناثر ورق الشجر. (المعجم الأوسط للطبراني، دارالفكر ١/ ٨٥، رقم:٢٤٥)

عن البراء: قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: مامن مسلمين يلتقيان، فيتصافحان إلا غفر لهماقبل أن يفترقا. (سنن أبي داؤد كتاب الأدب، باب في المصافحة، النسخة الهنديه٢/ ٧٠٨، دارالسلام رقم: ٥٢١٢، جامع الترمذي، كتاب الاستئذان، باب ماجاء في المصافحة، النسخة الهنديه ٢/ ١٠٢، دارالسلام رقم:٢٧٢٧)

(٦) عید کی نماز کے بعد امام صاحب سے مصافحہ کرنا، یہاں یہ بات واضح رہے کہ امام صاحب سے کسی شخص کی ملاقات سال بھر کے بعد کسی کی مہینہ، کسی کی ہفتہ اور کسی کی چند دنوں کے بعد ہوتی ہے اب اگر محض امام صاحب سے محبت اور امام صاحب سے مصافحہ کے ذریعہ

برکت حاصل کرنے کے ارادہ سے عید کی نماز کے بعد امام صاحب سے مصافحہ کریں تو اس میں کوئی قباحت اور کراہت نہیں ہے، بلکہ یہ بلا کراہت و بلاشبہ جائز ہے اور یہ مصافحہ اول ملاقات پر مصافحہ کے حکم میں ہے اس لئے امام صاحب سے عید کی نماز کے بعد مصافحہ کرنا ہر حال میں بلا کراہت جائز ہے۔

عن الحكم قال : سمعت أبا جحيفة قال: خرج رسول الله ﷺ بالهاجرة إلى البطحاء ، فتوضّأ ثم صلى الظهر ركعتين، والعصر ركعتين، وبين يديه عنزة ، قال شعبة: وزاد فيه عون عن أبيه أبى جحيفة قال: كان تمرّ من ورائها المرأة ، وقام الناس فجعلوا يأخذون يديه فيمسحون بهما وجوههم، قال: فأخذت بيده فوضعتها على وجهى ، فإذا هى أبرد من الثلج ، وأطيب رائحة من المسک. (صحيح البخارى،كتاب المناقب ، باب صفة النبى صلى الله عليه وسلم، النسخة الهنديه ١/٥٠٢، رقم:٣٤٢٨ ، ف:٣٥٥٣، مسند احمد بن حنبل ٤/٣٠٩، رقم:١٨٩٧٤، المعجم الكبير للطبرانى، داراحياء التراث العربي ٢٢/١١٥، رقم: ٢٩٤)

عن البراء : قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا التقى المسلمان ، فتصافحا وحمدا الله واستغفراه غفر لهما. (سنن أبي داؤد كتاب الأدب باب فى المصافحة ، النسخة الهنديه ٢/٧٠٨، دارالسلام رقم: ٥٢١١)

عن انس رضى الله عنه أن أصحاب رسول الله ﷺ كان يصافح بعضهم بعضا. (سنن الترمذى ، كتاب الإستئذان والادب، النسخة الهنديه ٢/١٠٢، دارالسلام رقم :٢٧٢٩، المصنف لإبن أبي شيبة، مؤسسه علوم القرآن ١٣/١٨٥، رقم: ٢٦٢٣٣، كتاب الأدب باب فى المصافحة عند السلام من رخص فيها ، صحيح البخارى كتاب الاستئذان ، باب فى المصافحة ، النسخة الهنديه ٢/٩٢٦ رقم:٦٠٢٢، ف: ٦٢٦٣)

عن أنس رضى الله عنه قال: كان أصحاب النبى ﷺ إذا تلاقوا تصافحوا الحديث. (المعجم الأوسط للطبرانى ، دارالفكر ١/٤١، رقم:٩٧ ، ومثله

في شرح معاني الأثار، كتاب الكراهة، باب المعانقة، دارالكتب العلمية بيروت ٤/٩٢، رقم:٦٦٧٦، المصنف لإبن أبي شيبة، مؤسسه علوم القرآن ١٣/١٨٥، رقم:٢٦٢٣٤)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷/ذیقعدہ ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر ۴۱/۱۵/۱۱۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۸/۱۱/۱۴۳۵ھ

عید کے دن معانقہ کی شرعی حیثیت

سوال [۶۷۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عوام الناس میں عید کے دن عید کی نماز کے بعد اور پھر پورے دن آنے جانے والے ملاقات کرنے والوں کے ساتھ معانقہ کا بازار گرم رہتا ہے، راستہ میں گھروں میں، ہوٹلوں میں، چوراہوں پر غرضیکہ عید کے دن جہاں کہیں ایک دوسرے سے ملاقات ہورہی ہے تو لوگ معانقہ کرتے نظر آرہے ہیں، مفتی صاحب سے دریافت طلب ہے کہ کیا اس طرح عید کے دن معانقہ کا التزام واہتمام شریعت سے ثابت بھی ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو اس معانقہ کا شرعی حکم کیا ہے؟

المستفتي: عبیداللہ، بھاگلپوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: عید کے دن معانقہ کرنا محض رسمی معانقہ ہے، شریعت میں کہیں سے بھی اس کا ثبوت نہیں ملتا، اوراس رسمی معانقہ کی وجہ سے بہت سے لوگوں کو خواہ مخواہ یہ تکلیف اور مشقت اٹھانی پڑتی ہے کہ ہر آنے جانے اور ملنے جلنے والے سے گلے ملنے کے لئے کھڑے ہونا پڑتا ہے اور راستوں میں بھی رسمی مصافحہ کا عجیب وغریب سلسلہ دیکھنے میں آتا ہے خاص طور پر نوجوان طبقہ یہ سمجھتا ہے کہ معانقہ کے بغیر عید کے دن کی ملاقات مکمل نہیں

ہوتی اس لئے یہ معانقہ مکروہ اور بدعت ہے ہمیں اس بات کی کوشش کرنی چاہئے کہ یہ رسمی معانقہ لوگوں کے درمیان سے ختم ہوجائے ہاں البتہ عید کے دن اگر کوئی رشتہ دار یا دوست واحباب دوسری جگہ سے یا دور دراز سے سفر سے آجائیں تو ان کے ساتھ معانقہ کرنا نہ صرف بلاکراہت جائز، بلکہ مسنون ہے عبارت ملاحظہ فرمائیے:

والمعانقة بعد صلوة العيدين من البدع المذمومة المخالفة للشرع والله أعلم. (عون المعبود، كتاب الأدب، باب فى المصافحة، تحت رقم الحديث: ٥٢١١ مكتبه دار الكتاب العربى ٤/٥٢١)

حدیث پاک کے اندر موجود ہے کہ صحابہ کرام جب دور دراز سفر سے آتے یا دیرینہ ملاقات ہوتی تو آپس میں معانقہ کرتے تھے، اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی آمد پر ان کی پیشانی پر بوسہ دیا اور معانقہ کیا، اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ جب حبشہ سے تشریف لائے تو ان کی پیشانی پر بوسہ دیا اور ان سے معانقہ فرمایا لہٰذا اسی طرح دور دراز سفر سے آمد پر یا دیرینہ ملاقات پر معانقہ مسنون ہے مگر خاص طور پر عید کے دن معانقہ کو لازم سمجھ کر کرنا بدعت ہے جیسا کہ اوپر لکھا گیا حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے:

(۱) عن أنس رضى الله عنه قال: كان أصحاب النبى صلى الله عليه وسلم إذا تلاقوا تصافحوا، وإذا قدموا من سفر تعانقوا. (المعجم الأوسط للطبرانى، دارالفكر ١/٤١، رقم: ٩٧، اسناده صحيح انظر مجمع الزوائد ٨/٣٩)

(۲) عن عائشة رضى الله عنها قالت: قدم زيد بن حارثة المدينة ورسول الله ﷺ فى بيتى فأتاه، فقرع الباب فقام إليه رسول الله صلى الله عليه وسلم عريانا يجرُّ ثوبه والله مارأيته عريانا قبله ولا بعده، فاعتنقه وقبله. (سنن الترمذي، كتاب الأداب، باب ماجاء فى المعانقة والقبلة، النسخة الهنديه ٢/١٠٢، دارالسلام: ٢٧٣٢)

(۳)عن عون بن أبي جحيفه عن أبيه قال: لما قدم جعفر من هجرة الحبشة، تلقاه النبي ﷺ، فعانقه، وقبل مابين عينيه. (المعجم الكبير للطبراني، داراحياء التراث العربي ۲/۱۰۸، رقم: ۱۴۷۰، المصنف لإبن أبي شيبة، مكتبه مؤسسه علوم القرآن ۱۳/۱۸۸، رقم: ۲۶۲۴۳) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹/ذیقعدہ ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر ۴۱/ ۱۱۷۲۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۹/۱۱/۱۴۳۵ھ

عید کی مبارک باد پیش کرنا

سوال [۱۷۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ آج کل لوگوں میں عید کے موقع پر بہت دیکھنے میں آتا ہے کہ ایک دوسرے کو عید کی مبارک باد پیش کرتے ہیں، چھوٹے، بڑے اسی طرح مرد وعورت ہر طبقہ کے لوگ ایک دوسرے کو عید کی مبارک بادی پیش کرتے ہیں تو کیا شرعاً عید مبارک کہہ کر عید کی مبارک بادی پیش کرنا مشروع ہے یا نہیں؟

المستفتي: عبیداللہ، بھاگلپوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عید کا دن اسلام میں سال بھر کی خوشی کا دن ہے اور اللہ کی طرف سے مسلمانوں کی اجتماعیت کے ساتھ ایک نماز کی ادائے گی کے ساتھ ساتھ بہت بڑی خوشی کا بھی دن ہے، اور اپنے لباس سے اور اپنے کردار سے، چلت، پھرت سے خوشی کے اظہار کرنے کا دن ہے، اس دن اسلامی، سرکاری چھٹی بھی ہوتی ہے، اتنی خوشیاں جمع ہو جانے کی وجہ سے ایک دوسرے کو مبارک باد پیش کرنا اور ایک دوسرے کو خیر وبرکت کی دعائیں دینا بلا کراہت جائز اور درست ہے، بلکہ افضل اور پسندیدہ عمل ہے جو فقہاء کے حسب ذیل جزئیہ سے واضح ہوتا ہے۔

قال المحقق ابن امير الحاج : بل الأشبه أنها جائزة مستحبة فى الجملة ثم ساق آثارا بأسانيد صحيحة عن الصحابة فى فعل ذلک ثم قال: والمتعامل في البلاد الشامية والمصرية عيد مبارک علیک ونحوه وقال: يمكن أن يلحق بذلک فى المشروعة والاستحباب لما بينهما من التلازم ، فإن من قبلت طاعته فى زمان كان ذلک الزمان عليه مباركاً على أنه قد وردالدعاء بالبركة فى أمور شتى فيؤخذ منه استحباب الدعاء بها هنا ايضاً. (شامی، كتاب الصلوٰة ، باب العيدين ، مطلب يطلق المستحب على السنة او بالعكس زکریا ۵۰/۳، کراچی ۱۶۹/۲، طحطاوی على المراقی، كتاب الصلوٰة ، باب أحكام العيدين، مكتبه دارالکتاب / ۵۳۰، حلبی کبیری ، صلوٰة العيدين فروع خروج إلى المصلیٰ/۵۷۲)

عن ادهم مولى عمر بن عبد العزيز ، قال: كنا نقول لعمر بن عبد العزيز فى العيدين : تقبل الله منا ومنک يا أمير المؤمنين فيرد علينا ولا ينكر ذلک علينا. (شعب الإيمان ، باب فى الصيام ، فى ليلة العيد ويومهما، دارالکتب العلمية بيروت ۳۴۵/۳، رقم: ۳۷۲۰، المعجم الكبير للطبرانی ، داراحیاء التراث العربي ۵۳/۲۲، رقم : ۱۲۳، سنن کبری للبیهقی، باب ماروی فی قول الناس يوم العيد بعضهم لبعض تقبل الله منا ومنك ، دارالفكر ۱۱۱/۵، رقم: ۶۳۸۷ - ۶۳۸۸ - ۶۳۸۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸/ ذیقعدہ ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر ۴۱/ ۱۱۷۲۶)

نماز عید کے بعد مصافحہ و معانقہ کا حکم

سوال [۶۷۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ نماز عید کے بعد عیدگاہ

میں مصافحہ اور معانقہ کرنا کیسا ہے شریعت اس بات کی اجازت دیتی ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عید کی نماز کے بعد ایسے دولوگوں کا آپس میں مصافحہ کرنا جوساتھ چل کر عیدگاہ تشریف لائے ہیں یا عید سے قبل ان کی آپس میں ملاقات ہوئی، لیکن انھوں نے اس ملاقات پر مصافحہ نہیں کیا اب نماز عید ادا کرنے کے بعد آپس میں مصافحہ کرتے ہیں تو یہ بلاشبہ بدعت ہے۔

وقد يكون جماعة يتلاقون من غير مصافحة ويتصاحبون بالكلام ومذاكرة العلم وغيره مدة مديدة ثم إذا صلوا يتصافحون فأين هذا من السنة المشروعة ولذا صرح بعض علمائنابأنها مكروهة حينئذ وأنها من البدع المذمومة. (مرقاة المفاتيح ، كتاب الأداب ، باب المصافحة والمعانقة ، مكتبه امداديه، ملتان ٩/ ٧٤، عون المعبود ، باب المصافحة، دارالكتاب العربي٤/ ١ ٥٢، رقم الحديث : ٥٢١١، حاشية أبو داؤد هندى٢/ ٧٠٨)

لیکن اگر نماز عید سے قبل ملاقات پر مصافحہ ہوا ہے اور اب عید کی نماز کے بعد عید کی مبارک باد پیش کرتے ہوئے ایک دوسرے سے مصافحہ کریں اور اس کو لازم اور عید کا جز ونہ سمجھیں تو محبت وتعلق میں مصافحہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

تجوز المصافحة لأنها سنة قديمة متواترة لقوله عليه الصلوٰة والسلام من صافح أخاه المسلم وحرّك يده تناثرت ذنوبه الخ. (در مختار مع الشامى، كتاب الحظر والإباحة ، باب الاستبراء مكتبه زكريا ٩/ ٥٤٧، كراچى٦/ ٣٨١)

البتہ عید کے دن معانقہ چاہے عیدگاہ میں ہو یا عیدگاہ سے واپسی کے بعد ہو بہر حال بدعت اور مکروہ ہے؛ لیکن ایسے شخص یا رشتہ دار سے معانقہ کرنا جائز اور مسنون ہے جو دوسری جگہ سے تشریف لایا ہو۔

والمعانقة بعد صلوة العيدين من البدع المذمومة المخالفة للشرع والله أعلم. (عون المعبود، كتاب الأدب، باب فى المصافحة، تحت رقم الحديث ٥٢١١، مكتبه دار الكتاب العربى ٤/ ٥٢١)

عن أنس رضی اللہ عنہ قال: كان أصحاب النبى صلی اللہ علیہ وسلم إذا تلاقوا تصافحوا، وإذا قدموا من سفر تعانقوا. (المعجم الأوسط للطبرانى، دارالفكر ١/ ٤١، رقم: ٩٧، مجمع الزوائد ٨/ ٣٩) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵/ رجب ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۳/ ۵۳۷۲)

نمازعیدین کے بعد مصافحہ کی شرعی حیثیت

سوال [۶۷۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ عید کے موقع پر گلے میں گلا ملانا، معانقہ کرنا اور مصافحہ کرنا کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عید کے دن مصافحہ اور معانقہ دونوں کا حکم شرعی الگ الگ ہے۔

(۱) عید کی نماز کے بعد جبکہ لوگوں کی آپس میں کئی دنوں میں ملاقات ہوتی ہے، مثلاً بعض کی مہینوں بعد بعض کی ہفتہ اور بعض کی دو چار دن بعد تو ایسی صورت میں عید کے دن عید گاہ سے واپسی کے وقت ایک دوسرے سے ملاقات پر مصافحہ کرنا نہ صرف جائز، بلکہ ایک دوسرے سے فرط محبت میں اس موقعہ پر مصافحہ کرنا باعث اجر وثواب ہے، اور گناہوں کے جھڑنے اور معافی کا سبب ہے۔

عن أنس رضی اللہ عنہ قال: كان أصحاب النبى صلی اللہ علیہ وسلم إذا تلاقوا تصافحوا وإذا

قدموا من سفر تصافحوا. (المعجم الأوسط ، دارالفكر ١/ ٤١، رقم: ٩٧)

عن أيوب بن بشير عن رجل من عنزة أنه قال: قلت لأبي ذر ...... هل كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصافحكم إذا لقيتموه؟ قال: مالقيته قط إلا صافحني الحديث. (سنن أبي داؤد ، كتاب الأدب ، باب في المعانقة، النسخة الهنديه ٢/ ٧٠٨، دارالسلام رقم: ٥٢١٤ ، مسند أحمد بن حنبل ٥/ ١٦٣، رقم: ٢١٧٧٤، ٢١٧٧٥)

عن حذيفة بن اليمان عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: إن المؤمن إذا لقي المسلم فسلم عليه وأخذ بيده ، فصافحه ، تناثرت خطايا هما، كمايتناثر ورق الشجر. (المعجم الأوسط للطبرانى، دارالفكر ١/ ٨٥، رقم: ٢٤٥)

عن البراء : قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : مامن مسلمين يلتقيان، فيتصافحان إلا غفر لهماقبل أن يفترقا. (سنن أبي داؤد، كتاب الأدب، باب فى المصافحة ، النسخة الهنديه ٢/ ٧٠٨، دارالسلام رقم: ٥٢١٢، جامع الترمذى ، كتاب الاستئذان، باب ماجاء فى المصافحة ، النسخة الهنديه ٢/ ١٠٢، دارالسلام رقم: ٢٧٢٧)

(۲) عید کے دن معانقہ کرنا چاہے دن کے کسی بھی حصہ میں ہو مسنون نہیں ہے، اس لئے کہ لوگ عید کے دن کی ملاقات میں معانقہ کو اس کا جزو شمار کرتے ہیں جو شریعت سے ثابت نہیں ہے ہاں البتہ اگر کوئی دوسری جگہ سے تشریف لایا ہے تو اس سے معانقہ کرنا مسنون ہے۔

والمعانقة بعد صلوٰة العيدين من البدع المذمومة المخالفة للشرع والله أعلم. (عون المعبود ، كتاب الأدب ، باب فى المصافحة، تحت رقم الحديث: ٥٢١١، مكتبه دارالكتاب العربى ٤/ ٥٢١)

عن أنس رضي قال: كان أصحاب النبى ﷺ إذا تلاقوا تصافحوا، وإذا قدموا من سفر تعانقوا. (المعجم الأوسط للطبرانى، دارالفكر ١/ ٤١، رقم: ٩٧، مجمع

الزوائد ۸/۳۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶ رمحرم الحرام ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۳/۵۵۹۶)

عید کی نماز کے بعد مصافحہ کا شرعی حکم

سوال [۲۷۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عید کے بعد مصافحہ کا کیا حکم ہے؟ مثلاً ایک گھر کے دو آدمی ساتھ میں عید کی نماز پڑھنے کے لئے جائیں ایک ہی ساتھ نماز بھی پڑھیں پھر نماز کے بعد آپس میں مصافحہ کرنے لگیں، جبکہ دونوں ہروقت ساتھ ہی ساتھ ہیں کیونکہ عید کے بعد مصافحہ کو خاص طور سے مسنون سمجھتے ہیں تو کیا ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتي: حاجی انتظار حسین
صاحب، جھبو کا نالہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سوالنامہ میں ذکر کردہ صورت میں نماز عید کے بعد مصافحہ کرنا رسم اور بدعت ہے، اس لئے کہ نماز عید کے بعد مصافحہ کی تخصیص شریعت سے ثابت نہیں ہے، لہٰذا ان کا نماز سے قبل ملاقات پر مصافحہ نہ کرنا اور عید کے بعد مصافحہ کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ عید کی نماز کے بعد مصافحہ کو لازم سمجھتے ہیں۔

وقد يكون جماعة يتلاقون من غير مصافحة ويتصاحبون بالكلام ومذاكرة العلم وغيره مدة مديدة ثم إذا صلوا يتصافحون فأين هذا من السنة المشروعة ولذا صرح بعض علمائنا بأنها مكروهة حينئذ وأنها من البدع المذمومة. (مرقاة المفاتيح ، كتاب الأداب ، باب المصافحة والمعانقة، مكتبه امداديه، ملتان ۷٤/۹، عون المعبود ،باب المصافحة، دارالكتاب العربي ٤/ ۵۲۱، رقم الحديث :

۵۲۱۱، حاشیة أبو داؤد ۲/ ۷۰۸)

لیکن اگر عید کی نماز سے قبل ملاقات پر مصافحہ ہوا ہے اور عید کے بعد بھی عید کی مبارک باد پیش کرتے ہوئے مصافحہ ہو جائے تو یہ اول ملاقات پر مصافحہ کے درجہ میں ہے اور ایک دن پر چاہے جتنی مرتبہ ملاقات ہو ہر ملاقات پر سلام ومصافحہ کا ثبوت ہے۔

عن أنسؓ قال: کان أصحاب النبی ﷺ إذا تلاقوا تصافحوا، وإذا قدموا من سفر تعانقوا (المعجم الأوسط، دارالفکر ۱/ ۴۱، رقم: ۹۷)

عن أیوب بن بشیر عن رجل من عنزة أنه قال: قلت لأبي ذر ...... هل کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یصافحکم إذا لقیتموه؟ قال: مالقیته قط إلا صافحنی الحدیث. (سنن أبي داؤد، کتاب الأدب، باب فی المعانقة، النسخة الهندیه ۲/ ۷۰۸، دارالسلام رقم: ۵۲۱۴)

عن البراء: قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: مامن مسلمین یلتقیان، فیتصافحان إلا غفر لهما قبل أن یفترقا. (سنن أبي داؤد، کتاب الأدب، باب فی المصافحة، النسخة الهندیه ۲/ ۷۰۸، دارالسلام رقم: ۵۲۱۲، جامع الترمذی، کتاب الاستئذان، باب ماجاء فی المصافحة، النسخة الهندیه ۲/ ۱۰۲، داارالسلام رقم: ۲۷۲۷) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵؍محرم الحرام ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر ۴۰/ ۶۳۱۷)

عیدین کی نماز کے بعد گلے ملنا اور مصافحہ کرنا

سوال [۶۷۵۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عیدین کی نماز کے خطبہ کے بعد جو لوگ گلے ملتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں یہ کرنا کیسا ہے؟

المستفتي: قمر الدین، مقام

وپوسٹ: بریاں سہرسہ، بہار

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عید کی نماز کے بعد ایسے دولوگوں کا آپس میں مصافحہ کرنا جو ساتھ میں چل کر مسجد یا عید گاہ میں نماز عید ادا کرنے کے لئے تشریف لے جائیں اور انھوں نے ابھی تک آپس میں مصافحہ نہیں کیا ہے پھر نماز عید سے فراغت کے بعد وہ آپس میں مصافحہ کرنے لگیں تو بلا شبہ یہ رسمی مصافحہ ہے۔

وقد يكون جماعة يتلاقون من غير مصافحة ويتصاحبون بالكلام ومذاكرة العلم وغيره مدة مديدة ثم إذا صلوا يتصافحون فأين هذا من السنة المشروعة ولذا صرح بعض علمائنا بأنها مكروهة حينئذ وأنها من البدع المذمومة. (مرقاة المفاتيح، كتاب الأداب، باب المصافحة والمعانقة، مكتبه امداديه ملتان ٩/٧٤، عون المعبود، باب المصافحة، دارالكتاب العربي ٤/٥٢١، رقم الحديث: ٥٢١١، حاشية أبو داؤد هندى ٢/٧٠٨)

لیکن اگر عید کی نماز سے قبل ملاقات پر مصافحہ ہوا ہے اور پھر عید کی نماز کے بعد بھی بلا التزام اور عید کا جزو نہ شمار کرتے ہوئے عید کی مبارک باد پیش کرتے ہوئے سلام ومصافحہ کیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

تجوز المصافحة لأنها سنة قديمة متواترة لقوله عليه الصلوٰة والسلام من صافح أخاه المسلم وحرّك يده تناثرت ذنوبه الخ. (در مختار مع الشامی، كتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء، زكريا ٩/٥٤٧، كراچى ٦/٣٨١)

البتہ عید کے دن معانقہ اور گلے ملنا چاہے عید گاہ میں ہو یا گھر پر راستے میں ہو یا چوراہوں پر جائز نہیں ہے لیکن اگر کوئی باہر سے رشتہ دار آئے ہوئے ہوں تو ان سے اول ملاقات پر مصافحہ ومعانقہ کرنا جائز اور مسنون ہے۔

والمعانقة بعد صلوٰة العيدين من البدع المذمومة المخالفة للشرع

واللہ أعلم. (عون المعبود ،کتاب الأدب ، باب فی المصافحة تحت رقم الحدیث ۵۲۱۱، مکتبه دارالکتاب العربی ۴/۵۲۱)

عن أنس ؓ قال: کان أصحاب النبی ﷺ إذا تلاقوا تصافحوا، وإذا قدموا من سفر تعانقوا. (المعجم الأوسط للطبرانی، دارالفکر ۱/۴۱، رقم: ۹۷، مجمع الزوائد ۸/۳۹)

وقد یکون جماعة یتلاقون من غیر مصافحة ویتصاحبون بالکلام ومذاکرة العلم وغیره مدة مدیدة ثم إذا صلوا یتصافحون فأین هذامن السنة المشروعة ولذا صرح بعض علماء نا بأنها مکروهة حینئذ وأنها من البدع المذمومة . (مرقاة المفاتیح ، کتاب الآداب ، باب المصافحة والمعانقة ، مکتبه امدادیه ، ملتان ۹/۷۴،عون المعبود ، باب المصافحة ،دارالکتاب العربي ۴/۵۲۱، رقم الحدیث : ۵۲۱۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰/۱/۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۵/۶۷۴)

عید کی نماز کے بعد مصافحہ ومعانقہ

سوال [۶۷۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عیدین کی نماز کے بعد اکثر لوگ آپس میں مصافحہ ومعانقہ کرتے ہیں ان لوگوں سے جو عید سے پہلے ساتھ ساتھ ہی عید گاہ جارہے تھے یہ بھی نہیں کہ باہر سے آئے ہیں یا مدتوں کے بعد ملاقات ہوئی ہے بلکہ عید سے پہلے ساتھ ساتھ نماز پڑھی نماز کے بعد مصافحہ معانقہ جائز ہے؟

خالد عالم کہتا ہے کہ عید کے دن عید ملنے کی غرض سے مصافحہ معانقہ بدعت اور مکروہ ہے مگر اس شخص سے جس سے مدت کے بعد ملاقات ہوئی ہو اور خالد کفایت المفتی کا حوالہ دیتا ہے صحیح قول کیا ہے عید کے دن مصافحہ اور معانقہ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

المستفتي: محمد اکبر قاسمی،
امام علی مسجد، شیر کوٹ بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عیدین کی نماز کے بعد متصلاً ہمیشہ کے ملنے والوں کے ساتھ عید کا جزو سمجھ کر معانقہ اور مصافحہ مکروہ تحریمی اور بدعت ہے البتہ اگر کسی سے مدت کے بعد ملاقات ہوئی ہے تو اس سے مصافحہ میں کوئی قباحت نہیں اور عیدگاہ سے گھر جاتے ہوئے عمومی حالات کی طرح کسی سے مصافحہ ہو جائے تو بھی کوئی قباحت نہیں، البتہ عید کے دن معانقہ بہر حال بدعت ہے۔

قلت: وكذا المصافحة والمعانقة بعد صلوة العيدين من البدع المذمومة المخالفة للشرع والله اعلم. (عون المعبود ۴/۵۲۱، باب في المصافحة تحت رقم الحديث: ۵۲۱۱)

بخلاف المصافحة فى العيدين فإنها لن تثبت فى الشرع. (فيض الباري كتاب الصلوٰة، باب صلوٰة الضحىٰ فى الحضر كوئٹه ۲/۴۳۱، رقم: ۱۱۸۰)

عن عائشة قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من أحدث فى أمرنا ما ليس منه فهو ردٌّ. (مسند احمد بن حنبل ۶/۲۴۱، رقم: ۲۶۵۶۱، ۲۷۱، رقم: ۲۶۸۶۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۱۰ رمحرم ۱۴۱۵ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر ۳۱/۳۸۰۶)	۱۰/۱/۱۴۱۵ھ

عیدین کی نماز کے بعد سلام ومصافحہ کا حکم

سوال [۶۷۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عیدین میں بعد نماز دعا مانگنے کا کیا حکم ہے نیز بعد نماز عیدین معانقہ اور مصافحہ کا کرنا کیسا ہے؟

المستفتي: عنایت اللہ،

گودھنا، سدھولی، سیتاپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نمازوں کے بعد دعائیں قبول ہوتی ہیں لہٰذا عید کی نماز کے بعد بھی دعا کرنا جائز ہے۔

عن النبی ﷺ أنہ قال: ما من عبد بسط کفیہ دبر کل صلوۃ ثم یقول اللّٰہم –إلی– إلا کان حقا علی اللہ عزوجل أن لا یرد یدیہ خائبتین . (عمل الیوم واللیلۃ، باب مایقول فی دبر صلوٰۃ الصبح، مؤسسہ علوم القرآن/ ۱۲۱)

اورعید کے دن نمازعید سے فراغت کے بعد جبکہ لوگوں کی آپس میں ملاقاتیں کئی کئی دنوں کے بعد ہوا کرتی ہیں تو ایسی صورت میں عیدگاہ یا مسجد سے واپسی کے وقت ایک دوسرے سے ملاقات کے وقت مصافحہ نہ صرف جائز اور درست، بلکہ ایک دوسرے سے فرط محبت وتعلق میں مصافحہ کرنا باعث اجروثواب اور گناہوں کے جھڑنے کا سبب ہے۔

عن أنس رضؓ قال: کان أصحاب النبی ﷺ إذا تلاقوا تصافحوا، وإذا قدموا من سفر تعانقوا، (المعجم الأوسط للطبرانی، دارالفکر ۱/ ۴۱، رقم: ۹۷)

عن حذیفۃ بن الیمان عن النبی ﷺ قال: إن المومن إذا لقی المسلم فسلم علیہ، وأخذ بیدہ فصافحہ، تناثرت خطایاہما، کما یتناثر ورق الشجر. (المعجم الأوسط للطبرانی، دارالفکر ۱/ ۸۵، رقم: ۲۴۵)

لیکن اگر عید کی نماز سے قبل ملاقات ہوئی ہے اور ساتھ میں وقت گذرا لیکن اول ملاقات پر مصافحہ نہیں ہوا اب عید کی نماز کے بعد آپس میں مصافحہ کررہے ہیں تو یہ رسمی مصافحہ ہوگا اور علماء نے اس کو مکروہ اور بدعت مذمومہ شمار کیا ہے۔

وقد یکون جماعۃ یتلاقون من غیر مصافحۃ ویتصاحبون بالکلام ومذاکرۃ العلم وغیرہ مدۃ مدیدۃ ثم إذا صلوا یتصافحون فأین ہذا من السنۃ المشروعۃ ولذا صرح بعض علمائنا بأنہا مکروہۃ حینئذ وأنہا

من البدع المذمومة. (مرقاة المفاتيح، كتاب الأداب ، باب المصافحة والمعانقة، مكتبه امداديه، ملتان ۷۴/۹، عون المعبود ، باب المصافحة، دارالكتاب العربي ۵۲۱/۴، رقم الحديث : ۵۲۱۱)

اسی طرح عید کی نماز کے بعد یا پورے دن میں کبھی بھی ہر آنے جانے والوں سے معانقہ کا التزام کرنا جس کی وجہ سے بہت سے لوگ بتکلف معانقہ کرتے ہیں کہ ہر آنے جانے والے سے کھڑے ہوکر معانقہ کیا جائے مکروہ اور بدعت سیئہ ہے،البتہ اگر کوئی رشتہ دار یا دوست واحباب دوسری جگہ سے تشریف لائے ہیں تو ان سے معانقہ کرنا چاہئے عید کا دن ہو یا کوئی اور دن جائز اور مسنون ہے جس طرح حضرات صحابہ کا عمل اس پر شاہد ہے کہ جب آپس میں ایک دوسرے سے ملاقات ہوتی تھی تو مصافحہ کرتے اور اگر سفر سے واپسی پر ملاقات کرتے تھے تو معانقہ بھی کرتے تھے۔

والمعانقة بعد صلوٰة العيدين من البدع المذمومة المخالفة للشرع والله أعلم (عون المعبود ،كتاب الأدب ، باب فى المصافحة تحت رقم الحديث ۵۲۱۱، مكتبه دارالكتاب العربى ۵۲۱/۴)

عن أنس رضؓ قال: كان أصحاب النبى ﷺ إذا تلاقوا تصافحوا، وإذا قدموا من سفر تعانقوا. (المعجم الأوسط للطبرانى، دارالفكر ۴۱/۱، رقم: ۹۷، مجمع الزوائد ۳۹/۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵؍محرم الحرام ۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر ۲۸/۳۰۰۰)

عیدین کے موقع پر معانقہ کی شرعی حیثیت

سوال [۶۷۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عام طور پر عیدین کے موقعہ پر معانقہ کرتے ہیں کیا ایسا کرنا قرآن وحدیث سے ثابت ہے؟ اگر ایسا کرنا قرآن

وحدیث سے ثابت نہیں ہے تو عام طور پر لوگ ایسا فعل کیوں کرتے ہیں قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دیں؟

المستفتي: نظام الدین، ایم پی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عیدین کے موقعہ پر عید کی تخصیص کی وجہ سے معانقہ کرنا شریعت سے ثابت نہیں ہے یہ ایک غیر شرعی رسم ہے اس سے احتراز کرنا چاہئے۔

والمعانقة بعد صلوۃ العیدین من البدع المذمومة المخالفة للشرع واللّٰہ أعلم. (عون المعبود ٤/ ٥٢١، باب فی المصافحة، تحت رقم الحدیث/ ٥٢١١)

لیکن اگر کوئی رشتہ دار دوسری جگہ سے آیا ہوا ہے یا آپ کسی اور کے یہاں تشریف لے جاتے ہیں تو خواہ وہ عید کا دن ہی کیوں نہ ہو معانقہ کرنا جائز اور مسنون ہے۔

کان أصحاب رسول اللّٰہ ﷺ إذا تلاقوا تصافحوا وإذا قدموا، من سفر تعانقوا. (المعجم الأوسط، دارالفکر ١/ ٤٠، رقم: ٩٧) فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷/ ذی الحجہ ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۳/ ۵۵۵٦)

نماز عید کے بعد مصافحہ ومعانقہ کے ذریعہ ناراضگی دور کرنا

سوال [٦٧٩]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عید کے دن گلے ملنے اسی طرح مصافحہ کرنے کو علماء کرام نے منع فرمایا ہے کیونکہ یہ غیروں کا طریقہ ہے، لیکن اب تو یہ ہر جگہ رواج ہو چکا ہے اور بعض علماء کرام بھی کرتے ہیں چنانچہ بہت سی جگہوں پر تو لوگوں کے درمیان جو تنازعات ہوتے ہیں وہ عید کے دن گلے مل کر اپنے تنازعات کو ختم کرتے ہیں ایسے میں اگر کوئی شخص گلے نہیں ملتا ہے تو سمجھا جاتا ہے کہ یہ اس سے ناراض ہے، لہٰذا اب شریعت کی روشنی میں بتلائیے کہ کیا لوگوں کو گلے ملنے سے منع کرنا چاہئے یا نہیں؟ امید کہ جواب

دیگر شکریہ کا موقع مرحمت فرمائیں گے اور عنداللہ ماجور ہوں گے۔

المستفتي: عبدالرحمان، مرادآبادی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفیق: مصافحہ اور سلام یہ دونوں چیزیں اسلام کے اہم شعائر میں سے ہیں حدیث میں آیا ہے کہ جب بھی دو مسلمان آپس میں ملاقات کریں تو ایک دوسرے کو سلام کریں اور مصافحہ کریں، کیونکہ مصافحہ کرنے سے ہاتھوں سے گناہ جھڑتے ہیں؛ لہٰذا عید کا دن ہو یا دیگر ایام ہوں سلام ومصافحہ مسنون وکار ثواب ہے، لیکن اگر عید کی نماز کے لئے ساتھ میں جانے والے لوگ نماز کے بعد آپس میں مصافحہ کرنے لگیں تو یہ رسمی مصافحہ ہوگا جسے فقہاء نے مکروہ اور بدعت قرار دیا ہے، لہٰذا عید کے بعد اگر کسی سے دیرینہ ملاقات ہوجائے تو اس سے مصافحہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اسی طرح اگر مسجد میں عید کی نماز ہورہی ہے تو مسجد سے نکلتے وقت بغیر التزام کے مصافحہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اور معانقہ وگلے ملنے سے متعلق سوالنامہ میں جو اعذار بیان کئے گئے ہیں ان اعذار کے پیش نظر شریعت کی طرف سے اتنی سختی نہیں ہے اگر پہلے سے کسی سے ناراضگی اور دوری ہو تو اس سے معانقہ کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، بلکہ کار ثواب ہے اور دشمنی دوستی میں تبدیل ہوجانے کا ذریعہ ہے اس لئے کہ اس سے دلوں کا تکدر دور ہوجاتا ہے، لہٰذا عید کی نماز کے بعد ایسے لوگوں سے معانقہ ومصافحہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

عن حذيفة بن اليمان قال– قال النبی ﷺ إذا لقی المؤمن المؤمن فقبض أحدهما علی يد صاحبه تناثرت الخطايا منهما كما تناثر أوراق الشجر: (شعب الإيمان ،دارالكتب العلمية بيروت ٦/٤٧٤، رقم: ٨٩٥٣)

عن أنس رضـ قال: كان أصحاب النبی ﷺ إذا تلاقوا تصافحوا، وإذا قدموا من سفر تعانقوا. (المعجم الأوسط، دارالفكر ١/ ٤٠، رقم: ٩٧)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ...... وإياكم والمحدثات فإن

کل بدعة ضلالة. (مسند البزار، مکتبه العلوم والحکم ۱۰/۱۳۷، رقم: ۴۲۰۱)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۸؍ربیع الاول ۱۴۲۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/ ۸۷۴۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۶/۳/۱۳ھ

عیدین اور فرض نمازوں کے بعد مصافحہ ومعانقہ

سوال [۶۸۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عید و بقرعید کے بعد عید گاہ میں یا عیدگاہ کے باہر یا فرض نمازوں کے بعد یا جمعہ کے بعد مصافحہ ومعانقہ کرنا کیسا ہے؟

المستفتي: منظور احمد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مذکورہ تمام صورتوں میں تخصیص کے ساتھ مصافحہ ومعانقہ کرنا اور اس کو اسی وقت میں سنت جاننا اور معمول بہ ٹھہرانا مکروہ اور بدعت ہے، لیکن بلا تخصیص والتزام اگر نماز سے قبل ملاقات اور ساتھ رہنا نہیں ہوا ہے اور عید کے دن یا نماز کے بعد کسی تعلق دار یا احباب سے ملاقات ہوگئی تو مسجد سے نکلتے ہوئے ملاقاتی مصافحہ کرنا جائز اور مسنون ہے؛ لیکن معانقہ بہر حال بدعت ہے، اس لئے کہ معانقہ حضر کی نہیں بلک سفر کی سنت ہے، لہٰذا اگر دور سے آئے ہوئے کسی رشتہ دار سے نماز عید کے بعد ہی پہلی ملاقات ہوتی ہے تو اس سے مصافحہ ومعانقہ کرنا بلا شبہ جائز اور مسنون ہے لیکن جس کے ساتھ صبح سے اٹھنا بیٹھنا کھا نا پھرنا ساتھ ساتھ رہا ہے اب نماز عید کے بعد یا فرائض کے بعد مصافحہ یا معانقہ کرتا ہے تو یہ بدعت اور مکروہ ہے، جس سے اجتناب لازم ہے۔

عن أنس رضی اللہ عنہ قال: کان أصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم إذا تلاقوا تصافحوا، وإذا قدموا من سفر تعانقوا. (المعجم الأوسط، دارالفکر ۱/۴۱، رقم: ۹۷)

ونقل فی تبیین المحارم عن الملتقط أنه تکره المصافحة بعد

أداء الصلوٰۃ بکل حال لأن الصحابۃؓ ما صافحوا بعد أداء الصلوٰۃ ولأنہا من سنن الروافض. (شامی، کتاب الحظر والإباحۃ، باب الاستبراء، زکریا ۹/۵۴۷، کراچی ۶/۳۸۱)

قلت: وکذا المصافحۃ والمعانقۃ بعد صلوٰۃ العیدین من البدع المذمومۃ المخالفۃ للشرع واللہ أعلم. (عون المعبود ۴/۵۲۱، باب فی المصافحۃ تحت رقم الحدیث: ۵۲۱۱)

بخلاف المصافحۃ فی العیدین فإنہا لن تثبت فی الشرع. (فیض الباری کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الضحیٰ فی الحضر ۲/۴۳۱، رقم: ۱۱۸۰)

وأما القول بالکراہۃ فقد نقلہ ابن عابدین عن بعض علماء المذہب وقال: قد یقال: إن المواظبۃ علیہا بعد الصلوٰۃ خاصۃ یؤدی بالجہلۃ إلیٰ اعتقاد سنیتہا فی خصوص ہذہ المواضع وأنی لہا خصوصیۃ زائدۃ علیٰ غیرہا مع أن ظاہر کلامہم أنہ لن یفعلہا أحد من السلف فی ہذہ المواضع وذکر أن منہم من کرہہا لأنہا من سنن الروافض. (الموسوعۃ الفقہیۃ ۳۷/۳۶۲)

عن عائشۃ قالت: قال رسول اللہ ﷺ: من صنع أمراً من غیر أمرنا فہو مردود. (مسند احمد بن حنبل ۶/۷۳، رقم: ۲۴۹۵۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳/۳/۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۴/۶۵۲۰)

عیدین کے خطبہ کے بعد اجتماعی دعا مانگنا

سوال [۶۸۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عیدین کے خطبہ کے بعد اجتماعی طور پر دعا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ نیز دعا کے بعد ہمارے یہاں اکثر لوگ قبرستان

میں چلے جاتے ہیں اور اجتماعی طور پر دعا کرتے ہیں تو ایسا کرنا صحیح ہے کہ نہیں؟

المستفتي: محمد شعیب، آسام

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عیدین کے خطبہ کے بعد دعا مشروع نہیں ہے، لیکن ہر نماز کے بعد دعاء کرنے کا ثبوت ملتا ہے اور یہ وقت دعاء کی قبولیت کا ہے لہذا عید کی نماز کے بعد دعا نہ کر کے خطبہ کے بعد دعا کرنا تغیر سنت ہے۔

عن النبی صلي الله علیه وسلم أنه قال: ما من عبد بسط کفیه دبر کل صلوٰۃ ثم یقول اللّٰهم – إلی – إلا کان حقا علی الله عزوجل أن لا یرد یدیه خائبتین. (عمل الیوم واللیلة، باب مایقول فی دبر صلوٰۃ الصبح: ۱۲۱)

عن أبی أمامة قال: قیل: یارسول الله! أي الدعاء أسمع؟ قال: جوف اللیل الآخر، ودبر الصلوات المکتوبات الخ. (مشکوٰۃ شریف، باب الذکر بعد الصلوٰۃ ۱/۸۹، رقم: ۹۰۴، ترمذی شریف، کتاب الدعوات، باب بلاترجمة، النسخة الهندیه ۲/۱۸۷، دارالسلام رقم: ۳۴۹۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲/محرم الحرام ۱۴۱۶ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۲/۴۲۹۹)

عیدین کے خطبہ کے بعد دعا کرانا

سوال [۶۸۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک امام عیدین کے خطبہ کے بعد دعا کراتا ہے اور وہ اس وجہ سے کہ عام طور پر لوگ خطبہ نہیں سنتے بلکہ بھاگ کھڑے ہوتے ہیں جس کی وجہ سے امام صاحب نے یہ طریقہ اختیار کیا تو امام کا یہ فعل شریعت کی رو سے کیسا ہے؟

المستفتي: محمد اطہر، سیتاپوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عیدین کے خطبہ کے بعد دعاء کرنے کی گنجائش ہے؛ لیکن اس کی عادت بنالینا اور اس کو مسنون سمجھنا بدعت ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۴/۱۱۵، کفایت المفتی قدیم ۳/۲۵۱، ۳/۲۵۲، جدید زکریا مطول ۵/۳۱۰)

لأن ذکر اللّٰہ إذا قصدبه التخصیص بوقت دون وقت أو بشیئی دون شیئ لم یکن مشروعا حیث لم یرد به الشرع؛ لأنه خلاف الشرع.

(البحرالرائق، کتاب الصلوٰۃ، باب العیدین، کوئٹہ ۲/۱۵۹، زکریا ۲/۲۷۹)

فکم من مباح یصیر بالالتزام من غیر لزوم والتخصیص من غیر مخصص مکروها. (مجموعہ رسائل اللکھنوی، سباحة الفکر فی الجهر بالذکر ۳/۳٤، بحواله محمودیه ڈابھیل ۱۱/۲۰۳) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸/۴/۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر ۲۹/۳۴۳۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۸/۴/۱۴۱۴ھ

عید کی نماز کے بعد متولی کا امام صاحب کو پگڑی باندھنا

سوال [۶۸۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ

(۱) ہمارے یہاں قصبہ ننڈ اور میں جب امام صاحب عید کی نماز کے بعد خطبہ دینے کے لئے ممبر پر آتے ہیں تو خطبہ دینے سے قبل ممبر پر بیٹھ جاتے ہیں اس کے بعد جامع مسجد کے متولی صاحب امام کے سر پر پگڑی باندھتے ہیں جبکہ امام صاحب کے سر پر ایک پگڑی پہلے سے بندھی ہوتی ہے جس کو امام صاحب گھر سے باندھ کر آتے ہیں تو کیا یہ پگڑی باندھنا ممبر پر عوام کے سامنے اور خطبہ دینے سے قبل جائز ہے یا بدعت؟

(۲) ایک عالم صاحب نے منع کیا کہ آپ کا یہ فعل صحیح نہیں ہے تو متولی مسجد نے جواب دیا کہ ہمیں امام صاحب سے محبت ہے اس لئے باندھتے ہیں تو عالم صاحب نے جواب دیا کہ اگر

محبت ہے تو یہ محبت گھر میں بھی ہوسکتی ہے گھر سے باندھ کرلا نا چاہئے تھا تو متولی یہ جواب سن کرخاموش ہوگئے متولی کا اس امر کے بارے میں معلومات ہونے کے باوجود اس فعل سے نہ رکنا کیسا ہے؟

(۳) جب عالم صاحب نے متولی صاحب کو سر پر پگڑی باندھنے سے منع کیا تو امام صاحب نے جواب دیا کہ ایسے گناہ تو جانے کتنے ہوتے رہتے ہیں تو امام صاحب کا یہ جواب دینا کیسا ہے؟، جبکہ امام صاحب قصبہ کے ذمہ دار کہلاتے ہیں اور امام صاحب کا اس فعل پر جمے رہنا یعنی پگڑی بندھوانے سے باز نہ آنا کیسا ہے؟

المستفتي: محمد وسیم قاسمی، صدر المدر سین، مدینۃ العلوم، شیخ سرائے نگینہ، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) عید کی نماز کے بعد خطبہ دینے سے قبل متولی صاحب امام صاحب کے سر پر جو پگڑی باندھتے ہیں یہ دستار فضیلت ہے یا دستار خلافت، اگر متولی صاحب نے امام صاحب کو حدیث پڑھا کر فاضل بنایا ہے تو دستار فضیلت دینا سمجھ میں آتا ہے اور اگر متولی صاحب کے ہاتھ پر امام صاحب نے بیعت کی ہے تو دستار خلافت دینا سمجھ میں آتا ہے اور اگر ان دونوں میں سے کوئی بھی نہیں ہے تو یہ محض جہالت اور بدعت ہے جس کا ترک لازم ہے۔

من أحدث في أمرنا هذا مالیس منه فهو ردٌّ الحدیث. (مشکوٰۃ شریف /۲۷، بخاری شریف، کتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا علی جور الخ، النسخۃ الهندیه ۳۷۱/۱، رقم: ۲۶۱۹، ف:۲۶۹۷، ابن ماجه، کتاب السنة، باب تعظیم حدیث ﷺ الخ، النسخۃ الهندیه ۳/۱، دارالسلام رقم: ۱۴)

خطبہ شروع کرنے سے پہلے ممبر پر بیٹھنا خطبہ کی سنت ہے۔

وسنن الخطبة ثمانیة عشر شیئاً الجلوس علی المنبر قبل الشروع

فی الخطبة. (نور الایضاح ، کتاب الصلوٰۃ ، باب الجمعة/۱۱۷)

وکذا الجلوس علی المنبر قبل الشروع فی الخطبة. (مراقی الفلاح کتاب الصلوٰۃ ، باب الجمعة/ ۲۸۰)

(۲) مذکورہ طریقہ کی ممانعت معلوم ہوجانے کے بعد بھی متولی کا اس فعل سے نہ رکنا جرم عظیم ہے جس سے احتراز لازم ہے۔

ومن سن سنة سيئة فعمل بها بعده ، كان عليه وزرها ووزر من عمل بها لا ينقص من أوزارهم شيئًا . (ابن ماجه كتاب السنة ، باب من سن سنة حسنة أو سيئة ، النسخة الهندية ۱/ ۱۸ ، دارالسلام رقم: ۲۰۳ ، مسند احمد ٤/٣٦٢، رقم: ١٩٤١٦، ١٩٤٢٠)

(۳) عالم صاحب کے منع کرنے کے باوجود امام صاحب کا اس فعل سے باز نہ آنا اور اس فعل کو معمولی گناہ سمجھنا نیز اس پر اصرار کرنا اور جمے رہنا بہت بڑا گناہ ہے اس سے احتراز لازم ہے۔

قال ابن عباس: كل ذنب أصر عليه العبد كبير وليس بكبير ما تاب عنه العبد. (شعب الإيمان ، باب فی معالجة كل ذنب بالتوبة ، دارالكتاب العلمية بيروت ٥/٤٢٨ ، رقم: ٧١٤٩) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵؍رجب ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۳/ ۵۳۷۹)

عید کی نماز کے بعد شیرینی تقسیم کرنا

سوال [۶۸۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ نماز عید کے بعد عیدگاہ میں سنت خیال کرکے مٹھائی کھلاتے ہیں یہ کیسا ہے؟

المستفتي: محمد یونس علی گڈھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نماز عید کے بعد عیدگاہ میں سنت سمجھ کر شیرینی کھلانا کہیں سے ثابت نہیں ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عید کے دن خطبہ کے بعد نصیحت کرنے کے لئے تشریف لے جانے کا ثبوت کتب حدیث میں ملتا ہے۔

عن جابر بن عبد اللّٰہ قال: ثم خطب فلما فرغ نزل فأتى النساء فذكرهن وهو يتوكأ على يدبلال الحديث. (بخاری شریف، کتاب العیدین، باب موعظة الامام النساء یوم العید، النسخة الهندیه ۱/۱۳۳، رقم: ۹۶۸، ف: ۹۷۸) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۱۳/ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر ۳۳/ ۵۲۴۶)	۱۴۱۸/۴/۱۳ھ

نمازِ عید کے بعد مصافحہ ومعانقہ اور دعا کا حکم

سوال [۶۸۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عام طور پر لوگ عید کے موقع پر آپس میں دوست واحباب سے مصافحہ ومعانقہ کرتے ہیں تو کیا اس کا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

اسی طریقہ سے دعاء سے پہلے یا بعد میں خطبہ پڑھنا کیسا ہے؟ عام طور پر دعاء سے پہلے خطبہ پڑھتے ہیں کیا اس کا ثبوت قرآن وحدیث سے ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) عید کی نماز کے بعد لوگوں کا آپس میں ایک دوسرے سے مصافحہ کرنا جبکہ کسی کی ملاقات کسی سے مہینوں، کسی سے ہفتوں اور کسی سے چند دنوں بعد ہوئی ہے تو ایسی صورت میں نماز عید اور اس کے خطبہ سے فراغت کے بعد عیدگاہ سے واپسی کے وقت ایک دوسرے سے ملاقات پر تعلقات اور فرط محبت میں مصافحہ کرنا نہ صرف جائز بلکہ گناہوں کے جھڑنے اور معاف ہونے کا سبب بنے گا اور یہ اول ملاقات کے مصافحہ کے

درجہ میں ہے، لیکن عیدین کے دن معانقہ کرنا بہر حال مکروہ اور بدعت ہے، الا یہ کہ دوسری جگہ سے کوئی ملنے والا آیا ہے تو اس سے عید کے دن بھی معانقہ کرنا مسنون ہے۔

عن أنس قال : كان أصحاب النبی ﷺ إذا تلاقوا تصافحوا ، وإذا قدموا من سفر تعانقوا. (المعجم الأوسط ، دارالفکر ۱/۱ ٤ ۱، رقم: ۹۷)

عن أيوب بن بشير عن رجل من عنزة أنه قال: قلت لأبي ذر ...... هل كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصافحكم إذا لقيموه ؟ قال: مالقيته قط إلا صافحنی الحديث. (سنن أبي داؤد، كتاب الأدب، باب فی المعانقة، النسخة الهندیه ۲/ ۷۰۸، دارالسلام رقم: ٥۲۱٤)

(۲) عیدین کی نماز کے بعد دعاء مشروع ہے لیکن خطبہ کے بعد دعاء ثابت نہیں۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۱/۶۰۲، محمودیہ قدیم ۲/۱۱، جدید ڈابھیل ۸/۶۳ ۴، رحیمیہ ۸/ ۱۰۵، ایضاح المسائل/ ۳۳)

عن النبی ﷺ أنه قال مامن عبد بسط كفيه دبر كل صلوٰة ثم يقول اللّٰهم - إلى - إلا كان حقا على الله عز وجل أن لا يرد يديه خائبتين. (عمل اليوم والليلة ، باب مايقول فی دبر صلوٰة الصبح ، مؤسسه علوم القرآن/ ۱۲۱)

عن أبی أمامة قال: قيل : يارسول الله! أي الدعاء أسمع؟ قال: جوف الليل الأخر، ودبر الصلوات المكتوبات الخ. (مشکوٰۃ باب الذکر بعد الصلوات ۱/ ۸۹، رقم: ۹۰٤، ترمذی شریف ، کتاب الدعوات ، النسخة الهندیه ۲/ ۱۸۷، دارالسلام رقم: ۳٤۹۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳ رجب ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۴/ ۵۸۶۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۳/ ۷/ ۱۴۱۹ھ

خطبہ کی اذان کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا

سوال [۶۸۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ خطبہ کی اذان کی

بعد ہاتھ اٹھا کر دعاء مانگنا کیسا ہے؟

المستفتي: عبداللہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: خطبہ کی اذان کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعاء مانگنا ثابت نہیں ہے اس لئے اس کو ترک کرنا زیادہ بہتر ہے اگر کوئی شخص دعا مانگنا بھی چاہے تو دل ہی دل میں مانگ لیا کرے زبان سے ممنوع ہے۔ (مستفاد: کفایت المفتی قدیم ۳/۲۲۰/ ۲۲۶، جدید زکریا مطول ۵/۲۴۵)

والمسنون فی هذ الدعاء ألا ترفع الأيدي لأنه لم يثبت عن النبی صلی الله عليه وسلم رفعها و التشبت فيه بالعمومات بعد ماورد فيه خصوص فعله لغو فإنه لو لم يرد فيه خصوص عادته صلی الله عليه وسلم لنفعنا التمسک بها، وأما إذا نقل إلينا خصوص الفعل فهو الأسوة الحسنة لمن كان يرجوا الله و الدار الآخرة . (فيض الباری، كتاب الأذان، باب الدعاء عند النداء، كوئٹه ۲/ ۱٦٧) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹/ جمادی الثانیہ ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر ۲۴/ ۷۷۵)

مسجد میں امام صاحب کا مقتدیوں کو لے کر اجتماعی ذکر کرنا

سوال [٦٨٧]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر کسی مسجد میں امام صاحب اپنے مقتدیوں کو لے کر اجتماعی طور پر ذکر کرنا چاہیں (یعنی لا الہ کی ضرب لگانا چاہیں) تو کیا بغیر پیر کی اجازت کے جائز ہے؟

المستفتي: سراج الاسلام، لالباغ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: یہ صورت ممنوع اور بدعت ہے اس کا ترک ضروری ہے ۔(مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۴/۱۳۷)

لأن ذكر الله إذا قصد به التخصيص بوقت دون وقت أو بشيئى دون شيئى لم يكن مشروعاً حيث لم يرد به الشرع لأنه خلاف المشروع.

(البحرالرائق ، كتاب الصلوٰة ، باب العيدين ، كوئٹه ۲/۱۵۹ ، زكريا ۲/۲۷۹)

أن تخصيص الذكر بوقت لم يرد به الشرع غير مشروع. (شامی ، كتاب الصلوٰة ، باب العيدين ، كوئٹه ۱/۶۱۳ ، زكريا ۳/۵۰ ، كراچی ۲/۱۷۰) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳؍ذی الحجہ ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر ۲۴/۱۰۱۵)

ہر نماز کے بعد کلمہ طیبہ پڑھنے کا معمول بنانا

سوال [۶۸۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ امام صاحب جب ''والحمد للہ رب العالمین'' کہہ کر ہاتھ چہرے پر پھیرتے ہیں تو مقتدی حضرات پیچھے سے بآواز بلند یا آہستہ ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کہہ کر ہاتھ پھیرتے ہیں تو ایسا کہنا چاہئے ، یا نہ کہنا چاہئے ؟ اور ایسا کہنا شرع میں کیسا ہے؟ بدعت ہے یا نا جائز ؟ ایک مولانا صاحب نے اس کے کہنے کو منع کیا تو لوگوں نے کہا یہ نئی بات کہاں سے لے آئے ، حالانکہ یہ افضل الذکر ہے پھر نہ کہنے کی کیا علت اور وجہ ہے ، اس لئے آپ سے گذارش ہے کہ شرع کی روشنی میں جو بھی حکم ہو تحریر کریں ، اور اگر فتاوی محمودیہ ورحیمیہ وغیرہ میں ہو تو حوالہ بھی دیدیں ، عین نوازش ہوگی ؟

المستفتي: کمال اختر القاسمی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کلمۂ طیبہ افضل الذکر ہے جب چاہیں ہر وقت پڑھ سکتے ہیں، لیکن نمازوں کے بعد دعاء کے اختتام پر پڑھنے کا رسم ورواج بدعت ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۱/۳۷۴)

لأن ذكر الله إذا قصدبه التخصيص بوقت دون وقت، أو بشيء دون شيء لم يكن مشروعاً حيث لم يرد به الشرع ؛ لأنه خلاف المشروع.

(البحر الرائق، كتاب الصلوٰة، باب العيدين، كوئٹه ۲/۱۵۹، زكريا ۲/۲۷۹)

أن تخصيص الذكر بوقت لم يرد به الشرع غير مشروع. (شامی، كتاب الصلوٰة، باب العيدين، كوئٹه ۱/۶۱۳، كراچی ۲/۱۷۰، زكريا۳/۵۰) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵/ذیقعدہ ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۴/۶۳۷۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۵/۱۱/۱۴۲۰ھ

(۱۲) باب: رسومات نکاح

کیا محرم کے مہینہ میں نکاح کرنا ممنوع ہے؟

سوال [۶۸۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کہتا ہے کہ میں اپنی لڑکی کی شادی محرم کے مہینے میں کرنا چاہتا ہوں میرے محلے کے لوگ یہ کہتے ہیں کہ محرم کے مہینے میں شادی نہیں کرنی چاہئے، آپ سے مفصل جواب کا طلب گار ہوں کہ یہ جائز ہے یا ناجائز؟

المستفتي: شرافت حسین،
مانڈلی شمس پور، سنبھل، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ماہ محرم میں شادی و بیاہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے جولوگ برا سمجھتے ہیں وہ سخت غلطی پر ہیں۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ ۱۹۱/۳، مکتبہ رحیمیہ، امداد المفتیین /۱۵۶)

عن ابن عمرؓ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: من تشبہ بقوم فھو منھم. (سنن أبی داؤد، کتاب اللباس، باب لبس الشھرۃ، النسخۃ الھندیہ ۵۵۹/۲، دار السلام رقم: ۴۰۳۱)

فتح الباری: قولہ ومبتغٍ فی الإسلام سنۃ الجاھلیۃ قیل المراد من یرید بقاء سیرۃ الجاھلیۃ أو إشاعتھا أو تنفیذھا. (فتح الباری، زکریا ۲۶۲/۱۲، تحت رقم الحدیث: ۶۸۸۲، دار الفکر ۲۱۱/۱۲) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللّٰہ عنہ
۷/ ذی الحجہ ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر ۴۲۵۹/۳۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۷/۲/۱۴۱۵ھ

شادی کے لئے کسی خاص تاریخ کا انتظار کرنا

سوال [۲۹۰]: کیافرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کے علاقہ میں شادی کی جو تاریخ جنتری میں مقرر ہے انہیں تاریخوں میں شادی کرانا اشد ضروری سمجھتے ہیں چاہے مہینوں انتظار کرنا پڑے کیا حکم ہے؟

المستفتي: محمد علیم الدین، پرجوندی،
پوسٹ: کھارودہ، کشن گنج، بہار

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جب بھی شادی کے انتظامات پورے ہوجائیں تو بلا تاخیر شادی کرلینی چاہئے اور کسی خاص تاریخ کا انتظار کرنا مقتضائے شریعت کے خلاف ہے۔

عن علی بن أبی طالب رضی قال: أن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: ثلاث یا علی! لا تؤخرهن: الصلوة إذا آنت، الجنازة إذا حضرت، والأیم إذا وجدت كفواً. (مستدرك للحاكم، كتاب النكاح قديم ۲/۱۷٦، مكتبه نزار مصطفى الباز ۳/۱۰۱۱، رقم: ۲٦۸٦، ترمذی أبواب الجنائز، باب ماجاء فی تعجیل الجنازة، النسخة الهندیه ۱/۲۰۵، دارالسلام رقم: ۱۰۷۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲ر ربیع الاول ۱۴۲۸ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۸/ ۹۲۵۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۸/۴/۱۳ھ

منگنی کی حقیقت اور شادی کی رسومات

سوال [۲۹۱]: کیافرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ

(۱) ایک صاحب نے گذشتہ سال مدرسہ سے فراغت حاصل کی ہے اب ان کی منگنی کا معاملہ ہے عالم صاحب کا کہنا ہے منگنی میں جانبین سے جو لین دین ہوتا ہے وہ صرف رسم محض ہے

شریعت میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے اس لئے رسومات کی پابندی نہ کی جائے، جبکہ عالم صاحب کے والدین کا کہنا ہے کہ بہت ساری چیزیں ایسی ہیں جن کا شریعت میں ثبوت نہیں شریعت تو اپنی جگہ مسلم ہے، لیکن آج کل کے ماحول میں سب کرنا پڑتا ہے مزید وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اب پہلے جیسا زمانہ نہیں رہا کہ صرف زبان دینے سے بات طے ہو جائے، بلکہ آجکل کچھ لیا دیا نہ جائے تب تک بات بالکل پکی نہیں سمجھی جاتی، تو اب عالم صاحب کیا کریں کیا اپنے والدین کی اطاعت کرتے ہوئے اب مزید کچھ نہ کہیں اور تمام لین دین قبول کر لیں جبکہ والد صاحب کو سمجھانے پر ہی ان کے والد نے یہ بات کہی تھی،

(۲) منگنی کا مقصد اور منگنی کی حقیقت کیا ہے؟

(۳) شادی کے موقع پر سلامی، منہ دکھائی، بری کا حکم کیا ہے؟

المستفتي: عبداللہ، احمد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جانبین سے بلا کسی شرط اور دباؤ کے رشتہ پکا کرنے کی غرض سے کچھ لیا دیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، لیکن اس بات کا خاص خیال رکھا جائے کہ لین دین میں اس قدر غلو تشدد اور فضول خرچی نہ کی جائے کہ منگنی بجائے خیر کے باعث شر بن جائے اور جانبین یا کسی ایک جانب پر بوجھ پڑ جائے، بلکہ مقصد رشتہ کو مضبوط کرنا ہو اس کے لئے معمولی لین دین کافی ہے۔ (مستفاد: کفایت المفتی قدیم ۹/ ٦٦، جدید زکریا مطول ۲/۱۱۳-۱۱۷)

(۲) منگنی رشتہ قائم کرنے کا نام ہے جب لڑکی والے رشتہ منظور کر لیتے ہیں تو احباب کا اجتماع کیا جاتا ہے جس سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ چند آدمیوں کی موجودگی میں بات پکی ہو جائے اور مہر اور دیگر ضروری اور اہم معاملات سب کے سامنے سب کے مشورہ سے طے ہو جائیں۔ (مستفاد: کفایت المفتی قدیم ۹/ ٦٦، جدید زکریا مطول ۲/۱۱۳-۱۱۷)

(۳) سلامی اور منہ دکھائی وغیرہ کی شریعت میں کوئی حقیقت وحیثیت نہیں ہے اس کی وجہ سے

بہت سے اعزاء واقرباء پر بوجھ پڑتا ہے جس کی شریعت اجازت نہیں دیتی۔(مستفاد: کفایت المفتی قدیم ۹/ ۶۹، جدید زکریا مطول ۲/ ۱۲۳)

قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ. (سورة النور آيت: ۳۰)

عن الحسن مرسلا قال: بلغني أن رسول الله ﷺ قال: لعن الله الناظر والمنظور إليه. (شعب الإيمان، فصل في الحمام، دار الكتب العلمية بيروت ٦/ ١٦٢، رقم: ٧٧٨٨)

عن عقبة بن عامرؓ أن رسول الله ﷺ قال: إياكم والدخول على النساء. (بخاري شريف، كتاب النكاح، باب لا يخلون رجل بامرأة الا ذو محرم الخ، النسخة الهنديه ٢/ ٧٨٧، رقم: ٥٠٣٦، ف: ٥٢٣٢)

وتمنع المرأة الشابة من كشف الوجه بين الرجال، لا لأنه عورة، بل لخوف الفتنة وتحته والمعنى تمنع من الكشف لخوف أن يرى الرجال وجهها فتقع الفتنة لأنه مع الكشف قد يقع النظر إليها بشهوة. (شامي، كتاب الصلوٰة، باب شروط الصلوٰة مطلب في ستر العورة، كراچی ١/ ٤٠٦، زكريا ٢/ ٧٩) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
یکم رشعبان ۱۴۲۷ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۸/ ۹۰۸۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۷/۸/۴ھ

شادی سے ایک دن قبل میلاد شریف پڑھنا

سوال [۶۹۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بعض علاقوں میں یہ رواج ہے کہ جب شادی ہوتی ہے تو بارات سے ایک دن پہلے میلاد شریف پڑھا جاتا ہے یہ عام ہے چاہے لڑکے والوں کے یہاں ہو یا لڑکی والوں کے گھر میں شادی ہو؟ تو کیا یہ درست

ہے یا بدعت میں شمار ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نفس ذکر ولادت جائز اور باعث ثواب ہے لیکن مروجہ میلاد جو محض رسم اور بہت سی بدعات وخرافات پر مشتمل ہوتی ہے، شادی اور غیر شادی ہر موقع پر ممنوع وبدعت ہے صحابہ وتابعین اور ائمہ مجتہدین میں سے کسی سے اس کا ثبوت نہیں ملتا ۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ قدیم۲/ ۲۸۱، زکریا جدید۲/۳/۷، امداد المفتیین /۱۷۳)

لأن القول والعمل لا تقبل مالم توافق السنة. (ارشاد الطالبین/۲۸، تلبیس ابلیس /۹)

والاحتفال بذكر الولادة الشريفة إن كان خاليا من البدعات المروجة فهو جائز بل مندوب كسائر أذكاره والقيام عند ذكر ولادته الشريفة حاشا لله أن يكون كفر. (امداد الفتاویٰ ، زکریا٦/٣٢٧)

قال رسول الله ﷺ ...... وشر الأمور محدثاتها وكل بدعة ضلالة.

(مسند احمد بن حنبل ٣/ ٣١٠، رقم: ١٤٣٨٦)

وفي رواية وشر الأمور محدثاتها وكل محدثة بدعة. (مسند احمد بن حنبل ٣/ ٣٧١، رقم: ١٥٠٤٧) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۲۵؍محرم ۱۴۲۲ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر ۳۵/۷۰۵۲)	۱۴۲۲/۱/۲۵ھ

طے شدہ رشتہ کے بعد ساس کی موت ہونے پر رشتہ کو منحوس سمجھنا

سوال [۶۹۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ سائل اپنے لڑکے ایم معروف کی شادی کرنا چاہتا ہے، لڑکے کا رشتہ بھی طے ہوگیا شادی کی تاریخ ۲۳؍ستمبر

۲۰۰۲ء مقرر ہوگئی تھی ۱۸؍ستمبر ۲۰۰۲ء کو اچانک سائل کی بیوی کا انتقال ہوگیا اور ۱۹؍ستمبر کو سائل کی بیوی کو سپرد خاک کر دیا گیا، اب کچھ لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ اس لڑکی سے شادی نہیں کرنی چاہئے، ہمیں اس لڑکی سے شادی کرنی چاہئے یا نہیں؟

المستفتي: ایم شریف وارثی، مغلپورہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شریعت مطہرہ میں بدفالی کی کوئی حیثیت اور اعتبار نہیں ہے؛ لہٰذا جس لڑکی سے لڑکے کا رشتہ طے ہوگیا تھا اب یہ سمجھنا کہ اس لڑکی کی نحوست سے لڑکے کی والدہ کی وفات ہوگئی یہ غلط اور بے اصل ہے، اس سے توبہ کرنی چاہئے، اور اس لڑکی سے نکاح کرنے میں شرعاً کوئی قباحت نہیں ہے۔

عن ابن عمرؓ أن رسول الله ﷺ قال: لا عدوى ولا طيرة والشوم في ثلاث: في المرأة والدار والدابة. (بخاري، كتاب الطب، باب الطيره، النسخة الهنديه ۲/۸۵٦، رقم: ۵۵۳۹، ف: ۵۷۵۳)

قد اتفق أهل التوحيد على تحريم التطير ونفي تأثيره في حدوث الخير أو الشر لما في ذلك من الإشراك بالله في تدبير الأمور. (الموسوعة الفقهية ۱۲/۱۸۳)

من اعتقد أن شيئاً سوا الله ينفع أو يضر بالاستقلال فقد أشرك، أي شركا جليا، وقال القاضي: إنما سماها شركا لأنهم كانوا يرون مايتشاء مون به سببا مؤثرا في حصول المكروه. (مرقاة، باب في الفال والطيرة، الفصل الثاني، امداديه ملتان ۹/٦-۷، تحت رقم الحديث: ۴۵۸۴) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴/۷/۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳٦/۷۷۲۳)

رشتہ ختم ہونے کے بعد سگائی کے وقت دیئے گئے تحفہ کی واپسی

سوال [۶۹۴]: کیافرماتے ہیں علماءکرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میرے لڑکے کا رشتہ اپنے قریبی عزیز کی لڑکی سے طے ہونے پر جب ہم لڑکی اپنانے کے لئے ان کے مدعوکرنے پر کچھ سامان جیسے مٹھائیاں، جوڑے، زیور لےکرلڑکی کے گھر گئے تو انہوں نے ہم ۲۰، ۲۵ بچے عورتوں کو ناشتہ وکھانا دیا، دوسرے دن ہم نے لڑکی والوں کو اپنے یہاں بلایااور اس میں تقریباً ۳۰، ۳۵،عورتیں مرداور بچے شامل تھے، وہ اپنے ساتھ جوڑے مٹھائیاں تحفہ وغیرہ لےکرآئے ہم نے ان کی خاطر میں ناشتہ کا اہتمام کیا کچھ وقفہ کے بعد جب ہم چند لوگ شادی کی تاریخ کے لئےلڑکی کے گھر گئےتو انہوں نے مہر سے متعلق ایک لاکھ روپیہ اور مکان اپنی لڑکی کے نام کرنے کو کہاجب یہ بات لڑکے کے سامنے آئی تو اپنی حیثیت کو دیکھتے ہوئے اس نے اس رشتہ سے انکار کردیا، اورلڑکی کے والدین سے کہلوایا کہ جوبھی کل سامان آپ کا ہمارے پاس ہے واپس لےلیں اور ہمارا کل سامان واپس کردیں، اس کے جواب میں لڑکی کے والدین نے کہلوایا کہ جوہم نے کھانے میں خرچ کیا ہےاس کوبھی واپس کردیں، اس بارے میں شرعاً کیاحکم ہے؟

المستفتیۃ: کلثوم بیگم،معرفت
حنیف خاں، چوکی حسن خاں، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: رشتہ ختم ہونے کے بعدسگائی کے وقت میں جانبین نے جو تحفے وتحائف دیئے ہیں ان میں سے جو کچھ باقی ہے وہ ایک دوسرے کو واپس کردیں اورجو چیزیں ختم ہوچکی ہیں، یاکھانے کی چیزیں کھاکرختم کردی ہیں ان کا تاوان نہیں، لہٰذالڑکی والوں نے جوسامان دیا ہےاوروہ بچاہوا ہےلڑکے والوں پراس کو واپس کرنا لازم ہےاورلڑکے والوں نے جودیا ہےاس میں سے جو باقی بچاہےاس کوواپس کرنا

لڑکی والوں پر لازم ہے اور جانبین نے جو ناشتہ کرایا یا کھانا کھلایا اس میں جو خرچہ ہوا اس کا تاوان ایک دوسرے پر لازم نہیں؛ لہٰذا لڑکی والوں کی طرف سے جو کھانا کھلایا گیا تھا اس کے خرچہ کا مطالبہ درست نہیں ہے۔

خطب بنت رجل وبعث إليها أشياء ولم يزوجها أبوها فما بعث للمهر يسترد عينه قائماً فقط وإن تغير بالاستعمال أو قيمته هالكا لأنه معاوضة ولم تتم فجاز الاسترداد وكذا يسترد مابعث هدية وهو قائم دون الهالك والمستهلك لأن فيه معنىٰ الهبة. (حاشية الطحطاوي على الدر، كتاب النكاح، باب المهر، كوئٹه ٢/٦٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴/ ذیقعدہ ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۶/ ۷۴۰۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری
۱۴/ ۱۱/ ۱۴۲۲ھ

لڑکی والوں سے جوڑے کی رقم اور پرسنٹیز لینا

سوال [۶۹۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ شادی میں جوڑے کے پیسے لیتے ہیں اس کا پرسنٹیز لینا جائز ہے یا نہیں؟ جیسے ایک ہزار روپیہ پر ایک سو روپیہ لیتے ہیں اس پیسے کو مسجد میں خرچ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس کے بغیر نکاح نہیں پڑھتے ہیں چند قریوں کے اندر ایسا ہوتا ہے ایک نکاح میں میں نے خود دیکھا تھا کہ اس سلسلہ میں لوگ جھگڑا کر رہے تھے۔

المستفتي: حافظ نور اللہ شمسی، آزاد نگر، اننتا پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: لڑکی والوں سے جوڑے کی رقم کا مطالبہ کرنا کھلا ہوا ظلم اور قطعاً حرام ہے اور نکاح پڑھانے والے کا جوڑے کی رقم سے فی صدی متعین کر کے لینا اور اس حرام رقم کو مسجد میں خرچ کرنا سب ناجائز ہے اس ظالمانہ رسم کو ختم کرنا اور اس پر نکیر کرنا لازم

ہے۔

ومما سنه القضاة فی دار الإسلام ظلم صریح وهو أن یأخذوا من الأنكحة شئیا ثم یجز ون أولیاء الزوج والزوجة بالمناكحة فإنهم مالم یرضوا بشئی من أولیاء هما لم یجیزو بذلک فإنه حرام للقاضی والمناكح. (امدادالفتاویٰ، زکریا ۲/ ۲۶۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷/ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ
(الف فتویٰ نمبر ۸۸۰۳/۳۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۶/۴/۱۵ھ

شادی کے موقع پر لڑکی والوں سے موٹی رقم لینا

سوال [۶۹۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ آج کل یہ رسم ورواج چل پڑا ہے کہ شادی میں لڑکے والے لڑکی والے سے کچھ نقد روپے لیتے ہیں، بلکہ ایک موٹی رقم لیتے ہیں اور لڑکی والے کو مجبوراً دینا پڑتا ہے اور اس کے بعد شادی ہوتی ہے تو اس سلسلہ میں تفصیل طلب امور حسب ذیل ہیں۔

(۱) یہ رقم لینا کیسا ہے؟

(۲) اگر لینا جائز ہے تو اگر وہ دعوت ولیمہ کرے تو اس صورت میں اس کے یہاں کھانا کھانا عندالشرع کیسا ہے؟ ایک معتمد علیہ بزرگ وعالم دین نے اس کے یہاں کھانا کھانے کو حرام بتایا ہے اسی وقت سے ہم لوگ بالکل اس طرح کا کھانا کھانے سے کلی احتراز کرتے ہیں تو ہم لوگوں کا یہ عمل صحیح ہے یا نہیں اسی طرح ان بزرگ کا حرام کہنا صحیح ہے یا نہیں؟

(۳) کوئی اس لڑکی والے کا رشتہ دار ہے اگر اس کے یہاں اس طرح کی شادی میں نہ جائے تو قرابت ورشتہ داری میں آنچ آ سکتی ہے تو آیا اس کے لئے اس طرح کی شادی میں کیا شریک ہونا صحیح ہے؟

امید ہے کہ جناب والا مع دلائل کتب ہر ایک سوال کا جواب بالتفصیل دے کر ہم لوگوں کی رہبری ورہنمائی فرمائیں گے،اگر کستاخی ہوگئی ہوتو درگذر فرمائیں۔

المستفتي: محمد ہاشم بنگالی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: (۱-۲) لڑکی والوں سے روپیہ لینا ناجائز اور حرام ہے اور اگر وہ رقم لے کر دعوت ولیمہ کرتے ہیں تو اسمیں شرکت بھی جائز نہیں ہے اور مذکورہ عالم دین نے جو بتایا ہے وہ صحیح ہے۔ (مستفاد: کفایت المفتی قدیم ۵/۱۴۱،زکریا جدید مطول ۷/ ۴۴۵)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ألا لا تظلموا، ألا لا تظلموا ، ألا لا تظلموا ، إنه لا يحل مال امرئٍ إلا بطيب نفس منه الحديث. (مسند احمد بن حنبل ۵/۷۳، رقم: ۲۰۹۷۱)

لايجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعي. (البحر الرائق ، كتاب الحدود فصل في التعزير، کوئٹہ ۵/۴۱، زكريا ۵/۶۸)

(۳) رشتہ داری میں آنچ کا خطرہ،شریعت اور اسلام کی خلاف ورزی کا خطرہ دونوں میں سے مسلمان جو ایمانی جذبہ رکھتا ہے وہ شریعت کی خلاف ورزی سے بچا کرتا ہے۔

فَلاَ تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ. (سوره انعام آيت : ۶۸) **فقط والله** سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۱۲/ربیع الاول ۱۴۱۳ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری
(الف فتویٰ نمبر ۲۸/۳۰۶۸)	۱۴۱۳/۳/۱۳ھ

شادی میں مجبور کر کے حلال یا حرام مال لینا

سوال [۶۹۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ فاطمہ کے والد بکر بہت غریب ہیں، فاطمہ کی شادی کرانی ہے رفیق کے والد یا خود رفیق نے فاطمہ کے والد سے

کہا کہ اگر آپ پندرہ ہزار روپیہ دے دیں تو میں فاطمہ کی شادی کروں گا اب فاطمہ کے والد بکر نے مجبور ہوکر کسی کے پاس سے سود کے اوپر پندرہ ہزار روپئے لے کر رفیق کو دیا ایک شخص کے پاس صرف سود کا روپیہ تھا اس شخص نے بکر کو دیا بکر نے اس روپیہ کو لے کر رفیق کو دیا فاطمہ کی شادی ہوگئی کیا اس طرح شرط لگا کر روپیہ لینا شادی میں جائز ہے؟ یا سود پر روپیہ لے کر یا صرف سود کا روپیہ شادی میں دینا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتي: محمد رفیق، صوبہ بنگال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اس طرح مال حاصل کرنا اور مجبور کرکے لینا حرام ہے، چاہے سود کا مال ہو یا حلال مال دونوں طرح حرام ہے۔

صرح الفقهاء بأن من اكتسب مالا بغير حق فإما أن يكون كسبه بعقد فاسد (إلى قوله) أو بغير عقد كالسرقة والغصب والخيانة والغلول ففي جميع الأحوال المال الحاصل حرام ولكن إن أخذه من غير عقد لم يملكه يجب عليه أن يرده على مالكه الخ. (بذل المجهود قديم ۱/۳۷)

لہٰذا اس طرح لیا ہوا مال روپیہ واپس کرنا واجب ہے۔

لا يجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعي. (البحر الرائق، كتاب الحدود، فصل في التعزير، کوئٹہ ۵/۴۱، زکریا ۵/۶۸، شامی، باب التعزیر، کراچی ۴/۶۱، زکریا ۶/۱۰۶)

قال رسول الله ﷺ لا يحل مال امرىءٍ مسلم إلا بطيب نفس منه.
(السنن الكبرىٰ للبيهقي، كتاب الغصب، باب من غصب لوحاً فادخله في سفينة، مكتبه دارالفکر ۸/۵۰۶، رقم: ۱۱۷۴۰) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۴/ ذی الحجہ ۱۴۰۷ھ
(الف فتویٰ نمبر ۲۳/ ۳۸۶)

لڑکے کے اولیاء کا نکاح کے اخراجات کا مطالبہ کرنا

سوال [۲۹۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بعض علاقوں میں لڑکے کا باپ لڑکی والے سے نکاح کے اخراجات کے علاوہ مزید کچھ رقم کا مطالبہ کرتا ہے، اور بعض علاقوں میں اس کے برعکس کیا جاتا ہے، اس طرح کا مطالبہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتي: قاری شکیل احمد، مدرسہ
ہدایت العلوم، بھگوان پور، ضلع: بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: لڑکے یا لڑکے کے باپ کا لڑکی والوں سے نکاح وغیرہ کے اخراجات کا مطالبہ کرنا اسی طرح لڑکی والوں کا لڑکے والوں سے مطالبات کرنا شرعاً جائز نہیں ہے۔

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه قال: قال رسول الله ﷺ: ألا لا تظلموا، ألا لا تظلموا ألا لا تظلموا لا يحل مال امرىء مسلم إلا بطيب نفس منه. (مسند احمد ۵/۷۳، رقم: ۲۰۹۷۱)

أخذ أهل المرأة شيئا عند التسليم فللزوج أن يسترده؛ لأنه رشوة. (شامی، کتاب النکاح، باب المهر، زکریا ۴/۳۰۷، کراچی ۳/۱۵۶)

الأخ أبى أن يزوج الأخت إلا أن يدفع إليه كذا فدفع، له أن يأخذ منه قائماً أو هالكاً؛ لأنه رشوة. (بزازیه کتاب النکاح، الفصل الثاني عشر في المهر الخ نوع آخر تزوجها بمهر سراً الخ، زکریا جدید ۱/۹۰، وعلی هامش الهندیه ۴/۱۳۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵؍محرم الحرام ۱۴۳۳ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۹/۱۰۶۱۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۵/۱/۱۴۳۳ھ

شادی میں مدعوحضرات کا روپیہ کپڑا دینا

سوال [۶۹۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ موجودہ وقت کی دعوتیں جیسے عقیقہ، ولیمہ، بارات وغیرہ میں جو لوگ موعود ہوتے ہیں وہ روپئے کپڑے زیورات لاتے ہیں محض اس لئے کہ جب ہمارے یہاں کوئی تقریب ہوگی تو یہ شخص بھی ہمیں روپئے وغیرہ دے گا اور اگر کوئی بدلہ نہ دے تو ملامت ہوتی ہے اسی پابندی کی وجہ سے سودی قرض بھی لینا پڑتا ہے ان رسومات کا شرعی حکم کیا ہے؟

المستفتي: ابصار احمد، بڑاؤلی،
قصبہ حسن پور، ضلع: مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: یہ رسم غیر شرعی رسم ہے اس کا ترک کرنا لازم اور ضروری ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۷/۴۳۳، جدید ڈابھیل ۱۱/۲۰۲)

اور سود پر قرض لینا حرام ہے خواہ کسی لئے بھی ہو۔

كل قرض جر نفعاً حرام. (درمختار، كتاب البيوع، فصل في القرض، مطلب كل قرض جر نفعا فهو رباً، زكريا ۷/۳۹۵، كراچی ۵/۱۶۶)

قال رسول الله ﷺ: ألا لا يحل مال امرئ مسلم، إلا بطيب نفس منه. (السنن الكبرىٰ للبيهقي، كتاب الغصب، باب من غصب لوحا ...... دارالفكر ۸/۵۰۶، رقم: ۱۱۷٤۰)

لايجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعي. (هنديه، كتاب الحدود، فصل في التعزير، زكريا قديم ۲/۱۶۷، جديد ۲/۱۸۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۸؍صفر ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۲/ ۴۶۴۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۷/۲/۸ھ

سید ھادیجا

سوال [۷۰۰]: کیافرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ شادی بیاہ میں مدعو حضرات میزبان کو روپیہ اور سامان دیتے ہیں جس کو ہمارے یہاں ''سید ھادیجا'' کہتے ہیں تو اس قسم کا لین دین درست ہے یا نہیں؟

المستفتي: محمد شمیم، پرتاب گڈھی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: اگر محض ہدیہ بطریق اعانت ہو اور ریاکاری وغیرہ کچھ نہ ہو تو شرعاً درست ہے مگر لین دین کی یہ مروجہ شکل جو آج کل شادی بیاہ کے موقع پر رائج ہے رسم ورواج کے علاوہ کچھ نہیں ہے بسا اوقات برادری کے زور یا رسوائی کے خوف سے یہ لین دین ہوتا ہے حتی کہ اگر پاس نہ ہو تو قرض لے کر دیا جاتا ہے، جو بالکلیہ ناجائز ہے اس لئے لین دین کی یہ مروجہ رسم قابل ترک ہے۔

لا يحل مال امرءٍ مسلم إلا بطيب نفس منه. (مشکوٰۃ / ۲۵۵)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ألا لا تظلموا، ألا لا تظلموا، ألا لا تظلموا، إنه لا يحل مال امرىءٍ إلا بطيب نفس منه الحديث. (مسند احمد بن حنبل ۵/۷۳، رقم: ۹۷۱)

لا يجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعي. (شامی، کتاب الحدود، باب فی التعزیر بالمال، زکریا ۶/۱۰۶، کراچی ۴/۶۱) **فقط واللّٰہ** سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللّٰہ
۲۵ رمحرم الحرام ۱۴۲۴ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۶/ ۷۸۷۹)

تلک کی رقم کا حکم

سوال [۷۰۱]: کیافرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے یہاں

شادی سے قبل لڑکے کا باپ لڑکی والوں سے پیشگی رقم لیتا ہے جس کو تلک کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور اسی روپیہ سے کھانا تیار کیا جاتا ہے تو سوال یہ ہے کہ اس کا کھانا کھانا کیسا ہے؟ جائز ہے یا نہیں؟

المستفتي: شبیر احمد نئی دہلی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شادی سے قبل لڑکے والوں کا لڑکی والوں سے پیشگی رقم لینا رشوت ہے اس رقم سے تیار کردہ کھانے میں شریک ہونا اور اس کا استعمال کرنا بالکل جائز نہیں ہے، کیونکہ اس میں حرام مال متعین ہے۔

ومن السحت ما یأخذہ الصهر من الختن بسبب بنيه بطيب نفسه الخ. (شامی ، کتاب الحظر والإباحة ، فصل فی البیع ، کراچی ٦/٤٢٤ ، زکریا ٩/٦٠٧)

فعلم من هذا أن ما يأخذه الزوج من أهل المرأة قبل التزوج فلهم أن يستردوه بالأولى لأنها رشوة والرشوة لا تملک بالقبض فالرشوة يحرم إعطاء ها وأخذها. (مجموعة الفتاویٰ ٢/١٩٢)

أخذ أهل المرأة شيئا عند التسليم فللزوج أن يسترده لأنه رشوة. (در مختار مع الشامی ، باب المهر ، زکریا ٤/٣٠٧ ، کراچی ٣/١٥٦) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵/۵/۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۱/۷-۴۰۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۵/۵/۱۴۱۵ھ

بھات کی شرعی حیثیت

سوال [۷۰۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ شادی کے موقع پر دولھا دولہن کے نانا ماموں جو بھات کے نام سے سامان ونقد دیتے ہیں شرعی اعتبار سے اس کا کیا حکم ہے؟ اسی طرح عقیقہ اور ختنہ کے موقع پر بھات کی رسم ادا کی جاتی ہے سبھی کے لئے

تفصیل سے بتلائیں؟

المستفتي: سید اشرف علی، شیر کوٹ، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: شادی کے موقعہ پر دولہا دولہن کے نانا ماموں جو بھات کے نام سے سامان ونفقہ دیتے ہیں اسلام میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے، بلکہ ہندوؤں اور کفار کا شعار ہے اس سے پرہیز ضروری ہے اسی طرح عقیقہ وختنہ کے موقع پر بھات کی جو رسم ادا کی جاتی ہے سراسر غلط اور من گھڑت چیز ہے یہ رسمیں واجب الترک ہیں مسلمانوں کو ان سے احتراز کرنا چاہئے۔ (بہشتی زیور ۶/۱۴)

عن ابن عمر رضؓ قال: قال رسول الله ﷺ: من تشبه بقوم فهو منهم .

(ابو داؤد شريف ، كتاب اللباس ، باب في لبس الشهرة ، النسخة الهندية ۲/ ۵۵۹، رقم: ۴۰۳۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹؍ شعبان ۱۴۱۶ھ
(فتویٰ نمبر ۳۲/ ۴۵۶۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۶/۸/۹ھ

بھات کھلانے کی رسم

سوال [۳۰۰۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ نکاح والے دن کے ایک دو روز بعد لڑکی والے کچھ رشتہ دار اور گاؤں کے کچھ افراد کے ساتھ لڑکے والوں کے یہاں جا کر کھانا کھاتے ہیں جس کو ہمارے یہاں ’’بھات‘‘ کہتے ہیں بھات کھانے کے بعد کچھ نقد اور سامان دیتے ہیں تو اس کا شرعاً کیا حکم ہے؟

المستفتي: محمد شمیم پرتاب گڈھی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: لڑکے والے اگر لڑکی والوں اور اس کے رشتہ داروں،

نیز کچھ گاؤں کے معزز افراد کی بطیب نفس کھانے کی دعوت کرتے ہیں تو جائز ہے لیکن بطور رسم ورواج اور دکھلاوے کے لئے دعوت کرنا نیز کھانے کے ساتھ اس میں لین دین اور لوازمات کا سلسلہ جائز نہیں۔

لایجوز لأحد من المسلمین أخذ مال أحد بغیر سبب شرعی.

(عالمگیری، کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، زکریا قدیم ۲/ ۱۶۷، جدید ۲/ ۱۸۱)

قال رسول الله ﷺ: لایحل مال امریءٍ مسلم، إلا بطیب نفس منه.

(السنن الکبریٰ للبیهقی، کتاب الغصب، باب من غصب لوحاً فأدخله فی سفینه …… دارالفکر بیروت ۸/ ۵۰۶، رقم: ۱۱۷۴۰) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۵/ ۱/ ۱۴۲۴ھ

(الف فتویٰ نمبر ۳۶/ ۷۸۷۹)

نیوتا کا شرعی حکم

سوال [۷۰۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عموماً جو شادی بیاہ میں نیوتا وغیرہ کا لین دین ہوتا ہے یہ کیسا ہے اور اب یہ رواج بڑھتا جا رہا ہے کہ خصوصاً عقیقہ اور قربانی کے گوشت میں شادی بیاہ اور منگنی کرتے ہیں تو اس میں نیوتا وغیرہ لینے کا کیا حکم ہے آیا جائز ہے یا ناجائز؟

المستفتي: عنایت اللہ، گودھنا،

قصبہ: سدھولی، ضلع: سیتاپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عقیقہ اور قربانی کے گوشت سے شادی بیاہ کی تقریب بلا کراہت جائز اور درست ہے البتہ دینے لینے کا رواج بدعت اور ممنوع ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۵/ ۹۲، جدید ڈابھیل ۱۱/ ۲۴۲، اشرف الجواب ۲/ ۵۳)

لایجوز لأحد من المسلمین أخذ مال أحد بغیر سبب شرعی. (البحر الرائق، کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، کوئٹه ۵/۴۱، زکریا ۵/۶۸، شامی، باب التعزیر، کراچی ۴/۶۱، زکریا۶/۱۰۶)

قال رسول الله ﷺ : لا یحل مال امریء مسلم إلا بطیب نفس منه. (السنن الکبریٰ للبیهقی، کتاب الغصب، باب من غصب لوحًا فأدخله فی سفینة .... دارالفکر ۸/۵۰۶، رقم: ۱۱۷۴۰، مسند احمد بن حنبل ۵/۷۳، رقم: ۲۰۹۷۱)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵ رمحرم ۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر ۲۸/ ۳۰۰۰)

نوشہ سے مختلف مقامات پر روپیہ لینا

سوال [۷۰۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہلدور کی جامع مسجد میں امام صاحب منبر پر کھڑے ہو کر فرماتے ہیں کہ نوشہ کو جب عورتیں سلامی کے لئے اندر لیجاتی ہیں تو سالیاں جوتے چرا کر لے جاتی ہیں اور انعام لے کر جوتے دیتی ہیں (منع ہے) اور بہنیں جب دولہن کو دروازہ پر روک لیتی ہیں انعام لے کر اندر جانے دیتی ہیں (منع ہے) اور اگر نوشہ مسجد میں نفل پڑھنے آئے تو امام صاحب ایک سوا کیاون روپیہ انعام لیتے ہیں اور نکاح پڑھا کر تین سو ایک روپیہ مانگتے ہیں، کیا یہ سب جائز ہے یا منع ہے؟

المستفتي: محمد اسماعیل ہلدور، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نوشہ کے سلامی کرتے وقت سالیوں کا نوشہ کے جوتے اٹھا لینا اور اپنی مطلوبہ رقم لیئے بغیر جوتے نہ دینا اسی طرح دلہن کو دروازہ پر روک لینا اور بغیر پیسے لئے ہوئے اندر نہ جانے دینا یہ سب رسومات ممنوع اور ناجائز ہیں مسلمانوں کو

ان رسومات سے بچنا لازم اور ضروری ہے اور امام صاحب کا لوگوں کو ان چیزوں سے منع کرنا صحیح اور درست ہے۔ اور نوشہ جب مسجد میں نفل پڑھنے آئے تو امام صاحب کا ایک سو ایک یا اکیاون روپیہ لینا جائز نہیں ہے، بلکہ یہ بھی ایک رسم ہے، اس کا چھوڑنا ضروری ہے، نیز پیسے دینے والے خوشی سے نہیں دیتے ہیں، بلکہ لوگوں کے طعن وتشنیع کے ڈر سے پیسے دیتے ہیں اور بغیر خوشی ورضامندی کے کسی سے روپیہ اور مال لینا جائز نہیں ہے، حدیث میں اس کی ممانعت وارد ہوئی ہے۔

عن أبی حرة الرقاشی عن عمه قال: قال رسول الله ﷺ: ألا لا تظلموا، ألا لاتظلموا ألا لا یحل مال امرئ إلا بطیب نفس منه. (مسند احمد ۵/۷۳، رقم: ۲۰۹۷۱، شعب الإیمان للبیهقي، باب في قبض الید عن الأموال المحرمة، دار الکتب العلمیة بیروت ٤/۳۸۷، رقم: ۵٤۹۲، مشکوٰة/۲۵۵)

امام صاحب کے لئے نکاح پڑھا کر اجرت لینا شرعاً جائز اور درست ہے۔ (مستفاد: عزیزی الفتاویٰ/ ۸٦۸، محمودیہ قدیم ۳/ ۳۱٦، جدید ڈابھیل ۱۷/۹۳-۹۸)

کل نکاح باشره القاضی وقد وجبت مباشرته علیه، کنکاح الصغار والصغائر فلا یحل له أخذ الأجرة علیه ومالم تجب مباشرته علیه حل له أخذ الأجرة علیه. (عالمگیری، کتاب ادب القاضی، مطلب فیما یفعل القاضی ومالا یفعل، زکریا قدیم۳/ ۳٤۵، جدید ۳/ ۳۰٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳؍ رجب ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳٦/۷۷۷۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۳؍۷؍۱۴۲۳ھ

شادی کے موقع پر پیسوں کا لین دین

سوال [۷۰٦]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ تمام تقریبات اور بیاہ شادیوں میں پیسوں کا لینا دینا ثواب ہے یا گناہ؟ یا پھر کچھ بھی نہیں ہے اگر پیسہ دیا

جاسکتا ہے تو کیسے اور کہاں دیا جاسکتا ہے اور اگر نہیں دیا جاسکتا ہے تو کیوں نہیں دیا جاسکتا ہے اگر ہم پیسہ لینے کے بجائے صرف دینا چاہیں کہ لوگ ہمیں برا نہ کہیں تو کیسا ہے؟

المستفتي: مبین احمد، چاند پور، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اس نیت سے دینا جائز نہیں کہ کل کو یہ ہمیں بھی دے گا بلکہ صرف محبت اور تعلق بڑھانے کے لئے جائز ہے لہٰذا آپ کا اگر لینے کا ارادہ نہیں ہے اور صرف خوش کرنے اور محبت اور تعلقات بڑھانے کے لئے دیتے ہیں تو جائز ہے حدیث میں آیا ہے:

عن عطاء بن عبد الله الخراسانی قال: قال رسول الله ﷺ: تصافحوا یذهب الغل، وتهادوا وتحابوا، تذهب الشحناء. (مؤطا امام مالك جامع ماجاء فی أهل القدر، باب ماجاء فی المهاجرة /٣٦٥)

وفی الفتاویٰ الخیریة : وإن كان العرف خلاف ذلک بأن كانوا یدفعونه علی وجه الهبة ولا ینظرون في ذلک إلیٰ إعطاء البدل فحكمه حكم الهبة فی سائر أحكامه فلا رجوع فیه بعد الهلاک أو الاستهلاک والأصل فیه أن المعروف عرفاً كالمشروط شرطاً. (شامی، كتاب الهبة، زكریا ٨/ ٥٠١، كراچی ٥/ ٦٩٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۲۸/شوال ۱۴۱۸ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر ۳۳/ ۵۴۷۹)	۱۴۱۸/۱۰/۲۸ھ

شادی کے موقع پر رسم ’’نشرح‘‘ کا ادا کرنا

سوال [۷۰۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کافی دنوں

پہلے سے رسم نشرح ہوتا چلا آرہا ہے لڑکیوں اور لڑکوں کے لئے نشرح کیا جاتا ہے بالخصوص عورتیں اس رسم کا زیادہ اہتمام کرتی ہیں، لڑکیوں کا رسم نشرح خاص طور سے اس کی شادی کے موقع پر کیا جاتا ہے چونکہ شادی کے اخراجات کے ساتھ رسم نشرح کی ادائیگی میں سہولت ہو جاتی ہے اسی طرح ایام غیر شادی میں بھی کرتے ہیں، ہوتا یہ ہے کہ ملانی اسے قرآن شریف اخیر تک پڑھا چکی ہوتی ہے بوقت نشرح اور سورتوں کے علاوہ لازمی طور پر سورۂ الم نشرح لڑکیوں سے ضرور بالضرور پڑھواتی ہیں، بس اختتام تقریب پر ملانی کو جوڑے وغیرہ دیئے جاتے ہیں، اس کا اگر کوئی ثبوت ہو تو پیش کریں، پھر یہ کہ ایسا کرنا درست ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: یہ بدعت اور ممنوع ہے اس میں بہت سی خرابیاں ہیں، مثلاً نئ دلہن ہے اس وقت شرم کی وجہ سے تکلف ہوگا اور ادھر جبراً آمادہ کیا جارہا ہے، نیز لڑکے والے رخصتی کا تقاضہ کریں ادھر دیر لگاتے ہیں، نیز غیر لازم کو لازم سمجھا جاتا ہے وغیرہ وغیرہ اس لئے اس کا ترک ضروری ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۵/۳۴۰)

قال رسول اللہ ﷺ ...... وإن شر الأمور محدثاتها و كل بدعة ضلالة الحديث. (مسند أبي يعلىٰ الموصلي، دارالكتب العلمية بيروت ۲/۳۰۸، ۳۱۰، رقم: ۲۱۰۷، ۲۱۱۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر ۲۴/۷۰۱)

دولہے کو ہلدی لگانا

سوال [۷۰۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جس کا نکاح

ہونا رہتا ہے، اس کو لوگ ایک دو دن پہلے سے ہلدی یا رنگ وغیرہ بطور رسم کے لگاتے ہیں اور گھڑے میں پانی وغیرہ بھرتے ہیں، یہ سب رسومات کیسی ہیں کیا ان کو کرنا درست اور صحیح ہے یا پھر ممنوع ہے؟

المستفتي: فہیم احمد نگینوی،
مدرسہ اشرف المدارس، ہردوئی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شادی کے موقع پر لڑکے اور لڑکی کے بدن کی صفائی جائز اور مباح ہے، لیکن رسم کے طور پر ہلدی اور رنگ لگانا اور گھڑے میں پانی وغیرہ بھر کر رکھنا یا لوگوں کے آنے کے راستہ پر رکھنا یہ سب ہندوانی رسم ہیں جو شریعت میں جائز نہیں ہے، اس کا ترک لازم ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۷/۴۳۶، جدید ڈابھیل ۱۱/۱۹۲)

عن ابن عمر قال قال رسول اللّٰہ ﷺ من تشبہ بقوم فهو منهم

(ابو داؤد، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة، النسخة الهندية ۲/۵۵۹، دارالسلام رقم: ٤٠٣١) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

كتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴؍ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۵/ ۶۶۱۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۴/۲۴ھ

دولہے اور دلہن کو اُبٹن لگانا

سوال [۷۰۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ شادی میں لڑکے کے لئے اور لڑکی کے لئے اُبٹن کا ملنا کیسا ہے؟

المستفتي: شمیم احمد مبہوت پور، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شادی بیاہ کے موقعہ پر لڑکے اور لڑکیوں کو اُبٹن ملنے کی رسم

متعدد خرابیوں کی وجہ سے ناجائز ہے مثلاً غیر محرم عورتوں کی بھیڑ وغیرہ ہوتی ہے اس لئے اس سے احتراز ضروری ہے۔ (مستفاد: بہشتی زیور اختری ۶/۲۳)

عن ابن عمرؓ قال: قال رسول اللہ ﷺ: من تشبہ بقوم فھو منھم.

(سنن أبی داؤد، کتاب اللباس، باب في لبس الشهرة، النسخة الهنديه ۲/۵۵۹، داراسلام رقم: ۴۰۳۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴۱۵/۵/۴ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۱/ ۳۹۹۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۵/۵/۴ھ

شادی کے موقع پر زوجین کو اپٹن لگانا

سوال [۱۰۷۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اکثر وبیشتر شادی بیاہ میں دیکھا جاتا ہے کہ دولہا اور دلہن کو اپٹن لگاتے ہیں اس کا شرعی حکم کیا ہے؟

المستفتي: اسرار الحق، محمد پور، اعظم گڈھ یوپی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر اپٹن سے صرف بدن کی صفائی مقصود ہے اور دولہن خود اپنے اوپر اپٹن لگاتی ہے، یا ایک دو مخصوص عورتیں اس کے اوپر بدن کی صفائی کے لئے اپٹن لگاتی ہیں تو اس کی گنجائش ہے اسی طرح دولہا کے بدن کی صفائی کے لئے وہ خود اپنے اوپر اپٹن لگاتا ہے یا کوئی اس کے ظاہری اعضاء پر صفائی کے لئے اپٹن لگاتے ہیں تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے لیکن دولہن کو اپٹن لگانے میں آج کل کے زمانہ میں جو عورتیں اور مردوں کا ہجوم ہوتا ہے اور بڑی بڑی دعوتیں کی جاتی ہیں اور اس میں بے شرمی بے حیائی کا انداز اختیار کیا جاتا ہے یہ سب ناجائز اور قابل ترک ہے، اسی طرح دولہا کو عورتیں اپٹن لگاتی ہیں یہ بھی ناجائز ہے۔ (مستفاد: بہشتی زیور ۶/ ۲۳، محمودیہ قدیم ۱۷/ ۶ ۴۳، جدید ڈابھیل ۱۱/ ۱۹۲)

عن ابن عمرؓ قال: قال رسول اللہ ﷺ: من تشبہ بقوم فھو منھم.

(سنن أبی داؤد ، کتا ب اللباس ، باب في لبس الشهرة، النسخة الهندیه ۲/۵۵۹، دار اسلام رقم: ۴۰۳۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴/ ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۵/۶۶۳۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری
۲۴/۴/۱۴۲۱ھ

اپٹن لگانے کی شرعی حیثیت

سوال [۷۱۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اپٹن، ہلدی، اور نکاح سے قبل جسم پر خصوصیت سے تیل کی مالش کیا جائز ہے؟

المستفتي: محمد عمران، ارریاوی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: اگر کوئی شخص جسم کی صفائی کی خاطر از خود اپٹن، ہلدی، تیل وغیرہ ملے تو اس میں شرعاً کوئی قباحت نہیں ہے، لیکن موجودہ رسم کی طرح اپٹن ملنا جس میں مرد اور عوتوں کا اجتماع ہو اور کھلے عام بے حیائیوں وفحاشیوں کا ارتکاب کیا جاتا ہو تو اس کی قطعاً اجازت نہیں ہے، بلکہ یہ حرام اور ممنوع ہے اس سے اجتناب واحتراز لازم ہے۔ (مستفاد: محمودیہ قدیم ۱۷/ ۴۳۶، جدید ڈابھیل ۱۱/۱۹۲)

قال عليه الصلوٰة والسلام: كل شئ يلهوبه ابن آدم فهو باطل. (مستفاد: مسند احمد ۴/۱۴۱، رقم: ۱۷۴۷۰) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۸/ ربیع الثانی ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۵/ ۷۱۵۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۸/۴/۱۴۲۲

نکاح کے وقت نوشہ کو کلمہ پڑھوانا

سوال [۷۱۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کیا نکاح کے وقت

دولہا کوکلمہ پڑھانا ضروری ہے؟ اگر ضروری ہے تو کہاں سے ثابت ہے؟

المستفتي: محمد نصرت، لکھیم پوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: نکاح کے وقت میں دولہا یا دلہن کوکلمہ پڑھانا نہ ضروری ہے، اور نہ سنت ہے اور نہ مستحب ہے، اور نہ ہی قرآن وحدیث اور فقہ سے اس کا ثبوت ہے بلکہ یہ محض کم پڑھے لکھے عوام کے درمیان رائج شدہ ایک رسم ہے، اس لئے اس کو ترک کردینا چاہئے، ہاں البتہ دولہا اور دلہن میں سے کوئی ایک غیر مسلم ہے، یا دونوں غیر مسلم ہیں تو ان کو پہلے کلمہ پڑھا کر ایمان میں داخل کرنا لازم ہے اس کے بعد نکاح پڑھایا جاسکتا ہے، اور صحیح العقیدہ مسلمانوں میں اس کی ضرورت نہیں۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۵/ ۱۳۰، ۳۹۴/۷، جدید میرٹھ ۸۳/۱۶)

عن عائشة قالت: قال رسول الله ﷺ: من أحدث في أمرنا هذا ماليس منه فهو رد. (صحيح البخاري، كتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا على جور فالصلح مردود، النسخة الهندية ۱/ ۳۷۱، رقم: ۲۶۱۹، ف: ۲۶۹۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶/۱/۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۵/۷۴۷۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۷/۱/۱۴۲۳ھ

مجلس نکاح میں نوشہ کوکلمہ پڑھوانا

سوال [۱۳۱۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ نکاح پڑھانے میں لڑکے کو پہلا کلمہ اور دوسرا کلمہ پڑھانا یا ضد کرکے پڑھوانا مستحب ہے یا بدعت؟ مفصل بیان فرمائیں؟

المستفتي: عابد حسین، محلّہ نیوبستی

انصار کلاں، قصبہ نرولی، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نوشہ کو کلمہ پڑھانے کا طریقہ بدعت اور بے اصل ہے۔

عن عائشة قالت: قال رسول الله ﷺ: من أحدث في أمرنا هذا ماليس منه فهو رد. (صحيح البخارى، كتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا على جور فالصلح مردود، النسخة الهنديه ١/٣٧١، رقم: ٢٦١٩، ف: ٢٦٩٧)

ہاں البتہ اگر نوشہ کا عقیدہ بالکل غیر اسلامی ہے تو احتیاطاً اگر کلمہ پڑھا کر تجدید ایمان کرلیا جائے تو مفید ہوسکتا ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیه قديم ٧/٣٩٤، جديد ميرٹھ ١٦/٨٣)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۱۱؍صفر المظفر ۱۴۱۳ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر ۲۸/ ۳۰۱۷)	۱۴۱۳/۲/۱۱ھ

نکاح سے قبل لڑکا یا لڑکی کو کلمہ طیبہ، ایمان مفصل ومجمل پڑھوانا

سوال [۱۴۷۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بعض علاقوں میں لوگ نکاح سے پہلے لڑکے اور لڑکی کو کلمہ اور ایمان مفصل ومجمل وغیرہ پڑھواتے ہیں کیا یہ صحیح ہے، اور اگر لڑکا یا لڑکی بالکل جاہل ہوں کلمہ بھی نہ جانتے ہوں تو ایسی حالت میں پڑھوانا کیسا ہے؟

المستفتي: ضیاء الدین، دیناجپوری، بنگال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگرچہ دولہا اور دولہن دونوں بالکل جاہل ہوں مگر دونوں کا عقیدہ صحیح اور درست ہے تو ان کو باقاعدہ کلمہ پڑھانے کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ خطبۂ مسنون کے بعد عقد نکاح کا ایجاب وقبول کرایا جائے تو کافی ہے اگر یہ طریقہ رواج میں داخل ہوگیا

ہے تو اس کو ترک کرنے کی کوشش ہونی چاہئے اور اگر رائج نہیں ہے، بلکہ صرف جاہل اور ان پڑھ اور کلمہ بھی نہ جاننے والے کے ساتھ کیا جاتا ہے تو صرف ان کو کلمہ پڑھانے کی گنجائش ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ دار العلوم ۷/ ۱۴۷، فتاویٰ محمودیہ قدیم ۷/ ۳۹۴، جدید میرٹھ ۱۶/ ۸۲) فقط اللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱ر صفر المظفر ۱۴۱۶ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۲/ ۴۳۳۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۱/ ۲/ ۱۴۱۶ھ

بارات میں جانے سے قبل دولہا کا دو رکعت نماز پڑھنا!

سوال [۷۱۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بارات میں جانے سے قبل دولہا کا دو رکعت نماز نفل مسجد میں جاکر پڑھنا کیا حکم رکھتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بارات میں جانے سے پہلے دولہا کا دو رکعت نماز نفل مسجد میں جاکر پڑھنا اور اس کا التزام کرنا بے اصل ہے، لیکن بلا التزام پڑھنے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ (مستفاد: آپ کے مسائل اور ان کا حل ۶/ ۴۱۸، محمودیہ میرٹھ ۱۷/ ۴۷۰)

عن عائشة قالت قال النبی صلی اللہ علیه وسلم من أحدث في أمرنا هذا فهو رد. (بخاری شریف ۱/ ۳۷۱، مسند احمد ۶/ ۲۴۰، مسلم شریف ۲/ ۷۷، ابن ماجه/ ۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸ر محرم الحرام ۱۴۳۵ھ
(فتویٰ نمبر رجسٹری خاص ....)

ایجاب وقبول سے قبل دولہا کو تین مرتبہ چار کلمہ پڑھانا، تین بار قبول کرانا

سوال [۷۱۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بعض علاقوں میں دولہا دلہن کو تین بار کلمہ پڑھواتے ہیں، اور تین بار ایجاب وقبول کراتے ہیں، ایسا کرنا کیسا ہے؟ جواب سے نوازیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نکاح کے موقع پر تین بار کلمہ پڑھوانا بے اصل اور بے بنیاد ہے، شریعت میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے، البتہ جن کے عقائد شریعت کے خلاف ہوں، ان کو کلمہ پڑھانا ضروری ہے، مگر یہ بھی ایک بار کافی ہے، تین بار پڑھانے کی ضرورت نہیں ہے، اور اگر کوئی ضروری سمجھ کر تین بار ایجاب وقبول کراتا ہے، تو یہ بدعت ہے اس سے بچنا ضروری ہے۔ (مستفاد: آپ کے مسائل اوران کا حل ۹۳/۸ محمودیہ ڈابھیل ۶۱۲/۱۰، میرٹھ ۱۵۴/۱۶)

النكاح يثبت ويحمل انعقاده بالإيجاب والقبول. (شامی، زکریا ۶۹/٤، کراچی ۹/۳)

إن النكاح ينعقد بلفظين كقوله زوّجت وتزوجت. (هنديه زكريا ۲٦۷/۱)

والاحتياط أن يجدد الجاهل إيمانه كل يوم ويجدّد نكاح امرأته عند شاهدين في كل شهر مرة أو مرتين. (شامی، زكريا ۱۲٦/۱، کراچی ٤۲/۱)

مافي كونه كفرا اختلاف فإن قائله يؤمر بتجديد النكاح وبالتوبة والرجوع عن ذلك بطريق الاحتياط. (هنديه زكريا ۲۸۳/۲) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵ رجمادی الاخری ۱۴۳۵ھ
(فتویٰ نمبر رجسٹر خاص ....)

نکاح میں دولہا سے تین مرتبہ قبول کروانا

سوال [۷۱۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کیا نکاح پڑھاتے وقت دولہا سے تین بار قبول کروانا ضروری ہے؟

المستفتي: محمد نصرت، لکھیم پوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: تین بار قبول کروانا ضروری نہیں، محض ایک مرتبہ ایجاب و قبول سے نکاح منعقد ہو جائے گا۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۰/۳۳۵)

ینعقد بالإیجاب والقبول. (فتاویٰ عالمگیری ۱/ ۲۷۰، الدرالمختار/ ۱۸۵)

فإن في هٰذہ المسائل ینعقد النکاح بلفظ واحد ویکون اللفظ الواحد إیجاباً وقبولا. (فتاویٰ تاتار خانیه ۲/ ۵۸۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴۲۳/۱/۲۶ھ
(فتویٰ نمبر رجسٹر خاص ....)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۳/۱/۲۷ھ

دولہے کا دو رکعت نماز پڑھنا

سوال [۷۱۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جب بارات جانے والی ہوتی ہے تو دولہا مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھتا ہے اس کی آج کل کافی رسم بن چکی ہے یہ نماز کیسی ہے اور اس کا کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حاجت اور ضرورت کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صلوٰۃ الحاجۃ پڑھنا ثابت ہے اور شادی انسان کی اہم ترین حاجت ہے، لہٰذا اس کے لئے جاتے وقت دو رکعت صلوٰۃ الحاجت پڑھنا بہتر اور افضل ہوگا رسم ورواج نہ ہوگا حدیث ملاحظہ ہو:

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: من کانت له إلی اللّٰہ حاجة أو إلی أحد من بني آدم فلیتوضأ ولیحسن الوضوء ثم لیقل لا إله إلا اللّٰہ الحلیم الکریم سبحان اللّٰہ رب العرش العظیم الحمد للّٰہ رب العالمین أسألک موجبات رحمتک وعزائم مغفرتک والغنیمة من کل بر

والسلامة من كل إثم لا تدع لى ذنبا إلا غفرته ولا هماً إلا فرجته ولا حاجة هى لك رضا إلا قضيتها يا أرحم الراحمين. (ترمذى شريف، أبواب الوتر، باب ماجاء فى صلوٰة الحاجة، النسخة الهنديه ۱/۱۰۸، دارالسلام رقم: ۴۷۹، سنن ابن ماجه كتاب الصلوٰة، باب ماجاء فى صلوٰة الحاجة، النسخة الهنديه ۱/۹۹، دارالسلام رقم: ۱۳۸٤، مسند البزار، مكتبه العلوم والحكم ۸/۳۰۰، رقم: ۳۳۷٤، شعب الإيمان، دارالكتب العلمية بيروت ٤/٥٤٦، رقم: ۲۹۹٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹/رجب ۱۴۱۶ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۲/۴۵۶۰)

دولہا کے سر پر عمامہ باندھنا

سوال [۱۹۱۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ شادی کے موقع پر عمامہ باندھنا کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عمامہ باندھنا مسنون ہے اور پسندیدہ لباس ہے مگر اس کو نکاح کی مستقل سنت سمجھنا درست نہیں، البتہ ہر حالت میں نماز و نکاح وغیرہ تمام مواقع پر عمامہ باندھنا محبوب اور لائق اعزاز ہے۔ (مستفاد: محمودیہ ڈابھیل ۱۰/۲۰۳، انوار رسالت/ ۵۴۵)

وقال النبى صلى الله عليه وسلم عليكم بالعمائم فإنها سيماء الملائكة وأرخوا لها خلف ظهوركم. (مشكوٰة شريف/۳۷۷، المعجم الكبير للطبرانى ۱۲/۲۹۲، برقم: ۱۲٤۱۸، مجمع الزوائد۵/۱۲۰)

عن أبى المليح عن أبيه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اعتموا تزدادوا حلما والعمائم تيجان العرب. (شعب الايمان ٥/١٧٦، رقم:

۲۶۲، جامع الأحاديث ۱/۴۷۲، رقم:۳۲۷۳)

عن ابن عباس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : اعتموا تزدادوا حلماً. (مستدرك حاكم ۷/۲۶۴۵، برقم: ۷۴۱۱، المعجم الكبير ۱/۱۹۴، برقم :۵۱۷ ، جامع الاحاديث ۱/۴۷۲، برقم:۳۲۷۲، مجمع الزوائد ۵/۱۱۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: **شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ**
۷/ جمادی الأخریٰ ۱۴۳۵ھ
(فتویٰ نمبر رجسٹر خاص)

سہرا باندھنا

سوال [۷۲۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ آج کل شادیوں میں دولہا کے سہرا باندھا جاتا ہے، اس رسم کی ابتداء کہاں سے ہوئی، جبکہ سہرا باندھنے والے کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کو خوشبو پسند تھی سہرا میں بھی خوشبو ہوتی ہے۔

المستفتي: جلیل احمد، ہردوئی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: سہرا باندھنا یہ ہندوانی رسم ہے جو انہیں سے مسلمانوں میں درآئی ہے اور یہ جائز نہیں ہے حضور ﷺ کو خوشبو پسند تھی، لہٰذا دولہا دولہن کو بھی خوشبو لگائی جائے مگر حضور ﷺ وصحابہ وائمۂ مجتہدین سے سہرا باندھنا ثابت نہیں ہے بلکہ سہرے کا رواج غیر مسلموں سے آیا ہے اس لئے اس کا ترک کرنا لازم ہے۔ (مستفاد: کفایت المفتی قدیم ۹/۶۹، ۹/ ۶۸، جدید زکریا مطول ۲/۱۲۱، بہشتی زیور ۶/ ۲۵)

عن ابن عمر قال: قال رسول الله ﷺ من تشبه بقوم فهو منهم. (سنن أبوداؤد ،كتاب اللباس ، باب في لبس الشهرة ، النسخة الهنديه ۲/ ۵۵۹، دارالسلام رقم: ۴۰۳۱، مسند البزار ، مكتبه العلوم والحكم ۷/۳۶۸، رقم: ۲۹۶۶)

من تشبه بقوم أی من شبه نفسه بالكفار مثلا فی اللباس وغيره -إلی- فهو منهم أی فی الأثم والخير قال الطيبی: هذا عام فی الخلق والخلق والشعار. (مرقاة، کتاب اللباس، الفصل الثانی ۸/۲۵۵، مکتبه امدادیه ملتان)

قال ابن المنير: المندوبات قد تنقلب مكروهات إذا رفعت عن مرتبتها. (فتح الباری، کتاب الأذان، باب الانفال والانصراف عن اليمين والشمال، دارالفکر ۲/۳۳۸، اشرفیه دیوبند ۲/۴۳۰، تحت رقم الحدیث/۸۵۲) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹؍رجب ۱۴۱۶ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۲/۴۵۶۰)

دولہے کے سر پر سہرا یا گجرا باندھنا

سوال [۷۲۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ دولہا کے سہرا اور صافہ جو کہ صرف نکاح کے لئے باندھا جائے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ علماء پھولوں کا سہرا جائز بتاتے ہیں اگر یہ جائز نہ ہو تو دلیل کیا ہے؟

المستفتي: محمد ایوب، طویلہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: دولہا کے گلے میں سہرا یا گجرا ڈالنا یا سر پر باندھنا خواہ پھولوں کا ہو یا کسی اور چیز کا یہ سب غیر مسلموں کا طریقہ ہے جس سے اجتناب ضروری ہے البتہ بغیر سہرا کے پگڑی باندھنا جائز ہے حدیث شریف میں غیر مسلموں کا طور طریقہ اپنانے اور ان سے مشابہت اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

عن ابن عمر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من تشبه بقوم فهو منهم الحديث. (سنن أبي داؤد کتاب اللباس، باب فی لبس الشهره، النسخة الهنديه ۲/۵۵۹، دارالسلام رقم: ۴۰۳۱)

أي من تشبه نفسه بالكفار مثلاً فی اللباس وغيره أو بالفساق والفجار فهو منهم أي فی الإثم. (بذل المجهود ،دارالبشائر الإسلاميه۱۲/۵۹، سهارن پور قديم۵/٤۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ:شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹/رجب۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر۳۶/۷۳۲۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۹/۷/۱۴۲۲ھ

سہرا باندھنے کی رسم میں شرکت کرنا

سوال [۷۲۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید پھولوں کا سہرا باندھنا ناجائز وحرام کہتا ہے اور ایسی تقریبوں میں شرکت بھی ناجائز سمجھتا ہے، مگر بکر پھولوں کے سہرے کو درست وجائز بتاتا ہے اور ایسی تقریبوں میں شرکت باعث مسرت اور جائز سمجھتا ہے جو سہرے کی تقریبوں میں شریک ہوجاتا ہے کیا وہ گنہگار ہوجاتا ہے آپ سے عرض ہے کہ عند الشرع مسئلہ کی وضاحت فرماکر خادم کو ممنون ومشکور فرمائیں۔

المستفتي: محمد یونس قریشی محلّہ: شیخ سرائے، قصبہ: پالی، ضلع: ہردوئی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سہرا باندھنا اصالۃً غیر مسلم ہندوؤں کی رسم ہے ہندوتاروں کا سہرا باندھتے ہیں اور مسلمانوں نے پھولوں کا سہرا باندھنا شروع کردیا ہے، لہٰذا یہ خلاف شرع ہے۔ (مستفاد: کفایت المفتی ۹/۶۹، بہشتی زیور ۶/۲۶)

من تشبه بقوم فهو منهم. (ابوداؤد شريف ،كتاب اللباس ، باب فی لبس الشهرة ، النسخة الهندية ۲/۵۵۹، دارالسلام رقم: ٤۰۳۱ ، مشكوٰة شريف ۲/۳۷۵)

اس قسم کی رسموں میں شرکت، اعانت علی المعصیت ہونے کی بنا پر ناجائز ہے۔

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَاتَعَاوَنُوْا عَلَى الْإِثْمِ وِالْعُدْوَان. (سورہ مائدہ: ۲)

وَلاَ تَرْكَنُوْا إِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ. (سورہ هود: ۱۱۳)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳؍رجب ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر ۲۴/ ۱۳۰۹)

دولہے کا سہرا کس پھول کا ہو؟

سوال [۷۲۲۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ شادی کیلئے دولہا بن کر جانا اور سہرا باندھ کر جانا کیا یہ اسلام کے مطابق ہے سہرا گوٹے کا ہونا چاہئے یا گلاب کے پھول کا سہرا باندھا جا سکتا ہے؟

المستفتي: اکبر علی ہمدرد دوا خانہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: شادی میں سہرا باندھنا ہندوستانی غیر مسلموں کا شعار ہے غیر مسلموں کی یہ رسم مسلمانوں میں داخل ہوگئی ہے اس کا ترک کردینا لازم ہے۔

عن ابن عمر قال: قال رسول الله ﷺ من تشبه بقوم فهو منهم الحديث. (سنن أبي داؤد، كتاب اللباس، باب في لبس الشهره، النسخة الهنديه ۵۵۹/۲، داراسلام رقم: ۴۰۳۱، مسند البزار ۳۶۸/۷، رقم: ۲۹۶۶)

من تشبه بقوم أي من شبه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره –إلى– فهو منهم أي في الإثم والخير قال الطيبي: هذا عام في الخلق والخلق والشعار. (مرقاة، كتاب اللباس، الفصل الثاني ۲۵۵/۸، مكتبه امداديه ملتان)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹ رمحرم ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۳/۵۱۱۴)

پھولوں کا سہرا باندھنا اور روپیہ بکھیرنا

سوال [۴۲۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ شادی میں پھولوں کا سہرا باندھنا، پھولوں کے ہار ڈالنا، مہندی لگانا اور روپیہ بکھیرنا دولہے کے اوپر کیسا ہے ؟ بالتفصیل جواب عنایت فرمائیں؟

المستفتي: محمد ادریس، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شادی میں بوقت نکاح صرف چھوہارا اور کھجور بکھیرنا ثابت ہے پیسہ بکھیرنا ثابت نہیں ہے، اور مردوں کا مہندی لگانا عورتوں کی مشابہت کی وجہ سے ممنوع اور ناجائز ہے اسی طرح شادی میں کسی بھی چیز کا سہرا باندھنا ہندؤں اور غیر مسلموں کا شعار اور رسم ہے اس لئے علماء نے اس کو ناجائز اور ممنوع قرار دیا ہے اس کا ترک لازم ہے۔

عن ابن عمر قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ: من تشبہ بقوم فھو منھم الحدیث. (سنن أبو داؤد، کتاب اللباس، باب فی لبس الشھرہ، النسخة الھندیہ ۲/ ۵۵۹، دارالسلام رقم: ۴۰۳۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲ رذی الحجہ ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۱/ ۴۲،۴۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۱۵/۱۲/۲ھ

دولہے کا منہدی لگانا اور سہرا باندھنا

سوال [۷۲۵]: کیافرماتے ہیں علماءکرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ

(۱) دولہے کو کاغذ یا پھولوں کا سہرا باندھنا، ہاتھوں اور پیروں پر منہدی لگانا، کنگنا باندھنا، سونے کی انگوٹھی پہننا کیسا ہے؟

(۲) زید نے اپنی شادی میں سہرا باندھا ہے اس لئے زید کے ولیمہ کی دعوت کھانا کیسا ہے؟ جبکہ سہرا ایک روز پہلے باندھا گیا تھا ولیمہ کے روز نہیں؟

المستفتي: جلال الدین، ادارہ
اصلاح امت، ضلع: مظفرنگر (یوپی)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) دولہے کے ہاتھ میں دھاگا وغیرہ کا کنگنا باندھنا خالص غیر مسلموں کی رسم ہے اس سے بچنا مسلمانوں پر لازم ہے اور ہاتھ پیر میں مہندی لگانا مردوں کے لئے ممنوع ہے، اس لئے کہ اس سے عوتوں کی مشابہت لازم آتی ہے اور کاغذ اور پھولوں کا سہرا باندھنا بھی غیر مسلموں کی رسم ہے اس سے بچنا بھی مسلمانوں پر لازم ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ رشیدیہ/۵۸۸)

عن ابن عمر قال: قال رسول الله ﷺ: من تشبه بقوم فهو منهم الحديث. (سنن أبي داؤ د ،کتاب اللباس ، باب فی لبس الشهره ، النسخة الهنديه ۵۵۹/۲، دارالسلام رقم : ۴۰۳۱)

(۲) شادی میں سہرا باندھنا الگ سے ممنوع چیز ہے اور ولیمہ کا کھانا الگ سے دوسری چیز ہے لہٰذا ولیمہ کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے مگر اگر کوئی شخص اتنا بااثر ہے کہ اس کے نہ جانے سے اس طرح منکرات کو ترک کردیا جائے گا تو ایسے شخص کا نہ جانا بہتر ہے۔

عن عمران بن حصين قال: نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن إجابة طعام الفاسقين. (المعجم الكبير للطبرانی ، دار احياء التراث العربي

۱۸/۱٦۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰/۱۱/۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۱/۴۲۱۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۰/۱۱/۱۴۱۵ھ

روپیوں اور گلاب کے ہار کے استعمال کا حکم

سوال [۷۲٦]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مروجہ روپیوں کے ہار کا استعمال یا گلاب وغیرہ کے ہار کے استعمال کا کیا حکم ہے؟ دونوں میں کچھ فرق تو نہیں ہے واضح فرمائیں؟

المستفتي: فصیح عالم، مدھوبنی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: مروجہ روپیوں اور پھولوں کا ہار ڈالنا یہ غیروں کا طریقہ ہے نیز ان ہاروں کے ڈالنے سے عورتوں کی مشابہت ہوتی ہے اس لئے ان کا ترک ضروری ہے۔ (مستفاد: اصلاح الرسوم/٦۴)

عن ابن عمر قال: قال رسول الله ﷺ: من تشبه بقوم فهو منهم. (سنن أبي داؤد كتاب اللباس، باب فى لبس الشهره، النسخة الهنديه ۲/ ۵۵۹، دار اسلام رقم: ۴۰۳۱)

من تشبه بقوم أى من شبه نفسه بالكفار مثلاً فى اللباس وغيره –إلى– فهو منهم أى فى الإثم والخير قال الطيبى: هذا عام فى الخلق والخلق والشعار. (مرقاة: كتاب اللباس، الفصل الثانى ۸/ ۲۵۵، مكتبه امداديه ملتان) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰ رجمادی الاولیٰ ۱۴۲٦ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۷/۸۸۱٦)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۰/۵/۱۴۲٦ھ

دولہے کے گلے میں ہارڈالنا

سوال [۷۲۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ دولہے کا سہرا باندھنا اور اس کے گلے میں پیسوں کا ہارڈالنا کیسا ہے؟

المستفتي: مجیب الرحمٰن میرٹھی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: دولہے کے سر پر سہرا باندھنا اور گلے میں پیسوں کا ہارڈالنا یہ غیر مسلموں کی رسم ہے اور اس میں عورتوں کی مشابہت ہے اس لئے کراہت سے خالی نہیں اس سے احتراز کرنا چاہئے۔ (مستفاد: دینی مسائل /۲۰۴، کفایت المفتی زکریا ۹/۹۵، جدید زکریا مطول ۲/۱۲۱، فتاویٰ عثمانی ۱/۱۲۳)

عن ابن عمر قال: قال رسول الله ﷺ: من تشبه بقوم فهو منهم. (أبو داؤد، کتاب اللباس، باب فی لبس الشهره، النسخة الهندیه ۲/۵۵۹، دارالسلام رقم: ۴۰۳۱)

من تشبه بالکفار مثلاً في اللباس وغیره أو بالفساق أو الفجار أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار فهو منهم أي في الإثم أو الخیر عند الله. (بذل المجهود دارالبشائر الاسلامیه ۱۲/۵۹، سهارن پور قدیم ۵/۴۱، ومثله فی المرقاة کتاب اللباس الفصل الثاني ۸/۲۵۵ ملتان) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۰/جمادی الآخر ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر رجسٹر ۴۰/۱۱۵۶۵)

دولہے کا پگڑی، سہرا اور گلے میں ہار پہننے کا حکم

سوال [۷۲۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) دولہے کے سر پر پگڑی باندھنا کیسا ہے؟

(۲) دولہے کے چہرہ پر سہرا باندھنا کیسا ہے؟ جس کے باندھنے کے بعد چہرہ ڈھک جاتا ہے ؟

(۳) دولہے کے گلے میں ہار ڈالنا کیسا ہے ہار پھولوں اور نوٹوں دونوں طرح کا ہوتا ہے شرعی حکم تحریر فرمائیں؟

المستفتي: سرفراز، کچا باغ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق :(۱) دولہے کے سر پر پگڑی باندھنا بلاتردد جائز اور درست ہے۔

عن ركانة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: فرق ما بيننا وبين المشركين العمائم على القلانس. (سنن الترمذی ، باب العمائم على القلانس ، النسخة الهنديه ١/٣٠٨، دارالسلام رقم: ١٧٨٤، ابوداؤد ، باب فی العمائم، النخسة الهنديه ٢/٥٦٣، دارالسلام رقم : ٤٠٧٨، مشکوٰة شريف /٣٧٤)

وعن ابن عمرؓ قال كان رسول الله ﷺ: إذا اعتم سدل عمامته بين كتفيه. (سنن الترمذی ، باب فی سدل العمامة بين الكتفين ، النسخة الهنديه١/٣٠٧، دارالسلام رقم: ١٧٣٦)

(۲) دولہے کے سر پر پھولوں کا یا سنہری اشیاء کا سہرا باندھنا جس سے بسا اوقات چہرہ ڈھک جاتا ہے غیر مسلموں اور ہندوؤں کی رسم ہے اس لئے اس طرح سہرا باندھنا مسلمانوں کے لئے جائز نہیں ہے، لہٰذا اس سے احتیاط لازم ہے۔ (مستفاد: کفایت المفتی قدیم ۹/ ۶۸، جدید زکریا مطول ۲/ ۱۲۱، فتاویٰ محمودیہ جدید ۱۱/ ۲۱۲، بہشتی زیور ۶/ ۲۶)

(۳) دولہے کے گلے میں پھولوں اور روپیوں کا ہار ڈالنا کفایت المفتی میں جائز لکھا ہے ۔(مستفاد: کفایت المفتی قدیم ۹/ ۶۸، جدید زکریا مطول ۲/ ۱۲۱)

اور فتاویٰ محمودیہ میں ممانعت لکھی ہے۔ (قدیم ۱۱/ ۲۴۰، جدید زکریا مطول ۱۱/ ۲۱۲)

اصل بات یہی ہے کہ دولہے کے گلے میں ہارڈالنا بالکل ناجائز تونہیں ہے، مگر عورتوں کی مشابہت کی وجہ سے خلاف اولیٰ اورناپسندیدہ ہے۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال: لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم المتشبهين من الرجال بالنساء والمتشبهات من الرجال بالنساء. (صحيح بخاری، باب المتشبهون بالنساء والمتشبهات بالرجال، النسخة الهنديه ۲/ ۸۷٤، رقم: ۵٦۵٦، ف: ۵۸۸۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۴؍ربیع الاول ۱۴۲۹ھ
(الف فتویٰ نمبر ۹۴۹۳/۳۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۹/۳/۴ھ

نوشہ کے گلے میں نوٹوں کا ہارڈالنا

سوال [۷۲۹]: کیافرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بعض تقریبات میں دیکھنے میں آیا ہے کہ لوگ نوشہ کے گلے میں یا حاجی کے گلے میں نوٹوں سے بنا ہوا ہار ڈالتے ہیں، اور وہ اگر ایک سو روپیہ کے نوٹوں کا ہے تو ایک سو پچیس یا اس سے زائد کا ملتا ہے، تو اس ہارکو خریدنا اور گلے میں ڈالنا شرعاً کیسا ہے؟

المستفتي: محمد اخلاق سیتاپوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نوٹوں کے ہار میں سنہرے گوٹے وغیرہ لگے ہوتے ہیں اس کی قیمت ہوتی ہے اس لئے ہار میں جتنے نوٹ ہیں خریدار کے پیسوں سے اتنے پیسے نوٹ کے بدلہ میں اور بقیہ پیسے گوٹے وغیرہ کی قیمت میں شمار کئے جاسکتے ہیں، اس طریقہ سے یہ بیع جائز ہے۔ (مستفاد: فقہی مقالات ۱/۱۴٦)

لو باع سيفا محلى بمائة درهم وحليته خمسون فدفع من الثمن

خمسين جاز البيع. (هدايه ، كتاب الصرف ، اشرفي ديو بند۳/۱۰٦)

اور ایسے ہاروں کا دولہا اور نوشہ کے گلے میں ڈالنا شرعی طور پر ممنوع ہے اس سے مرد میں عورتوں کی مشابہت آتی ہے، اس لئے اس سے پرہیز کرنا چاہئے۔

عن أبی هريرة ؓ قال: أربعة يصبحون فی غضب الله ويمسون فی سخط الله، قلت: ومن هم يارسول الله! (صلی الله عليه وسلم) قال: المتشبهون من الرجال بالنساء، والمتشبهات من النساء بالرجال، والذی يأتی البهيمة ، والذی يأتی الرجال. (المعجم الأوسط ، دارالفكر ۵/۱٤۳، رقم: ٦٨٥٨) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱؍جمادی الاُولیٰ ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۶/۷۶۴۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۳/۵/۱۲ھ

دولہے کو شادی کے دن تکیہ پر بٹھانے کی رسم

سوال [۷۳۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے یہاں ایک رسم اور رواج یہ ہے کہ عقد نکاح اور شادی کے دن دولہے کو تکیہ (جو سر کے نیچے رکھا جاتا ہے) پر بٹھایا جاتا ہے اس مسئلہ کے بارے میں بعض علماء کرام کا کہنا ہے کہ ایسا کرنا سنت ہے اور جو لوگ اس پر عمل نہیں کرتے ان پر لعن طعن کرتے ہیں اور سنت ہونے پر حضرت انس ؓ کے اس عمل سے استدلال کرتے ہیں جو حاشیہ قدوری کتاب الحظر والاباحہ پر موجود ہے **(وروی أن أنساً رضی الله عنه حضر وليمة فجلس علی وسادة حرير)** اور بعض علماء کرم کا کہنا ہے کہ یہ عمل بدعت ہے تو سوال یہ ہے کہ دونوں فریق کے اقوال میں سے کس فریق کا قول صحیح ہے اور کس کا مردود اگر بدعت والا قول صحیح ہے تو حضرت انس رضی اللہ عنہ کے فعل کا کیا جواب دیا جائے گا وضاحت فرمائیں۔

المستفتي: عبد الکریم، تھوپال، منی پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق :شادی کے دن دولہے کوتکیہ پر بٹھانے کی رسم قطعاً بدعت ہےاس کوترک کرنا ہرمسلمان شخص کی ذمہ داری ہےلہٰذا جولوگ اس کوسنت کہتے ہیں وہ غلطی پر ہیں اورجوعلماءاس عمل کوبدعت کہتے ہیں ان کاقول درست ہے اورجنہوں نے حاشیہ قدوری کی عبارت سے استدلال کیا ہے انہوں نے اس عبارت کونہیں سمجھا اس لئے کہ حضرت انسؓ نے جس ولیمہ میں شرکت فرمائی تھی اس میں حضرت انس رضی اللہ عنہ دولہانہیں تھے بلکہ دوسرے کے ولیمہ میں شرکت فرمائی ہے نیز''جلس علی وسادۃ حریر'' کا مطلب یہ ہے کہ حضرت انسؓ تکیہ پرٹیک لگاکرتشریف رکھے ہوئے تھے یہ مطلب نہیں کہ تکیہ کےاوپر بیٹھے تھے۔

وأما البدعة فالمراد به اعتقاد أمر محدث ما عرف في الدين وما جاء من رسول الله صلى الله عليه وسلم وأصحابه بنوع شبهة وتأويل. (مقدمہ شیخ عبد الحق /۵) **قال رسول الله صلى الله عليه وسلم .....وشر الأمور محدثاتها و كل بدعة ضلالة.** (سنن دارمي، باب في كراهية أخذ الرأي، دارالمغني ۱/۲۸۹، رقم: ۲۱۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ:شبیراحمدقاسمی عفااللہ عنہ
یکم رشعبان ۱۴۲۴ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۷/۸۱۴۲)

الجواب صحیح:
احقرمحمدسلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۲۴/۸/۲ھ

شادی کے موقع پرگولا داغنا

سوال [۷۳۱]: کیافرماتے ہیں علماءکرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے علاقہ میں رمضان المبارک میں روزہ افطارکرنے کی اطلاع دینے کے لئےمسجد میں اولاً گولا داغا جاتاہےاس کےفوراً بعد مائک سے افطار کااعلان بھی کیا جاتاہے کیونکہ مائک کبھی کبھارصحیح نہیں چلتاہے اب عوام اس سے استدلال کرتے ہوئے گولے کودیگررسومات میں استعمال

کرنے کو صحیح سمجھتے ہیں مثلاً جب بارات آتی ہے تو گاؤں کے قریب پہونچتے ہی لڑکی والوں کو اطلاع دینے کے لئے گولہ داغتے ہیں اسی طرح جب کسی کے یہاں ولادت ہوتی ہے تو خوشی میں گولے کا استعمال کرتے ہیں اور منع کرنے پر کہتے ہیں کہ وہی گولا جب مسجد میں استعمال کیا جائے تو جائز اور جب ہم اپنی ضرورت کے لئے استعمال کریں تو فضول ہونے کی وجہ سے جائز نہ ہو یہ اچھی منطق ہے اب سوال یہ ہے کہ کیا رمضان میں یہ فعل درست ہے یا نہیں اور دیگر تقریبات کے موقع پر گولا داغنا کیا حکم رکھتا ہے اور عوام کا استدلال کیسا ہے؟ نیز فی نفسہ گولا بنانا اور اسکی بیع وشراء کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

المستفتي: حبیب احمد، لکھیم پوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: شادی وغیرہ کے موقع پر گولا چھوڑ نا فضول خرچی اور کفار کا شعار ہے اس لئے ناجائز اور ممنوع ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ایسے امور سے سختی سے ممانعت فرمائی ہے۔

وَلاَ تُبَذِّرْ تَبْذِيراً ، إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوْا اِخْوَانَ الشَّيَاطِيْنَ . (سورہ اسراء آیت : ۲۷)

اور حدیث شریف میں سخت وعید آئی ہے۔

من تشبه بقوم فهو منهم. (ابو داؤد كتاب اللباس ، باب في لبس الشهرة، النسخة الهندیه ۲/ ۵۵۹، دارالسلام رقم: ۴۰۳۱)

افطار اور سحری کا وقت متعین اور محدود ہے وقت سے پہلے افطار کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور وقت کے بعد سحری کھانے سے بھی روزہ صحیح نہیں ہوتا اس لئے رمضان میں وقت متعین کا اعلان مائک ڈھول سارن گولا وغیرہ کے ذریعہ سے جائز ہے مگر شادی کے موقع پر بارات پہونچنے کا وقت ایسا متعین نہیں ہے کہ مقررہ وقت سے ۵/ ۱۰، منٹ تاخیر ہونے کی وجہ سے براتیوں کو لوٹا دیا جاتا ہو یا شادی کو منسوخ کر دیا جاتا ہو اس لئے بارات وغیرہ کو رمضان پر

قیاس کرنا صحیح نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۷/۲۹۲، جدید ڈابھیل ۱۱/ ۲۱۷)

گولا بنانا فی نفسہ مباح ہے اور جائز امور کے لئے اس کی خرید وفروخت درست ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۰/ جمادی الثانیہ ۱۴۱۶ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۲/ ۴۴۷۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۰/ ۶/ ۱۴۱۶ھ

شادی میں بے حجابانہ مخلوط اجتماع کا حکم

سوال [۷۳۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلۂ ذیل کے بارے میں: کہ شادی بیاہ کی تقریب میں مردوں وعورتوں کا مخلوط اجتماع کرنا اوراس طرح کے پروگراموں میں شریک ہونا شریعت کی نظر میں کیسا ہے؟

المستفتي: قاری شکیل احمد،
مدرسہ ہدایت العلوم، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اجنبی مردوں وعورتوں کا مخلوط طریقہ پر اجتماع خواہ شادی کی تقریب میں ہو یا کسی اور موقع پر بہر صورت ناجائز اور فتنہ کا باعث ہے، اس سے قطعی طور پر احتراز لازم ہے، اور دعوت قبول کرنا مسنون وپسندیدہ عمل ہے؛ لیکن جس تقریب اور پروگرام میں خرافات اور منکرات ہوں ایسے پروگرام میں شرکت سے گریز کرنا اور بچنا شرعاً لازم ہے۔

إن النساء أيضا مأمورات بغض البصر عن الرجال الأجانب كما أن الرجال مأمورون بغض البصر عن النساء الأجنبيات. (احکام القرآن للتھانوی ۳/ ۴۳)

والإسلام قد حرم على المرأة أن تكشف شيئا من عررتها أمام الأجانب خشية الفتنة. (روائع البیان ۲/ ۱۶۲ بحوالہ محمودیہ میرٹھ ۲۸/ ۹۵)

قال رسول اللہ ﷺ: إذا دعا أحدکم أخاہ فلیجب عرسا کان أو نحوہ. (مسلم شریف، کتاب النکاح، باب الأمر بإجابة الداعی إلی دعوة، النسخة الهندیه ۱/۴٦۲، بیت الأفکار رقم: ۱٦۲۹، سنن أبی داؤد، کتاب الأطعمة باب ماجاء في إجابة الدعوة، النخسة الهندیه۲/۵۲۵دارالسلام رقم: ۳۷۳۸)

وأما الأعذار التی یسقط بها وجوب إجابة الدعوة الخ منها: أن لایکون هناک منکر من خمر أو لهو أو فرش حریرأو صور حیوان غیر مفروشة أو اٰنیة ذهب أو فضة الخ ومن الأعذار أن یعتذر إلیٰ الداعی فیترکه. (نووی کتاب النکاح، باب الامر باجابة الداعی إلی دعوة علی هامش مسلم۱/٤٦۲) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ:شبیراحمد قاسمی عفااللہ عنہ
۲۵؍محرم الحرام۱۴۳۳ھ
(الف فتویٰ نمبر۳۹/۱۰٦۱۲)

شادی کی ویڈیو فلم بنانا

سوال [۷۳۳۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ آج کے دور میں کوئی ایسی دعوت نہیں جس میں ویڈیو فلم نہ بنتی ہو، بڑے اہتمام کے ساتھ ویڈیو فلم بنانے والے کسی فلم میکر کو بلایا جاتا ہے، جو پوری فلم شادی بیاہ کی تیار کرتا ہے۔

المستفتي: قاری شکیل احمد، مدرسہ ہدایت العلوم، بھگوان پور، ہریدوار۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: فوٹو وتصویر کھینچنا اور شادی بیاہ کے موقع پر بنائی جانے والی ویڈیو فلم قطعاً حرام وناجائز ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: إن أشد الناس عذاباً عنداللہ یوم

القيامة المصورون. (بخاری شریف کتاب اللباس ، باب عذاب المصورين يوم القيامة، النسخة الهنديه ۲/ ۸۸۰، رقم: ۵۷۱۷، ف: ۵۹۸۰، صحيح مسلم كتاب اللباس والزينة ، باب تحريم تصوير صورة الحيوان الخ، النسخة الهنديه ۲/ ۲۰۱، بيت الأفكار رقم: ۲۱۰۹)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : إن أصحاب هذه الصور يوم القيامة يعذبون فيقال لهم : أحيوا ما خلقتم. الحديث. (بخاری شریف، كتاب البيوع ، باب التجارة فيما يكره لبسه للرجال والنساء ، النسخة الهنديه ۱/ ۲۸۳، رقم: ۲۰۵۸، ف:۲۱۰۵، مسلم شریف کتاب اللباس ، باب تحريم تصوير ، النسخة الهنديه ۲/ ۲۰۱، بيت الأفكار رقم: ۲۱۰۷، مشكوٰة / ۳۸۵)

وأما التلفزيون والفديو فلاشک في حرمة استعمالهما بالنظر إلىٰ ما يشتملان عليه من المنكرات الكثيرة من الخلاعة والمجون والكشف عن النساء المتبرجات أو العاريات وما إلىٰ ذلک من أسباب الفسوق. (تکمله فتح الملهم ، اشرفیه دیو بند ٤ / ١٦٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵؍محرم الحرام ۱۴۳۳ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۹/۱۰۶۱۲)

مجلس نکاح کی ویڈیو بنانا

سوال [۷۴۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ آج کل شادیوں میں ویڈیو فلم کا رواج ہے، اگر کوئی شخص تقویٰ کا پہلو اختیار کرتا ہے اور لوگوں کو روکنے اور پرہیز کرنے کی کوشش کرتا ہے تو جدید تعلیم یافتہ لوگ یہ کہہ کر جواز کا ثبوت پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ اسلامی ملک سعودیہ میں جہاں حرم شریف کی حدود میں غیر مسلم کا داخلہ بند ہے حج کا پورا پروگرام اور حرم شریف کے اعمال نماز وطواف وغیرہ فلم کے

ذریعہ ہی نشر ہوتا ہے، اور ٹی وی پر علماء کرام کی نصیحت آمیز تقاریر اور دینی پروگرام بھی اسی سسٹم کے ذریعہ سے منظر عام پر آتے ہیں تو مجلس نکاح کا پروگرام جو ایک ثبوت بھی ہے کیوں نہ ویڈیو کیمرہ کے ذریعہ محفوظ کرلیا جائے، اس میں کیا قباحت ہے مجلس نکاح میں عورتوں کا اختلاط بھی نہیں ہوتا اس صورت میں جواز کی شکل معلوم ہوتی ہے، وہ بھی تو عالم ہی ہیں جو ایسے ماحول میں نکاح پڑھاتے ہیں۔

المستفتي: محمد ابراہیم صدر بازار
جامع مسجد، احمد گڑھ سنگرور، پنجاب

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: ہم سعودیہ عرب کی حکومت کے عملہ پر ایمان نہیں لائے بلکہ ہم اس ذات پر ایمان لائے ہیں جس نے سعودیہ میں رہنے والے انسانوں اور پوری دنیا میں رہنے والے مسلمانوں کو ایمان سے نوازا ہے اور جس ذات نے تمام مسلمانوں تک ایمان پہونچایا ہے، اسی ذات نے فوٹو اور ویڈیو فلم کو منع کیا ہے نیز سعودیہ کے متدین علماء بھی اس کو ناجائز کہتے ہیں مگر حکومت ان کی باتوں کو نہیں مانتی اور یہ بھی یاد رکھئے کہ شریعت ماڈرن زمانہ کی ماڈرن زندگی کے تابع نہیں ہے، بلکہ ماڈرن زمانہ کے جو لوگ شریعت کے تابع ہو کر زندگی گذاریں گے، وہ نجات کے مستحق ہوں گے اور وہی کامیاب اور کامران ہوں گے اس لئے ویڈیو فلم اور فوٹو گرافی کے جواز کے لئے مستفتی نے جو عقلی دلیل پیش کی ہے وہ شریعت کے نزدیک کوئی دلیل نہیں ہے، اگر کوئی عالم منکرات پر نکیر نہیں کرتا تو اس کا عمل ان منکرات کے جواز کی دلیل نہیں ہے، اس لئے مجلس نکاح کی ویڈیو فلم بنانا اور سب لوگوں کے فوٹو کھینچنا دائرۂ جواز میں داخل نہیں ہے۔ (مستفاد: رحیمیہ قدیم ۶/ ۲۷۱، زکریا جدید ۱۰/ ۱۴۶، جواہر الفقہ قدیم ۴/ ۸۵، زکریا جدید)

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : إن أشد الناس عذاباً عند الله یوم القیامة المصورون. (بخاری شریف کتاب اللباس ، باب عذاب المصورین یوم القیامة ۲/ ۸۸۰، رقم: ۵۷۱۷ ، ف ۵۹۸۰، صحیح مسلم شریف کتاب اللباس والزینة ، باب

تحریم تصویر صورة الحیوان الخ ، النسخة الهندیه ۲/ ۲۰۱ ، بیت الأ فکار رقم: ۲۱۰۹)

وأما التلفزیون والفدیو فلاشک في حرمة إستعمالهما بالنظر إلیٰ ما یشتملان علیه من المنکرات الکثیرة من الخلاعة والمجون والکشف عن النساء المتبرجات أو العاریات وما إلیٰ ذلک من أسباب الفسوق. (تکمله فتح الملهم ، اشرفیه دیو بند ۴/ ۱٦۴) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳۰ رصفر المظفر ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳٦/۷۵۳۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۳/۲/۳۰ھ

شادی میں گانے بجانا اور بے حجابانہ اختلاط کا شرعی حکم

سوال [۷۳۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ شادی بیاہ کے موقع پر گانا بجانا، فلم چلانا، اسٹیج بنا کر مردوں وعورتوں کا بے مہار ڈانس کرنا سجے بنے مردوں وعورتوں کا بے حجاب ملنا جلنا کیسا ہے؟

المستفتی: قاری شکیل احمد، مدرسہ ہدایت العلوم

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شادی بیاہ کے موقع پر گانا بجانا فلم وغیرہ چلانا ، اوران چیزوں میں اپنے مال کو ضائع کرنا ناجائز اور حرام ہے نیز عورتوں اور مردوں کا ناچنا گانا ، اور بے حجاب ایک دوسرے سے ملنا بڑی بے غیرتی اور بے حیائی کی بات ہے، شریعت میں اس کی ممانعت آئی ہے، اور یہ گناہ کبیرہ ہے۔

وقال علیه الصلوٰة والسلام: کل شیئی یلهو به ابن آدم فهو باطل.

(مسند احمد ابن حنبل ۴/ ۱۴۱ ، رقم: ۱۷۴۷۰)

کل لهو المسلم حرام ، والإطلاق شامل لنفس الفعل ، واستماعه

کالرقص والسخرية، والتصفيق وضرب الأوتار من الطنبور، والبربط، والرباب، والقانون، والمزمار، والصنج، والبوق، فإنها كلها مكروهة لأنها زي الكفار. (شامی، کتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء، زكريا ٩/٥٦٦، کراچي ٦ /٣٩٥)

استماع صوت الملاهي كضرب قصب ونحوه حرام. (شامی، کتاب الحظر والإباحة، قبيل فصل فی اللبس، زکریا ٩ /٥٠٤، کراچی ٦/٣٤٩، بزازيه كتاب الكراهية الثالث فيمايتعلق بالمناهی، جديد زكريا ديوبند٣ /٢٠٢، وعلى هامش الهنديه٦ /٣٥٩)

السماع، والقول، والرقص، الذی يفعله المتصوفة فی زماننا حرام لايجوز القصد إليه والجلوس عليه وهو والغناء والمزامير سواء. (هنديه، كتاب الكراهية، الباب السابع عشر فی الغناء الخ، زکریا قدیم ٥/٣٥٢، جدید ٦/٣٥٩)

وأما الغناء المعتاد عن المشتهرين به الذی يحرك الساكن ويهيج الكامن الذی فيه وصف محاسن الصبيان والنساء، ووصف الخمر ونحوها من الأمور المحرمة، فلا يختلف فی تحريمه. (عمدة القاری، زكرياه/١٥٨، داراحياء التراث العربي ٦/٢٧١)

إن النساء أيضا مأمورات بغض البصر عن الرجال الأجانب كما أن الرجال مأمورون بغض البصر عن النساء الأجنبيات. (احكام القرآن للتهانوی ٣/٤٣) فقط اللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵؍محرم الحرام ۱۴۳۳ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۹/۱۰۶۱۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری
۱۴۳۳/۱/۲۵ھ

جس نکاح میں ناچ گانے ہوں کیا وہ منعقد نہیں ہوتا ہے؟

سوال [۷۳۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ پاکستان سے بذریعۂ ریڈیو حی علی الفلاح کے بیان میں سنا گیا ہے کہ کسی نے یہ سوال کیا کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی لیکن اب میں پھر اپنی بیوی کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں اور میری بیوی میرے ساتھ رہنا چاہتی ہے، تو میرا نکاح اس کے ساتھ ہوسکتا ہے یا نہیں؟ تو جواب دینے والے نے معلوم کیا کہ آپ کی شادی کس طرح ہوئی تھی، تو ان صاحب نے جواب دیا کہ میری شادی ناچ گانے باجے کے ساتھ ہوئی تھی، تو انہوں نے جواب دیا کہ دوبارہ نکاح ہو جائے گا کیونکہ تمہارا اس وقت نکاح نہیں ہوا تھا؛ لہٰذا آپ اس بارے میں اپنا خیال ظاہر فرمائیں کیونکہ ایسا ہی ایک واقعہ ہمارے یہاں پیش آیا ہے؟

المستفتي: محمد ایوب، طویلہ محمد ادریس، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نکاح کے صحیح ہونے کے لئے اتنا کافی ہے کہ جانبین سے ایجاب وقبول پائے جائیں اور دوگواہوں کے سامنے نکاح ہوجائے ''وشرط حضور الشاہدین'' (درمختار ۳/۲۱) البتہ ناچ گانے کا گناہ الگ سے ہوگا نکاح صحیح ہونے میں اس کا کوئی اثر نہیں پڑے گا، لہٰذا اس طرح نکاح ہوجانے کے بعد جو طلاق دی جائے وہ واقع ہوجاتی ہے، تین طلاقیں دیں گے تو بلا حلالہ دوبارہ نکاح بھی صحیح نہیں ہوگا، سوالنامہ میں ریڈیو کی جو بات نقل کی گئی ہے وہ غلط ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹/رجب ۱۴۱۷ھ
(فتویٰ نمبر...... /۴۹۵۱)

لڑکے والے باجا لائیں تو گناہ گار کون؟

سوال [۷۳۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر لڑکے والے بارات باجے سے لانے کو کہیں اور لڑکی والے منع کریں تو ایسی صورت میں وہ لوگ بارات

باجے سے لاتے ہیں تو گنہگار کون ہوگا؟

المستفتي: محمد ایوب، طویلہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: لڑکی والے لڑکے والوں سے گانا باجہ کے ساتھ آنے کو سختی سے منع کردیں اگر اس کے باوجود لڑکے والے گانا باجہ کے ساتھ آئیں جس میں لڑکی والوں کی کوئی رضا شامل نہ ہوتو اس کا گناہ صرف لڑکے والوں کے ذمہ ہوگا۔ (مستفاد: محمودیہ ۱۵/۴۱۰، ۱۶/۸۶، ۸/۲۹۵، جدید ڈابھیل ۱۱/۲۲۰)

وفی السراج : دلت المسئلة أن الملاهی كلها حرام ......قال ابن مسعودؓ صوت اللهو والغناء ينبت النفاق فی القلب كماينبت الماء النبات وفی البزازية استماع صوت الملاهی كضرب قصب ونحوه حرام.

(درمختار على الشامی کتاب الحظر والإباحة زكريا۹/ ۵۰۲، کراچی۶/ ۳۴۹)

وفی النهاية التغنی والتصفيق والربط والدف وما يشبه ذلک كله حرام ومعصية. (نهايه بحواله محموديه ۸/۲۹۵، جديد ڈابهيل ۱۱/ ۲۲۲)

قال إبراهيم: الغناء ينبت النفاق فی القلب. (المصنف لابن أبی شيبة، قبيل فی الرجل كتاب البيوع والأقضية ، قبيل فی الرجل يلتقط الصبی فينفق عليه ، مؤسسه علوم القرآن۱ ۱/ ۱۰۲، رقم: ۲۱۵۴۵)

عن عبد الله بن مسعودؓ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الغناء ينبت النفاق فی القلب كما ينبت الماء الزرع الحديث. (السنن الكبرى للبيهقی كتاب الشهادات ، باب الرجل يغنی فيتخذ الغناء صناعة يعطىٰ اليه الخ دارالفكر ۱۵/ ۳۲۷، رقم: ۲۱۶۰۸، ۲۱۶۰۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹/۷/۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۶/ ۷۳۲۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۹/۷/۱۴۲۲ھ

لڑکی سے نکاح کی اجازت لیتے وقت دوسری لڑکیوں کا ہاں کہنا

سوال [۳۸۷۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ دیہاتوں میں جب شادی ہوتی ہے تو مولوی صاحب جس وقت دلہن کا نکاح پڑھانے جاتے ہیں اور دلہن سے کہتے ہیں کہ میں نے فلاں بن فلاں کا نکاح تمہارے ساتھ کیا تم نے قبول کیا تو قبل اس کے کہ دلہن کہے کہ میں نے قبول کیا دلہن کے ارد گرد بیٹھی ہوئی لڑکیاں کہہ دیتی ہیں کہ ہاں (مذاقاً) اوران لڑکیوں میں جنہوں نے دلہن کے قبول کرنے سے پہلے ہی ہاں کہہ دیا ہے بعض شادی شدہ ہوتی ہیں اور بعض غیر شادی شدہ ہوتی ہیں، تو ان لڑکیوں کے بارے میں بتائیں کہ ان کا نکاح ہوگیا یا نہیں اگر ہوگیا تو اب اس کا کیا حکم ہے؟

المستفتي: عبد اللہ بہرائچی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: نکاح درست ہونے کے لئے عاقدین کی جانب سے ایجاب وقبول ضروری ہے ایجاب وقبول میں سے کسی ایک کے نہ ہونے کی صورت میں نکاح منعقد نہیں ہوگا، لہٰذا سوالنامہ میں ذکر کردہ صورت میں لڑکیوں کے ہاں کہہ دینے کے بعد چونکہ نکاح پڑھانے والے مولوی صاحب لڑکے کے سامنے ان قبول کرنے والی لڑکیوں کا تذکرہ نہیں کرتے ہیں لہٰذا ان لڑکیوں کا نکاح نہ ہوگا، اب رہ جاتی ہے یہ بات کہ اصل دلہن کی طرف سے صراحۃً اجازت نہیں ملی اب اس کا نکاح صحیح ہوا یا نہیں تو اب اس کے بارے میں جواب یہ ہے کہ جب وہ بخوشی شوہر کی طرف سے دئے ہوئے سامان قبول کر لیتی ہے تو اس سے فضولی کے طریقہ سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے مگر سوالنامہ میں لڑکی سے اجازت لینے کا جو طریقہ بتایا گیا ہے وہ غلط ہے، اس طریقہ کی اصلاح کرنے کی ضرورت ہے اور اصلاح کی صورت یہ ہے کہ دلہن کے محرم اس سے صراحت کے ساتھ اجازت لے لیں چاہے نکاح سے ایک آدھ دن پہلے یا نکاح کے دن مجلس نکاح سے پہلے

یا مجلس نکاح کے وقت اجازت لے لیں، اور اجازت کے وقت کسی اورلڑکی یا کسی اور عورت کو ’’ہاں‘‘ یا ’’اجازت‘‘ کہنے نہ دیا جائے۔

النكاح ينعقد بالإيجاب والقبول. (هدايه، كتاب النكاح، اشرفی ديو بند٢/٣٠٥)

لأن رضاها يكون بالدلالة كما ذكره بقوله أو ماهو فى معناه من فعل يدل على الرضا كطلب مهرها ونفقتها وتمكينها من الوطيء. (درمختار مع الشامي، كتاب النكاح، باب الولي، زكريا٤/١٦٥، كراچي٣ /٦٣) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
٢٥ / جمادی الثانیہ ١٤٢٦ھ
(الف فتویٰ نمبر ٣٨/ ٨٨٧٢)

منکرات والی شادی میں قاضی کے نکاح پڑھانے کا حکم

سوال [٧٣٩]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جو بارات بینڈ باجے کے ساتھ ہو از روئے شرع قاضی کو اس میں نکاح پڑھانا کیسا ہے؟ وضاحت فرمائیں عین نوازش ہوگی۔

المستفتي: محمد عثمان، سرسید نگر کرولہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو بارات بینڈ باجے کے ساتھ ہو اس میں شرکت کرنا، نکاح پڑھانے کے لئے جانا شرعاً ممنوع اور معصیت ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ١٣/ ١٩٤، جدید ڈابھیل ١١/ ٢٤٦)

الملاهى كلها حرام حتى التغنى بضرب القضيب. (هدايه كتاب الكراهية، فصل فى الأكل والشرب، اشرفی ديو بند٤/ ٤٥٥)

فَلاَ تَقْعُدْ بَعْدَ الذِكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ . (سورۂ انعام آیت: ۶۸) **فقط واللہ** سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴ رمحرم الحرام ۱۴۲۶ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۷/ ۸۶۶۸)

خلاف شرع شادی میں دعوت کھانا

سوال[۷۴۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جو شادی رسومات کے ساتھ کی جائے مثلاً شریعت کے خلاف آدمی زیادہ بلانا، سلامی دکھاوا کرنا، بھات وغیرہ وغیرہ اس کی دعوت کی جاتی ہے برادری غیر برادری میں دعوت دی جاتی ہے تو کیا اس دعوت کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتي: محمد یامین میرٹھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو شادیاں رسوم ورواج اور خلاف شرع امور کے ساتھ کی جائیں ان میں شریک ہونا ممنوع ہے۔ (مستفاد: بہشتی زیور ۶/ ۲۷، امداد الفتاویٰ ۴/۱۱۸)

وإن علم أولاً باللعب لا يحضر أصلاً. (تنویر الابصار مع الشامی، کتاب الحظر والإباحة، قبیل فصل فی اللبس، زکریا ۹/ ۵۰۲، کراچی ۶/ ۳۴۸)

وإن كان هناك لعب وغناء قبل أن يحضرها فلا يحضرها، لأنه لايلزمه إجابة الدعوة إذا كان هناك منكر. (تبیین الحقائق، کتاب الکراهية، قبیل فصل فی اللبس ۶/ ۱۳، امدادیہ ملتان، زکریا ۷/ ۳۰)

وإن علم المدعو أن فيها لهوا لايجيب سواء كان ممن يقتدى به أولا لأنه لا يلزمه إجابة الدعوة إذا كان هناك منكرا. (مجمع الأنهر، کتاب البيوع،

فصل فی المتفرقات ، دارالکتب العلیمة بیروت ٤/ ٢١٧، قدیم ٢/ ٥٥٠، ومثله فی الشامی کراچی کتاب الحظر والإباحة ٦/ ٣٤٨، زکریا ٩/ ٥٠١، هدایه مع الفتح ،کتاب الکراهیة زکریا ١٠/ ١٢، کوئٹه ٨/ ٤٤٨، هندیه کتاب الکراهیة باب الهدایا والضیافات زکریا قدیم ٥/ ٣٤٣، جدید ٥/ ٣٩٧، تاتارخانیه کتاب الکراهیة ، فصل فی الهدایا والضیافات ١٨/ ١٧٥، رقم: ٢٨٤٠٦)

عن عمران بن حصین قال: نهی رسول الله صلی الله علیه وسلم عن إجابة طعام الفاسقین. (المعجم الکبیر للطبرانی ، دار احیاء الترث العربي ١٨/ ١٦٨، رقم ٣٧٦، المعجم الأوسط دارالفکر ١/ ١٣٨، رقم ٤٤١)

عن علی قال: صنعت طعاماً فدعوت رسول الله صلی الله علیه وسلم فجاء فرأی فی البیت تصاویر فرجع. (سنن ابن ماجه کتاب الاطعمة ، باب إذا رائی الضیف منکرا رجع ، النسخة الهندیه ٢/ ٢٤٠، درالسلام رقم: ٣٣٥٩، مسند البراز مکتبه العلوم والحکم ٢/ ١٥٧، رقم: ٥٢٣) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶؍ربیع الثانی ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۲/ ۴۸۰۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصورپوری
۲۶؍۴؍۱۴۱۷ھ

خرافات والی شادی میں مقتدیٰ حضرات کی شرکت

سوال [۷۱۴۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جن بیاہ شادیوں میں ویڈیو کیسٹ، فوٹو گرافی، بکھیر آتش بازی، اور دیگر رسومات وخرافات ہوں ان میں مقتداء اہل علم اور قضاۃ حضرات کی شرکت مناسب ہے یا نہیں؟ اسی طرح اس قسم کی شادیوں میں نکاح پڑھانا چاہئے یا نہیں؟

المستفتي: محمد صدیق ٹانڈہ، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جبکہ پہلے سے معلوم ہو کہ فلاں شادی میں یہ ممنوعات موجود ہیں تو مقتدیٰ حضرات کو شریک نہیں ہونا چاہئے ان کے لئے ایسے نکاح میں شریک ہونا شرعاً ممنوع ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۷/ ۴۵۹، جدید ڈابھیل ۱۱/ ۲۴۶)

من دعی إلیٰ ولیمة فوجد ثمة لعبا أو غناء فلا بأس أن یقعد ویأکل (إلی قوله) هذا إذا لم یکن مقتدیٰ به. (هندیه، کتاب الکراهیة، الباب الثانی عشر فی الهدایا والضیافات، زکریا قدیم۵/۳۴۳، جدید ۵۱/ ۳۹۷)

عن سالم عن أبیه قال نهی رسول الله صلی الله علیه وسلم عن مطعمین عن الجلوس علیٰ مائدة یشرب علیها الخمر الحدیث. (سنن أبي داؤد، کتاب الأطعمة، باب ماجاء فی الجلوس علی مائدة علیها بعض مایکره، النسخة الهندیه ۲/ ۵۳۰، دارالسلام رقم: ۳۷۷٤، سنن کبریٰ نسائی النهی عن الجلوس علیٰ مائدة یدارعلیها الخمر، دارالکتب العلمیة بیروت ٦/ ۲۵۷، رقم: ٦٧٠٨، المستدرك، کتاب الأطعمة، قدیم ٤/ ١٤٣، مکتبه نزار مصطفی البازجدید ۷/ ۲۵۵۹، رقم: ۷۱۷۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵/ جمادی الثانیہ ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۲/ ۴۹۰۵)

مختلف منکرات والی شادی میں شرکت

سوال [۲۴۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ

(۱) لڑکے یا لڑکی کی شادی کے موقع پر عام طور پر ڈھول گیت ڈیگ پر ناچ گانے کا رواج ہے کیا ایسی شادی میں شرکت کرنا جائز ہے اور ایسی شادی میں نکاح پڑھانا کیسا ہے؟

(۲) جس شادی میں باجا ہو یا شادی سے دو چار دن پہلے سے ڈھول کے ساتھ گیت گائے گئے

ہوں اس میں شرکت کرنا اور نکاح پڑھانا کیسا ہے؟ اور شرکت کا مفہوم کیا ہے؟
(۳) لڑکی یا لڑکے کے گھر والے مذکورہ خرافات انجام نہیں دیتے؛ البتہ بھات لڑکے یا لڑکی کے ماموں نانا دیتے ہیں اگر وہ ڈھول اور گیت کے ساتھ آئیں اور شادی والے کے گھر آکر گیت ڈھول کے ساتھ گائیں تو اس میں شرکت کرنا کیسا ہے؟

المستفتي: عبدالباسط، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) اگر کسی لڑکی یا لڑکے کی شادی میں گانا بجانا یا دیگر منکرات وخرافات ہوں تو ایسی شادی میں شریک ہونا اور نکاح پڑھانا شرعاً ممنوع اور معصیت ہے خاص کر مقتدیٰ حضرات کو بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۷/ ۳۱۵، ۱۳/ ۱۹۴، جدید ڈابھیل ۱۱/ ۲۴۷)

فَلاَ تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِيْنَ. (سورۂ انعام آیت: ٦٨)

(۲) جس شادی میں باجا یا دیگر منکرات ہوں ایسی شادی میں شرکت ممنوع ہے اور شرکت کا مطلب یہ ہے کہ نہ تو اس تقریب میں بنفس نفیس شریک ہوں اور نہ ہی ان سے راضی اور خوش ہوں، بلکہ بقدر وسعت ناجائز کاموں کو روکنا ضروری ہے ورنہ کم از کم دل میں برا سمجھے اسی طرح اگر چند دن پہلے یہ منکرات ہوں تو بھی معصیت ہے۔ (مستفاد: محمودیہ قدیم ۷/ ۳۱۵، جدید ڈابھیل ۱۱/ ۲۴۷)

أن الملاهي كلها حرام حتى التغني بضرب القضيب. (هدايه ٤/ ٤٥٥)

عن علي قال صنعت طعاما فدعوت رسول الله صلى الله عليه وسلم فجاء فرأى في البيت تصاوير فرجع. (سنن ابن ماجه، كتاب الاطعمة، باب إذا رأى الضيف منكرًا رجع، النسخة الهنديه ٢/ ٢٤٠، دارالسلام رقم: ٣٣٥٩، مسند البزار مكتبه العلوم الحكم ٢/ ١٥٧، رقم: ٥٢٣)

(۳) شادی کے موقع پر بھات دینے کا رواج محض ہندوانہ رسم اور نمائش ہے جس سے بالکلیہ

احتراز لازم ہے اورڈھول گیت وغیرہ کے ساتھ شادی والے کے گھر آنا ممنوع اورنا جائز ہے اور ایسی منکرات کی محفل میں شرکت کرنا تعاون علی المعصیت ہے،لہٰذا ایسی محفل میں شریک نہیں ہونا چاہئے۔(مستفاد:محمودیہ قدیم ۱۴/۲۴۲،جدید ڈابھیل ۱۱/ ۲۰۸)

عن ابن عمر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من تشبه بقوم فهو منهم. (أبو داؤد،كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة، النسخة الهنديه ۲/۵۵۹، دارالسلام رقم: ۴۰۳۱)

هذا عام في الخلق والخلق والشعار ولما كان الشعار أظهر في الشبه. (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني ملتان ۸/۲۵۵، رقم: ۴۳۴۷) **فقط واللہ** سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ:شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵/ذیقعدہ ۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۷/۸۵۹۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۵/۱۱/۵ھ

خلاف شرع شادی میں شرکت

سوال [۳۴۳۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جس کے یہاں گانا بجانا ہو اس کی شادی میں جانا چاہئے یا نہیں، اگر شامل ہو جائے تو کیا حکم ہے؟

المستفتي: فہیم احمد نگینوی، مدرسہ اشرف المدارس، ہردوئی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگر پہلے سے یہ معلوم ہے کہ اس شخص کے یہاں شادی میں گانا بجانا ہو رہا ہے تو وہاں جانا ممنوع ہے کیونکہ اس وقت دعوت کا انکار لازم نہ آئے گا۔

وإن كان هناك لعب وغناء قبل أن يحضر فلا يحضر لأنه لايلزمه الإجابة إذا كان هناك منكر. (البحر الرائق، كتاب الكراهية، قبيل فصل في اللبس

۸/۱۸۸، زکریا ۸/۳۴۶، درمختار کتاب الحظر والإباحة زکریا۹/۵۰۲ ، کراچی ۶/۳۴۸)

اوراگر بےخبری میں پہونچ گئے ہیں واپس آنے میں فتنہ ہونے کا خطرہ ہے تو جلدی سے کھانا کھاکر واپس آجائیں، اوراگر مقتدیٰ ہے تو کھانا کھائے بغیر واپس آجائے۔

دعی إلی ولیمة وثمة لعب أو غناء قعد وأکل. (درمختار، کتاب الحظر والإباحة، زکریا ۹/۵۰۱، کراچی ۶/۳۴۷،۳۴۸، بحر کتاب الکراهية قبیل فصل في اللبس، کوئٹه ۸/۱۸۸، زکریا۸/۳۴۵)

فإن کان مقتدی ولم یقدر علی المنع خرج ولم یقعد لأن فیه شین الدین. (درمختار، کتاب الحظر والإباحة، زکریا۹/۵۰۲، کراچی ۶/۳۴۸)

عن علی صنعت طعاما فدعوت رسول الله ﷺ فجاء فرأی فی البیت تصاویر فرجع. (سنن أبن ماجه کتاب الأطعمة، باب إذا رأی الضیف منکراً رجع، النسخة الهندیه ۲/۲۴۰، دارالسلام رقم: ۳۳۵۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۲۴؍ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر ۳۵/ ۶۶۱۶)	۱۴۲۱/۴/۲۴ھ

شادی کی مختلف رسومات کا بیان

سوال [۷۴۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ

(۱) بارات کی شرعی حیثیت کیا ہے کس حد تک اجازت ہے؟

(۲) لڑکے والے لڑکی والوں سے یہ کہیں کہ بخوشی حسب استطاعت جتنا وہ دیں گے ہم بخوشی لے لیں گے ایسی صورت میں اگر لڑکے کو گھڑی، سائیکل، پلنگ، برتن وغیرہ بطور جہیز دیں تو ان کا لینا کیسا ہے؟

(۳) نکاح کے بعد لڑکے کو اور لڑکے والوں کو ہر سال عید کے موقع پر کپڑا اور زینت کے

سامان بھیجتے ہیں اس میں کوئی قباحت تو نہیں ہے؟

(۴) لڑکے والے لڑکی کو شادی کے موقع پر کپڑے وزیورات وغیرہ دیتے ہیں اس میں کوئی حرج اور قباحت تو نہیں ہے؟

(۵) شادی کے موقع پر عین رخصتی کے وقت لڑکی والے لڑکے اور اس کے خواص بھائیوں وغیرہ کو گھر کے اندر بلاتے ہیں اور وہاں نامحرم عورتیں سامنے آتی ہیں اور ہنسی مذاق کرتی ہیں ایسی صورت میں اندر جانا کیسا ہے؟

المستفتی: عمیر القاسمی، المتعلم بجامعۃ القرآن الکریم، چاندپور، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) بارات دولہے کے ساتھ دولہن کو لانے کیلئے جو جماعت جاتی ہے اس کو کہتے ہیں، اگر یہ جماعت حدود شرع کے دائرے میں رہ کر جاتی ہے اور اتنی بڑی جماعت نہ ہو کہ جس کی وجہ سے لڑکی والوں پر دباؤ پڑسکتا ہے، تو شرعاً جائز ہے، اور اگر اتنی بڑی جماعت بارات میں جاتی ہے کہ جس کی وجہ سے لڑکی والوں پر دباؤ پڑسکتا ہے تو جائز نہیں ہے ۔(مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۳/ ۱۹۹، جدید میرٹھ ۱۷/۳۹۴)

آج کل بارات کو جن رسوم ورواج اور التزام کے ساتھ لے جایا جاتا ہے اس کا ثبوت شریعت سے قطعاً نہیں ہے، لہٰذا ان کا ترک لازم ہے ۔(مستفاد بہشتی زیور ۶/ ۲۶)

عن عائشة رضی اللہ عنها قالت: قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم: من أحدث فی أمرنا هذا مالیس منه فهو ردٌّ متفق علیه. (مشکوۃ /۲۷، بخاری کتاب الصلح ، باب إذا اصطلحوا علی جور فالصلح مردود الخ: ۱/ ۳۷۱، رقم: ۲۶۱۹، ف: ۲۶۹۷ ، ابن ماجه کتاب السنة ، باب تعظیم حدیث رسول اللہ ﷺ والتغلیظ علیٰ من عارضه ، النسخة الهندیه ۱/ ۳ ، دارالسلام رقم: ۱٤)

(۲) بغیر کسی دباؤ کے خوشی خوشی بغیر مانگے سسرال والے داماد کو کچھ دیں تو جائز ہے ورنہ نہیں۔

قال رسول الله ﷺ: ألا لا تظلموا، ألا لا يحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه. (مشكوٰة شريف / ٢٥٥، مسند احمد ٥/ ٧٢، رقم: ٢٠٩٧١، دارقطني ، دارالكتب العلمية بيروت ٣/ ٢٢، رقم: ٢٨٦٣)

(۳) رخصتی سے پہلے شوہر پر بیوی کا نفقہ واجب نہیں ہے البتہ اگر عید وبقرعید کے موقعہ پر دلجوئی کی خاطر کپڑا یا زینت کا سامان بھیج دیں تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۹/ ۲۲۰، جدید میرٹھ ۲۰/ ۱۱۳)

(۴) اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۷/ ۳۸۶، جدید میرٹھ ۱۷/ ۳۶۱)

(۵) نامحرم کے ساتھ ہنسی مذاق کرنا شرعاً حرام اور ناجائز ہے ایسی جگہ جانا بھی جائز نہیں کیونکہ جو امر ارتکاب حرام کا سبب بنے وہ بھی حرام ہوتا ہے۔

عن عقبة بن عامر أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: إياكم والدخول على النساء. (بخاری شریف، کتاب النكاح ، باب لا يخلون رجل بأمرأة الا ذومحرم الخ ٢/ ٧٨٧، رقم: ٥٠٣٦، ف: ٥٢٣٢، اصلاح الرسوم / ٤٥، بهشتی زيور ٦/ ٣٥)

والوسيلة إلى الحرام حرام. (بدائع ، كتاب الإستحسان النوع الثاني ، كراچی ٥/ ١٢٠، زكريا ٤/ ٢٩١)

وكل ما أدى إلى مالا يحوز ، لايجوز. (شامي ،كتاب الحظر والإباحة ، كراچی ٦/ ٣٦٠ ، زكريا ٩/ ٥١٩)

ہاں البتہ اگر سلامی کے موقع پر صرف دولہا کو ساس سے ملاقات کیلئے لیجایا جائے تو اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۹ ر جمادی الثانی ۱۴۱۸ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر ۳۳/ ۵۳۳۸)	۱۴۱۸/۶/۹ھ

نکاح کے وقت پیش آنے والی مختلف رسومات

سوال [۷۴۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ

(۱) اگر کسی کے یہاں منگنی ہو اور وہ اس میں اپنے ملنے والوں کو بھی شریک کرنا چاہتا ہے تو اس میں شریک ہونا کیسا ہے؟ اگر شریک نہیں ہوں گے تو وہ ناراض ہوں گے؟

(۲) شادی میں ایک دن پہلے ہی سے خوشی مناتے ہیں اور مہمان بھی آتے ہیں کوئی شخص اپنے ملنے والوں کو بھی مہمانوں کے ساتھ کھانے کی دعوت دیتا ہے اور کہتا ہے کہ میں منڈھا نہیں کرر ہا ہوں کوئی رسم منڈھے والی نہیں ہے اس میں کھانا کھانا کیسا ہے؟

(۳) منڈھا کس کو کہتے ہیں اور یہ کیا ہے اس کی تفصیل سے مطلع کریں؟

(۴) شادی میں کسی کے یہاں گانا بجانا ہوتا ہے ایک صاحب کی ایسی جگہ دعوت ہوتی ہے تو کھانا نہیں کھاتے ہیں یہ کیسا ہے؟

(۵) اکثر یہ رواج ہے کہ اپنی بہنوں کو اور ان کے بچوں کی شادی میں کچھ کپڑے کچھ نقدی دیتے ہیں، جس کو بھات بھی کہتے ہیں اگر یہ نہ دیا جائے تو بہن کے ساس سسر اور خود بہنوئی ناراض ہوتے ہیں، اگر اس کو روکا جائے تو اس کی کیا صورت ہے کیونکہ یہ تو ایک عام رواج ہے جس میں بہت سے علماء بھی شامل ہیں، پہلے علماء حضرات اس پر روک لگانے کے ساتھ ساتھ خود بھی رکیں تو بہتر ہو۔

(۶) آج کل یہ بھی بہت رواج ہو گیا ہے کہ اپنی لڑکی کے یہاں پر کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس میں بھی کچھ نقدی اور کچھ کپڑے بچے کو اور بڑوں کو ضرور دیتے ہیں نہیں تو رشتہ میں بگاڑ کا خطرہ ہے، اور یہ رسم بھی عام ہو گئی ہے اور اگر کسی عالم سے معلوم کرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ یہ تو ہدیہ ہے، کپڑوں کے علاوہ دال چاول اور میوہ وغیرہ ضرور بھیجتے ہیں اگر نہیں بھیجیں گے تو بہت بڑی شکایت ہوگی ہم ان تمام باتوں سے کس طرح بچیں اس کا کوئی حل ضرور تلاش کر کے بتائیں،

مہربانی ہوگی۔

(۷) لڑکے کی شادی میں لڑکے والے اپنے یہاں سے بارات لے کر جاتے ہیں، لڑکی والوں کے یہاں اس میں جانا کیسا ہے۔

المستفتي: حافظ اشرف علی، سہسپور، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) سگائی اور منگنی کے وقت میں با قاعدہ تقریب کرنا اور رشتہ داروں کو بلا کر جمع کرنا اور سب کے لئے کھانا اور دعوت کا سلسلہ شروع کرنا شرعاً ثابت نہیں، ہاں البتہ دونوں طرف کے ذمہ دار لوگوں کو ذمہ دارانہ طور پر گفتگو کے لئے جمع کرنا جائز ہے، اور کسی التزام کے بغیر اگر کھانے کا وقت ہوجائے تو ان کو کھانا کھلانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

وقال هل أعطيتنيها؟ فقال أعطيت إن كان المجلس للوعد فوعد وإن كان للعقد فنكاح. (شامی، کتاب النکاح، کراچی ۳/ ۱۱، زکریا ٤/ ۷۲)

(۲) شادی کے موقع پر اظہار خوشی کے لئے شریعت نے ولیمہ کی بہترین شکل پیش کی ہے جو کہ عقد نکاح کے بعد ہوتا ہے، یا رخصتی کے بعد یا شب زفاف کے بعد اور سب سے افضل یہ ہے کہ شب باشی کے بعد دوسرے دن ولیمہ کیا جائے، اس کے علاوہ لوگوں نے جو دوسرے طریقے اختیار کر رکھے ہیں وہ اسلامی شریعت سے ثابت نہیں ہیں ان طریقوں کو ترک کر کے شریعت سے ثابت شدہ طریقہ اختیار کرنا ضروری ہے۔

ويجوز أن يؤلم بعد النكاح أوبعد الرخصة أو بعد أن يبنى بها والثالث هو الأولىٰ. (بذل المجهود، كتاب الاطعمة، باب استحباب الوليمة للنكاح، قديم ١٦/ ٧٢، جديد دارالبشائر الاسلاميه بيروت ١١/ ٤٧١)

عن عبد الله قال الوليمة أول يوم حق والثانى فضل والثالث رياء وسمعة ومن يسمع يسمع الله به الحديث. (المعجم الكبير للطبراني، داراحياء التراث

العربي بيروت۹/ ۱۹۷، رقم: ۸۹٦۷)

عن وحشي بن حرب بن وحشي عن أبيه عن جده قال قال رجل يا رسول الله الوليمة قال الوليمة حق الثانية معروف والثالث فخر وحرج

(المعجم الكبير للطبراني، داراحياء التراث العربي بيروت ۲۲/ ۱۳۷، رقم: ۳٦۲)

(۳) بارات سے ایک دن قبل دولہا والوں کا نائی مہندی لے کر اور دلہن والوں کا نائی نوشہ کا جوڑا لے کر چلتا ہے یہ منڈھے کا دن کہلاتا ہے دولہا کے یہاں اس تاریخ پر برادری کی عورتیں جمع ہوکر دولہن کا جوڑا تیار کرتی ہیں اور ان کو سلائی میں کھیلیں اور بتاشے دیئے جاتے ہیں اور تمام کمینوں کو ایک ایک کام پر ایک ایک پروت دیا جاتا ہے اس میں بھی وہی بے حد پابندی اور عورتوں کی جمعیت ہوتی ہے، جس سے بے شمار خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ (مستفاد: بہشتی زیور ٦/ ۲۵)

آج اسی کے ساتھ اپٹن کا بھی بہت زیادہ رواج ہے اپٹن کے دن بھی بہت سارے تماشے ہوتے ہیں دولہن اور دولہا کو اپٹن لگایا جاتا ہے اور اس کے نام سے عورت مرد جمع ہوتے ہیں باقاعدہ ان کو کھانا کھلایا جاتا ہے اور منکرات بھی ہوتے ہیں۔

(۴) اگر پہلے سے معلوم ہو کہ وہاں پر گانا بجانا ہوگا تو پھر شرکت کرنا مکروہ ہے اور اگر جانے کے بعد معلوم ہوا اور کھانے کی مجلس میں کوئی منکر ہو تو اگر وہاں سے آنے میں کسی طرح کے فساد وغیرہ کا اندیشہ نہ ہو تو کھانا کھائے بغیر وہاں سے آجائے اور اگر فساد وغیرہ کا اندیشہ ہو تو مجلس منکر میں حاضر نہ ہو، بلکہ اس سے حتی الامکان اپنے آپ کو بچائے اور اگر اس منکر کے روکنے پر قدرت ہو تو روکنے کی کوشش کرے بصورت دیگر صبر کرے اور دل سے برا جانے اور حاضری دے کر جلد واپس آجائے یہ حکم عام آدمی کا ہے لیکن عالم اور مقتدیٰ شخص کے لئے ایسی مجالس میں شرکت کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۸/ ۱۱۴)

دعى إلىٰ وليمة وثمة لعب أو غناء قعدو أكل لو المنكر في المنزل فلو على المائدة فلا ينبغي أن يقعد بل يخرج معرضا لقوله تعالىٰ فلا تقعد

بعد الذکریٰ مع القوم الظالمین فإن قدر علی المنع فعل وإلا یقدر صبر إن لم یکن ممن یقتدی به فإن کان مقتدی ولم یقدر علی المنع خرج ولم یقعد لأن فیه شین الدین . (شامی ، کتاب الحظر والإباحة ، زکریا ۹/۱ ۵۰، کراچی ٦/۳٤۷،۳٤۸، البحر الرائق کتاب الکراهیة قبیل فصل فی اللبس ، کوئٹه ۸/۱۸۸، زکریا ۸/۳٤۵، هندیه کتاب الإستحسان قدیم ۵/۳٤۳ ، جدید زکریا دیوبند ۵/۳۹۷)

(۵) بھانجی وغیرہ کے ساتھ صلہ رحمی کرنا امر مباح بلکہ مستحسن ہے لہٰذا اگر ماموں صلہ رحمی کے طور پر بھانجی کو کچھ دیدے تو یہ جائز ہے لیکن معاشرہ میں اس وقت جو بھات دینے کا رواج ہے وہ محض ہندوانہ رسم اور نمائش ہے اس سے احتراز لازم ہے رشتہ داروں کی طعن وتشنیع کا خیال نہ کیا جائے بلکہ ان کو سمجھانے کی کوشش کرنی چاہئے کہ یہ جائز نہیں ہے ۔ (محمودیہ قدیم ۱/۲۴۲،۱/۲۴۳، جدید ڈابھیل ۱۱/ ۲۰۸،اشرف الجواب ۲/۵۳)

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ......من تشبه بقوم فهو منهم

(مسند احمد بن حنبل ۲/ ۵۱، رقم: ۵۱۱٤، ۵۱۱۵، ۵٦٦۷)

(٦) جب کسی کی اولاد کے یہاں کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے اس سے اس شخص کو خوشی ہوتی ہے اس خوشی کا اظہار آدمی کپڑے ہدیہ تحائف اور نقدی وغیرہ دے کر کرتا ہے اس کو لازم سمجھ کر نہیں کرتا ہے لیکن جب اس کو لازم سمجھ لیا گیا کہ اگر نہ دیں گے تو بگاڑ ہوگا ،اور دال چاول غلہ وغیرہ رسم ہی کی وجہ سے دیا جاتا ہے لہٰذا اب یہ طریقہ رسم بد ہونے کی وجہ سے یقیناً قابل ترک ہے اعزاء واقارب کو سمجھانا چاہئے کہ یہ جائز نہیں ہے ۔ (مستفاد: بہشتی زیور اختری ٦/ ۱۱، اصلاح الرسوم/۳۴، کفایت المفتی قدیم ۹/۶۴، جدید زکریا مطول ۲/ ۱۰۷،۱۰٦)

کل مباح یؤدی إلی زعم الجهال سنة أمر أو وجوبه فهو مکروه کتعیین الصورة للصلوٰة. (تنقیح الفتاویٰ الحامدیه ۲/۳٦۷)

(۷) لڑکے والوں کی طرف سے چند افراد چلے جائیں اگر لڑکی والے بخوشی بلائیں اس میں کسی قسم کی خرافات وزیادتی نہ ہو اور لڑکی والوں پر کوئی دباؤ وغیرہ نہ ہو تو لڑکی والوں کی

منشاء کے مطابق لوگوں کو لے جانے کی گنجائش ہے، ان کی منشاء کے خلاف زیادہ لوگوں کو لیجانا شرعاً جائز نہیں ہے۔

عن ابن عمرؓ قال: قال رسول الله ﷺ: من دخل على غير دعوة دخل سارقا وخرج مغيراً. (ابو داؤد، کتاب الأطعمة، باب ماجاء فی إجابة الدعوة، النسخة الهندية ٢/ ٥٢٥، دارالسلام رقم: ٣٧٤١)

عن إبن عمر رفعه قال: من جاء إلى طعام لم يدع إليه دخل سارقاً وأكل حراماً. (مسند البزار، مکتبه العلوم والحکم بیروت١٢/ ٢٠٦، رقم: ٥٨٨٩) **فقط** واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
١٤/ جمادی الثانیہ ١٤٢١ھ
(الف فتویٰ نمبر ٣٥/ ٦٧٦٠)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
١٤٢١/٦/٤ھ

نکاح کے بعد مصافحہ ومعانقہ

سوال [٧٤٦]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد میں نکاح کے بعد نوشہ سے اور دوست واحباب سے مصافحہ ومعانقہ کرنے کا کیا حکم ہے۔

المستفتي: مدرسہ عربیہ اشاعت العلوم، کرن کھیر، اکولہ، مہاراشٹر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نکاح کے بعد دولہا سے مصافحہ یا معانقہ کرنا سلف سے ثابت نہیں ہے، ہاں البتہ مبارک باد پیش کرنا ثابت ہے۔

عن أبی هريرةؓ أن النبی صلی الله عليه وسلم كان إذا رفَّأ الإنسان إذا تزوج قال: بارك الله وبارك عليك وجمع بينكما في خير. (ترمذی، کتاب

النکاح ، باب ماجاء للمتزوج ، النسخة الهندية ۱/۲۰۷، دارالسلام رقم : ۱۰۹۱، سنن دارمي ۳/۱۳۹۱، رقم: ۲۲۲۰، ابن ماجه ، كتاب النكاح ، باب تهنئة النكاح /۱۳۷، دارالسلام رقم: ۱۹۰۵، سنن ابي داؤد ، كتاب النكاح ، باب مايقال للمتزوج ، النسخة الهنديه ۱/۲۹۰، دارالسلام رقم: ۲۱۳۰، مستدرك حاكم كتاب النكاح قديم ۲/۱۹۹، مكتبه نزار مصطفى البازجديد ۳/۱۰۳۸، رقم: ۲۷۴۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
یکم ؍ذیقعدہ ۱۴۳۳ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۹/۱۸۱۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۳/۱۱/۴ھ

عقد نکاح کے بعد دولہے کا سلام کرنا

سوال [۷۴۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ نکاح میں ایجاب وقبول کے بعد دولہے کو کھڑا کر کے سلام کرایا جاتا ہے یا وہ از خود کھڑا ہو کر سلام کرتا ہے اور خطبۂ نکاح ایجاب وقبول کے بعد پڑھنا کیسا ہے یا پھر اس سے قبل ہی پڑھنا چاہئے، مذکورہ سوالات کے جوابات شریعت کی روشنی میں مدلل دیں۔

المستفتي: محمد جمال نیپالی،
متعلم مدرسہ شاہی، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عقد نکاح کے بعد دولہے کا کھڑے ہو کر سلام کرنے کا یہ طریقہ شریعت سے ثابت نہیں۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۳/۳۱۴، جدید ڈابھیل ۱۱/۱۰۶)

نیز زمانہ نبوت سے آج تک خطبہ نکاح سے قبل پڑھنے کا توارث ہے یہی مستحب ہے، اور نکاح کے بعد خطبہ پڑھنے کا طریقہ حدیث وفقہ سے ثابت نہیں ہے۔

و من آدابه الخطبة قبل النكاح الخ. (احياء العلوم ۲/۸۱)

ویندب إعلانه وتقديم خطبةٍ الخ. (درمختار، كتاب النكاح، زكريا ٤/٦٦، كراچی ۳/۸)

بخلاف النكاح فإنه فی العادة لا يقع بغتة وإنما يكون بعد تقدم الخطبة. (المبسوط لسرخسی كتاب البيوع، باب الاستبراء فی الأختين ١٣/١٥٦، مكتبه دارالكتب العليمه بيروت)

وكذا يندب أن يخطب أحد قبل إجراء العقد. (الفقه على مذاهب الأربعة كتاب النكاح، دارالكتب العلميه بيروت ٤/١٣) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵ محرم الحرام ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۳/ ۵۱۵۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۸/۱/۲۵ھ

زوجین کو تخلیہ کا موقع نہ دینا

سوال [۷۴۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قدیم رواج کے مطابق جہالت کے پردے جو عیاں ہیں ان میں خاص طور سے یہ بات بکثرت پائی جاتی ہے کہ شادی کرنے کے بعد اس کے متعلق سارے مسئلے حل نہیں ہو پاتے ہیں یعنی منکوحہ سے تخلیہ کا موقع نہیں دیتے ہیں پھر صبح دعوت ولیمہ کا پروگرام رکھتے ہیں یہ صحیح ہے یا نہیں؟

المستفتي: وکیل احمد، لکھیم پوری،
امام مسجد جھبو والی، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شادی کے موقع پر رسم ورواج میں پڑ کر زوجین کو تخلیہ کا موقع نہ دینے والے گنہگار رہوں گے۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۵/ ۲۷۸)

نیز صبح میں دعوت ولیمہ کرنے سے ولیمہ صحیح ہو جاتا ہے؛ لیکن شب زفاف کے بعد ولیمہ کرنا زیادہ بہتر ہے۔

ویجوز أن یؤلم بعد النکاح أو بعد الرخصة أو بعد أن یبنی بها والثالث هو الأولیٰ الخ. (بذل المجهود، کتاب الاطعمة ، باب فی استحباب الولیمة للنکاح، قدیم ۱۶/ ۷۲ ، جدید دار البشائر الاسلامیه بیروت ۱۱/ ۴۷۱)

وولیمة العرس سنة إلی قوله ولا بأس بأن یدعو یومئذ من الغد وبعد الغد ثم ینقطع العرس والولیمة. (هندیه ، کتاب الکراهیة ، باب فی الهدایا والضیافات قدیم ۵/ ۳۴۳ ، جدید زکریا دیوبند ۵/ ۳۹۷،۳۹۸)

قال الحنیفة لا بأس بأن یدعو للولیمة ثلثة أیام. (الموسوعة الفقهیة ۲۰/ ۳۳۷)

عن عبد الله قال: الولیمة أول یوم حق ، والثانی فضل ، والثالث ریاء وسمعة ومن یسمع یسمع الله به. (المعجم الکبیر ، للطبراني ، داراحیاء التراث العربي بیروت ۹/ ۱۷۹ ، رقم: ۸۹۶۷، کفایت المفتی قدیم ۵/ ۱۵۹ ، جدید زکریا مطول ۷/ ۴۸۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳/ ۵/ ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۲/ ۴۸۴۰)

شادی کے بعد چوتھی کرنا

سوال [۷۴۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بہار کے بعض علاقوں میں یہ رواج ہے کہ شادی کے ایک دن یا دو دن بعد سسرال سے کچھ لوگ آتے ہیں اور دولہا دولہن کو لے جاتے ہیں اب اس میں اپنی اپنی فرصت کے مطابق کوئی دس دن کوئی بیس دن اور بعض ایک ماہ تک بھی سسرال میں رہتے ہیں ، ان ایام میں سسرال والے دولہا میاں کو عمدہ سے عمدہ کھانا ہر روز کھلاتے ہیں ان کو عرف میں نوروزہ بولتے ہیں، اور یوپی میں اسی کو چوتھی کے نام سے موسوم کرتے ہیں اس کا کیا حکم ہے؟

المستفتي: اسرار الحق،محمد پور،اعظم گڈھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مذکورہ بالاصورت میں شادی کے ایک یا دو دن بعد سسرال والوں کا دولہا کو اپنے گھر لے جانا اور دولہا میاں کو باطیب خاطر بلا جبر واکراہ وبغیر نام ونمود اور پابندی رسم ورواج کے عمدہ سے عمدہ کھانا کھلانا اوران کی خدمت ومہمان نوازی کرنا شرعاً مباح ہے لیکن ایسا التزام کہ نہ کرنے کو معیوب سمجھا جائے تو شرعاً ممنوع ہے۔

الإصرار علی المندوب یبلغه إلی حد الکراهة. (السعایه علی شرح الوقایه اللکنوی ، باب صفة الصلوٰة ۲/ ۲۶۵، احسن الفتاویٰ ۸/ ۱۵۵) **فقط اللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۱رجمادی الاولیٰ ۱۴۲۲ھ

(الف فتویٰ نمبر ۳۵/ ۷۲۲۷)

شادی کے ساتویں ماہ میں گود بھرائی کی رسم

سوال [۷۵۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میری شادی دوسری برادری میں ہوئی ہے اور میرے سسرال والے بریلوی خیالات کے لوگ ہیں ان کے یہاں ساتویں مہینہ میں گود بھرائی کی رسم ہوتی ہے ہمارے میکہ میں یہ سب رسمیں نہیں ہوتی ہیں ان لوگوں کا ماننا ہے کہ اگر وہ یہ رسم نہیں کریں گے، تو کچھ بھی ہوسکتا ہے مثال کے طور پر ہماری نند کے دانے پھوڑے کچھ بھی نکل سکتے ہیں میرے میکے کے مالی حالات بھی ایسے نہیں ہیں کہ ان رسموں پر فضول خرچی کریں ان باتوں کی وجہ سے ہم دونوں میاں بیوی میں کچھ تناؤ بھی ہے آپ بتائیں یہ کہاں تک صحیح ہے کیا یہ رسم ادا کرنا ضروری ہے اور مجھے کیا کرنا چاہئے، ان کو ناراض کروں یا یہ رسم کروں؟

المستفتیہ: نکہت شمسی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: گودبھرائی کی یہ رسم قطعاًنا جائز ہے شریعت میں اس کا کوئی ثبوت نہیں بلکہ یہ ہندوانی ٹوٹکا ہے جس کے کرنے پر نفع اور نہ کرنے پر نقصان کا اعتقاد رکھنا کسی مسلمان کے لئے حلال نہیں ہے ۔ (مستفاد: بہشتی زیور ۶/۲۳، کفایت المفتی قدیم ۹/۶۳ ،جدید زکریا مطول ۲/۱۰۵)

اورخلاف شریعت کاموں میں شوہر کی بات نہیں مانی جائے گی اوراس کے جملہ حقوق کی ادائے گی کرتے ہوئے ازدواجی زندگی اسی کے ساتھ گذاری جائے ۔

عن عائشةؓ أن امرأة من الأنصار زوجت إبنتها فتمعط شعر رأسها فجاء ت إلى النبى صلى الله عليه وسلم فذكرت ذلك له فقالت إن زوجها أمرنى أن أصل فى شعرها فقال لا أنه قد لعن الموصلات. (بخارى شريف ، كتاب النكاح، باب لا تطبع المرأة زوجها فى معصية ، النسخة الهنديه ۲/۷۸٤ ، رقم ۵۰۱۰، ف:۵۲۰۵)

فلو دعاها الزوج إلى معصية فعليها أن تمنع فإن أدبها علىٰ ذلك كان الإثم عليه. (فتح البارى ، كتاب النكاح ، باب لاتطيع المرأة زوجها فى معصية ،دارالريان للتراث بيروت ۹/۲۱۵ ، اشرفيه ديوبند ،دارالفكر بيروت ۹/۳۰٤، تحب رقم الحديث: ۵۲۰۵، الموسوعة الفقهية ۲۸/۳۲۷)

اوربہتر شکل یہ ہے کہ عورت حکمت عملی سے اپنے شوہر کوخراب اورنا جائز رسموں سے احتیاط کرنے کی ترغیب دے دے کرمزاج بنالے ۔

أُدْعُ إِلىٰ سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ. (سورۂ نحل آيت: ۱۲۵)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیراحمد قاسمی عفااللہ عنہ
۲۵/ جمادی الاخریٰ ۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۷/۸۴۳۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۵/۶/۳۰ھ

(۱۳) باب: متفرق بدعات ورسوم

ربن کاٹ کر دوکان کا افتتاح کرنا

سوال [۷۵۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عیسائی مذہب کی طرح مسلمان اپنی دوکان وکاروبار کے افتتاح کے موقع پر ربن کاٹ کر دوکان کا افتتاح کرتے ہیں کیا ایسا کرنا درست اور جائز ہے؟

المستفتي: سید اکرم علی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: ربن کاٹ کر دوکان وغیرہ کا افتتاح کرانا اغیار کا شعار ہے اسلام میں اس کی کوئی دلیل نہیں اس کا ثبوت قرآن وحدیث اور فقہ میں سے کسی میں نہیں ہے اس کا ترک کرنا مسلمانوں پر لازم ہے جس قوم کا یہ شعار ہے کوئی مسلمان اگر اس کو اپنائے تو وہ بھی اس قوم میں شمار ہوتا ہے اور آخرت میں اسی قوم کے ساتھ حساب وکتاب ہوگا۔

من تشبه بقوم فهو منهم الحديث الخ. (مشکوٰۃ شریف ۳۷۵/۲، مسند احمد بن حنبل ۵۱/۲، رقم: ۵۱۱۴، ۵۱۱۵، ۵۶۶۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵؍ شعبان ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر ۲۸/ ۲۷۸۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۵؍ شعبان ۱۴۱۲ھ

بلی کے راستہ کاٹنے کی حیثیت

سوال [۷۵۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میرے محلّہ میں ایک نوجوان کا انتقال ہوگیا یہ انتقال ٹرک سے ٹکرا کر ہوا انتقال کے ایک ہفتہ قبل وہ اسکوٹر

سے کہیں جارہا تھا راستہ میں ایک بلی اس کا راستہ کاٹ کر سڑک کی ایک جانب سے دوسری جانب نکل گئی تھی، میرے محلّہ میں مشہور ہوا کہ بلی جب راہ کاٹ دے تو آدمی کو نہ گذرنا چاہئے ورنہ کوئی نہ کوئی خطرہ ضرور ہوتا ہے اس جوان مذکور کا انتقال اسی دن ہونا تھا مگر سبب بلی کا راستہ کاٹ کر گذر جانا بنا، کیا یہ صحیح ہے ایسا عقیدہ رکھنا اس سبب سے بتاتے ہیں کہ حیات الحیوان قسط/۱۳ صفحہ ۹۷ پر لکھا ہے کہ اگر گوہ کسی مرد کی ٹانگوں کے درمیان سے گذر جائے تو وہ مرد قابل جماع نہیں رہے گا۔

المستفتي: محمد فیاض، بہار

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: حیات الحیوان میں سوالنامہ کے ذکر کردہ سبب کو بتلایا ہے ۔

إذا خرج الضب بين رجلي إنسان لا يقدر بعد ذلک على مباشرة النساء الخ. (حيواة الحيوان ٢/٦٥)

مگر علامہ دمیریؒ کی یہ بات قابل اتباع نہیں ہے اس لئے کہ حدیث شریف میں اس طرح کے عقیدے سے سخت ممانعت آئی ہے اور قول دمیریؒ قول رسول ﷺ کے مقابلہ میں کسی حیثیت کا حامل نہیں ہے اس لئے یہ عقیدہ ہرگز جائز نہیں ہے نیز ایسے عقیدے رکھنے والوں سے سوال کیا جائے کہ کیا علامہ دمیریؒ نے حیات الحیوان میں بلی کی خاصیت کی بحث میں یہ بات لکھی ہے کہ بلی اگر راستہ پار کر جائے اور راہ کاٹ دے تو خطرہ لاحق ہوتا ہے، لہٰذا ہم مسلمانوں پر لازم ہے کہ ایسا عقیدہ نہ رکھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد یہ ہے:

عن عروة بن عامرؓ قال: ذكرت الطيرة عند رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقال: أحسنها الفال ولا تَردُّ مسلماالحديث. (سنن أبي داؤد، كتاب الطب، باب في الخط وزجر الطير، النسخة الهندية ٢/٥٤٧، دارالسلام رقم: ٣٩١٩)

إن الطيرة مصدر التطير، وكان ذلک يصدهم عن مقاصدهم فنفاه

الشرع ، وأبطله ونهاهم عنه وأخبر أنه ليس له تأثير في جلب نفع أو دفع ضر...... كانوا يجعلون العبرة في ذلك تارة بالأسماء وتارة بالأصوات وتارةً بالسنوح الخ. (مرقاة المفاتيح ، باب الفال والطيرة ، بمبئی ۸/۳۹۱، مکتبه اشرفيه ديوبند ۹/۲، بذل المجهود ، كتاب الكهانه والطير، باب في الخط وزجر الطير، جديد دارالبشائر الاسلاميه بيروت ۱۱/۶۳۷ ، سهارنفور قديم۵/۱۳)

قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا هُوَ مَوْلٰنَا وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ. (سورة التوبه : ۵۱)

من اعتقد شيئا سوى الله ينفع أو يضر بالاستقلال ، فقد أشرك جليًّا . (مرقاة المفاتيح ۸/۳۹۱، مکتبه اشرفيه ديوبند ۹/۲، مشكوٰة شريف ۲/۳۹۲)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۱۵/۲/۱۴۱۴ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر ۲۹/ ۳۳۱)	۱۵/۲/۱۴۱۴ھ

عدت پوری ہونے پر میکے سے نئے کپڑے اور مٹھائی آنا

سوال [۷۵۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عورت کو ایام عدت پورے کرنے پر میکے یعنی باپ کے یہاں سے رانڈ سالے کے نئے کپڑے دینا اور مٹھائی وغیرہ کھلانا کیسا ہے؟ براہ کرم شرعی حکم سے آگاہ فرمائیں نوازش ہوگی۔

المستفتي: شفیق الرحمٰن عرف منن، ہلدوانی، نینی تال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: یہ سب امور غیر مسلموں اور اغیار اور کفار سے مسلمانوں میں آرہے ہیں اور مسلمان ان چیزوں کو اچھے اعمال سمجھ کر کرنے لگے ہیں ان چیزوں کا شریعت سے کوئی تعلق نہیں ہے اس لئے ان بے اصل اور بے بنیاد لوازمات کا ترک کرنا

مسلمانوں پر لازم اور ضروری ہے۔(مستفاد:بہشتی زیور۶/۵۵)

عن ابن عمرؓ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : من تشبہ بقوم فھو منھم. (سنن أبي داؤد، کتاب اللباس ، باب لبس الشھرۃ ، النسخۃ الھندیہ ۵۵۹/۲، دارالسلام رقم: ۴۰۳۱)

قال القاری من شبہ نفسہ بالکفار مثلاً فی اللباس وغیرہ أو بالفساق أو الفجار أو بأھل التصوف والصلحاء والأبرار فھو منھم أی فی الإثم والخیر .

(بذل المجھود ، کتاب اللباس والزینۃ ، دارالبشائر الاسلامیہ ۲۲۲/۸ ، سہارن پور۱۴/۵)

قولہ من تشبہ بقوم ھذا عام فی الخلق والخلق والشعار وإذا کان الشعار أظھر فی الشبہ. (شرح الطیبی ، کراچی۲۳۲/۸، رقم الحدیث : ۴۳۷۴)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ:شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱ربیع الاول ۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۱۰۲/۲۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصورپوری
۱۴۱۳/۳/۲۱ھ

راستہ میں ویلکم لکھنا

سوال [۷۵۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ خوشی کی تقریبات کے موقع پر مسلمانوں کے یہاں بھی اب ایسا ہونے لگا ہے کہ راستہ میں انگلش حروف میں ویلکم لکھتے ہیں یعنی سڑک پر زمین پر جو چلنے والوں کے جوتوں اور پاؤں کے نیچے آتا ہے کیا صرف انگلش زبان میں ہونے کی وجہ سے یہ عمل درست ہے یا ایسا کرنا بے ادبی اور شرعاً غیر مستحسن ہے جو بھی حکم ہو واضح فرمادیں۔

المستفتي: عبدالرشید قاسمی ،بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: خوشی کی تقریبات میں راستہ پر انگلش حروف میں بھی ویلکم

لکھنا خلاف ادب ہے۔ (مستفاد: کتاب الفتاویٰ ۱/۳۲۳)

لأن لتلك الحروف حرمةً. (هنديه كتاب الكراهية، الباب الخامس في آداب المسجد، جديد زكريا ديوبند ٥/٣٧٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱/جمادی الاولیٰ ۱۴۳۳ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۹/ ۱۰۶۹۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۳/۵/۱۱ھ

چھوٹے بچے کے دودھ کو معاف کرنے کی رسم

سوال [۷۵۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک بچہ کا انتقال ہوگیا اس حال میں کہ ابھی وہ ماں کا دودھ پی رہا ہے یعنی دودھ پینے کی مدت میں ہی انتقال ہوگیا تو اس کے پڑوس کی عورتیں کہتی ہیں کہ تو دودھ معاف کردے عورت کہتی ہے کہ میں نے معاف کردیا اللہ تعالیٰ بھی معاف کرے آیا ایسا کرنا یا کہنا صحیح ہے یا نہیں؟ جو بھی ہو وضاحت سے بیان فرمائیں؟

المستفتي: نظام الدین، بھوپال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شریعت میں دودھ معاف کرنے کی کوئی حقیقت نہیں، بلکہ یہ عوام الناس کا پھوہڑا عقیدہ ہے لہٰذا ایسا کرنا اور کہنا جائز نہیں۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۰/ ۷۵، جدید ڈابھیل ۳/ ۲۹۱)

قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: من عمل عملاً ليس عليه أمرنا فهو رد. (مسلم شريف، كتاب الاقضية، باب نقض الأحكام الباطله ورد محدثات الأمور، النسخة الهنديه ٢/ ٧٧، دارالسلام رقم: ١٧١٨) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۰/۷/۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۴/ ۵۸۵۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۲/۷/۱۴۱۹ھ

سورج گرھن کے وقت بحالت حمل قینچی چلانے اور کروٹ لیٹنے کا حکم

سوال [۷۵۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ شریعت اسلام میں حالت حمل میں عقائد کے اعتبار سے کن کن چیزوں کی ممانعت ہے جیسا کہ یہ بات معاشرہ میں پائی جاتی ہے کہ سورج گرہن کے وقت حالت حمل میں قینچی نہ چلائے، یا کروٹ سے نہ لیٹے اگر ایسا کچھ ہے تو تفصیل تحریر فرما کر معلومات میں اضافہ فرمائیں؟

المستفتیه: محمد فیصل واہلیہ کرولہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شریعت میں حالت حمل میں کسی چیز کی ممانعت نہیں ہے اور سورج گرہن کے وقت حالت حمل میں قینچی نہ چلانا باطل وہم ہے۔

يعنون أن ما نزل بنا إنما هو بشؤمكم وذلك لاستغرابهم ما ادعوه واستقباحهم له وتنفرهم عنه فإن عادة الجهال أن يتمنوا كل شيئى مالت إليه طباعهم وتشاموا اما كرهوه. (تفسير مظهرى تحت تفسير الآية قالوا إنا تطيرنا بكم زكرياقديم ۸/۷۷ ، جديد ديو بند۸/ ۳۵)

اور کروٹ سے نہ لیٹنے وغیرہ کا تعلق طب سے ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۴/ ۶۱۴۴)

بسم اللہ وغیرہ رسومات کی دعوت کا حکم

سوال [۷۵۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بچہ کی بسم اللہ کی رسم کی دعوت، منگنی، چھومک، ختنہ، لڑکی کی بارات کی دعوت، تیجہ، دسواں، چہلم، برسی، کونڈہ، حلوہ، شب برات، کھچڑا، عیدین کی باقاعدہ دعوت، کیا مذکورہ بالا دعوتیں کرنا کھانا کھلانا ثابت

وجائز اور موافق سنت ہیں؟

المستفتي: عبداللہ عاصی سنی حنفی
دیوبندی قاسمی، جامعہ اسلامیہ دارالعلوم
قاضی باغ، کاشی پور، ادہم سنگھ نگر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مطلقاً دعوت کرنا اور کھانا درست ہے، مگر رسماً دن وتاریخ کی تعیین کے ساتھ لازم سمجھ کر دعوتیں کرنا اور کھانا بدعت ہے مذکورہ تمام رسوم عرف ورواج کو مدنظر رکھتے ہوئے بدعت میں داخل ہیں سنت نہیں یہ سب لوگوں کی اپنی ایجاد ہیں، حدیث شریف میں آیا ہے۔

من أحدث فی أمرنا هذا مالیس منه فهو رد. (مقدمه ابن ماجه، النسخة الهندیه /۳، دارالسلام رقم: ۱٤)

البتہ عیدین کی دعوت کرنا اور کھانا حدیث سے ثابت ہے۔

لا تصوموا فی هذه الأیام فإنها أیام أكل وشرب وذكر الله عزوجل. (مسند احمد ۲/۵۳۵، رقم: ۱۰٦۷٤، ۱۰۹۳۰، ۳/۵۹٤)

مگر اسے لازم سمجھنا مذکورہ رسوم میں داخل ہوگا، اور تیجہ، دسواں، چہلم، برسی، کونڈا، وغیرہ قطعاً جائز نہیں یہ بدعت شنیعہ میں سے ہیں ان سے بچنا لازم ہے۔

ویکره إتخاذ الضیافة من الطعام من أهل المیت لأنه شرع فی السرور لا فی الشرور وهی بدعة مستقبحة وقوله ویکره اتخاذ الطعام فی الیوم الأول والثالث وبعد الأسبوع الخ. (شامی، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الجنازۃ مطلب فی کراهیة الضیافة الخ کراچی ۲/۲٤۰، زکریا ۳/۱٤۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲؍ربیع الاول ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۴/۶۵۱۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲/۳/۱۴۲۱ھ

یوم پیدائش، یوم شادی وغیرہ منانا

سوال [۷۵۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلۂ ذیل کے بارے میں: کہ آج کل کچھ لوگ بعض ایام کوخوشی کے طور پر یاد کرتے ہیں کوئی یوم پیدائش مناتا ہے کوئی یوم شادی مناتا ہے، اسی طرح کمپنی جس دن شروع ہوتی ہے اس دن کوخوشی کے طور پر یاد کیا جاتا ہے، اور بہت سے لوگ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یوم پیدائش مناتے ہیں اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم وصال کو مناتے ہیں، گھر کا کوئی بڑا مر جائے تو اس کو یوم وصال کے طور پر یاد کیا جاتا ہے، حضرت والا سے سوال ہے کہ ان تمام باتوں کا شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں کہیں ثبوت ہے، صحابہ کے عمل سے یا کسی فقیہ کے قول سے کہیں سے ثابت ہے، اگر نہیں تو ایسا عمل کرنے والوں کا کیا حکم ہے؟

المستفتي: انصار احمد، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: یوم پیدائش اور یوم وفات کے لئے برسی منانا اسی طرح یوم شادی اور یوم کمپنی وغیرہ منانا اسلام میں ثابت نہیں ہے یہ اغیار کی رسم ہے اور انہی کا شعار ہے اس لئے مسلمانوں کو ایسے رسوم سے بچنا چاہئے۔

عن ابن عمرؓ قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: من تشبه بقوم فهو منهم. (ابو داؤد شريف، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة، النسخة الهنديه ۲/ ۵۵۹، دارالسلام رقم: ۴۰۳۱)

قال الملاعلى قارى فى المرقاة قال: الطيبى: هذا عام فى الخلق والخلق والشعار (مرقاة، كتاب اللباس، الفصل الثانى، مطبع بمبئى ۴/ ۴۳۱، امداديه ملتان ۸/ ۲۵۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴ رمحرم الحرام ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر ۴۰/ ۱۰۹۴۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۴/۱/۱۴۳۴ھ

پھٹے ہوئے بنیان کے سلنے کا حکم

سوال [۷۵۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ آج کل بہت سے لوگ یہ کہتے ہیں کہ بنیان اگر پھٹ جائے تو اسکو سلنا درست نہیں ہے تو اس کے بارے میں شریعت کیا کہتی ہے؟

المستفتي: عطاء الاسلام

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بنیان یا دیگر کپڑا پھٹ جانے کے بعد اس کو سلنا یا پیوند لگانا شرعاً درست ہے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ نے اور اکابر وسلف نے پیوند لگا کر کپڑے استعمال کئے ہیں نیز حضور ﷺ نے جو پیوند لگانے کی ترغیب دی ہے اس میں کرتا پاجامہ ٹوپی بنیان اور دیگر کپڑے سب داخل ہیں، اس لئے مذکورہ بات درست نہیں ہے یہ بات الگ ہے کہ آپ کو وسعت ہو تو نیا کپڑا یا بنیان استعمال کریں۔

عن هشام عن أبيه قال: قيل لعائشة: ما كان النبي يصنع في بيته قالت: كما يصنع أحدكم يخصف نعله ويرقع ثوبه. (مسند احمد ۶/۱۰۶، رقم: ۲۵۲۵۶، ۲۵۴۱۵، ۲۵۸۵۵، ۲۶۷۶۹)

لأن يلبس أحدكم ثوباً من رقاع شتى. (مسند احمد ۲/۲۴۴، رقم: ۱۳۵۹۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
یکم رصفر ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۵/۷۰۵۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱/۲/۱۴۲۲ھ

مجالس دینیہ وسیاسیہ میں پھولوں کا ہار پہننا

سوال [۷۶۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ پھولوں کے

ہار کا پہننا مجالس دینیہ وسیاسیہ کی زینت نیز مقررین کی زینت بنایا جارہا ہے از روئے شرع مجالس دینیہ میں مقررین کو ہار پہنانا کیسا ہے آیا یہ سنت سے ثابت ہے یا نہیں ؟ مدلل تحریر فرمائیں۔

المستفتي: منجانب اہل محلّہ
کٹا باغ، اصالت پورہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مردوں کے لئے اس طرح کا پھولوں وغیرہ کا ہار پہننا مکروہ اور ممنوع ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ قدیم ۴/ ۴۲۵، زکریا جدید ۱۰/ ۲۰۰)

اور تشبہ بالنساء ہے اور حدیث شریف میں اس طرح تشبہ کی سخت ممانعت وارد ہوئی ہے، حدیث شریف ملاحظہ ہو:

عن ابن عباس قال: لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم المتشبهات بالرجال من النساء والمتشبهين بالنساء من الرجال . (ترمذی شریف، ابواب الآداب، باب ماجاء فی المتشبهات بالرجال من النساء، النسخة الهندیه ۲/ ۱۰۶، دارالسلام رقم: ۲۷۸٤) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲ رجمادی الاولیٰ ۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر ۲۸/ ۳۱۷۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۳/۵/۲ھ

ہولی کے پانچ یا چھ روز کے بعد بارش ہونے کو ضروری سمجھنا

سوال [۷۶۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عوام کے اندر یہ بات مشہور ہے کہ ہولی کے بعد یعنی پانچ یا چھ دن کے بعد بارش ہوگی اور اس بارش کے ذریعہ ہولی کی گرد وغبار دبے گی اور اس مندرجہ بالا بات کو بہت ضروری سمجھتے ہیں کیا ان کا اس بات کو مشہور کرنا حقیقت ہے وضاحت فرمائیے۔

المستفتي: افتخار احمد، ٹانڈہ، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: سوالنامہ میں مذکورہ بات محض جہالت پرمبنی ہے اور عقائد اسلام کے خلاف ہے مسلمانوں کو ایسی بدعات و بے ہودہ اور فسق وفجور کی باتوں سے اجتناب لازم ہے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: هل تدرون ماذا قال ربكم: قالوا: الله ورسوله أعلم قال: أصبح من عبادى مؤمن بي وكافر فأما من قال مطرنا بفضل الله ورحمته فذلك مؤمن بى كافر بالكوكب وأما من قال: مطرنا بنوء كذا وكذا فذلك كافر بي مؤمن بالكوكب. (مسلم شريف، كتاب الإيمان ، باب بيان كفر من قال مطرنا بالنوء ، النسخة الهنديه ۱/ ۵۹، دارالسلام رقم: ۷۱)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۸/محرم الحرام ۱۴۲۲ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر ۳۵/ ۷۰۰۹)	۱۴۲۲/۱/۸ھ

مسجد میں عیدملن کا پروگرام کرنا

سوال [۷۶۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عید کے دن مسجد کے اندر عیدملن کا پروگرام کرنا اور غیرمسلموں کو مسجد کے اندر اس پروگرام میں شریک کرنا اور پھر ان سے تقریر کرانا پھر بعد تقریر وپروگرام کے ناشتہ وغیرہ کا پروگرام کرنا نیز اس کے اندر بھی ان لوگوں کو شریک کرنا کیسا ہے، اور ایسا کرنے والے مسلمانوں کا کیا حکم ہے؟

المستفتي: اخلاق حسین، متعلم مدرسہ شاہی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مسجد اللہ کا گھر ہے اس میں ایسی سیاسی باتیں اور تقریب

کرنا جس میں غیر مسلم کی بھی شرکت ہوتی ہو شرعاً ناجائز اور ممنوع ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ قدیم۶/ ۱۰۵، جدید زکریا۹/۱۱۱)

الجلوس فی المسجد للحديث لايباح بالا تفاق لأن المسجد مابنی لأمور الدنيا الخ. (فتاویٰ عالمگیری کتاب الکراهية ، باب الخامس فی آداب المسجد، قدیم زکریا ۵/۱ ۳۲ ، جدید زکریا دیوبند ۵/۲ ۳۷)

عن عبد الله قال: قال رسول الله ﷺ: سيكون فی آخر الزمان قوم يكون حديثهم فی مساجد هم ، ليس له منهم حاجة. (صحيح ابن حبان ذكر الاخبار بأن من أمارة آخر الزمان اشتغال الناس بحديث الدنيا فی مساجدهم ، دارالفكر بيروت ٦/٢٠٨، رقم: ٦٧٧٠)

عن انس بن مالک رضی الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: يأتی على الناس زمان يتحلقون فی مساجد هم وليس همتهم إلا الدنيا ليس لله فيهم حاجة فلا تجالسوهم. (المستدرك للحاكم ، كتاب افاق قديم ٤/٣٥٩، جديد، مكتبه نزار مصطفی الباز بيروت ٨/٢٨٢٠، رقم: ٧٩١٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ	الجواب صحیح:
۱۵/ ذیقعدہ ۱۴۱۵ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر ۳۱/۴۲۰۲)	۱۵/۱۱/۱۴۱۵ھ

چیل کوؤں کو گوشت کھلانا

سوال [۷۶۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حلال گوشت کو کسی بیمار پر سے اتار کر پرندوں یعنی چیل کوؤں کو کھلانا شرعاً کیسا ہے۔

المستفتی: شریف الحسن خاں، گڑھی سلیم پور کانٹھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حلال گوشت کو کسی بیمار کے اوپر سے اتار کر پرندوں کو کھلانا

یہ اسلام سے ثابت نہیں ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من عمل عملا لیس علیه أمرنا فهو رد. (مسند احمد بن حنبل ۶/۱۴۶، رقم: ۲۵۶۴۱، احسن الفتاویٰ ۱/۳۶۶)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۱۴/ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر ۳۸/۳/۹۲۵۳)	۱۴۲۸/۴/۱۴ھ

چند بدعات کی شرعی حیثیت

سوال [۷۶۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کھانے پر فاتحہ پڑھنا، قبروں کو زیارت گاہ بنانا، قبروں پر جاکر منتیں مانگنا، عورتوں کا قبروں پر جاکر تعویذ کرانا، نیز قبروں پر کھانا لے جاکر فاتحہ پڑھنا و نیاز کرنا کرانا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتي: محمود علی، دلپت پور چھپرہ، مرادا آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بعض لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ ایصال ثواب کے لئے جو کھانا دیتے ہیں اس پر مولوی صاحب سے کچھ پڑھواتے ہیں اور اس کو بعض لوگ فاتحہ شریف اور بعض ختم شریف کہتے ہیں، بادی النظر میں یہ عمل بہت اچھا معلوم ہوتا ہے اور لوگ اس کے اسی ظاہری حسن کے عاشق ہیں مگر اس میں چند امور توجہ طلب ہیں اول: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور سلف صالحین میں اس کا رواج نہیں تھا اس لئے بلاشبہ یہ طریقہ خلاف سنت ہے اور جو طریقہ خلاف سنت ہو وہ مذموم اور قابل ترک ہے اگر شریعت کی نظر میں یہ طریقہ مستحسن ہوتا تو سلف صالحین اس سے محروم نہ رہتے، نیز بعض لوگ کہتے ہیں کہ کھانے پر سورتیں پڑھ لی جائیں تو کیا حرج ہے؟ حالانکہ اس سے بڑھ کر حرج کیا ہوگا کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے، اور آپ کی سنت اور شریعت کے خلاف ہے

،علاوہ ازیں ہمارے اکابر اہل السنۃ والجماعت نے کھانے پر قرآن کریم پڑھنے کو بے ادبی تصور کیا ہے، نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زیارت قبور کا طریقہ یہ بتاتا ہے کہ جب آدمی قبرستان جائے تو اہل قبور کو ان الفاظ میں سلام کہے۔

السلام علیکم أهل الدیار من المؤمنین والمسلمین ، وإنا إن شاء الله لـلاحـقـون ، أسأل الله لنا ولکم العافیه. (مسلم شریف کتاب الجنائز ، فصل فی التسلیم علی أهل القبور والدعاء الخ ، النسخة الهندیه ۱/ ۳۱٤، بیت الأفکار رقم : ۹۷۵)

اس کے بعد ان کے لئے دعاء مغفرت کرے اور کچھ پڑھ کر ان کے لئے ایصال ثواب کرے، زیارت قبور کا اہم ترین مقصد جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ یہ کہ قبروں کا منظر دیکھ کر دنیا کی بے ثباتی کا یقین تازہ ہوتا ہے آدمی ان سے عبرت پکڑے اپنی موت اور قبر کو یاد کرے ، اور آخرت کی تیاری کے لئے اپنے نفس کو آمادہ کرے ، دوسرا مقصد اہل قرابت کا حق ادا کرنا ، اور ان کو دعائے مغفرت اور ایصال ثواب سے نفع پہنچانا ہے، اور اہل اللہ کی قبروں کی زیارت سے ان کے فیوض وبرکات سے خود مستفید ہونا اور جس راستے پر چل کر وہ مقبول بارگاہ خداوندی ہوئے ہیں اس راستے پر چلنے کا عزم کرنا ہے شریعت نے قبروں کے معاملے میں افراط وتفریط کو روا نہیں رکھا، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کو پختہ کرنے اور ان پر قبے تعمیر کرنے اور ان پر بیٹھنے کی ممانعت فرمائی ہے۔(اختلاف امت اور صراط مستقیم ۱/ ٦٧)

وعن أبی مـرثد الغنوی قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: لا تجلسوا علی القبور ولا تصلوا إلیها. (صحیح مسلم ،کتاب الجنائز ، فصل النهی عن الجلوس علی القبور والصلاة علیه ، النسخة الهندیه ۱/ ۳۱۲، بیت الافکار رقم: ۹۷۲، سنن أبي داؤد ، کتاب الجنائز ، باب الکراهیة القعود علی القبر ، النسخة الهندیه۲/ ٤٦۰، دارالسلام رقم: ۳۲۲۹، مشکوۃ شریف ۱/ ۱٤۸)

آج کل جو ناجائز امور قبروں پر بجالائے جاتے ہیں مثلاً اولیاء اللہ کی قبروں کے سامنے

جھکنا، ان کو چومنا چاٹنا ان پر پیشانی رکھنا اور ان سے منتیں مانگنا اور ان کے لئے نذر و نیاز کرنا یہ سب ایسے امور ہیں کہ جن کی شریعت میں کوئی اصل نہیں ہے نہ سلف صالحین کا اس پر عمل رہا ہے اس لئے یہ سب امور بدعت اور نا جائز ہیں لہٰذا ان سے احتراز کرنا ضروری ہے۔ (اختلاف امت ۱/ ۶۸)

عورتوں کا قبروں پر جا کر دعا تعویذ کرانا بھی درست نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصیت کے ساتھ عورتوں کو منع فرمایا ہے " **لعن الله زوّارات القبور** " اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو ان عورتوں پر جو قبروں کی زیارت کو جاتی ہیں ، خصوصیت کے ساتھ عورتوں کو ممانعت اس بنا پر کی گئی ہے کہ یہ کم صبری اور کم عملی کی بنا پر وہاں جا کر جزع فزع نیز بدعات اور غیر شرعی حرکات کا ارتکاب کرنے سے باز نہیں رہ سکتیں چونکہ ان کے جانے میں فتنے کا احتمال غالب تھا اس لئے ان کو خصوصیت سے منع کر دیا گیا تاہم اگر کوئی عورت وہاں جا کر کسی بدعت اور غیر شرعی حرکت کی مرتکب نہ ہو تو اس کو اجازت ہے ، مگر بوڑھی عورتیں جا سکتی ہیں جوان عورتوں کو نہیں جانا چاہئے۔ (اختلاف امت صراط مستقیم ۱/ ۶۵)

عن أبي هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم لعن زوارات القبور وقد رأى بعض أهل العلم أن هذا كان قبل أن يرخص النبى صلى الله عليه وسلم فى زيارة القبور فلما رخص دخل فى رخصته الرجال والنساء وقال بعضهم إنما كره زيارة القبور فى النساء لقلة صبرهن وكثرة جزعهن. (ترمذی شريف ، باب ماجاء فی كراهية زيارة القبور للنساء ، النسخة الهنديه ۱/ ۲۰۳ ، دار السلام رقم: ۱۰۵۶)

وحاصل الكلام من هذا كله أن زيارة القبور مكروهة للنساء ، بل حرام فى هذا الزمان. (عمدة القارى ، كتاب الجنائز ، باب فى زيارة القبور ، داراحياء التراث العربي بيروت ۸/ ۷۰، زكريا ديوبند ۶/ ۹۶، رقم: ۱۲۶۹، ف: ۱۲۸۳) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۴/ ۳/ ۱۴۲۱ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر ۳۵/ ۶۵۲۸)	۴/ ۳/ ۱۴۲۱ھ

انبیاء، اولاد، یا دیگر لوگوں کی یوم پیدائش منانے کی شرعی حیثیت

سوال [۷۶۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ یوم پیدائش منانا آج کل بہت زیادہ رواج پکڑتا جا رہا ہے، کیا ہمیں شریعت میں اس کی اجازت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یوم پیدائش منائیں یا کسی اور کا جو مذہبی یا سیاسی رہنما ہو یا اپنے والدین یا اولاد کا۔

(۱) کیا حکم لاگو ہوگا یوم پیدائش منانے والوں پر۔

(۲) اس میں شرکت کرنے والوں پر۔

(۳) اس کو سراہنے اور دعوت کھانے والوں پر۔ اور کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، مذہبی رہنما، سیاسی رہبر اور اولیاء اللہ والدین، اولاد کا یوم پیدائش منانا ایک ہی ہے یا ان سب کا حکم الگ الگ ہے اور اگر الگ الگ ہے تو برائے مہربانی وضاحت فرمادیں؟

اور اگر علماء کرام اور مسجدوں کے امام بھی ان میں شرکت کرتے ہوں تو ان کے پیچھے نماز ہو جائے گی یا نہیں؟ ایسے علماء کرام کے ساتھ عوام کا سلوک (برتاؤ) کیسا ہو؟ اور اگر وہ خود ایسا کریں یعنی اولاد وغیرہ کا یوم پیدائش منائیں تو کیا حکم ہے؟

المستفتي: محمد بلال شاداب، کاشی پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اسلامی شریعت میں کسی کے بھی یوم پیدائش یعنی سالگرہ منانے کی کوئی اصل موجود نہیں ہے بلکہ یہ اغیار کی رسم ہے جس سے احتراز لازم ہے، بریں بنا غیروں کی دیکھا دیکھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یوم پیدائش منانا اسی طرح کسی سیاسی و مذہبی رہنما یا اولیاء اللہ یا اپنے کسی قریبی عزیز کا یوم پیدائش منانے کی شرعاً اجازت نہیں دی جاسکتی ہے اگر یہ مستحسن عمل ہوتا تو خلفاء راشدین، صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یوم پیدائش ضرور مناتے اسی طرح حضرت ابوبکر وعمر وعثمان

وعلی رضی اللہ عنہم اجمعین جو خلفائے راشدین ہیں، ان کا بھی یوم پیدائش منایا جاتا، حالانکہ ان حضرات کی طرف سے ایسا کوئی عمل ثابت نہیں ہے اور عبادت سمجھ کر اس میں شریک ہونا جائز نہیں ہے اس لئے کہ غیر عبادت کو عبادت سمجھنا بدعت اور گناہ ہے، لہذا اس میں کسی کو بھی شرکت نہیں کرنی چاہئے، چاہے عالم ہو یا غیر عالم امام ہو یا غیر امام سب کا حکم یکساں ہے اور جس امام کے متعلق سائل نے پوچھا ہے اگر وہ بدعقیدہ بدعتی ہے تو اس کے پیچھے تو اس جلوس میں شرکت کے بغیر بھی نماز مکروہ ہے اور اگر وہ خوش عقیدہ دیوبندی اہل سنت والجماعت میں سے ہے تو اس امام کو سمجھایا جائے کہ آپ اس میں شرکت نہ کریں، اور جو امام خود اپنے بچوں کی سالگرہ مناتا ہو اسے اس عمل سے باز آنا لازم ہے کیونکہ یہ غیروں کے ساتھ تشبہ ہے اور امام کو تو خود اس عمل سے دوسروں کو روکنا چاہئے، اگر اس کے بجائے وہ خود اس کا مرتکب ہو تو وہ یقیناً قابل مذمت ہوگا۔

عن إبن عمر رضی اللہ عنہما قال: قال النبی صلی اللہ علیه وسلم: من تشبه بقوم فهو منهم. (ابوداؤد کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة، النسخة الهندیه ۲/۵۵۹، دارالسلام رقم: ۴۰۳۱)

أي من شبه نفسه بالکفار مثلاً في اللباس وغیره أو بالفساق أو الفجار فهو منهم أو من الإثم قال الطیبی هذا عام فی الخلق والخلق والشعار. (مرقاة، کتاب اللباس، الفصل الثانی، امدادیه ملتان ۸/۲۵۵، مطبع ممبئی ۴/۴۳۱، رقم: ۴۰۳۱)

عن ابن مسعودؓ عن النبی صلی اللہ علیه وسلم قال من کثر سواد قوم فهو منهم ومن رضی عمل قوم کان شریکاً فی عمله. (کنز العمال ۹/۱۱، رقم: ۲۴۷۳۵)

کل عبادة لم یتعبدها أصحاب رسول اللہ ﷺ: فلا تعبدوها فإن الأول لم یدع للآخر مقالاً فاتقوا اللہ یا معشر المسلمین وخذوا بطریق من کان قبلکم. (الاعتصام ۱/۳۱۰)

لا أعلم لهذا المولد أصلاً في كتاب ولا سنة ولا ينقل عمله عن أحد من العلماء والأئمة الذين هم القدوة في الدين المتمسكون بآثار المتقدمين بل هو بدعة أحدثها البطالون وشهوة نفس أعتنى بها الأكالون. (الجنة لأهل السنة /١ ٢٠، بحواله فتاویٰ محمودیہ میرٹھ ٥/٣٩٥)

كل فعل وقول لم يثبت عن الصحابة فهو بدعة لأنه لوكان خيراً لسبقونا إليه لأنهم لم يتركوه خصلةمن خصال الخير إلا وقد بادروا إليها. (المنهاج الواضح /٦٦)

إن عمل المولد بدعة لم يقل به ولم يفعل رسول الله ﷺ والخلفاء والأئمة. (راہ سنت /١٦٤)

من أحدث في أمرنا هذا أي إنشاء واخترع وأتى بأمر حديث من قبل نفسه ماليس منه أى رأياً ليس له في الكتاب أو السنة عاضد ظاهرأو خفى ملفوظ أو مستنبط فهو رد أي مردود على فاعله لبطلانه الخ. (فيض القدير بحواله فتاویٰ رياض العلوم ١/٣١٤)

وجملة ما أحدثوه من البدع مع إعتقادهم أن ذلک من أكبر العبادات وإظهار الشرائع ما يجعلونه في شهر ربيع الأول من المولد وقد احتوىٰ على بدع ومحرمات. (المدخل ١/٢٦١)

وضع الحدود والتزام الكيفيات والهيئات المعينة في أوقات معينة لم يوجد ذلک التعيين في الشريعة ......ومنها التزام الكيفيات والهيئات المعينة ......کا تخاذ يوم ولادة النبى صلى الله عليه وسلم عيداً وما أشبه ذلک. (الاعتصام ١/٢٩-٣٩) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۴؍محرام الحرام ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر ۱۱۴۲۲/۳۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۵/۲/۴ھ

گود بھرائی کا حکم

سوال [۷۶۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک نوجوان عالم کی بیوی امید سے ہے عالم کے گھرانے میں یہ رسم ہے کہ جب حاملہ کو ۷؍مہینے گذر جائیں گے تو اس کو باقاعدہ مہندی لگوائی جاتی ہے نیا جوڑا پہنا کر دلہن بنایا جاتا ہے اور خاندان والوں کی دعوت کی جاتی ہے اور گھر والے بھی اس کام کو رسم ہی کا نام دیتے ہیں اس طرح کا کام کرنا کیسا ہے؟ عالم کے سمجھانے پر بھی گھر والے نہ مانیں تو گنہگار کون ہوگا؟ اس رسم کی حقیقت کیا ہے؟ ایسی دعوت میں شرکت کرنا کیسا ہے؟

المستفتي: محمد زبیر مظاہری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اس رسم کو گود بھرائی کی رسم بھی کہا جاتا ہے یہ غیر مسلموں کی رسم ہے اور اس سے اس عورت کی گود بھرے رہنے اور بچوں کے پیدا ہوتے رہنے کا شگون لیا جاتا ہے، ایسی دعوت میں شرکت سے اجتناب کرنا چاہیئے۔ (مستفاد: بہشتی زیور ۶/ ۸، کفایت المفتی قدیم ۹/ ۶۳، جدید زکریا مطول ۲/ ۱۰۵)

عن إبن عمرؓ أن رسول اللّٰہ ﷺ قال: لا عدوی ولا طیرۃ والشؤم فی ثلاث فی المرأۃ والدار والدابۃ. (بخاری، باب الطیرۃ ۲/ ۸۵۶، رقم: ۵۵۳۹، ف: ۵۷۵۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲؍رجب ۱۴۲۹ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۸/ ۹۶۶۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲؍۷؍۱۴۲۹ھ

الوداع جمعہ اور چودھویں روزے کا اہتمام کرنا

سوال [۷۶۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ الوداع کے جمعہ کا

اتنا اہتمام کیا جاتا ہے کہ لوگ دور دراز پڑھنے کے لئے جاتے ہیں نیز چودھویں روزہ کو بھی لوگ بہت اہمیت دیتے ہیں تو کیا چودھویں روزے کی فضیلت اورالوداع کی فضیلت کچھ شرع میں حیثیت رکھتی ہے، یانہیں؟

المستفتي: محمد حبیب، سمدھن فرخ آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: الوداع کے جمعہ اور چودہویں روزے کی کوئی خاص فضیلت اور خصوصیت قرآن وحدیث وفقہ سے ثابت نہیں، یہ محض عوام کی جہالت ہے۔

عن عائشة قالت : قال رسول الله ﷺ: من أحدث فی أمرنا ما لیس منه فهو ردٌّ. (مسند احمد بن حنبل ٦/٢٤١، رقم: ٢٦٥٦١) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳۰ رشوال ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۳/۵۴۸۵)

دعوت کھانے کے بعد ہاتھ اٹھا کر جہراً دعاء کا التزام

سوال [٧٦٨]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے یہاں عام رواج یہ ہے کہ لوگ دعوت کھانے کے بعد سب مل کر ہاتھ اٹھا کر جہراً دعا مانگتے ہیں اگر کوئی ایسا نہ کرے تو اس پر اشکال کیا جاتا ہے، اور ایسے شخص پر طعن وتشنیع کرتے ہیں اس کی قرآن وحدیث کی روشنی میں تفصیل سے وضاحت فرمائیں؟

المستفتي: عبداللہ، تھوپال منی پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورت مسئولہ میں دعوت کھانے کے بعد سب لوگوں کا مل کر ہاتھ اٹھا کر جہراً دعا کرنا اور اس کو ضروری سمجھنا اور ترک پر ملامت کرنا بدعت اور

رسومات میں داخل ہے، لہٰذا اس سے پرہیز کرنا ضروری ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ قدیم ۶/ ۳۳۵، جدید زکریا ۲/۲۴۲)

أنه عليه الصلوٰة والسلام كان يدعوا كثيراً كما هوفى الصلوٰة والطواف وغيرهما من الدعوات المأثورة دبر الصلوات وعند النوم وبعد الأكل وأمثال ذلک ولم يرفع يديه ولم يمسح بهما وجهه . (طحطاوى على المراقى قديم كتاب الصلوٰة ، فصل فى صفة الاذكار /١٧٤، جديد دارالكتاب ديوبند /٣١٨) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴۲۴/۲/۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۶/ ۷۹۴۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۴/۲/۱۸ھ

خوشیوں کے مواقع پر تحفہ تحائف کالین دین

سوال [۷۶۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ خوشیوں کے مواقع پر تحفہ دینا اور لینا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: بلا ریا کاری اور نام وری کے بطور اعانت ومدد جائز ہے لیکن اگر برادری کے زور اور شکایت کے خوف سے دیا لیا جاتا ہے تو ناجائز ہے۔

عن عائشةؓ قالت : قال رسول الله ﷺ: تهادوا تحابوا الحديث.

(المعجم الأوسط للطبرانى ، دارالفكر بيروت٥/ ٢٥٤، رقم: ٧٢٤٠)

وفى الفتاوى الخيرية : وإن كان العرف خلاف ذلک بأن كانوا يدفعونه على وجه الهبة ولا ينظرون فى ذلک إلى إعطاء البدل فحكمه حكم الهبة فى سائر أحكامه فلا رجوع فيه بعد الهلاک أو الاستهلاک والأصل فيه أن المعروف عرفا كالمشروط شرطاً . (شامى ، كتاب الهبة ،

زکریا ۸/۱ ۵۰، کراچی ۵/۶۹۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵/۴/۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر ۲۳/۶۳۱)

خوشی کے موقع پر تحائف کا لینا دینا

سوال [۷۷۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ آج کل کی خوشی کی تقریبات میں جو لیا یا دیا جاتا ہے وہ جائز ہے یا ناجائز؟

المستفتي: شاہد حسین، بارہ دری، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بطور رسم ورواج ناجائز اور بطور مدد واعانت بلا شکایت کے جائز ہے۔

عن عائشةؓ قالت: قال رسول الله ﷺ: تهادوا، تحابوا، الحديث.

(المعجم الأوسط للطبرانی، دارالفکر بیروت ۵/۲۵٤، رقم: ۷۲٤۰)

وفی الفتاوی الخيرية: وإن كان العرف خلاف ذلک بأن كانوا يدفعونه على وجه الهبة ولا ينظرون فی ذلک إلى إعطاء البدل فحكمه حكم الهبة فی سائر أحكامه فلا رجوع فيه بعد الهلاک أو الاستهلاک والأصل فيه أن المعروف عرفا كالمشروط شرطاً. (شامی، کتاب الهبة، زکریا ۸/۱ ۵۰، کراچی ۵/۶۹۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵/۴/۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر ۲۳/۶۳۱)

جلائی ہوئی بتی کو جلے رہنے دینا

سوال [۷۷۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مغرب کی نماز

کے وقت جو بتی جلاتے ہیں اس کو عشاء تک جلے رکھنا اور نہ بجھانا ثواب کی نیت سے جائز ہے یا نہیں؟ مفصل بیان فرمائیں؟

المستفتي: محمد صادق حسین،
آسامی، دھوپوری، آسام

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق : جلائی ہوئی بتی کو جلتے رہنے دینا حدیث وقرآن سے ثابت نہیں ہے، اور بلاضرورت موم بتی کو جلتے ہوئے چھوڑے رکھنا فضول خرچی ہے۔
إِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْا إِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنَ. (سورة الإسراء: ۲۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۲۷/ جمادی الثانیہ ۱۴۲۱ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر ۳۵/ ۶۸۰۷)	۱/ ۷/ ۱۴۲۱ھ

نفاس والی عورت سے چھوت منانے کی رسم

سوال [۲۷۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کیا عورت نفاس کے دنوں میں اپنے شوہر کے ساتھ اٹھ بیٹھ سکتی ہے؟ یا بوس وکنار شوہر کرسکتا ہے؟ یا بیوی شوہر کے منھ میں لقمہ وغیرہ ڈال سکتی ہے یا نہیں؟ بعض علاقوں میں جب عورت نفاس کی حالت میں ہوتی ہے، تو اس کے گھر والے اس سے چھوت مناتے ہیں اس کے کھانے اور پینے کے برتن وغیرہ الگ کردیتے ہیں ایسا کرنا کیسا ہے؟

المستفتي: محمد جاوید قاسمی، چاند پور،
ضلع بجنور، یوپی

اسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق : چھوت منانے کی رسم کفار سے آئی ہے اس کے ساتھ شرعی

طور پر کھانا پینا اور شوہر کا اس کے ساتھ بوس وکنار ہونا جائز ہے۔

ولہٗ أن یقبلها ویضاجعها الخ. (هندیه، کتاب الطهارة، الباب السادس فی الدماء المختصة بالنساء، الفصل الرابع فی أحکام الحیض الخ، زکریا قدیم ۱/۳۹، جدید ۱/۹۳)

عن عائشة قالت: کانت إحدانا، إذا کانت حائضاً فأراد رسول الله ﷺ أن یباشرها أمرها أن تتزر فی فور حیضتها، ثم یباشرها، قالت: وأیکم یملک إربه، کما کان النبی صلی الله علیه وسلم یملک إربه.

(صحیح البخاری، کتاب الحیض، باب مباشرة الحائض ۱/۴۴، رقم: ۳۰۰، ف: ۳۰۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴۱۵/۳/۱۱ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۱/۳۹۰۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۵/۳/۱۱

رات گیارہ بجے آندھی آنے پر اذان دینا

سوال [۳۷۷۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ۱۱/ مارچ کو رات گیارہ بجے آندھی آئی تو اس وقت میں نے اذان دیدی اس پر بعض لوگوں نے کہا کہ زوال کا وقت تھا زوال کے وقت اذان دینا جائز نہیں، اور بعض لوگوں نے کہا اس موقع پر اذان دینا ہی غلط ہے، تو سوال یہ ہے کہ ان دونوں حضرات میں سے کس کی بات درست ہے، حکم شرعی سے نوازیں، نوازش ہوگی۔

المستفتي: گلاب بابو، بھورے کا چوراہہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جس وقت سورج بیچ آسمان میں پہونچ کر مغرب کی جانب ڈھلنے لگے اس وقت کو زوال کہتے ہیں اور یہ دن ہی میں ہوتا ہے رات میں نہیں ہوتا، لہٰذا رات کے کسی حصہ کو زوال کا وقت کہنا محض ناواقفیت یا من گھڑت بات ہے، اور آندھی چلنے کے موقع

پراذان دینا قرآن وسنت اور فقہ وسیرت سے ثابت نہیں ہے۔

زوال الشمس هو ميلها عن كبد السماء أي وسطها بحسب ما يظهر لنا إلى جانب المغرب. (قواعد الفقه، اشرفي ديوبند/٣١٥)

زوال الشمس : ميلها عن منتصف السماء. (لغة الفقهاء كراچی /٢٣٤)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲/ربیع الاول ۱۴۲۸ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۸/۹۱۹۸)

۴/ کتاب العلم

(۱) باب ما یتعلق بطلب العلم

عربی زبان کے فضائل

سوال [۳۷۷۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ گذارش خدمت عالیہ میں یہ ہے کہ بندہ ناچیز پہلی دفعہ خدمت میں عریضہ پیش کرر ہا ہے، اولاً مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بندہ اپنا تعارف تحریر کرے۔

نام: محمد ممتاز بن محمد مصطفیٰ، مقام: راجو پٹی سیتا مڑھی بہار، مقیم دارالعلوم دیوبند۔

سال گذشتہ دارالعلوم سے فراغت ہوئی، امسال کسی وجہ سے شعبۂ کتابت میں ہے، احقر نے یہاں سال ششم میں داخلہ لیا تھا، یہیں آنحضور کی کچھ کتابیں مطالعہ میں آئیں، اسی وجہ سے حضرت سے عقیدت ومحبت بڑھتی چلی گئی، یہ اور بات ہے کہ بندہ آپ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ نہیں کرسکا؛ لیکن پھر بھی آپ کا ادب واحترام ہمیشہ تہہ دل سے کرتا رہا ہے، ایک عادت سی بنی ہوئی ہے کہ ہر وہ مصنف ومؤلف جن کی کتابوں سے استفادہ کرتا ہوں، ان تمام کو اسی عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھتا ہوں جس سے اپنے مشفق اساتذہ کرام کو دیکھتا ہوں۔

اس رقعہ کا مقصد یہ ہے کہ بندہ حضور والا کو اپنا مشیر ورہنما بنانا چاہ رہا ہے تاکہ زندگی گزارنے کا صحیح سلیقہ آجائے؛ کیونکہ طالب علمی کے زمانے میں جو لاابالی پن اور بے پرواہی کے ساتھ زندگی گزاری ہے اس کا نتیجہ وثمرہ ابھی سے پا رہا ہوں، اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ آپ جیسے رہنما کی رہنمائی رہی تو کچھ لکھنا پڑھنا اور انسانیت آجائے گی، امید ہے کہ ہر

موڑ پر رہنمائی فرمائیں گے، ملاقات کی غرض سے خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہوں کچھ ایسی حدیثوں کی طرف رہنمائی کریں جو عربی زبان کے فضائل سے متعلق آئی ہوں، اخیر میں دعاء کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ اخلاص کے ساتھ دین کی خدمت لے لیں، دنیا کے سلسلہ میں کسی کا محتاج نہ بنائیں اور خاتمہ بالخیر اور آپ سے اپنے والدین کے لئے بھی صحت و عافیت کی دعاء کی درخواست ہے۔

المستفتی: محمد ممتاز رواق خالد روم نمبر ۲۵/دار العلوم دیو بند

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عربی زبان کے فضائل اور اس کی ایجاد اور ابتداء سے متعلق چند حدیثیں پیش خدمت ہیں جو ہماری کتاب انوار ہدایت کے اندر بھی موجود ہیں، حدیث شریف ملاحظہ فرمایئے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے امام بیہقی نے اپنی کتاب شعب الایمان میں ایک حدیث نقل فرمائی ہے، جس میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے: اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر عربی زبان کی ابتداء کرنے کی وحی نازل فرمائی ہے، اس سے ثابت ہوا کہ عربی زبان کی ابتداء حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمائی۔

عن جابر، عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: ألهم إبراهيم عليه السلام بدأ اللسان العربي إلهاما. (شعب الایمان للبیهقي، فصل في الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم، دار الكتب العلمية بيروت ۲۳۳/۲ رقم: ۱۶۱۸، المستدرك كتاب التفسير، مكتبة نزار مصطفىٰ الباز ۱۲۴۴/۴ رقم/۳۳۱۵)

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت میں اس بات کا ذکر ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے سورۂ حم سجدہ کی تیسری آیت کی تلاوت فرمائی، اس کے بعد حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ اس عربی زبان کا الہام حضرت اسماعیل علیہ السلام پر فرمایا گیا تھا۔

عن جابر، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم تلا: قرآنا عربيا لقوم يعلمون ثم قال: رسول الله صلى الله عليه وسلم: ألهم إسماعيل هذا اللسان إلهامًا. (شعب الايمان للبيهقي، فصل في الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم، دارالكتب العلمية بيروت ۲/ ۲۳٤ رقم: ۱٦۲۰، المستدرك على الصحيحين، مكتبة نزار مصطفىٰ الباز ٤/ ۱۳٦٥، رقم: ۳۰۲)

اورحضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ سب سے پہلے عربی زبان بولنے والے حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔

عن ابن عباس قال: أول من نطق بالعربية (إلى قوله) ولده إسماعيل بن إبراهيم عليهما السلام. (شعب الايمان ۲/ ۲۳۳ رقم: ۱٦۱۷، المستدرك، مكتبة نزار مصطفىٰ الباز ٤/ ۱٥۰۷ رقم: ٤۰۲۹)

جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم تین چیزوں کی وجہ سے اہل عرب سے محبت رکھو۔

(۱) میں خود عربی ہوں؛ لہٰذا میرے عربی ہونے کی وجہ سے تم اہل عرب سے محبت رکھو، چنانچہ ایک حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا: کہ جو اہل عرب سے محبت رکھتا ہے وہ درحقیقت مجھ سے محبت رکھتا ہے اور جو اہل عرب سے بغض وعناد رکھتا ہے وہ درحقیقت مجھ سے بغض وعناد رکھتا ہے چنانچہ فرمایا:

عن أنس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من أحب العرب فقد أحبني، و من أبغض العرب فقد أبغضني. (المعجم الاوسط، دار الفكر ۲/ ٦٦ رقم: ۲٥۳۷، مسند البزار، مكتبة العلوم والحكم ۱۳/ ۳٥۷ رقم: ٦۹۹۷، مجمع الزوائد، دار الكتب العلمية بيروت ۱/ ٥۳ رقم: ۳۰۲)

(۲) قرآن کریم عربی زبان میں ہے؛ لہٰذا قرآن کی زبان عربی ہونے کی وجہ سے تم اہل عرب سے محبت رکھو۔

(۳) اہل جنت کی زبان عربی ہوگی؛ لہٰذا اہل عرب کو جنتیوں سے اپنی زبان کی وجہ سے ایک درجہ قرب حاصل ہے؛ اس لئے تم بھی اہل عرب سے محبت رکھو چنانچہ ایک حدیث میں آیا ہے:

وقال علي بن أبي طالب: ارتحلت الدنيا مدبرة، وارتحلت الآخرة مقبلة، ولكل واحدة منهما بنون، فكونوا من أبناء الآخرة، ولاتكونوا من أبناء الدنيا، فإن اليوم عمل ولاحساب، وغدا حساب ولاعمل. (بخاری شریف ۲/۹۴۹، تحت ترجمة الباب، مشکوٰة شریف ۲/۴۴۴، جامع الأحاديث ۲۲/۳۰، رقم:۳۲۷۲۶)

عن ابن عباس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أحبوا العرب لثلاث؛ لأني عربي، والقرآن عربي، وكلام أهل الجنة عربي. (المعجم الاوسط، دار الفكر ۴/۱۶۴، رقم:۵۵۸۳، المعجم الكبير، دار احياء التراث العربي ۱۱/۱۸۵ رقم: ۱۱۴۴۱، المستدرك حاكم كتاب معرفة الصحابة، مكتبة نزار مصطفىٰ الباز ۷/۲۵۰۳ رقم:۶۹۹۹، شعب الايمان، فصل في الصلاة على النبي، دار الكتب العلمية بيروت ۲/۲۳۰ حديث: ۱۶۱۰)

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أنا عربي، والقرآن عربي، ولسان أهل الجنة عربي. (مجمع الزوائد، دارالكتب العلمية بيروت ۱۰/۵۲ رقم:۱۶۶۰۳، المعجم الأوسط، دار الفكر ۶/۳۸۵ رقم:۹۱۴۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳/ربیع الاول ۱۴۲۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۸۷۴۵/۳۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۶/۳/۱۳ھ

دینی علوم کے مقابلے میں دنیاوی علوم کو ترجیح دینے کا حکم

سوال [۴۷۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ آج ہمارے بڑوں، چھوٹوں اور نوجوانوں سبھی کا یہ ذہن بن گیا ہے کہ ہمارے اور ہمارے بڑوں کے اندر علم دین کی کوئی اہمیت وقدر نہیں رہی، ایسا ذہن بن گیا ہے کہ اولاد میں سے جو زیادہ ذہین ہوگا اس کو اسکول اور کالج میں داخل کراتے ہیں اور جو بچہ کم ذہین اور کم محبوب ہوگا اس کو لاپرواہی کے ساتھ مدرسہ میں ڈال دیتے ہیں اور ہاتھ میں پارہ تھما کر بھگا دیتے ہیں؛ جبکہ دوسرے کو سوار کر کے پابندی کے ساتھ اسکول چھوڑ کر آتے ہیں۔ ایسی فکر اور ایسا ذہن بن گیا ہے کہ ہر بڑا اور بچہ یہاں تک کہ چار پانچ سالہ بچہ بھی پینٹ شرٹ پہننے میں فخر محسوس کرتا ہے، اور ہمارے بڑے رشتہ دار پڑوسی سبھی اس بچہ کی زیادہ خاطر خواہی کرتے ہیں، جو کالج میں دنیوی تعلیم حاصل کر رہا ہے اتنا ذہن تبدیل ہو چکا ہے کہ پورے ماحول میں مدرسہ کا بچہ اپنے لباس میں اسکول کے بچہ کو دیکھ کر بہت زیادہ احساس کمتری کا شکار ہوتا ہے، اور خود بھی وہی لباس پہننا چاہتا ہے اور اسی تہذیب میں جانے میں فخر محسوس کرتا ہے اور اس چیز کی خواہش اس کے اندر پیدا ہوتی ہے، ذرا سے بچہ کا بھی یہ حال ہے یعنی لوگوں کے ذہن اور ان کی فکریں مکمل طور پر تبدیل ہو گئیں۔ ان کی تفصیلی وجوہات عنایت فرما دیجئے اور یہ کہ ایسے حالات میں اس فکر اور ذہن کو بدلنے کے لئے کس طرح کے اقدامات کرنے چاہئیں؟

المستفتی: یاسر جمال ترکی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آپ نے جو سوال کیا ہے سوال کے الفاظ اور پوچھنے کا انداز عجیب اور نرالا ہے لوگ ایسا کیوں کرتے ہیں یہ تو حقیقت میں لوگوں سے ہی پوچھنے کی بات ہے؛ لیکن پھر بھی آپ کے سوال کے مقاصد کے مطابق دو حدیثیں لکھ دی جا رہی ہیں:

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ جو شخص آخرت کے مقابلہ میں دنیا کو ترجیح دیتا ہے اورآخرت کی نعمتوں کے مقابلہ میں دنیا کی دولت کی محبت زیادہ کرتا ہےتو اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کرتا ہے، اسے آخرت کی نعمتوں سے محروم کرتا ہےجس کے نتیجہ میں حب دنیا غالب ہوتی ہے اسی وجہ سے اچھے ذہین اور ہونہار بچوں کو دنیاوی تعلیم میں لگادیتے ہیں اورغبی لنگڑےاوراپاہج بچےکودینی تعلیم میں لگاتے ہیں اوراس مزاج کےلوگ دنیامیں زیادہ ہیں، حتی کہ دنیا کاعام مزاج یہی ہوگیاہے۔

نیز نبی کریم ﷺ نے ارشادفرمایا: کہ مجھےتمہارےفقروفاقہ کا خوف نہیں ہے؛ بلکہ اس بات کا خطرہ ہے کہ دنیا کی دولت تمہارے لئے پھیلادی جائے گی اوراس کےحصول میں تم ایک دوسرے سے حسد کرنے لگوگےاورسب اسی میں مصروف ہوجاؤگے۔

حدیث شریف کےالفاظ ملاحظہ فرمائیے:

عن أبی موسیٰ الأشعريؓ قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من أحب دنياه أضر بآخرته، ومن أحب آخرته أضر بدنياه، فآثروا مايبقي علي مايفني. (مسند احمد بن حنبل ٤/٤١٢ رقم:١٩٩٣٣، ١٩٩٣٤، المستدرك كتاب الرقاق، مكتبة نزار مصطفیٰ الباز ٨/٢٨١٣ رقم:٧٨٩٧)

وإني لست أخشیٰ عليكم أن تشركوا؛ ولكني أخشى عليكم الدنيا، أن تنافسوها الخ (بخاری شريف كتاب المغازی، باب غزوة احد، النسخة الهندية ٢/٥٧٨، رقم:٣٨٩٦، ف:٤٠٤٢، المعجم الكبير للطبراني، دار إحياء التراث العربي ١٧/٢٧٩، رقم:٧٦٨) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۰ر صفر المظفر ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر:۳۶/۷۵۰۱)

علم دین سیکھنا مقدم ہے یا تبلیغ میں جانا؟

سوال [۵۷۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک طالب علم قرآن شریف پڑھتا ہے تو اس کے لئے تبلیغ کرنا، گشت میں جانا بہتر ہے یا قرآن شریف پڑھنا ضروری ہے اوراس کا تبلیغ کرنا کہاں تک صحیح ہوسکتا ہے اورعلم کا سیکھنا، قرآن پڑھنا مقدم ہے یا تبلیغ کرنا مقدم ہے؟

المستفتی: محمد سلمان ککرالہ بدایوں

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: تبلیغ دین، امر بالمعروف اورنہی عن المنکر بھی نہایت اہم کام اورفرض علی الکفایہ ہے؛ جبکہ علم دین بقدرضرورت سیکھنا فرض عین ہے؛ لہٰذا جولوگ علم دین کے حصول میں لگے ہوئے ہیں ان کے لئے اپنی تعلیم کو چھوڑ کر تبلیغ کے لئے جانا اصول تبلیغ کے خلاف ہے اوراصول فقہ **الأهم فالأهم** کے بھی خلاف ہے۔ان کے لئے بہتر یہ ہے کہ فارغ اوقات اورتعطیل میں اس کام کو بھی انجام دیں اورتبلیغ والوں کے ساتھ منسلک رہیں ان سے بالکلیہ قطع تعلق کر لینا دین کی ایک بڑی خدمت کا ساتھ نہ دینا لازم آئے گا (مستفاد: فتاوی محمودیہ قدیم ۱۴/۱۱۵، ۱۲/۲۴۶، جدید میرٹھ ۳۱/۵)

عن أنس بن مالک قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: طلب العلم فريضة على كل مسلم. (سنن ابن ماجه مقدمه باب فضل العلماء والحث على طلب العلم، النسخة الهندية ص:۲۰ دار السلام رقم:۲۲۴، مسند البزار، مكتبة العلوم والحكم ۱۳/۱۳۰، رقم:۶۷٤٦، رقم:۷٤۷۸، العجم الأوسط، دار الفكر ۱/۷، رقم:۹)

إعلم أن تعلم العلم يكون فرض عين الخ (شامی مقدمه زكريا ۱/۱۲۵، كراچی ۱/٤۲)

وَلۡتَكُنۡ مِنۡكُمۡ أُمَّةٌ يَدۡعُوۡنَ إِلَى الۡخَيۡرِ وَيَأۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَيَنۡهَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡكَرِ وَأُولٰئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ. (سورة آل عمران:٤ ١٠)

والآخر أنه فرض على الكفاية ليس بفرض على كل أحد في نفسه إذا قام غيره لقوله تعالیٰ: ولتكن منكم أمة وحقيقته: تقتضي البعض دون البعض، فدل على أنه فرض الكفاية إذا قام به بعضهم سقط عن الباقين.

(احكام القرآن للجصاص، دارالكتب العلمية بيروت ٣٧/٢، سهيل اكيڈمی لاهور ٢٩/٢، زكريا ٣٧/٢)

قلت: القول الأول أصح، فإنه يدل على أن الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر فرض على الكفاية (تفسير القرطبي دارالكتب العلمية ١٠٦/٤ تحت تفسير الآية: ١٠٤) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۶/رجب ۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/۳۵۱۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۸/۷/۱۴۲۱ھ

کیا عالم دین پر درس وتدریس لازم ہے؟

سوال [۶۷۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کوئی عالم یا مولوی درس وتدریس چھوڑ کر کاروبار کرے اور دینی خدمات مثلاً مسجد کا کوئی کام یا مؤذن وامام کے اخراجات یا مدرسہ کے کوئی کام وغیرہ میں یا صدقۂ جاریہ میں حصہ لے تو کیا آخرت کے مؤاخذہ سے بچ جائے گا یا اس پر درس وتدریس کا کام بھی ضروری ہے۔

المستفتی: محمد حبیب اللہ تاج شارجہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مذکورہ مسئلہ میں اگر عالم اپنی بستی میں ہے جہاں

اس کے علاوہ کوئی درس وتدریس کی خدمت انجام دینے والا نہیں ہے تو اس عالم کے ذمہ درس وتدریس لازم ہے اور اس کام کو نہ کرنے کی وجہ سے عند اللہ ماخوذ ہوگا؛ لیکن اگر اس کام کو انجام دینے والے دوسرے لوگ موجود ہیں تو اس صورت میں اس کے ذمہ ضروری نہیں ہے۔ اور کاروبار کرکے جو نیک اعمال کرتا ہے اس کے بدلہ میں عند اللہ مستحق اجر وثواب ہوگا، اس کے باوجود بھی درس وتدریس میں مشغول ہونا تجارت میں مشغول ہونے سے افضل ہے؛ اس لئے کہ تعلیم وتعلم کا جو فائدہ ہے وہ دائمی ہے اور متعدی بھی۔

وواجب أن يكون في كل مسجد ومحلة من البلد فقيه، يعلم الناس دينهم، وكذا في قرية. (إلى قوله) فإن قام بهذا الأمر واحد، سقط الحرج عن الأخرين الأعم الحرج الكافة أجمعين. (أحياء علوم الدين الربع الثاني ۲/۲۰۸، الموسوعة الفقهية الكويتية ۲۰/۳۳۰)

فأداء العلم إلى الناس فرض كفاية، إذا قام به البعض، سقط عن الباقين؛ لحصول المقصود، وهو إحياء الشريعة، وكون العلم محفوظا بين الناس بأداء البعض، وإن امتنعوا من ذلک حتى اندرس شئ بسبب ذلک كانوا مشتركين في المأثم. (المسبوط للسرخي، كتاب الكسب، دارالكتب العلمية ۳۰/۲۶۳) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲/ربیع الاول ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۵۶۹۳/۳۳)

طالب علم کے لئے والد کے مخلوط مال کے استعمال کا حکم

سوال [۷۷۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کے والد سرکاری اسپتال میں ملازم ہیں ان کے سپرد حسب ذیل خدمات ہیں:

(۱) مریضوں کی دوا متعین کر کے اس کو اسپتال کی جانب سے دینا۔

(۲) وضع حمل کی دوائیاں لوگوں کو دینا۔

(۳) نسبندی کی دوائیاں لوگوں کو دینا۔

(۴) نسبندی کرانے کی ترغیب دینا ان سب کاموں میں مسلم وغیر مسلم سب ہوتے ہیں۔

(۵) بہت سی دوائیاں جو حکومت کی جانب سے مفت تقسیم کرنے کے لئے ہوتی ہیں ان کو حکومت سے اخفاء کر کے بازار میں فروخت کرتے ہیں۔

اور پیسہ اپنے ذاتی استعمال میں لاتے ہیں ان تمام صورتوں میں زید کے والد کی کمائی ہوئی رقم حلال ہے یا حرام؟ اور زید ایک دینی مدرسہ میں رہ کر درس نظامی کی تعلیم حاصل کر رہا ہے، اس کے پاس کمائی کا دوسرا کوئی ذریعہ نہیں ہے تو کیا زید اس طریقہ سے کمائے ہوئے پیسہ کو استعمال کر سکتا ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو پھر کیا زید اپنی تعلیم ختم کر کے حلال طریقہ پر کمائے کھائے اور اگر تعلیم جاری رکھنا چاہے تو کس طرح کرے؟

المستفتی: محمد ارشد بجنوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زید کے والد کو اپنی سرکاری ملازمت کی تنخواہ بھی تو ملتی ہوگی، اور وہ ساتھ میں حرام کا راستہ بھی اختیار کرتا ہے، تو ایسی صورت میں زید کے والد کے مال میں حلال وحرام دونوں کا اختلاط ہے اور مال مخلوط میں سے زید کو خرچہ دیا جاتا ہے، تو ایسی صورت میں زید اپنے باپ کے دیئے ہوئے پیسہ لے کر اپنی ضرورت پوری کر سکتا ہے زید گنہگار نہ ہوگا، زید کا باپ ہی اپنے فعل کا ذمہ دار ہوگا۔

وإن کان مالاً مختلطًا مجتمعًا من الحرام، ولا یعلم أربابه، ولا شیئًا منه بعینه حل له حکمًا والأحسن دیانة التنزه عنه الخ

(شامي، کتاب البیوع باب البیع الفاسد مطلب فیمن ورث مالا حراما،

زکریا ۷/۳۰۱، کراچی ۵/۹۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵/ ذیقعدہ ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/ ۵۹۱۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۹/۱۱/۱۵ھ

والدہ کی اجازت کے بغیر دینی تعلیم حاصل کرنا

سوال [۸۷۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کے والد کا انتقال ہوگیا ہے، گھر پر زید کی والدہ اور زید کے دو چھوٹے بھائی ہیں جن میں سے ایک تقریبًا دس سال کا ہے اور دوسرا آٹھ سال کا، اس کے علاوہ زید کے گھر میں کوئی ایک نہیں ہے، ایسی صورت میں زید نے اپنی والدہ سے دینی تعلیم حاصل کرنے کے بارے میں اجازت طلب کی تو زید کی والدہ نے مذکورہ صورت حال کی وجہ سے تعلیم حاصل کرنے کے لئے جانے سے منع کردیا؛ چونکہ زید دینی تعلیم شروع کرچکا ہے اور تعلیم حاصل کرنے کا بہت شوق رکھتا ہے تو کیا والدہ صاحبہ کے منع کرنے کے باوجود زید کا اپنے شہر سے باہر جاکر تعلیم حاصل کرنا درست ہے واضح رہے کہ زید کے مالی حالات اچھے ہیں۔

المستفتی: محمد سعید احمد مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر زید کی مالی حالت اچھی ہے، اور اس کی والدہ اور بھائیوں کے خرچہ واخراجات آسانی سے پورے ہوسکتے ہیں، اور جہاں طلب علم کے لئے جانا ہے وہاں راستہ میں کوئی خطرہ بھی نہیں ہے؛ تو ایسی صورت میں ماں کی اجازت کے بغیر دوسری جگہ جاکر علم دین حاصل کرنا جائز ہے؛ لیکن اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ موقع بموقع والدہ اور بھائیوں کی خبر گیری کرتے رہیں۔

ولو أراد أن یخرج من بلدۃ إلی بلدۃ للتجارۃ أو للفقه، وکان

الطريق آمنًا لايخاف عليه الهلاک، فله أن يخرج من غير إذ نهما قياسًا واستحسانًا. (المحيط البرهاني كتاب الكراهية والاستحسان الفصل ۲۸: السفر حال منع الزوج أوالوالد أو المولىٰ، المجلس العلمي ۸/ ۱۰٤، رقم: ۹٦۹۱، شامي زكريا جديد ۹/ ۵۸٤، كراچی جديد ٦/ ٤۰۸، كتاب الحظر والإباحة باب الاستبراء، الفتاوى التاتار خانيه كتاب الكراهية الفصل ۲۸، خرج أحد فى السفر إذا منعه آخر، زكريا ۱۸/ ۲٤۰، رقم: ۲۸٦۳۵)

وكل سفر أراد الرجل أن يسافر غير الجهاد فكره ذٰلک أبواه هل له أن يخرج بغير إذنهما أما إذا كان لايخاف الضيعة عليهما بأن كانا موسرين ”إلٰى“ إن كان السفر سفرًا لايخاف على الولد الهلاک فيه كان له أن يخرج بغير إذنهما (المحيط البرهاني كتاب الكراهية و الإستحسان الفصل ۲۸، المجلس العلمي جديد ۸/ ۱۱۱- ۱۱۰، رقم: ۹۷۰۷) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴؍ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۹۷۵/۳۸)

والدین کی اجازت کے بغیر دینی تعلیم حاصل کرنے کا حکم

سوال [۹۷۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ والدین کی اجازت اوران کو اطلاع کئے بغیر فراغت کے بعد مزید دینی علوم حاصل کرنا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: والدین کی اجازت اوران کو اطلاع کئے بغیر فراغت کے بعد مزید دینی علوم حاصل کرنا جائز ہے بشرطیکہ والدین محتاج نہ ہوں اورخرچہ کے سلسلہ میں ان پر بار نہ بنے۔

قال العلامة الحصكفيؒ: وله الخروج؛ لطلب العلم الشرعي بلاإذن والديه لو ملتحيا أي إن لم يخف على والديه الضيعة، بأن كانا موسرين ولم تكن نفقتهما عليه. (شامی كتاب الحظر والإباحة باب الاستبراء وغيره زكريا۹/ ۵۸٤، كراچی ٦/ ٤٠٨)

ولو أراد أن يخرج من بلدة إلى بلدة للتجارة أو للفقه، وكان الطريق آمنًا، لايخاف عليه الهلاک، فله أن يخرج من غير إذنهما قياسًا واستحسانًا. (تاتارخانيه كتاب الكراهية الفصل۲۸، خرج أحد فى السفر إذا منعه آخر زكريا ۱۸/ ۲٤٠، رقم:۲۸٦۳٥، المحيط البرهاني، كتاب الكراهية والاستحسان، الفصل۲۸، السفر حال منع الزوج أوالوالد أو المولىٰ، مكتبة المجلس العلمي ۸/ ۱٠٤، رقم: ۹٦۹۹۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵؍ربیع الثانی ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴؍۶۱۱۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۵؍۴؍۱۴۲۰ھ

محض کتابوں کے مطالعہ سے علم دین حاصل کرنا

سوال [۷۸۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ احادیث کی رو سے جس علم کا حاصل کرنا فرض عین ہے، اس کی صورت مدارس دینیہ کے علاوہ اور کچھ ہوسکتی ہے یا نہیں، اور کن کتب کے مطالعہ سے یہ ضرورت پوری ہوسکتی ہے؟

المستفتی: محمد ندیم احمد بجنوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: احادیث شریفہ میں جس علم کا حاصل کرنا فرض بتایا گیا ہے، اس سے خالص علوم دینیہ ہی مراد ہیں، علوم دینیہ میں سے اتنا علم ہر مسلمان کو حاصل کرنا لازم ہے جس سے دین اسلام کے ضروری امور معلوم رہیں، نماز، روزہ، زکوۃ، حج وغیرہ

عبادات صحیح طریقہ سے ادا ہوسکیں، آپس میں معاملات، لین دین معاشرہ اسلامی طریقہ سے کرسکے اور یہ علوم ہمارے ہندوستان میں ہماری معلومات کے مطابق صرف مدارس اسلامیہ میں ہی سکھائے جاتے ہیں۔ اوران علوم سے متعلق کتابیں بھی مدارس دینیہ ہی میں پڑھائی جاتی ہیں اور بغیر استاذ کے علوم دینیہ کی کتابیں پڑھ کر صرف مطالعہ کے زور سے کوئی بھی شخص صحیح دین حاصل نہیں کرسکا، اور جس نے بھی بغیر استاذ کے صرف مطالعہ کے ذریعہ دین کو سمجھنے کی کوشش کی ہے وہ کبھی کامیاب نہیں ہوسکا، بہت سے لوگ گمراہی کا شکار ہوگئے؛ اس لئے معتبرترین خوش عقیدہ عالم دین استاذ کے ذریعہ علوم دینیہ حاصل کرنے چاہئے۔

طلب العلم فريضة بقدر الشرائع، ومايحتاج إليه؛ لأمر لابدمنه من أحكام الوضوء، والصلاة، وسائر الشرائع، ولأمور معاشه، وماوراء ذلك ليس بفرض. (عالمگيری، كتاب الكراهية، الباب الثلاثون فى المتفرقات ٥/٣٧٧، جديد زكريا ٥/٤٣٤، ومثله في حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح مقدمه:١١، دارالكتاب ديوبند)

المراد بالعلم: العلم الشرعي الذي يفيد معرفة مايجب على المكلف من أمر دينه فى عباداته، و معاملاته، والعلم بالله، وصفاته، ومايجب له من القيام بأمره، وتنزيهه عن النقائص، ومدار ذلك على التفسير، والحديث، والفقه. (فتح البارى كتاب العلم، باب فضل العلم، دار الفكر ١/١٤١، دار الريان للتراث ١/١٧٠، رقم الحديث:٥٩، زكريا ١/١٨٨)

سئل في شخص يقرء، ويطالع في كتب الفقه بنفسه، ولم يكن له شيخ ومفتي، ويعتمد على مطالعته في الكتب. فهل يجوز له ذلك أم لا؟ فأجاب بقوله: لايجوزله الإفتاء بوجه من الوجوه؛ لأنه عامي جاهل لايدري مايقول. (رسم المفتي قديم: ٤٤) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸؍رجب ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸؍۹۱۵۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۲۸/۱/۲۲ھ

جشنِ ختم بخاری

سوال [۷۸۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: چند سالوں سے مغربی یوپی اور دہلی کے بعض بڑے مدارس ''جشن ختم بخاری'' کا اہتمام کرنے لگے ہیں، اس کے لئے اشتہار چھاپتے ہیں، لوگوں کو زبانی وتحریری دعوتیں دیتے ہیں، اس کے لئے ان مدارس میں ہزاروں عوام وخواص کا اجتماع ہوتا ہے، ایک شخص کہتا ہے: یہ باتیں بھی بدعات میں داخل ہیں، جو علماء ان کے اندر شریک ہوتے ہیں، ان کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں وہ بدعتوں کو فروغ دیتے ہیں اور ان کا یہ عمل خلاف شریعت ہے، آیا اس کی یہ بات صحیح ہے یا غلط؟ اگر صحیح ہے تو کس طرح اور غلط ہے تو کیوں؟ دونوں صورتوں کو دلائل کے ساتھ بالتفصیل تحریر کیا جائے۔

المستفتی: محمد احمد، ذاکر نگر نئی دہلی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مدارس اسلامیہ میں جو اجلاس ہوتے ہیں ان اجلاس کا مقصد ان مدارس کا تعارف ہوتا ہے اور یہ اجلاس مدارس کے مفاد کی خاطر ہی کئے جاتے ہیں، اور سالانہ اجلاس کے موقع پر ''ختم بخاری'' کا عنوان بھی اس لئے رکھا گیا ہے کہ عوام ان مدارس کے بارے میں واقف ہو جائیں کہ بخاری شریف تک کی تعلیم ہوتی ہے اور اتنے طلبہ فارغ ہوتے ہیں، اور ختم بخاری میں عوام کے مزاج کے مطابق حدیث اور قرآن کے نصوص بیان کئے جاتے ہیں تو یہ محض ایک سالانہ جلسہ ہے جو مدرسہ کے مفاد کی خاطر ہوتا ہے؛ لہٰذا ایسے اجلاس کے لئے ختم بخاری کا عنوان دینے میں کوئی حرج نہیں ہے کہ مختلف تقریروں میں سے ایک تقریر ختم بخاری کی بھی ہوتی ہیں اس کی تشہیر میں کوئی حرج نہیں ہے؛ جبکہ یہ اجلاس منجانب مدرسہ ذمہ داران مدرسہ کی نگرانی اور ذمہ داری پر ہوتا ہو؛ لیکن اگر ایسا

نہیں ہوتا ہے؛ بلکہ ذمہ داران مدرسہ کی نگرانی سے ہٹ کر بخاری شریف پڑھانے والے خود بخاری شریف کا آخری درس دے رہے ہیں اور اس درس کے سننے کے لئے اشتہارات اور دعوت ناموں کے ذریعہ سے تشہیر کر کے عوام وخواص سب کو بلایا جاتا ہو جس سے مدرسہ کا تعارف اور مفاد پیش نظر نہ ہو اور اس سے مدرسہ کا کوئی تعلق اور واسطہ نہ ہو تو ایسی صورت میں تداعی ممنوع، مکروہ اور بدعت کے دائرہ میں آسکتی ہے، ہمارے علم میں ختم بخاری کے موقع پر جن مدارس کی طرف سے اشتہار کے ذریعہ تشہیر کی جاتی ہے ان میں پہلی شکل ہی ہے اور وہی دیکھنے میں آتی ہے، باقی اگر دوسری شکل ہے تو اس کے لئے تداعی ممنوع ہے جس طریقہ سے ختم قرآن کے موقع پر دعاء میں شرکت کے لئے تشہیر کر کے لوگوں کو دعوت دے کر بلانا بدعت ہے اسی طرح دوسری شکل بھی بدعت اور مکروہ ہے۔

یکره الدعاء عند ختم القرآن بجماعة؛ لأن هذا لم ینقل عن النبی صلى الله علیه وسلم. (فتاوی عالمگیری، کتاب الکراهیة: الباب الرابع زکریا قدیم۵/ ۳۱۸، جدید ۵/ ۳٦٨) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸/ رجب ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۱۰۹)

جشنِ بخاری کے لئے مجبور کرنا

سوال [۷۸۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ سال دورۂ حدیث شریف میں بخاری شریف کے ختم ہونے سے پہلے کسی مدرسہ کے دورۂ حدیث شریف کے طلبہ منی پور کے، تمام مدارس کے منی پوری طلبہ کی دعوت کرتے ہیں اور اس کو جشن کا نام دیتے ہیں، اس میں دیوبند، سہارنپور وغیرہ متعدد مدرسہ کے تمام منی پوری طلبہ حصہ لیتے ہیں اور اس طرح ہر سال ہوتا ہے، کچھ طلباء کے

اعتراض کرنے پر اس جشن کو دعوت کا نام دیا جاتا ہے اوران کے بقول یہ اس لئے کرتے ہیں کہ اس سے اتحاد اور خوشی پیدا ہوگی نیز اس سے کسی قسم کی ناموری بھی مقصود نہیں ہوتی محض حسبۃ للہ کرتے ہیں؛ لیکن مذکورہ جشن میں خرابی اور تکلیف دہ پہلو یہ ہے کہ طلباء کا تعلیمی نقصان اور بلا وجہ صرفہ ہوتا ہے، نیز اگر کوئی دورہ پڑھنے والا طالب علم کسی عذر کی بنا پر جشن نہیں کرتا ہے تو اس کو مذموم سمجھا جاتا ہے۔ حضرت والا شریعت کی روشنی میں مدلل ومفصل جواب عنایت فرما کر مشکور فرمائیں؟

المستفتی: محمد شریف احمد، منی پوری

شریک جماعت مشکوۃ شریف جامعہ رحمانیہ ٹانڈہ بادلی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوال نامہ میں جشن بخاری کی جوصورت بیان کی گئی ہے اس کا ثبوت خیر القرون سے نہیں ہے، نیز اس میں جہاں فائدہ کا پہلو ہے کہ اتحاد واتفاق کا ماحول پیدا ہوگا وہیں پر اس میں نقصانات کا پہلو بھی ہے کہ تعلیمی اعتبار سے نقصان ہوتا ہے اور ایسی چیز کا التزام کیا جاتا ہے جو چیز شرعاً لازم نہیں ہے، نیز دور دراز سے آنے والے غریب طلبہ پر ایک ناجائز دباؤ ہوتا ہے، ان کے پاس اپنے ذاتی صرفہ کا انتظام نہیں ہوتا؛ لہٰذا اتنی دور دراز کی آمد ورفت کا خرچ ان کے لئے دشوار کن امر ہے اور مجبوری میں شرکت نہ کرنے پر ان کو مذموم اور برا سمجھا جانا شرعاً ناجائز ہے؛ اس لئے اس طرح کی دعوت کا انتظام کرنا پھر دور دراز کے طلبہ پر اس میں شرکت پر دباؤ ڈالنا قطعاً جائز نہیں ہے، اوراس سال ہتھورا باندہ کے طلبۂ منی پور کی طرف سے جو خوبصورت، دیدہ زیب دعوت نامہ جاری ہوا ہے، اس کے شروع میں یہ الفاظ بھی ہیں۔

ہماری خوشیوں کی خاطر تمہیں آنا ہوگا ☆ نہ کوئی شکایت ہوگی نہ کوئی بہانہ ہوگا

بجائے خود یہ الفاظ شرکت پر مجبور کرتے ہیں اس لئے طلبۂ منی پور کو اپنی یہ رسم اور ہر سال کا یہ رواج ختم کر دینا لازم ہوگا۔

المفسدة إذا ترجحت على المصلحة اقتضت تحريم الفعل.

(روح المعانی، سورة البقرة تحت الآية: ۲۱۹، مطبوعه زكريا ۲/۱۷۳)

من أصر على أمر مندوب و جعله عزمًا، ولم يعمل بالرخصة، فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال. (مرقاة المفاتيح كتاب الصلوة، باب الدعاء فی التشهد تحت رقم: ۹٤٦ مكتبة رشيديه ۳/۳۱، مكتبة امدادية ملتان ۲/۳۵۳) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳/ جمادی الثانیہ ۱۴۲۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۸۸۳۹/۳۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۶/۶/۳ھ

حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری کی تکمیل پر دعوت کیوں کی؟

سوال [۷۸۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حافظ ابن حجرؒ نے جب فتح الباری کی تکمیل کی تھی تو علماء کی دعوت کی تھی۔ یہ بات کہاں تک درست ہے اگر یہ بات درست ہے تو اس پر قیاس کر کے بچوں کے حفظ قرآن کی تکمیل پر دعوت کو جائز کہنا درست ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے فتح الباری کی تکمیل پر علماء کی دعوت کی تھی اور اس دعوت میں پانچ سو دینار خرچ کئے تھے؛ لیکن اس پر قیاس کر کے بچوں کے حفظ کی تکمیل پر اس طرح کی دعوت دینا صحیح نہیں ہے؛ اس لئے کہ غریب متوسط درجہ کے لوگوں کے بچے کثرت سے حافظ ہوتے ہیں اور اس طرح دعوت کرنے میں لوگوں کو تنگی میں مبتلا کرنا ہے اس لئے اس سے احتراز کرنا ضروری ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری کی تکمیل پر دعوت کی ہے ہر کوئی شخص فتح الباری جیسا کارنامہ انجام نہیں دے سکتا ہے؛ اس لئے ان کا دعوت دینا صحیح ہے۔ ہاں اگر کوئی اتنا بڑا کارنامہ انجام دے جس کو ہر کوئی

انجام نہ دے سکے جیسے حضرت سہارنپوریؒ نے بذل المجہود کی تکمیل پر دعوت کی تھی تو ان جیسے کارناموں پر دعوت کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

بعد از تمام أن (یعنی فتح الباری شرح بخاری) شادی کرد وقریب بہ پا نصد دینار در ولیمہ آں صرف نمود، (بستان المحدثین ۱۱۵، بحوالہ محمودیہ میرٹھ ۵/۵ ۳۰)

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ. (سورۃ الحج آیۃ:۷۸)

وماجعل علیکم في الدین أي في جمیع أمورہ من حرج أي ضیق بتکلیف مایشتد القیام بہ علیکم إشارۃ إلی أنہ لامانع لہم عنہ (روح المعانی زکریا ۱۰/ ۳۱۰، تحت سورۃ الحج آیت:۷۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰ رصفر المظفر ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: رجسٹر خاص ۱۱۳۴۳/۴۰)

کتاب کے افتتاح یا اختتام پر طالب علموں سے شیرینی کھانا

سوال [۷۸۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ طالب علموں سے کتاب کے افتتاح واختتام پر شیرینی یا اس کے علاوہ دیگر چیزوں کا کھانا کیسا ہے؟ اصلاح الرسوم: ۴۴ پر تقسیم شیرینی کے لازم سمجھنے کو ریا اور نمود وافتخار کہا گیا ہے۔

المستفتی: عبدالحلیم حسنی
خادم للتجوید والقرآن جامعہ عربیہ قاسم العلوم نہٹور بجنور (یوپی)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جی ہاں اصلاح الرسوم میں صحیح لکھا ہے؛ لہٰذا ایسے مواقع پر دعوت وشیرینی کے التزام سے احتراز کرنا ہی مناسب ہے، مگر اگر کوئی دعوت

وشیرینی کا انتظام کرلیتا ہے تو نفس کھانا بلا کراہت حلال ہے۔ (مستفاد: اصلاح الرسوم ص: ۴۷)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲/صفر المظفر ۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳۰۵/۲۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۴/۲/۱۲ھ

پرائمری تعلیم سرکاری نصاب تعلیم کے مطابق ہو یا مدرسہ کے؟

سوال ۷۸۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ پرائمری تعلیم جامعہ عربیہ شمس العلوم میں بہت پہلے سے جاری تھی جو کہ اردو میڈیم سے منظور تھی، جس کی کفالت کی مکمل ذمہ داری جامعہ عربیہ پر تھی؛ لہٰذا گورنمنٹ کے مجوزہ نصاب تعلیم کے مطابق اسکول جاری رکھنا درست ہے یا نہیں؟ جب کہ مجوزہ نصاب تعلیم کی وجہ سے جونیر ہائی اسکول اجازت دینے پر مجبور ہو چکا تھا، اب علماء کے فتاوی عدم جواز کے آگئے ہیں تو جونیر کو ختم کردیا گیا۔ اب ان حالات میں کون سا نصاب رکھا جائے، مدرسہ عربیہ کا منسلک نصاب یا گورنمنٹ کا نصاب؟

المستفتی: محمد یوسف قاسمی، خادم جامعہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایسا کام کبھی نہیں کرنا چاہئے جس میں نقصان کا شائبہ ہو؛ بلکہ ایسا کام اختیار کرنا چاہئے جس میں نقصان کا شائبہ تک نہ ہو؛ اس لئے مدارس عربیہ کا منسلک نصاب ہی رکھنا ضروری ہے۔

قال حسان بن أبي سنان مارأيت شيئًا أهون من الورع دع مايريبک إلى مالايريبک. (صحيح بخاري، كتاب التفسير، باب المشبهات تحت ترجمة الباب ۱/ ۲۷۵، سنن ترمذي كتاب الزهد، باب بلاترجمة، النسخة الهندية ۲/ ۷۸، دار السلام

رقم:۲۵۱۸، سنن النسائی، کتاب الأشربة، باب الثحت علی ترك الشبهات، النسخة الهندية ۲/۲۸۵، دار السلام رقم:۵۷۱٤، مسند دارمي، دار المغني ۱٦٤۸/۳، رقم: ۲۵۷٤، مصنف عبدالرزاق ۱۱۷/۳، رقم: ٤۹۸٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱/ذیقعدہ ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۸۲/۲۸)

انگلش و ہندی میڈیم اسکول قائم کرنا

سوال [۷۸٦]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: مندرجہ ذیل صورت حال میں انگریزی و ہندی تعلیم کے حصول کے لئے کیا انگریزی وہندی میڈیم اسکول کھولے جا سکتے ہیں:

(۱) اسلام ایک آفاقی مذہب ہے، پوری انسانی آبادی کی ہدایت کے لئے آیا ہے، اسلام کے ماننے والوں پر اس کی تبلیغ وتوسیع ضروری ہے اور اس پر ہونے والے حملوں کا دفاع واجب ہے، موجودہ زمانہ میں انگریزی زبان عالمی زبان کا درجہ رکھتی ہے، اور یہ حقیقت بھی واضح ہے کہ گذشتہ صدی میں اسلام پر ہونے والے علمی حملوں کے لئے اس زبان کا استعمال زیادہ کیا گیا اور یہ بات بھی ظاہر ہے کہ مخاطب کی زبان میں اسلام کی حقانیت وحقیقت پیش کرنا سودمند ہوسکتا ہے، گویا کہ انگریزی بولنے والے علاقوں میں انگریزی زبان کے ذریعہ ہی تبلیغ اسلام کی جا سکتی ہے۔

(۲) امت کا مختصر اور وہ بھی کمزور طبقہ علوم اسلامیہ ودینیہ اور اخلاقی علوم حاصل کرنے کے لئے مدارس اسلامیہ وخانقاہوں کی طرف رجوع ہوتا ہے، اس کے برعکس قوم کا ایک بہت بڑا طبقہ خصوصاً معاشی طور پر مضبوط ومالدار طبقہ اپنی ذاتی مختلف ضروریات وشوق اور منصوبوں کے تحت عصری علوم خصوصا انگریزی تعلیم حاصل کرنے کے لئے غیر مسلم تعلیمی

اداروں (عیسائی مشنریز وششو مندر) میں اپنے بچوں کو برضا ورغبت یا مجبوراً پڑھا رہے ہیں، جہاں وہ اپنے دین اسلام کے بنیادی عقائد اور مکارم اخلاق ہی سے بے بہرہ نہیں ہو پاتے؛ بلکہ یہ ادارے اپنے نصاب کے ذریعہ عقیدہ ثقافت اور زبان کو تبدیل کر کے اسلامی مزاج وفطرت کو بدلنے کی کوشش کرتے ہیں اور ان معصوم بچوں کے دین وایمان کو بگاڑنے کی دانستہ کوشش بھی کرتے ہیں جس کی وجہ سے ان بچوں میں دین سے دوری اور اسلام سے بیزاری پیدا ہونا ایک یقینی امر ہے۔

جناب والا اس ضرورت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ موجودہ دور میں عصری علوم کی تحصیل اور اس میں مہارت مسلمانوں کے لئے ایک اہم ضرورت ہے، خصوصا جدید ٹیکنیکل انفارمیشن اور سائنس کا حصول مسلمانوں کے لئے ناگزیر ہو گیا ہے، ایسے پر آشوب دور میں ایسے مسلمان بچوں کے دین وایمان کی حفاظت کے لئے اور ملی ضرورتوں کی خاطر

۱ مسلمانوں کے زیر انتظام ۲ اسلامی ماحول کے اندر ۳ دینی تربیت کے ساتھ انگلش میڈیم اسکول کھولے جاسکتے ہیں یا نہیں؟ جہاں ان کو عصری تعلیم کے ساتھ قرآن اور دین کی بنیادی تعلیم سے بھی لازماً واقف کرایا جا سکے۔

المستفتی: ایم ایچ رحمانی (صدر) منیم اشرف علی
جنرل سکریٹری تنظیم فلاح مسلم بنجاران رامپور (یوپی)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایسے انگلش و ہندی میڈیم اسکول قائم کرنا جائز ہے جس میں دینی مضامین ہوں اور عقیدہ خراب ہونے والے مضامین نہ ہوں رام، گاندھی جی اور سیتا وغیرہ کے واقعات اور خیالی چیزوں پر مشتمل کوئی مضمون نہ ہو دینی اور اسلامی مضامین ہوں، تو ایسے اسکول کا قائم کرنا بہت بہتر ہے، مگر ایسے اسکولوں کے کسی بھی خرچہ میں زکوۃ کا پیسہ لگانا قطعاً جائز نہیں ہے اور نہ ہی اس کی کسی ضرورت کے لئے زکوۃ کے پیسہ کی

تملیک جائز ہوگی، اس بات کا خیال رکھتے ہوئے صرف امدادی رقم یا فیس کے ذریعہ سے ایسے اسکول چلانا چاہئے، دینی مضامین کو بہانہ بنا کر اسکول کے لئے زکوۃ کا پیسہ وصول کرنا قطعاً جائز نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ قدیم ۱۴/۱۳۸، جدید ڈابھیل ۳/۳۸۸، رحیمیہ ۱/۴۵)

اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنِ. [التوبة: ٦٠] فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۶/ذیقعدہ ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/۷۳۸۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۲/۱۱/۵ھ

علماء وطلباء کے لئے انگلش پڑھنا کیسا ہے؟

سوال [۷۸۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اس دور میں خاص طور سے علماء اور طلباء کے لئے انگلش پڑھنا کیسا ہے، اس کا سیکھنا واجب، یا مستحب، یا جائز ہے؟ اس مسئلہ کو وضاحت کے ساتھ مدلل طور پر تحریر فرمائیں۔

المستفتی: محمد عبدالقادر بردوانی متعلم مدرسہ شاہی مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: علماء، طلباء یا عام مسلمانوں کے لئے انگلش پڑھنا نہ واجب ہے، نہ مسنون اور نہ ہی مستحب ہے؛ بلکہ امر مباح ہے، جس کا دل چاہے پڑھے جس کا نہ چاہے نہ پڑھے؛ لیکن اگر انگلش دینی تعلیم کے لئے خلل کا باعث ہو تو ممنوع ہوگا قرآن کریم میں ہے:

بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَاَبْقٰى. [الأعلى: ١٦-١٧]

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴/محرم الحرام ۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۹/۳۲۸۷)

مسلمانوں کے لئے اپنے بچوں کو انگریزی تعلیم دلانے کا حکم

سوال [۷۸۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کیا مسلمانوں کے لئے اپنے بچوں کو عربی اردو کو چھوڑ کر صرف انگریزی پڑھانا جائز ہے؟

المستفتی: محمد ادریس مراد پور ہنڈا شاہجہاں پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: انگریزی پڑھنا اپنی جگہ جائز اور درست ہے، مگر دینی تعلیم ہر مسلمان پر دینی ضرورت کے بقدر حاصل کرنا فرض ہے۔

طلب العلم فريضة على كل مسلم. (سنن ابن ماجه، مقدمه، باب فضل العلماء والحث على طلب العلم، النسخة الهندية ص: ۲۰ دار السلام رقم: ۲۲٤، مسند البزار، مكتبة العلوم والحكم ۱۳/ ۲٤۰، رقم: ٦۷٤٦، ۱٤/ ٤٥، رقم: ۷٤۷۸، المعجم الأوسط، دار الفكر ۱/ ۷، رقم: ۹)

إعلم أن تعلم العلم يكون فرض عين، وهو بقدر مايحتاج إليه العبد في إقامة دينه، وإخلاص عمله لله تعالى، ومعاشرة عباده، وفرض على كل مكلف ومكلفة. (شامي، مقدمه، زكريا ۱/ ۱۲۵، كراچی ۱/ ٤۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲/ ربیع الاول ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/ ۳۹۱۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۵/۳/۱۲ھ

مخلوط تعلیم کا حکم

سوال [۷۸۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ ادارۂ دینیات فائن چج، بچوں اور بڑوں کے لئے بنیادی دینی تعلیم کو بنیاد بنا کر ممبئی اور ہندوستان کے دور دراز علاقوں میں خدمت انجام دے رہا ہے۔

فللہ الحمد علی ذلک.

شہر ممبئی میں مسلمان بچوں کی بہت بڑی تعداد سرکاری اسکولوں میں زیر تعلیم ہے، یہ بچے غربت وافلاس یا کسی اور وجہ سے نہ تو صحیح دنیاوی تعلیم حاصل کر پاتے ہیں اور نہ دینی تعلیم کی طرف رخ کرتے ہیں۔

الحمد للہ ادارے کے ذمہ داران نے اس کی طرف توجہ فرمائی اور سرکاری اسکولوں کے ذمہ داران سے اجازت لے کران اسکولوں میں عصری مضمون کے اساتذہ اور دینی تعلیم کے لئے معلمین ومعلمات کا انتظام کیا ہے۔ان اسکولوں میں پہلی سے ساتویں جماعت تک ۶ رسے ۱۳ رسال تک کے بچے اور بچیاں تعلیم حاصل کرتے ہیں۔

(۱) درپیش مسئلہ مراہق اور قریب البلوغ بچے اور بچیوں کو معلمین اور معلّمات کے ذریعے تعلیم کا ہے کہ صرف مردوں کو بطور معلمین کے رکھا جائے تو مراہق اور بالغ لڑکیوں کا مسئلہ ہے اور اگر عورتوں کو بطور معلمات کے رکھا جائے تو مراہق اور قریب البلوغ بچوں کو پڑھانے کا مسئلہ ہے دونوں شکلوں میں مردوں عورتوں کے اختلاط کا مسئلہ درپیش آتا ہے، اگر بالفرض اساتذہ وطلبہ کے اختلاط کا مسئلہ نہ بھی پیش آتا ہوتو بھی اساتذہ کے آپسی اختلاط سے توکوئی مفر نہیں ہے، فی الحال مذکورہ اسکولوں میں معتد بہ تعداد معلمات (مستورات) کی ہے۔

(۲) نیز معلمات اپنی اپنی قیام گاہ سے دور ۴۸ رمیل کے اندر مختلف مکاتب میں تدریسی خدمات یا مکاتب کی نگرانی کے لئے سفر کرتی ہیں، شہر ممبئی میں سفر ٹرین ،ٹیکسی اوربس سے ہوتا ہے، ٹرین اور بس کے سفر میں مردوں اور عورتوں کا اختلاط تو ظاہر ہے اور ٹیکسی کے سفر کے دوران نامحرم ٹیکسی ڈرائیور کے ساتھ سفر کرنا ہوتا ہے تو کیا اس طرح دینی خدمات کے لئے سفر کی گنجائش ہے۔

مذکورہ بالا مسائل کے سلسلہ میں ہماری شرعی رہنمائی فرمائیں تاکہ ادارہ صحیح خطوط پر گامزن ہوسکے۔

المستفتی: اراکین ادارہ دینیات ممبئی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) مخلوط تعلیمی نظام میں مرد عورت کے درمیان اختلاط ہوتا ہو تو شرعا جائز نہیں ہے، اسی طرح قریب البلوغ لڑکے لڑکیوں کی اختلاط کے ساتھ تعلیم شرعا جائز نہیں ہے، اور مرد استاذ کا بالغ یا قریب البلوغ لڑکیوں کو پڑھانا اسی طرح کسی عورت کا بالغ یا قریب البلوغ لڑکوں کو تعلیم دینا شرعی نقطۂ نظر سے درست نہیں ہے۔

قال اللّٰہ تعالی: قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ . [النور: ۲۹]

وتمنع المرأة الشابة من كشف الوجه بين الرجال لا لأنه عورة؛ بل لخوف الفتنة. (شامي، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة، زكريا ۲/ ۷۹، كراچی ۱/ ۴۰۶)

فإن في كشف الوجه منها خوف الفتنة. (المبسوط للسرخی، كتاب المناسك، دار الكتب العلمية بيروت ۴/۷)

قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: المرأة عورة، فإذا خرجت استشرفها الشيطان. (سنن الترمذي، الرضاع، باب بلاترجمة، النسخة الهندية ۱/ ۲۲۲، دارالسلام رقم: ۱۱۷۳، مسند البزار، مكتبة العلوم والحكم، صحيح ابن خزيمة، المكتبة الإسلامي ۲/ ۸۱۳، رقم: ۱۶۸۵)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لايخلون رجل بامرأة إلا كان ثالثهما الشيطان. (سنن الترمذي، كتاب الرضاع، باب ماجاء في كراهية الدخول على المغيبات، النسخة الهندية ۱/ ۲۲۱، دار السلام رقم: ۱۱۷۱، مسند البزار، مكتبة العلوم ۹/ ۲۷۱، رقم: ۳۸۱۷، مسند احمد بن حنبل ۱/ ۴۷، رقم: ۱۱۴، حجة اللّٰه البالغة: ۲/ ۳۲۹)

لما كان الرجال يهيجهم النظر إلى النساء على عشقهن والتوجه بهن

و یفعل بالنساء مثل ذلک...... اقتضت الحکمة أن یسدد هذا البا.
(حجة الله البالغة:۲/۳۲۸)

(۲) بغیر محرم شرعی اڑتالیس میل تک سفر کرنا عورت کے لئے جائز نہیں ہے، نیز ٹیکسی کے سفر کے دوران عورت کا نامحرم ٹیکسی ڈرائیور کے ساتھ اتنا لمبا سفر کرنا بھی جائز نہیں ہے خلاصہ یہ کہ سوال نامہ کا کوئی بھی پہلو جواز کے دائرہ میں داخل نہیں ہے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لايخلون رجل بامرأة؛ إلا كان ثالثهما الشيطان. (سنن الترمذي، كتاب الرضاع، باب ماجاء في كراهية الدخول على المغيبات، النسخة الهندية ۱/۲۲۱، دارالسلام رقم: ۱۱۷۱، مسند البزار، مكتبة العلوم والحكم ۹/۲۷۱، رقم: ۳۸۱۷، مسند أحمد بن حنبل ۱/۴۷، رقم: ۱۱۴، حجة الله البالغه ۲/۳۲۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸/ربیع الاول ۱۴۳۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/۱۰۳۲۴)

امام اعظم ابوحنیفہؒ کے رجوع کردہ مسائل

سوال [۷۹۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ وہ مسائل ستہ کیا ہیں؟ جن کے بارے میں منقول ہے کہ آپ یعنی امام ابوحنیفہؒ نے اس سے رجوع فرمایا ہے۔

المستفتی: مولانا لطافت حسین، رام نگر، پورنیہ (بہار)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: حضرت مولانا مفتی مہدی حسن شاہ جہاں پوریؒ نے اس موضوع سے متعلق باقاعدہ ایک کتاب لکھی ہے اس کا نام ہے ''**للـلا لي المصنوعة**

في الروايات المرجوعة'' اس میں درج ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ نے ۲۱ر مسائل سے رجوع فرمایا ہے، جنابت سے متعلق آنجناب نے مسائل ستہ کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں اور حضرت امام ابو یوسفؒ کے بارے میں لکھا ہے کہ انہوں نے ۷۹ر مسائل سے رجوع فرمایا ہے، ان میں سے سب سے پہلا مسئلہ یہ ہے کہ اگر داڑھی میں سے کسی حصہ پر بھی مسح نہیں کیا، تب بھی وضوء درست ہو جاتا ہے، پھر اس سے امام ابو یوسفؒ نے رجوع فرمایا ہے اور آخری مسئلہ ہے، عبد مشترک سے متعلق کہ غلام کے نصف حصہ سے متعلق وصیت کی جائے، تو اس سے حصہ لینے کا کیا طریقہ ہوگا، حضرت امام محمدؒ کے بارے میں نقل فرمایا ہے کہ انہوں نے ۲۶ر مسائل سے رجوع فرمالیا ہے، ان میں پہلا مسئلہ ہے، موزہ پر نجاست انسان کا پائخانہ وغیرہ لگ جائے، تو رگڑنے سے پاک ہو جائے گا اور حلال جانور کے گوبر لگ جائے، تو رگڑنے کی ضرورت نہیں تو بہتر یہی ہے مفتی مہدی حسن صاحب شاہجہاںؒ کی کتاب اللآلئ المصنوعہ في الریات المرجوعہ جو جامعہ حسینیہ راندیر گجرات سے چھپی ہے، اس کو منگوا کر خود مطالعہ کر لیا جائے ۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳ر ربیع الثانی ۱۴۰۸ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۴/ ۶۴۷)

❑❖❑

(۲) باب ما یتعلق بالإفتاء و آدابه

کیا مفتی صاحب پر سوال کا جواب دینا ضروری ہے؟

سوال [۷۱۹۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید ایک عالم ومفتی کی سند رکھتا ہے؛ لیکن اس کے کارنامے ایسے ہیں جونہایت مکروفریب اور کذب پر مبنی ہیں اور یہ کارنامے ادنی سطح کے نہیں؛ بلکہ اعلیٰ سطح کے ہیں جن کی وجہ سے قوم کونہایت نقصان اٹھانا پڑ رہا ہے، ستم بالائے ستم یہ ہے کہ دینی معاملات میں خودکو رہنما وپیشوا کی حیثیت سے متعارف کئے ہوئے ہے، قوم اس کے پیچھے نماز پڑھتے ہوئے کراہت محسوس کرتی ہے؛ لیکن اس کوٹوک نہیں سکتی؛ اس لئے کہ وہ خود مفتی ہے اور قوم ظاہر سی بات ہے اس کے آگے ہیچ ہے، اور دوسری بات یہ ہے کہ وہ نہایت دولت مند ہے جس کی وجہ سے قوم اس سے مرعوب ہے۔ ہم زید کے کچھ کارناموں پر اجمالی روشنی ڈالتے ہیں؛ تا کہ آپ حضرات اس مسئلہ کی اہمیت سے واقف ہوسکیں، ساتھ ہی ساتھ فیصلہ صادر کرنے میں دشواری پیش نہ آئے۔ ہماری مفتیان کرام سے مؤدبانہ درخواست ہے کہ شریعت کی روشنی میں صحیح فیصلہ صادر فرمائیں، ہم آپ حضرات کے نہایت ممنون ہوں گے۔

(۱) زید نے جولائی ۱۹۸۱ء میں بینکنگ ادارہ قائم کیا جس کا اپنا کمرہ ہے اور اس کا ہاؤس ٹیکس ادا کیا جارہا ہے نیز ادارہ کے نام پر ٹیلیفون بھی منصوب ہے، مزید اس ادارہ کے قیام کا ثبوت یہ ہے کہ اس کے حسابات متعلقہ محکمہ کو بھیجے جاتے رہے ہیں جن کا رکارڈ موجود ہے، مذکورہ ادارے سے قرض داروں اور کھاتے داروں کو کچھ شکایتیں ہوئیں، جس کا تصفیہ نہ ہونے پر ڈی ایم کو کی گئی شکایت پر ان کے خلاف تعزیرات ہند کی دفعات ۴۲۰/وغیرہ جیسے سنگین جرم کے لئے فوجداری کا مقدمہ قائم ہوا ہے، جس میں زید بھی ایک ملزم ہے۔

کچھ عرصے بعد مذکورہ ادارے کے نام کو تبدیل کر دیا گیا؛ اس لئے کہ زید اگر ایسا نہ کرتا تو قانونی گرفت میں آجاتا؛ لیکن تھوڑے ہی عرصہ بعد تبدیل شدہ مسمی ادارے پر ایک مقدمہ دائر ہوا، جس میں زید نے اپنے جرم کو پوشیدہ رکھنے کے لئے کسی بھی طرح کے بینکنگ ادارے کے وجود سے۔ نیز اس کے صدر ہونے سے مبینہ تحریری طور پر انکار کیا ہے؛ جبکہ مذکورہ ادارے سے زیور کی ضمانت پر قرض دینے کی بات اپنے ایک دوسرے بیان میں خود ہی تسلیم کی ہے،؛ جبکہ یہ امر واقعہ ہے کہ متذکرہ ادارے کا صدر زید ہی ہے اور اس میں کروڑوں روپیوں کا لین دین بھی ہوا ہے اور اب تک یہ بینکنگ کام جاری ہے اور یہ بھی واقعہ ہے کہ تبدیل شدہ نام کو ایک بار پھر قانونی شکنجے سے بچنے کے لئے اور اپنے فراڈ کو چھپانے کے لئے دوسرے نام سے موسوم کر دیا ہے۔

(۲) اسی طرح زید نے بچیوں کے دینی تعلیمی ادارے کے لئے ایک بیگھہ پختہ زمین خریدی، جس پر ایک بزرگ ومتبرک ہستی کے دست مبارک سے ۱۹۹۳ء میں ادارے کی مستقل عمارت کی تعمیر کے لئے سنگ بنیاد ڈلوائی اور حضرتؒ سے عام مسلمانوں سے استعانت کرنے کی درخواست کی، نتیجۃً لاکھوں روپیہ زید کو بطور امداد وصول ہوا، مدرسے کی مستقل عمارت کے لئے باقاعدہ و باضابطہ نقشہ بنوایا گیا، بعد ازاں مدرسے کی عمارت کی تشکیل ہوئی؛ لیکن حیرت انگیز بات یہ ہے کہ ادارے کے لئے خریدی گئی زمین کے بجائے یہ پختہ عالیشان عمارت زید کی ذاتی نمبری زمین پر تعمیر ہوئی جسے ادارے کا نام دے کر زید اپنا ذاتی فائدہ اٹھا رہا ہے، اور فی الحال حضرتؒ کے ہاتھوں سنگ بنیاد رکھی ہوئی زمین پر لوگ پائخانہ کر رہے ہیں اور گوبر جیسی پلید چیز کے اپلے لگائے جا رہے ہیں، اس سلسلے میں شکایت ہونے پر ایس ڈی ایم کے یہاں اپنی زمین پر متشکلہ عالیشان عمارت کی عارضی تعمیر کا نام دیا ہے وہ بھی تحریری طور پر بدعنوانی کے اس دور میں زید نے بھی رشوت خور افسروں کو رشوت دے کر خود کو قانون کی گرفت سے ابھی تک محفوظ کر رکھا ہے، واضح رہے کہ زید کا متذکرہ بیان ایک ایسا کذب ابیض ہے جیسے روز روشن کو شب سیاہ کہنا۔

مزید متحیر کن بات یہ ہے کہ اس ادارہ کے لئے نہ کوئی محاسبہ کمیٹی ہے اور نہ فعال مجلس عاملہ، جس کی وجہ سے ادارے کا سارا حساب وکتاب خرابی وفساد پر مبنی ہے، عوام نے جب زید کو محاسبہ کے لئے اجتماع عام میں بلایا تو اس نے آنے سے احتراز کیا، اس بات سے بھی واضح ہوتا ہے کہ اس کا کردار کس قدر داغدار ہے ورنہ جواب دہی سے گریز چہ معنی شود؟ لیکن عوام اس کے مفتی ہونے کی وجہ سے فریب میں مبتلا ہے۔

(۳) اسی طرح زید نے محکمۂ ڈاک سے متعلق کلرک سے ممنوعہ دستاویز کو غیر قانونی طور سے رشوت دے کر حاصل کیا ہے، جبکہ کسی بھی شکل میں اس دستاویز کی کسی کو نہ معلومات دی جاسکتی ہے اور نہ ہی نقل، مگر مجرمانہ فعل کے اخفاء کے لئے ایک اور جرم کر کے اپنے مفاد میں اس کا غلط استعمال کیا، جس کی شکایت پر تفتیش بتدریج چل رہی ہے زید اس معاملے میں تعزیرات ہند کی دفعہ ۴۵۹/اور ڈی آفیشل سیکرٹ ایکٹ کے تحت ملزم ہوتا ہے۔

(۴) مزید تعجب خیز بات یہ ہے کہ زید مندرجہ بالا بچیوں کے دینی تعلیمی ادارے کی سوسائٹی کے صدر، مجلس انتظامیہ کے صدر اور خود ہی ادارے کے صدر المدرسین بھی ہیں، جو کہ غیر قانونی اور مجرمانہ کام ہیں، انہوں نے صدر مدرس کی حیثیت سے جامعہ کی طالبات کے لئے دیئے گئے وظیفے کی رقم کو فرضی طور سے طالبات میں تقسیم دکھا کر خود ہی نگل لیا۔

(۵) اور یہ بات صد کوہ الم بے عمل جر ثقیل کھینچنے کے مترادف ہے کہ زید ادارے میں زیر تعلیم بالغہ طالبات کو بلا حائل پردہ درس دیتا ہے اور سبق نہ یاد ہونے کی صورت میں قمچی پر نہ اکتفاء کرتے ہوئے اپنے ہاتھوں کا استعمال کرتا ہے جب کہ زید بھی ایک صحت مند جوان ہے۔

مندرجہ بالا حقائق کی روشنی میں واضح ہوتا ہے زید کس قدر فریبی، دروغ گو، مال وزر کا دلدادہ، نفس بے لگام اور مفاد پرست ہے۔

مفتیان کرام سے درخواست ہے کہ معاملے کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے شریعت کی روشنی میں جلد از جلد فتویٰ صادر فرمائیں کہ:

(۱) کیا زید کا سند افتاء قابل تسلیم سمجھا جائے یا اسے منسوخ سمجھا جائے؟

(۲) کیا زید کو منبر پر کھڑے ہونے کی اجازت دی جائے؟

(۳) کیا اس کے پیچھے نماز پڑھی جائے؟

المستفتی: محمد سمیع اللہ انصاری ریٹائرڈ سب پوسٹ ماسٹر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوالنامہ میں جو معارضہ اور مناقشہ پیش کیا گیا ہے اس قسم کے مسائل میں ایک طرف کی تحریر دیکھ کر جواب لکھنا منصب افتاء کے خلاف ہے اس لئے دوسری طرف کی بات بھی معلوم ہو جانا ضروری ہے؛ لہٰذا مندرجہ بالا سوالات کے جوابات کے لئے وہاں سے قریب کے مفتیان کرام سے رابطہ قائم کیا جائے وہ مفتیان کرام دونوں طرف کی نزاکت کو اچھی طرح سمجھنے کے بعد شرعی حکم بیان کرسکیں گے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵؍ ذیقعدہ ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/ ۶۳۷۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۵/۱۱/۱۴۲۰ھ

اعتراض پر جواب مذکور

سوال [۷۹۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اس استفتاء کے پشت پر جیسا کہ آپ نے مذکورہ بالا تحریر فرمائی ہے کہ ”اس قسم کے مسائل میں ایک طرف کی تحریر دیکھ کر جواب لکھنا منصب افتاء کے خلاف ہے، اس لئے دوسری طرف کی بات بھی معلوم ہونا ضروری ہے“ صحیح مضمون میں منصب افتاء کے منشاء کے اصول کے خلاف تحریر فرمائی گئی ہے۔

محترم مفتی صاحب ہمیں آپ کی اس تحریر شدہ عبارت پر اعتراض ہے، اصلاً یہ بات منصب افتاء جہاں صرف شرعی حکم صادر فرمانا ہوتا ہے کے لئے نہیں؛ بلکہ منصب قضاء

جہاں فریقین کے بیان کا ضروری اوراس کی بنیاد پر فیصلہ صادر فرمانا ہوتا ہے کے لئے ہے، آپ کوتو بشرط صحت سوال صورت مسئولہ میں صرف اتنا تحریر فرمانا تھا کہ جو کچھ مسئلہ رقم کیا گیا ہے، اگر حقیقت پر مبنی ہے تو اس پر فلاں شرعی حکم ہے اور اگر دروغ گوئی سے کام لیا گیا ہے تو منصب دارالافتاء بری الذمہ ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ آپ نے فریق مخالف جو فرضی نام (زید) سے منصوب ہے اور جس کے ذاتی کردار کے بابت کافی ٹھوس دستاویزی ثبوت کی بنیاد پر استفتاء رقم کیا گیا ہے، ان کے بیان کو سننے کو ضروری سمجھا ہے جو کہ ایک حیرت کی بات ہے، علاوہ ازیں بالفرض اگر ایسا ممکن بھی مانا جائے کہ زید موجود ہی ہو، تو کیا آپ کو اس صورت میں امید ہے کہ وہ آپ کے سوالات کا جواب سچائی کے ساتھ دے گا؟

آخر میں ان حالات میں یہ کہنا کہاں تک مناسب ہوگا کہ قانون اور مسائل میں سب برابر ہیں؟ بیشک سب برابر ہیں، قانون سے اوپر کوئی نہیں ہوتا ہے؛ لیکن اکثر دیکھنے میں آرہا ہے کہ قانون اور مسائل صرف کمزوروں لاچار اور غریبوں پر ہی نافذ کئے جاتے ہیں، یہاں یہ تحریر کرنا غیر مناسب نہ ہوگا کہ شرعی حکم منصف دارالافتاء سے آنا ہے نہ کہ ذاتی رائے اور حکم سے، زید کے نام عالم اور مفتی کی سند کا آپ کے یہاں علم ہونے سے جہاں تک ہم نے سمجھا ہے تو اس معاملہ میں چشم پوشی سے کام لیا گیا ہے، اس لئے آپ سے مؤدبانہ گذارش ہے کہ بشرط صحت سوال مسؤلہ صورت میں شرعی حکم صادر فرمانے کی زحمت گوارہ کریں گے۔ عین نوازش ہوگی۔

المستفتی: سمیع اللہ انصاری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بعدہٗ عرض یہ ہے کہ آپ نے ایک ایسا استفتاء روانہ فرمایا تھا، جس میں فریق مخالف پر مختلف قسم کے الزامات تھے، اس فریق کی ذات پر،

تقوی طہارت پر، معاملات پر، دیانت پر جو آپ کے استفتاء میں موجود ہے، ہم نے اس کا جواب یہ لکھ دیا تھا کہ آپ اپنے اطراف اور قرب وجوار کے مفتیان کرام سے رابطہ قائم کر کے صحیح جواب حاصل کریں، ایسے معاملات میں دونوں طرف کی تحقیق کے بغیر صحیح جواب مشکل سے لکھا جاتا ہے۔

ہمارے اس جواب پر آپ نے دوبارہ ایک لمبی تحریر لکھ کر کے جواب لکھنے پر زور دیا ہے اور آپ نے اپنی اس دوسری تحریر میں بڑے زور سے یہ بات لکھی ہے کہ چشم پوشی سے کام لیا گیا ہے، تو کیا آپ کو یہ تحقیق ہے کہ آپ کا فریق کون ہے ہم کو معلوم ہے؟ کیا ہم عالم الغیب ہیں؟ العیاذ باللہ، اللہ معاف فرمائے۔

اور آپ نے یہ بات بھی بڑے زور دے کر لکھی ہے کہ مفتی کی ذمہ داری سوال اور الفاظ کے پیش نظر بشرط صحت سوال جواب لکھنا ہے، تحقیق واقعہ مفتی کی ذمہ داری نہیں ہے، آپ کی اس توجہ دلانے کا شکریہ، گذارش ہے کہ آپ کی یہ تحقیق اس موضوع سے متعلق مکمل نہیں ہے، اس کے برخلاف بھی مفتی کی ذمہ داری ہے اور آپ نے جو لکھا ہے، وہ اصول ان معاملات سے متعلق ہے جو صرف سائل کی ذات سے متعلق ہے یا از قبیل دیانات ہے؛ لیکن نزاعی اور الزامی معاملات میں جب مفتی کو اندیشہ ہو کہ اس میں غلط بیانی کا معاملہ ہو سکتا ہے، تو تحقیق واقعہ ضروری ہے تاکہ مفتی کے فتوی کی وجہ سے کسی کی ذات یا مال پر نقصان نہ ہو جائے، اور آپ کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ پڑھے لکھے ہیں اس لئے اس موضوع سے متعلق فقہاء کی عبارات کے تین ٹکڑے آپ کی خدمت میں پیش کئے جارہے ہیں۔

(١) وهذا شرط لازم في زماننا، فإن العادة اليوم أن من صار بيده فتوى المفتي استطال على خصمه و قهره بمجرد قوله أفتاني المفتي؛ بأن الحق معي والخصم جاهل لايدري ما في الفتوى، فلا بُدَّ أن يكون المفتي متيقظاً يعلم حيل الناس ودسائسهم، فإذا جاء السائل يقرره من

لسانه ولايقول له إن كان كذا، فالحق معك و إن كان كذا فالحق مع خصمك؛ لأنه يختار لنفسه ماينفعه ولا يعجز عن إثباته بشاهدي زور بل الأحس أن يجمع بينه و بين خصمه، فإذا ظهر له الحق مع أحد هما كتب الفتوى لصاحب الحق. (شامی کراچی٥/٣٥٩، زکریا ٨/ ٣٠ کتاب القضاء مطلب فی قضاء العدو علی العدوہ،الموسوعة الفقهية الكويتية ٣٢/٣٠).

(٢) **فإذا أخذ الفتوى قهر خصمه ووصل إلى غرضه الفاسد، فلا يحل للمفتي، أن يعينه على ضلاله وقد قالوا من جهل بأهل زمانه، فهو جاهل، وقد يسأل عن أمر شرعي، وتدل القرائن للمفتي المتيقظ أن مراده التوصل به إلى غرض فاسد كما شهدناه كثيراً.** (شامی کراچی ٥/٣٥٩، زکریا ٨/ ٣٠، کتاب القضاء مطلب فی قضاء العدو علی عدوہ)

(٣) **فإنا نرىٰ الرجل يأتي مستفتيا عن حكم شرعي ويكون مرادهٗ التوصل بذلك إلى إضرار غيره، فلو أخرجنا له الفتوىٰ عمّا سئل عنه نكون قد شاركناه في الاثم؛ لأنه لم يتوصل إلى مراده الذي قصده إلابسببنا.** (رسالہ ابن عابدین، ثاقب بکڈپو دیوبند ٢/ ١٣١)

خدا کرے حضرات فقہاء کرام کی ان اصولی عبارات کے سمجھنے کے بعد آپ کا اشکال دور ہوجائے، جو مفتیان کرام کے بارے میں ہیں۔

اور اگر اصل اور صحیح شرعی حکم مطلوب ہے، تو اطراف اور قریب کے دارالافتاء اور مفتیان کرام سے رابطہ کریں گے، اور ایسے معاملات سے متعلق وہاں کے مفتیان کرام دونوں طرف کی نزاکتوں کو سمجھنے کے بعد شرعی حکم تحریر ضرور فرمائیں گے اور ہم اتنی دور سے ایسے نزاعی معاملہ سے متعلق تحقیق حال سے قاصر ہیں اور جو آپ نے یہ لکھا ہے کہ فرضی نام زید اور اصل واقعہ فی نفسہ موجود ہونا کوئی ضروری نہیں ہے، جو آپ کی عبارت سے سمجھ میں آرہا ہے، تو گذارش ہے کہ ایسے فرضی الزامی مسائل کے جواب لکھنے کا نہ ہمارے پاس ٹائم ہے

اورنہ ہی ایسے فرضی مسائل کا جواب ہم لکھ سکتے ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹ر محرم الحرام ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/۶۳۷۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۱/۲۱ھ

اہل علم اور مفتیانِ کرام کی شان میں احتیاط سے کام لینا

سوال [۷۹۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایسے مفت کے مفتی جو ہمہ وقت فرشتوں سے سرگوشی کے انداز میں رہتے ہیں، رات دن فتوی صادر کرتے اور ایڈ کو حرام کہتے ہوئے نہیں تھکتے ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟ کیا ایسے لوگ متحرفین حلال کے زمرہ میں داخل نہیں ہوں گے، جن کے لئے کفر یا کم از کم فسق متعین ہو چکا ہے۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کسی بھی مفتی اور اہل علم کی شان میں کچھ کہنا یا لکھنا اور اظہار رائے بھی منصب مفتی کے خلاف ہے۔ (مستفاد: کفایت المفتی قدیم ۱۶۱/۷، جدید زکریا مطول ۳۷۶/۲)

ہاں اس کے فتوی کو دیکھنے کے بعد اس کی صحت کے بارے میں کچھ کہا جاسکتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴۰۹/۵/۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/۱۲۱۴)

فتوی دینے کے لئے ماہر مفتی کی شاگردی لازم ہے

سوال [۷۹۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ مجھ پر ایک مفتی کا الزام لگا ہوا ہے، جیسا کہ میں نے دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہوکر بھوپال میں افتاء کیا، مگر جو مناسبت ہونی چاہئے وہ نہ ہوسکی اس کے لئے کیا صورت اختیار کروں؟

المستفتی: محمد اشرف قاسمی مدرس عربی کالج بنگلور کرناٹک

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: کسی ماہر محنت کرانے والے مفتی کے پاس جاکر مناسبت حاصل کر لیجئے۔

لايجوز الإفتاء لمن لم يتعلم الفقه لدى أساتذة مهرة، وإنما طالع الكتب الفقهية بنفسه، كما لايجوز الإفتاء لكل من تعلم الفقه لدى الأساتذة؛ حتى تحصل له ملكة يعرف بها أصول الأحكام وقواعدها وعللها، ويميز الكتب المعتبرة من غيرها. (أصول الإفتاء وآدابه، الأصل الأول: شروط المفتي ١٥٢). **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵/ جمادی الثانی ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰۴۵/۳۱)

علماء ومفتیان کا مسئلہ بتانے کے لئے آگے بڑھ کر خود کو پیش کرنے کا حکم

سوال [۷۹۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بموقعۂ رمضان مسجد میں اکثر نمازی، روزہ دار اور مالدار ایسے ملتے ہیں جو نماز، روزہ اور زکوۃ وغیرہ کے نہایت ضروری مسائل سے بھی واقف نہیں رہتے اور علماء سے مسائل دریافت کرنے میں تکلف کرتے ہیں؛ لہٰذا ہماری مسجد میں تعلیم کے دوران ایک دو مسئلے بیان کر دئے جاتے ہیں، سارے ضروری مسائل بیان کرنے کا موقع نہیں رہتا، پھر ہم

میں سے بعض علماء ومفتیان یہ اعلان کرتے ہیں کہ ''مسجد کے فلاں حصہ میں ہم کچھ دیر بیٹھے رہیں گے، جس کو بھی مسئلہ دریافت کرنا ہو بلاتکلف آکر معلوم کرلے۔

اب سوال یہ ہے کہ اس طرح علماء ومفتیان کا مسئلہ بتانے کے لئے خود آگے بڑھ کر اپنے آپ کو پیش کرنا اوراس کا اعلان کرنا کیسا ہے؟ جبکہ مقصود صرف لوگوں کی عبادت کو فساد سے محفوظ رکھنا ہے، نہ کہ اپنے علم کا اظہار۔

المستفتی: محمد عرفان الدین بن احمد باشاہ سراؤ پیٹ، گنٹور (اے پی)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: علماء کرام کا مسائل کے لئے سوالنامہ میں مذکورہ طریقہ سے وقت دینا بہت بڑا کار خیر ہے، اس میں کسی قسم کی قباحت نہیں، کوئی اگر اس پر اشکال کرے گا، تو یہ اس کی ناواقفیت پر محمول ہے اور سب کو اس سلسلہ میں علماء کا تعاون کرنا چاہئے۔

المفتي يفتي في المسجد ويختار مسجدا في وسط البلد أو في داره ويأذن عموماً. (قواعد الفقة، اشرفي ديو بند ٥٨٢)

وكذا السلطان والمفتي والفقية. (شامي، قبيل مطلب: في هدية القاضي زكريا ٤٨/٨، كراچي ٣٧٢/٥) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:	کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ	۲۹/رجب المرجب ۱۴۲۷ھ
۱۹/۷/۱۴۲۷ھ	(الف فتویٰ نمبر ۹۱۲۳/۳۸)

فتوی میں حدیث کا حوالہ لکھیں یا کتب فقہ کا

سوال [۷۹۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ فتوی سے متعلق ایک بات ذہن میں آتی ہے کہ ایک مسئلہ بعینہ حدیث شریف میں ہے اور کتب فقہ میں بھی ہے، تو اب حوالہ کے لئے حدیث کے الفاظ زیادہ معتبر

ہوں گے یا فقہ کی عبارت؟ کبھی ایسا بھی استفتاء آتا ہے، جس میں کوئی مسئلہ نہیں ہوتا؛ بلکہ کسی الفاظ کی لغوی تحقیق ہوتی ہے، تو ایسے موقع پر لغت کی کتابوں کا حوالہ زیادہ معتبر ہے یا کتب فقہ کا؟ جبکہ کتب فقہ میں بھی حل لغت لغت ہی کی کتابوں کے حوالہ سے کرتے ہیں؟

المستفتی: محمد اشفاق جامعہ فرقانیہ سبیل السلام کرنپور بھاگلپور (بہار)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: وہ حدیث شریف جس کے معارض کوئی دوسری حدیث شریف نہ ہو تو فقہ کا جزئیہ نقل کرنے سے ایسی حدیث کا نقل کرنا زیادہ بہتر ہے اور وہ حدیث شریف جس کے معارض دوسری حدیث شریف ہوتی ہے اس کے نقل کرنے سے فقہ کا جزئیہ نقل کرنا زیادہ بہتر ہے اس لئے کہ دونوں حدیثوں کو پیش نظر رکھ کر فقیہ نے ایسا جزئیہ نکالا ہے، تاہم سب سے بہتر اور افضل یہی ہے کہ حدیث شریف اور فقہ کا جزیہ دونوں لکھ دیا جائے، یہ بات یاد رکھیں کہ ارباب افتاء حدیث شریف لکھنے کے بجائے فقہ کا جزیہ لکھنے پر اس لئے اکتفاء کرتے ہیں کہ حدیث اور قرآن میں اصول فقیہ اور مجتہد ہی کرسکتا ہے، اس لئے جزئیات کے ہوتے ہوئے کلیات اور اصولی باتیں ہوتی ہیں اور بعض مرتبہ روایات میں تعارض اور تناقض بھی ہوتا ہے، جس کا حل فقہ سے فتوی لکھنے سے فقہاء منع کرتے ہیں۔

عبارت ملاحظہ فرمائیے:

لایحل الإفتاء من القواعد والضوابط وإنما علی المفتي حکایة النقل الصریح کما صرحوا به. (الحموي علی الاشباه، والنظاء قدیم، تحت القاعدة السادسة۱۵۷، رسم المفتي قدیم۷۹)

السابعة عشرة لیس بمنکر أن یذکر المفتي في فتواه الحجة، إذا کانت نصًّا واضحًا مختصرًا الخ. (شرح عقود رسم المفتي دارالکتاب دیوبند ۲۵)

ایسے مواقع میں لغات کی کتابوں کا حوالہ زیادہ معتبر اور بہتر ہے۔فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ:شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲رمحرم الحرام ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر:۳۸ر۹۱۲۳)

جہاں حدود شرعیہ قائم نہ ہوں وہاں مفتی زنا کی کیا سزا لکھے؟

سوال [۷۹۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہندوستان میں اگر چہ اکثر مقامات پر امارت شرعیہ قائم ہے اور اس کے ماتحت محکمۂ قضا بھی موجود ہے؛ لیکن چونکہ امارت شرعیہ کے ساتھ ان کے پاس قوت وطاقت نہ ہونے کی وجہ سے حدود شرعیہ قائم کرنا مشکل ہے؛ بلکہ حدود قائم کرنے سے فتنہ برپا ہونے کا قوی خطرہ ہے؛ لہٰذا جہاں امارت شرعیہ قائم نہیں یا قائم ہے، وہاں ایک مفتی کو کیا فتویٰ دینا چاہئے؛ جبکہ اس کے پاس زنا کا استفتاء کیا جائے (خواہ شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ ہو) کیا اس وقت تعزیر کا حکم دیا جائے؟

المستفتی: فرقان احمد،خادم جامعہ اسلامیہ تونچانہ سلچر (آسام)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حدود وقصاص کے نفاذ کے لئے حکومت اسلامیہ کی طرف سے مقرر کردہ قاضی کا فیصلہ لازم ہے؛ لہٰذا جن ممالک میں حکومت اسلامیہ اور عدالت اسلامیہ نہیں ہے، وہاں پر اگر شہادت شرعیہ سے زنا کا ثبوت ہو جائے اور وہاں کے مفتیان سے حکم شرعی معلوم کریں تو وہاں کے مفتیان کرام سچی توبہ کا حکم لکھیں گے اور اگر سچی توبہ کر کے اپنی حالت نہ بدلے، تو یہ حکم لکھا جائے گا کہ مقامی لوگ اس سے بائیکاٹ کرلیں، جس کو عامی زبان میں ''حقہ پانی بند کرنا'' کہا جاتا ہے۔(مستفاد: امداد المفتیین ۹۰۹، ۹۱۳، فتاوی محمودیہ جدید ڈابھیل ۱۴/۸۱)

وفي الشامي: لاحد بالزنا في دار الحرب والبغي وعليه، فكان الأولى أن يقول في دار العدل ليخرج دار البغي أيضاً. (شامي، كتاب الحدود، مطلب الزنا شرعا لايختص بما يوجب الحد بل أعم زكريا ٦/٦، كراچی ٤/٥)

وكذلک الذي أسلم إذا أقر أنه كان يزني فى دار الحرب؛ لأنه أضاف الإقرار إلى حالة تنافي التزام العقوبة بالزنا في تلک الحالة، فإنه لم تكن تحت ولاية الإمام. (المبسوط للسرخي، دار الكتب العلمية بيروت ۹۸/۹)

وأما الذي يرجع إلى المقذوف فيه وهو المكان، فهو أن يكون القذف في دار العدل، فإن كان في دارالحرب، أو في دار البغي، فلايوجب الحد. (بدائع الصنائع كراچی قديم۷/۴۵، زکریا۵/۶ ۰ ۵ كتاب الحدود فصل: واماالذي يرجع إلىٰ المقذوف فيه) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۵/صفر المظفر ۱۴۲۹ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۴۴۰/۳۸)	۱۴۲۹/۲/۵ھ

کیا مختلف فیہ مسئلہ میں نرمی ہے؟

سوال [۷۹۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کسی ایسے مسئلہ میں جہاں ائمہ حضرات کا حلت وحرمت اور وجوب وغیر وجوب میں اختلاف ہو، تو اس اختلاف کو ایک قسم کی چھوٹ اور شرعی احکام میں نرمی مان لینا کیسا ہے؟ کیا داڑھی کے بارے میں اختلاف ائمہ ہے۔ براہ کرام شرعی حکم سے آگاہ فرمائیں۔

المستفتی: محمد اویس، جامعہ ملیہ دہلی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کسی مسئلہ میں اگر ائمہ کا اختلاف ہے، تو اس

مسئلہ میں نرمی اور چھوٹ ماننے والا کون ہے؟ لازمی بات ہے چھوٹ اور نرمی ماننے والا بھی اسی درجہ کا مجتہد ہونا ضروری ہوگا، جس درجہ میں ائمۂ مجتہدین تھے، اگر ایسا کوئی شخص اس زمانہ میں موجود ہے، جو ائمۂ مجتہدین کے اجتہاد کے درجہ میں قوت اجتہاد رکھتا ہو، تو اس کو مسئلہ میں نرمی اور چھوٹ یا مسئلہ میں سختی سمجھنے اور ماننے کا حق ہے۔

اب اگر ایسا آدمی آپ کے علم میں ہے، تو نشاندہی فرمادیں تاکہ آج کل کے تمام نئے مسائل کے بارے میں اس کی طرف رجوع کرنا ہم تمام علماء کے لئے آسانی ہوجائے۔

داڑھی رکھنا لازم ہے، اس میں چاروں اماموں کا اتفاق ہے، اختلاف نہیں۔

الشافعية قالوا-إلى-أما اللحية فإنه يكره حلقها، والمبالغة في قصها-إلى-الحنفية قالوا: يحرم حلق لحية الرجل، ويسن ألا تزيد في طولها على القبضة فمازاد على القبضة يقص-إلى-المالكية، قالوا: يحرم حلق اللحية، ويسن قص الشارب-إلى-الحنابلة: قالوا: يحرم حلق اللحية ولابأس بأخذ مازاد على القبضة، فلا يكره قصه كما لايكره تركه.

(الفقة على المذاهب الأربعة ۲/۴۳-۴۵، حكم إزالة الشعر وقص الأطافر)

وقد حرم المالكية، وحنابلة حلقها واعتبر الحنفية حلقها مكروها تحريميًا والمسنون في اللحية، هو القبضة وأما الأخذ منها دون ذلک، أوأخذها كلها فلا يجوز. وقال الشافعية: بكراهية حلقها. (الفقية الإسلامي وأدلته ۴/۲۶۵۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:	کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ	۲۴؍محرم الحرام ۱۴۲۳ھ
۲۴/۱/۱۴۲۳ھ	(فتویٰ نمبر: الف ر)

کیا عالم دین فتوی پر دستخط کرسکتا ہے؟

سوال [۷۹۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ مولوی فتوی کے اوپر دستخط کرسکتا ہے یا نہیں؟

المستفتی: طاہر حسین فاضل پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: فتوی پر وہی شخص دستخط کرنے کا حق رکھتا ہے جوفقہ میں اچھی خاصی مناسبت اور مہارت رکھتا ہو۔ (مستفاد: رسم المفتی: ۴۴)

لایجوز الإفتاء لمن یتعلم الفقه لدی أساتذة مهرة وإنما طالع الکتب الفقهية بنفسه کما لایجوز الإفتاء لکل من تعلم الفقه لدی الأساتذة حتی تحصل له ملکة یعرف بهاأصول الأحکام، وقواعدها، وعللها، ویمیز الکتب المعتبرة من غیرها. (أصول الإفتاء وآدابه الأصل الأول شروط المفتی ۱۵۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹/ ذیقعدہ ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/ ۴۲۱۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۰/ ۱۱/ ۱۴۱۵ھ

کیا کافیہ کے طالب علم کے لئے مسئلہ بیان کرنا جائز ہے؟

سوال [۸۰۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید روزانہ مسجد کے اندر نماز کے واجبات فرائض وغیرہ بیان کرتا ہے اور اگر اس کے متعلق کوئی مسئلہ آجائے تو اس کو بھی بیان کردیتا ہے، لوگ اس سے مسئلہ پوچھتے ہیں تو بتا دیتا ہے اپنی تقریر کے دوران قرآن کریم کی آیات کا ترجمہ بھی کرتا ہے؛ حالانکہ وہ عالم نہیں ہے؛ بلکہ طالب علم ہے، کافیہ کا سال ہے کیا اس کے لئے یہ باتیں جائز ہیں، لوگوں کا اس کو مولوی صاحب کہنا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: کافیہ پڑھنے والے طالب علم کو مجازاً مولوی

کہاجاتا ہے، یہ ناجائز اور گناہ کی بات نہیں ہے، اگر وہ استاذوں سے مراجعت کر کے یا کتاب دیکھ کر جو کتاب میں ہے وہی بیان کرتا ہے، تو اس کی گنجائش ہے اور اگر آیت پڑھ کر اپنی طرف سے ترجمہ وتفسیر کرتا ہے، تو درست نہیں ہے؛ کیونکہ اپنے طور پر تفسیر کرنے کے لئے کم ازکم پندرہ قسم کے علوم کا عالم ہونا شرط ہے۔

اختلف الناس في تفسير القرآن هل يجوز لكل أحد الخوض فيه؟ فقال قوم: لايجوز لأحد أن يتعاطي تفسير شيئ من القرآن، و إن كان عالمًا أديبًا متسعا في معرفة الأدلة، و الفقه، والنحو والأخبار، و ليس له إلا أن ينتهي إلى ماروي عن النبى صلى الله عليه وسلم فى ذلک. (الاتقان في علوم القرآن باب شرائط التفسير وادابه ۲/۳ ٤٤)

لہٰذا کافیہ کا طالب علم جو بھی بیان کرے، استاذوں سے مراجعت کر کے یا اردو تفسیر کا مطالعہ کر کے اسی کے مطابق ترجمہ کرے، اپنی طرف سے اپنی سمجھ کے مطابق تفسیر نہ کرے، چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے:

عن جندب رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من قال في القرآن برأيه فأصاب فقد أخطأ. (سنن الترمذي، أبواب تفسير القرآن ۲/۱۲۳، رقم: ۲۹۵۲، سنن أبي داؤد، كتاب العلم، باب الكلام في كتاب الله بلا علم، دار السلام ۲/٥١٤، رقم: ۳٦٥۲، المعجم الكبير للطبراني، دار إحياء التراث العربي ۲/١٦٣، رقم: ١٦٧٢ المعجم الاوسط، دار الفكر ٤/۲۹، رقم: ٥١٠١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۸/ربیع الثانیہ ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۵/۱۷۵۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۸/۴/۱۴۱۰ھ

عالم دین کے لئے محض مطالعہ سے مسئلہ بیان کرنے کا حکم

سوال [۸۰۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر کسی شخص سے کوئی مسئلہ معلوم کیا جائے اور وہ شخص مولوی یا عالم بھی ہو؛ لیکن اس کے پاس مفتی کی سند نہ ہو اور وہ شخص اس مسئلہ کو اچھے طریقہ سے جانتا ہو پورا عبور ہو، تو کیا اس مسئلہ کو لکھ کر دے سکتا ہے یا نہیں؟ اگر وہ لکھ کر نہ دے تو وہ کیسا ہے اس نے اچھا کیا یا برا تحریر فرمائیں کیا اس سے آخرت میں معلوم کیا جائے گا یا نہیں؟ کہ تو مسئلہ کو اچھی طرح جانتا تھا؛ لیکن تو نے لکھ کر نہیں دیا، معلوم کیا جائے گا کہ کیوں نہیں دیا تو کیا اس کا یہ کہنا صحیح ہوگا یا نہیں کہ اے اللہ میرے پاس مفتی کی سند نہیں؛ لیکن میں اس مسئلہ کو خوب اچھی طرح جانتا تھا، کیا کوئی حق بات لکھ کر دینے کے لئے مفتی کی سند ہونا ضروری ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد بشیر احمد کرناٹک

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جس شخص نے کسی ماہر فن مفتی کے پاس رہ کر مشق وتمرین کر کے فن فتوی نویسی میں مناسبت حاصل نہ کی ہو اس کے لئے اپنے مطالعہ اور معلومات پر بھروسہ کر کے فتوی دینا جائز نہیں ہے، سوال نامہ میں ذکر کردہ عالم نے اگر کسی ماہر مفتی کے پاس رہ کر فتوی نویسی میں مناسبت حاصل کرلی ہے تو بعد تحقیق مسئلہ بتلا دینا لازم ہے اور لکھ کر دینا کسی حال میں بھی لازم نہیں ہے؛ بلکہ لکھ کے دینے میں اجرت بھی لے سکتا ہے اور اگر مذکورہ عالم اس صفت کا حامل نہیں ہے؛ بلکہ صرف عالم ہے اور اپنے مطالعہ پر بھروسہ ہے تو اس کے لئے اس وقت تک مسئلہ بتلانا درست نہیں ہے جب تک اہل فتاوی کی کتابوں سے مفتی بہ قول اور ان کا فتوی نہ دیکھ لے ورنہ صرف فضائل کی باتیں بیان کردیا کرے اور مسائل کے بارے میں اہل فتاوی کی طرف محول کردیا کرے، حق بات اور چیز ہے، مسئلہ اور چیز ہے، دونوں ایک نہیں ہے۔

شخص يقرأ و يطالع في الكتب الفقهية بنفسه، و لم يكن له شيخ ويفتي ويعتمد على مطالعته فى الكتب، فهل يجوز له ذلک أم لا فأجاب بقوله لا يجوز له الإفتاء بوجه من الوجوه؛ لأنه عامي جاهل لايدري ما يقول؛ بل الذي يأخذ العلم عن المشائخ المعتبرين، لايجور له أن يفتى من كتاب ولامن كتابين بل قال النووي: ولا من عشرة والعشرين إلى قوله- بخلاف الماهر الذي أخذ العلم عن أهله وصارت له فيه ملكة نفسانية، فإنه يميز الصحيح من غيره، و يعلم المسائل و مايتعلق بها على الوجه المعتد به، فهذا هو الذي يفتى الناس ويصلح أن يكون واسطة بينهم و بين اللّٰه تعالى.
(شرح عقود رسم المفتى من يفتي بمطابعة الكتب بغير التمرن على شيخ مكتبه دارالكتاب: ٦٩)

لايجوز الإفتاء لمن لم يتعلم الفقه لدي أساتذة مهرة، وإنما طالع الكتب الفقهية بنفسه، كما لا يجوز الإفتاء لكل من تعلم الفقه لدى الأساتذة، حتى تحصل له ملكة يعرف بها أصول الأحكام، و قواعدها، وعللها، ويميز الكتب المعتبره من غيرها. (أصول الإفتاء وآدابه، الفصل الأول، شروط المفتى: ١٥٢) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶/ذی الحجہ ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۵۷۷/۲۵)

فتوی کو نہ ماننے والے کا حکم

سوال [۸۰۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: جوشخص فتوی نہ مانے اس کے بارے میں شرعا کیا حکم ہے؟

المستفتی: محمد امتیاز گڈا

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بعض فقہاء فرماتے ہیں کہ جو شخص فتوی کے صحیح ہونے کے باوجود بلاوجہ شرعی اس کو تسلیم نہ کرے تو ایسا شخص کافر ہے؛ لیکن اگر وہ دلائل کی روشنی میں اسے درست نہیں سمجھتا ہے یا اس پر عمل نہیں کرتا ہے، تو ایسے شخص کو سزا دی جائے گی اور شرعاً ایسا شخص فاسق ہے۔ عبارت ملاحظہ فرمائیے:

رجل عرض عليه خصمه فتوى الأئمة فردها وقال چه بار نامه فتوى أورده قيل: يكفر؛ لأنه رد حكم الشرع، وكذا لو لم يقل شيئًا لكن ألقي الفتوي على الأرض، وقال: ايں چه شرع است كفر، إذا جاء أحد الخصمين إلى صاحبه بفتوي الأئمة، فقال صاحبه: ليس كما أفتوه، أو قال: لا نعمل بهذا كان عليه التعزير. (هنديه كتاب السير، الباب التاسع في أحكام المرتدين، مطلب موجب الكفر أنواعٌ ومنهما ما يتعلق بالعلم والعلماء زكريا قديم ٢/ ٢٧٢، جديد ٢/ ٢٨٣، المحيط البرهاني، كتاب السير، الفصل الثانى، والاربعون في مسائل المرتدين وأحكامهم، نوع آخر في العلم و العلماء الخ، المجلس العلمي ٧/ ٤٢١، رقم: ٩٢٦٣) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۳ صفر ۱۴۲۵ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/ ۸۲۳۵)	۱۴۲۵/۲/۳ھ

فتوی کے انکار کا شرعی حکم

سوال [۸۰۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک آدمی یا عورت نے شریعت کے مطابق بتائے ہوئے فتوی کا انکار کر دیا، تو سوال یہ ہے کہ فتوی کے انکار سے یہ منکر کافر بن گیا یا نہیں؟ اگر کافر ہو گیا ہے، تو اس کی

بیوی اس کے نکاح میں رہے گی یا نکاح سے خارج ہوجائے گی؟ اگر نکاح سے نکل گئی تو ان کا ساتھ رہنا کیسا ہے؟ اور آخرت میں کیا وعید اور عذاب ہے؟ اب اگر دونوں (شوہر، بیوی) دوبارہ ساتھ میں رہنا چاہیں، تو اس کی کیا شکل اور مسئلہ ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ہر فتوی کا انکار کفر نہیں، مستفتی نے سوال نامہ میں یہ واضح نہیں کیا ہے کہ وہ فتوی ضروریات دین اور فرض قطعی سے متعلق ہے یا نہیں؟ تاہم مسئلۂ شرعی یہ ہے کہ اگر فتوی صحیح ہے اور فرض قطعی اور ضروریات دین سے متعلق ہے اور اس کو صحیح سمجھتے ہوئے، اس کا انکار کرتا ہے، تو یہ شریعت کا انکار ہے، جو موجب کفر ہے؛ ایسی صورت میں توبہ اور تجدید نکاح ضروری ہے۔

ولو نظر إلی الفتوی، وقال: ’’باز نامہ فتوی آوري‘‘ یکفر إن أراد به الاستخفاف بالشریعة. (هندیة، کتاب السیر، الباب التاسع في أحکام المرتدین، زکریا ۲/۲۷۲، جدید زکریا ۲/۲۸۳، بزازیة ۶/۳۳۷، جدید ج۳/ سیٹ ۱۲/۱۸۸)

اور اگر فتوی کو صحیح نہیں سمجھ رہا ہے یا مسئلہ مجتہد فیہ ہے، تو اس کا انکار موجب کفر نہیں ہے؛ البتہ اگر مسئلہ ضروریات دین میں سے نہیں ہے یا مجتہد فیہ مسئلہ ہے اور فتوی کو صحیح سمجھتے ہوئے اس کو ماننے سے انکار کر رہا ہے، تو یہ موجب فسق اور گناہ کبیرہ ہے کفر نہیں، اس صورت میں توبہ کرنا لازم ہے۔ (مستفاد: کفایت المفتی جدید زکریا مطول ۱/۶۲۸ -۶۲۹، جدید زکریا ۱/۹۱)

سئل والدي عن قائل یقول: لاأقول بفتوی الأئمة ولا أعمل بفتواهم ماحاله؟ قال: یلزمه التوبة والاستغفار، وسئل عن هذا بعضهم فقال: إذا کان ذارأي واجتهاد وعنی أنه یجتهد رأي نفسه دون رأیهم، فهو معذور. (تاتارخانیة ۷/۳۳۶، رقم المسئلة: ۱۰۶۲۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳؍رجب المرجب ۱۴۳۶ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۴۱/۱۲۱۳۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۶/۷/۳ھ

قرآن وحدیث اور شرعی فتووں کو پس پشت ڈالنے کا حکم

سوال [۸۰۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جو لوگ معلم، مبلغ، عالم، حافظ اور مسلم دینی اداروں کے منتظم اور سرپرست ہونے کے ساتھ اپنے آپ کو مسلمانوں کا ہمدرد بھی ثابت کرتے ہیں، مگر اپنے وقار اور اقتدار کے گھمنڈ میں قرآن وحدیث اور شرعی احکام اور مراکز دین سے علماء کے دیئے ہوئے فتوے کو پس پشت ڈالتے ہوں ایسے لوگوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟

برائے کرم جواب مدلل ہونے کے ساتھ ساتھ سوالات کے تمام اجزاء پر شامل ہوتو بہتر ہے تاکہ پوری وضاحت ہوسکے اور شرعی حکم کو آسانی کے ساتھ سمجھانا جاسکے۔

المستفتی: عبدالرحیم رڑکی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قابل اعتماد علماء دین کے صحیح فتوی کو حقارت واہانت سے نہ مان کر پس پشت ڈالنا موجب کفر ہے، توبہ واستغفار کرکے باز آجانا لازم ہے اور اگر محض فتوی پر عمل درآمد نہ کرنے کو نہ ماننا یا پس پشت ڈالنا کہا گیا ہے تو موجب کفر نہیں ہے؛ بلکہ موجب فسق ہے، تائب ہوکر باز آجانا لازم ہے۔ (مستفاد: مجموعہ فتاوی عبدالحی ۱/۲۸۵، کفایت المفتی، قدیم ۱/۳۵، ۳۸۱، زکریا جدید مطول ۱/۶۲۶)

رجل عرض عليه خصمه فتوى الأئمة فردها، وقال چه بار نامه فتوى آورده قيل يكفر؛ لأنه رد حكم الشرع. الخ (فتاوى عالمگيرى، كتاب السير، الباب التاسع في أحكام المرتدين، مطلب موجب الكفر انواع و منها ما يتعلق بالعلم، والعلماء زكريا قديم ٢/٢٧٢، جديد ٢/٢٨٣)

رجل بينه وبين غيره خصومة فقال رجل حكم خدائى چنين است، فقال آخر من حكم خدائى راچه دانم قال أبو القاسم رحمة اللّٰه تعالى:

ھو کفر لأنه استخفاف بأمر الله تعالى الخ (فتاوی قاضيخان کتاب السير، باب مايكون كفرًا من المسلم و مالايكون، زكريا جديد ۳/ ۴۲۷، ۳/ ۵۷۵، هكذا بزازيه كتاب ألفاظ تكون إسلامًا، أو كفرا، أو خطأً، النوع الثامن فى استخفاف العلم، جديد زكريا ۳/ ۱۸۸، وعلى هامش الهندية ۶/ ۳۳۷، تاتار خانيه، كتاب السير، باب يتعلق بالعلم والعلماء، زكريا ۷/ ۳۳۶ رقم:۱۰۶۲۶، المحيط البرهاني كتاب السير الفصل الثانى في مسائل المرتدين وأحكامهم، نوع آخر في العلم والعلماء الخ، المجلس العلمي ۷/ ۴۲۱، رقم:۹۲۶۳) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸/ جمادی الثانیہ ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/ ۷۵۰)

امامت کے لئے بہاری نہ ہونے کی شرط کی تائید کرنے والے مفتی کا حکم

سوال [۸۰۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک جاہل مالدار مسجد میں امامت کے لئے یہ شرط لگاتا ہے کہ وہ بہاری نہ ہو؛ جبکہ وہ امام عالم بھی ہے قاسمی بھی ہے اعمال بھی اچھے ہیں اور ایک لائق صد احترام مفتی صاحب اس جاہل کی اس شرط کے پورے طور پر حامی ہیں، میرے سوال کا مقصد یہ ہے کہ کیا یہ شرط درست ہے؟ کیا وہ بہاری حضور ﷺ کا امتی نہیں ہے کیا وہ حقیقت میں عالم نہیں ہوتا اگر وہ امامت کے ساری شرائط کا شریعت کی رو سے حامل ہے تو پھر اس مفتی صاحب کا اس طرح دورخ انداز میں پیش آنا کیسا ہے؟ حقارت کی نظر سے اس کو نظر انداز کردینا کیسا ہے؟ ایک معتبر مفتی کی شان کے خلاف یہ بات نہیں ہے؟

المستفتی: عبد اللہ محلّہ کسرول مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حدیث پاک میں آیا ہے کہ ایک مسلمان

دوسرے مسلمان کونقصان نہ پہونچائے اور ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو فتنہ میں مبتلا نہ کرے،سوال نامہ میں جس شخص نے شرط لگائی ہے وہ اگر محض بہار کے رہنے والے ہونے کی وجہ سے تعصب کی بناپر لگائی ہے تو یہ اسلام میں جائز نہیں ،اس سلسلہ میں ہماری کتاب انوار ہدایت: ۳۵۸، ملاحظہ فرمائیے:

اگر علاقائیت اور تعصب کی بناپر شرط نہیں لگائی ہے؛ بلکہ اپنی سہولت کے لئے قرب وجوار کے آدمی کی شرط لگائی ہے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہر مسلمان کو اپنے لئے سہولت کا راستہ اختیار کرنا جائز اور درست ہے، اگر مذکورہ مفتی صاحب نے سہولت اور آسانی کی تائید کی ہے تو ان مفتی صاحب کی تائید شرعا جائز اور درست ہے، اس میں کوئی قباحت نہیں جیسا کہ ایسا ہی ایک معاملہ ہمارے پاس بھی قاری اخلاق حسین صاحب اپنے بھائی کے بارے میں اصرار کے ساتھ پیش کر چکے ہیں کہ آپ ہمارے بھائی کی سفارش کر دیں اور ہم ان کے بھائی کو جانتے نہیں بلاوجہ ہم نے انجان آدمی کی سفارش اور ذمہ داری لے کر کسی سرمایہ دار کے سامنے پیش ہونا مناسب نہیں سمجھا، نیز اس سلسلہ میں یہ بھی کہا گیا تھا کہ جن صاحب کے یہاں قاری صاحب نے امامت کی سفارش کے لئے اصرار کیا، وہ خود قاری صاحب کے مقتدی ہیں قاری صاحب خود ہی بات کرلیں اگر وہ صاحب ہم سے معلومات کریں گے تو ہم تائید کر دیں گے مگر ہم نے اپنے سر ذمہ داری لے کر پیشکش کر کے سفارش کرنے سے معذرت کر دی تھی اور ممکن ہے کہ سوال نامہ میں جس مفتی صاحب کا ذکر ہے انہوں نے بھی اس طرح کی بات کی ہو اور اس کا مطلب سائل نے از خود دوسرا لے لیا ہو، سوال نامہ لے کر آنے والے نے بتلایا کہ یہ سوال بھی قاری اخلاق صاحب نے بھیجا ہے، حدیث میں آیا ہے ''لاضرر و لا ضرار'' نہ خود کو نقصان میں مبتلا کرو، نہ دوسروں کو نقصان پہونچاؤ۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے:

عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لا ضرر ولاضرار، من ضار ضاره الله، ومن شاق شاق الله عليه

(مستدرك حاكم، كتاب البيوع، مكتبة نزار مصطفىٰ الباز جديد٣/٨٨٣، قديم٢/٥٨، رقم:٢٣٤٥، سنن الدار قطني، كتاب البيوع، دار الكتب العلمية بيروت ٣/٦٤، رقم: ٣٠٦٠، السنن الكبرى للبيهقي كتاب الصلح، باب لاضرر ولا ضرار، دار الفكر ٨/٤٣٦، رقم:١١٣٨٤)

اور حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص فتنہ کی بنیاد ڈالتا ہے اور اختلاف پیدا کرتا ہے اللہ اسے فتنہ میں مبتلا کرے گا۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹ رجب ۱۴۲۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۸۱۲۸/۳۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۹/۷/۱۴۲۴ھ

کتاب دائمی اوقات الصلوۃ کی حیثیت

سوال [۸۰۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کتاب دائمی اوقات الصلوۃ جس میں ہندوستان کے مختلف شہروں کے طلوع وغروب کے اوقات کمپیوٹر کے ذریعہ نکال کر درج کئے گئے ہیں، جس کتاب پر دیوبند کے مختلف علماء کی تصدیق موجود ہے، اس کتاب کی شرعی اور فقہی کیا حیثیت ہے؟ کیا اس کتاب پر اپنے اپنے شہروں میں کتابت میں درج شدہ ہدایات کے مطابق عمل کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ زید کہتا ہے:

ولاعبرة بقول المؤقتين ولوعدولا على المذهب. (الدر المختار زكريا ٣/٥٤، كراچي ٢/٣٨٧)

ولا يعتبر قول المنجمين بالإجماع، ومن رجع إلى قولهم فقد خالف الشرع. (البناية، اشرفية ديوبند ٤/١٧)

کہ اس کتاب کو مرتب کرنے والے موقتین میں داخل ہیں؟ لہٰذا اس کتاب پر عمل نہیں کیا جا سکتا؟ کیا زید کا قول صحیح ہے اگر صحیح نہیں تو موقتین اور منجمین سے کون لوگ مراد ہیں؟

المستفتی: حاجی عبید اللہ جے پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) تجربہ سے ثابت ہوا کہ وہ کتاب صحیح اور معتبر ہے؛ اس لئے اس پر عمل کرنا درست ہوگا۔

(۲) شاید ان سے غیر شرعی لوگ مراد ہیں (یا اس ممانعت کا تعلق صرف چاند کے مسئلہ سے ہے) اور اس زمانہ میں پوری دنیا میں نظام الاوقات کا مدار جنتریوں پر ہے، خاص طور پر اوقات صلوۃ سے متعلق جن کا سالہا سال کے تجربہ سے صحیح ہونا ثابت ہے۔

وغلبة الظن حجة موجبة للعمل. (شامي، قبيل مطلب لاعبرة بقول الموقتين في الصوم زكريا ۳/۳۵٤، كراچی ۲/۳۸٦، كتاب الصوم، مبحث في صوم يوم الشك) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸/ذیقعدہ ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/۴۲۲۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۸/۱۱/۱۴۱۵ھ

بریلی کے ایک فتوی کی حقیقت

سوال [۸۰۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص علماء دیو بند، اشرف علی تھانویؒ، اسماعیل شہید دہلویؒ، رشید احمد گنگوہیؒ وقاسم نانوتویؒ وغیرہ کو کافر نہیں کہتا، میلاد مروجہ، اذان قبر و بعد اذان مسجد میں صلوۃ کو بدعت بتلاتا ہے، شخص مذکور جناب مولوی احمد رضا خاں صاحبؒ کے ماننے والوں کو رضاخانی کہتا ہے، شخص مذکور کی بیوی کا انتقال ہوا جو کہ مرحومہ تہجد گذار و پابند صوم وصلوۃ تھیں، پابندی کے ساتھ قرآن پاک روزانہ پڑھا کرتی تھیں؛ لہٰذا ان کی میت میں لوگ شریک ہوئے نماز جنازہ سے لے قبر پر مٹی دیتے وقت ساتھ رہے، شخص مذکور کے منع کرنے کے باوجود قبر پر ایک صاحب نے اذان پڑھی؛ لہٰذا بریلی شریف محلّہ سودا گران سے

فتویٰ منگایا گیا، اس فتوی کو برابر سنایا جاتا رہا اور جمعہ کے روز خاص طور پر امام صاحب نے فتوی پڑھا۔ فتوی شریف کے الفاظ یہ ہیں:

(۱) جولوگ شریک میت ہوئے ان کے نکاح ٹوٹ گئے؛ لہٰذا امام صاحب نے گھر گھر جاکر نکاح پڑھایا ہے۔

(۲) شخص مذکور کافر ہوگیا اور جو شخص مذکور کو کافر نہ مانے وہ بھی کافر ہوگیا، دعا سلام، بول چال، میل جول حرام، حرام، حرام کہا گیا؛ لہٰذا قرآن پاک وحدث نبوی ﷺ کی روشنی میں جواب مرحمت فرماکر عنداللہ ماجور رہوں۔

(۱) کیا میت میں مرحومہ کی شرکت کرنے والوں کے نکاح ٹوٹ گئے؟

(۲) اگر نکاح ٹوٹت گئے، تو بغیر عدت وحلالہ کے میاں بیوی کا نکاح درست ہے؟

(۳) کیا شخص مذکور کافر ہوگیا، جب کہ پابند صوم وصلوۃ ہے؟ کیا شخص مذکور سے دعا سلام، میل جول، بات چیت، لین دین کرنا حرام ہے؟

(۴) جولوگ قصداً شریک نہیں ہوئے، کیا وہ میت میں شرکت کے ثواب سے محروم رہے یا نہیں؟

(۵) شخص مذکور کا یہ بھی کہنا ہے کہ مولی احمد رضاں صاحبؒ نے دیو بند میں پڑھا بھی ہے اور پڑھایا بھی ہے؟ امام صاحب کہتے ہیں: نہ آپ نے دارالعلوم دیو بند میں پڑھا، نہ پڑھایا؛ لہٰذا تاریخ کی روشنی میں سوال مرحمت فرماکر عنداللہ ماجور ہوں۔ امام صاحب شخص مذکور کے خلاف نفرت کا جذبہ ابھار رہے ہیں، کیا ایسے امام کے پیچھے نماز درست ہے؟

المستفتی: محمد رشید خاں، گرام دلو، اودھم سنگھ نگر (یوکے)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ، مولانا اسماعیل شہیدؒ، مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ، مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ پکے سچے

مؤمن کامل تھے، علماء ربانین تھے، صحیح طور پر نائب رسول تھے، ان کو العیاذ باللہ کافر کہنے والا اپنے ایمان کی حفاظت کرے، میلا د مروجہ اور قبر پر اذان، قرآن و حدیث فقہ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آئمہ مجتہدین میں سے کسی سے ثابت نہیں۔ بریلی کا فتوی غلط ہے، کسی کے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑا، میت میں شریک ہونے والوں میں سے کسی کا نکاح نہیں ٹوٹا، شخص مذکور کو کافر کہنا سخت گناہ ہوگا۔

عن عبد الله بن دينار أنه سمع ابن عمرؓ، يقول: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أيّما امرئٍ، قال لأخيه: كافر فقد باء بها أحدهما إن كان كما قال: وإلا رجعت عليه. (صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب بيان حال إيمان من قال لأخيه المسلم يا كافر، النسخة الهندية ١/٥٧، رقم:)

عن أبي ذر أنه سمع النبي صلى الله عليه وسلم، يقول: لايرمى رجل رجلاً بالفسوق، ولايرميه بالكفر إلا ارتدّت عليه، إن لا لم يمكن صاحبه كذلک. (صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب ما ينهى عن السباب و اللعن، النسخة الهندية ٢/٨٩٣، رقم: ٥٨١٠-٦٠٤٥)

اس سے بات چیت، لین دین کو حرام کہنا غلط ہے، شریک نہ ہونے والوں کو ثواب نہیں ملے گا، مولوی احمد رضا خاں صاحب نے نہ دیوبند میں پڑھا ہے اور نہ ہی وہاں پڑھایا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۲۳؍ شوال المکرّم ۱۴۱۸ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(فتویٰ نمبر: الف ۵۴۶۹/۳۳)	۱۴۱۸/۱۰/۲۳ھ

❍❖❍

(۳) باب ما یتعلق باصطلاحات العلم وحل العبارات

سنت اور مستحب میں کیا فرق ہے؟

سوال [۸۰۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ سنت اور مستحب میں کیا فرق ہے؟

المستفتی: سعید احمد، سیوانی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور (یوپی)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سنت اور مستحب میں فرق یہ ہے کہ سنت تو کہتے ہیں حضور ﷺ کے عمل کو۔ اس کی دو قسمیں ہیں:

(۱) **سنت مؤکدہ**: جس کو آپ ﷺ نے اور آپ ﷺ کے صحابہؓ نے ہمیشہ کیا ہو اور اس کے کرنے کی تاکید فرمائی ہو اور بلا عذر ترک نہ کیا ہو، اسی کو سنن ہدیٰ بھی کہتے ہیں۔

(۲) **سنت غیر مؤکدہ**: جس کو آپ ﷺ نے اور آپ ﷺ کے صحابہؓ نے اکثر کیا ہو، مگر بلا عذر کبھی کبھار ترک بھی فرمایا ہو اسی کو سنن زوائد اور سنن عادیہ بھی کہتے ہیں۔

(۳) **مستحب وہ ہے**: جس کو آپ ﷺ نے اور آپ ﷺ کے صحابہؓ نے گاہے گاہے کیا ہو اور سلف صالحین نے اسے پسند فرمایا ہو۔ (مستفاد: فتاوی رحیمیہ قدیم ۲/۴۱۲، فتاوی محمودیہ قدیم ۵/۳۸۲ جدید ڈابھیل ۳/۳۲۰)

والسنة نوعان: سنة الهدى، وتركها يوجب إسائة وكراهية، وسنة الزوائد وتركها لايوجب ذلك، السنة المؤكدة المسماة سنة الهدىٰ وغير المؤكدة المسماة سنة الزوائد. (شامي، كتاب الطهارة، مطلب في السنة وتعريفها زكريا ١/ ٢١٨، ٢٢١، كراچی ١/ ١٠٤، ص:١٠٣،

البحرالرائق، کتاب الطهارة، سنن الوضوء، کوئٹه ۱/ ۱۷، زکریا ۱/۳٦، طحطاوي، کتاب الطهارة، فصل في سنن الوضوء، مکتبه دارالکتاب ۱/۱۹٤)

(ومستحبه) وهو مافعل النبي صلى الله عليه وسلم مرة وتركه أخرى وما أحبه السلف. (در مختار، کتاب الطهارة قبيل آداب الوضوء زکريا ۱/ ۲٤۷، کراچی ۱/ ۱۲٤)

المستحب:ماكان دون السنة في الحكم. (معجم لغة الفقهاء، كراچي ٤۲٦)

والمستحب: ما فعله عليه الصلوة والسلام أحيانا وتركه أحيانا.

(شرح النقاية لملا علي قاري، كتاب الطهارة، مستحاب الوضوء ونواقضه ۱/ ۹، مطبع إعزازيه) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ:شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷/رجب المرجب ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/ ۴۹۴۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۷/۷/۷ھ

دینار کتنے تولہ یا ماشہ کا ہوتا ہے؟

سوال [۸۰۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ دینار کتنے تولہ یا ماشہ کا ہوتا ہے، بحوالہ جواب تحریر فرمائیں۔

المستفتی: محمد ابوالکلام، گڈا (بہار)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایک دینار بیس قیراط یعنی ایک مثقال کے برابر ہوتا ہے، جس کا وزن ساڑھے چار ماشہ ہوتا ہے۔

الدينار ضرب من قديم دينار الذهبية وزنه عشرون قيراطاً، وهوأربعة ونصف من ماهجه، وهو المثقال. (قواعد الفقة، ۲۹۷، لغة الفقهاء، كراچي ۲۱۲)

اور موجودہ اوزان کے حساب سے ۴؍گرام ۳۷۴ ملی گرام ہوتا ہے (مستفاد: ایضاح النوادر ۲؍۱۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳؍ربیع الاول ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱؍۳۹۱۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۳؍۳؍۱۴۱۵ھ

داڑھی سے متعلق فتح الباری کے ایک جزئیہ کی وضاحت

سوال [۸۱۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ''فتح الباری'' کی عبارت مرقومہ ذیل کا ترجمہ اور مختصر وضاحت درکار ہے۔

قال ابن دقيق العيد: لا أعلم أحدا فهم من الأمر في قوله أعفوا اللحىٰ تجويز معالجتها بما يغزرها كما يفعله بعض الناس، قال: وكأن الصارف عن ذلك قرينة السياق في قوله: في بقية الخبر وأحفوا الشوارب انتهى ويمكن أن يؤخذ من بقية طرق ألفاظ الحديث الدالة على مجرد الترك. والله أعلم (فتح الباري، كتاب اللباس، باب إعفاء اللحى، دار الفكر ۳۵۱/۱۰، تحت رقم الحديث)

المستفتی: محمد شعیب ساؤتھ افریقہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ''فتح الباری'' کی مذکورہ عبارت کا ترجمہ پیش کرنے سے پہلے اس کے معنی مرادی کو واضح کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے، اس کے بعد ترجمہ آسانی سے سمجھ میں آجائے گا۔ مذکورہ عبارت کے معنی مرادی یہ ہیں: کہ ابن دقیق العیدؒ فرماتے ہیں کہ میرے علم میں کوئی بھی عالم ایسا نہیں ہے، جس نے حدیث شریف کے صیغۂ امر کی وجہ سے یہ معنی مراد لیا ہو کہ ڈارھی میں ایسی چیز لگائی جائے جس سے داڑھی بڑھ جائے، یعنی داڑھی بڑھانے کے لئے ایسی دواء استعمال کی جائے جو داڑھی کو بڑھاتی ہو، اس بات

کے قائل میرے علم میں کوئی بھی نہیں ہے؛ جبکہ بعض لوگ داڑھی کو بڑھانے کے لئے ایسی چیز کا استعمال کرتے ہیں، گویا کہ اس معنی کو مراد نہ لینے میں حدیث شریف کے بقیہ حصہ واحفوا الشوارب میں سیاق وسباق کا قرینہ ہے۔

اب ترجمہ یوں ہوگا کہ علامہ ابن دقیق العیدؒ فرماتے ہیں کہ میں کسی ایسے شخص کو نہیں جاتا کہ جس نے حضور ﷺ کے ارشاد: **احفوا اللحیٰ** کے صیغۂ امر سے داڑھی میں ایسی چیزوں کے استعمال کو جائز سمجھا ہو جن سے داڑھی بڑھ جاتی ہو، جیسا کہ بعض لوگ ایسا کرتے ہیں، علامہ ابن دقیق العیدؒ فرماتے ہیں: کہ **أعفوا اللحیٰ** کے ایسے معنی کے مراد لینے سے کنارہ کشی اختیار کرنا، اسی حدیث کے باقی ٹکڑے **أحفوا الشوارب** میں سیاق وسباق کا قرینہ ہے، صاحب فتح الباری فرماتے ہیں کہ یہ بات ممکن ہے کہ یہ معنی اسی حدیث شریف کے دیگر طرق کے ان الفاظ سے بھی اخذ کیا گیا ہو، جو داڑھی کے صرف چھوڑنے پر دلالت کرتے ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲؍محرم الحرام ۱۴۳۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۵۸۸/۳۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۳/۱/۱۲ھ

وماء الورد المنقطع الرائحة کی ترکیب

سوال [۸۱۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ نور الایضاح کی عبارت جو کتاب الطہارۃ میں ہے۔

وماء الورد المنقطع الرائحة: ۲٤، تو اس میں **المنقطع** ترکیب میں کیا واقع ہو رہا ہے، پورے جملہ کی ترکیب اچھی طرح حل فرمادیں درخواست ہے، امید ہے کہ حضرت میری پریشانی کی طرف خیال فرماتے ہوئے حل فرمائیں گے۔

المستفتی: محمد رمضان

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: الورد المنقطع الرائحۃ میں الورد موصوف اورالمنقطع اسم فاعل اورالرائحہ اسم فاعل کافاعل ہےاور المنقطع اپنے فاعل الرائحہ کی طرف مضاف ہورہا ہے،تو المنقطع اپنے فاعل الرائحہ سےمل کرشبہ جملہ ہوکر الورد موصوف کی صفت ہے،موصوف صفت مل کرماء کامضاف الیہ ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ:شبیراحمد قاسمی عفااللہ عنہ	الجواب صحیح:
۲/ذی الحجہ ۱۴۱۰ھ	احقرمحمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر:۲۶/ ۲۰۴۷)	۱۴۱۰/۱۲/۲ھ

نورالایضاح کی عبارت ’’وضیق الوقت‘‘ کی تشریح

سوال [۸۱۲]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ نورالایضاح ص:۳۱ / پرعبارت ہے وضیق الوقت اس کا مطلب سمجھ میں نہیں آرہاہے؛ جبکہ حاشیہ بھی دیکھا ہے؛ کیونکہ اگر یہ مراد لیں کہ وقت کی تنگی میں وضوواجب ہےتو یہ غلط ہےاوراگر یہ مرادلیں کہ کشادگیٔ وقت میں وضوواجب ہےتو غایۃ الأوطار میں ہے کہ وسعت وقت کی صورت میں وضوواجب نہیں ہے۔

نیز حاشیہ نورالایضاح میں وجوبا مضیقا کی تشریح فرمادیں۔مذکورہ دونوں سوالوں کا جواب مرحمت فرماکرممنون فرمائیں؟

المستفتی: محمد مجیب الرحمٰن افضل العلوم آگرہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئلہ یہ ہے کہ جب نماز کاوقت ختم ہونے کےقریب ہو اورصرف وضوکر کےفرض ادا کرنے کے بقدر وقت باقی ہوتو وضور کرنا واجب ہوجا تاہے،اسی کونورالایضاح کےمتن میں ص:۳۱ پر بیان کیا گیاہےاوراس کوآپ نے غلط کیسے سمجھا ہے؟

اس پر آپ دوبارہ غور فرمائیں، وسعت وقت کی صورت میں وضوکرنا واجب نہیں ہے،اسی کوغایۃ الاوطار میں بیان کیا گیا ہے،متن کی وضاحت حاشیہ میں **وإذا ضاق الوقت یجب الوضوء وجد ما مضیقا** کی عبارت سے اچھی طرح کردی ہے،آپ دوبارہ غور کریں سمجھ میں آجائے گا۔

یفترض أن یتوضأ للصلوة، علی أن الصلاة تجب بدخول وقتها وجوبًا موسعًا فکذلک الوضوء التي لاتصح بدونه ومعنی کون الوجوب موسعا أن للمکلفین أن یصلوا أول الوقت ووسطه وآخره، فإذالم یبق علی الوقت إلا زمن یسیر لایسع إلا الوضوء والصلوة فإنه في هذه الحالة یکون الوجوب مضیقا بحیث یجب علیه أن یتوضأ ویصلي فورًا. (الفقه علی المذاهب الا ربعة شروط الوضوء، دار الفکر بیروت ۱/ ۵۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷؍ذی الحجہ ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/ ۵۵۶۱)

صدقۂ فطر کی مقدار سے متعلق ایضاح المسائل کی عبارت کی وضاحت

سوال [۸۱۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ موجودہ اوزان کے مطابق صدقۂ فطر کتنا واجب ہوگا بعض اشتہار میں ایک کیلو ۶۶۲ ؍گرام گندم اور بعض میں ایک کیلو ۶۶۰ ؍گرام گندم لکھا ہے اور آپ نے ایضاح المسائل میں ڈیڑھ کیلو ۴۷ ؍گرام ۶۴۰ ؍ملی گرام لکھا ہے ملی گرام کا وزن مجھ کو سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ کتنے ملی گرام کا ایک کیلو ہوتا ہے اور اختلاف کیوں ہے احوط کیا ہے؟ امید ہے کہ میرے خلجان کو دور فرمائیں گے۔

المستفتی: محمد اقبال قاسمی بھرت پور (راجستھان)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایضاح المسائل میں بغیر کسی زیادتی کے بالکل صحیح مقدار بیان کی گئی ہے اور دوسروں نے شاید احتیاطاً زیادہ لکھا ہوگا، ایک گرام میں ایک ہزار ملی گرام ہوتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲؍جمادی الثانیہ ۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/۳۵۰۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۲/۶/۱۴۱۴ھ

ہدایہ کی عبارت "المعانی الموجبة للغسل" کی تشریح

سوال [۸۱۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہدایہ کی عبارت "المعاني الموجبة للغسل إنزال المني على وجه الدفق والشهوة من الرجل والمرأة حالة النوم واليقظة سے یہ بات بندہ کو سمجھ میں آتی ہے کہ غسل کے وجوب کے لئے منی کا دفق اور شہوت دونوں کے ساتھ نکلنا ضروری ہے؛ لہٰذا اگر کسی کو احتلام اس طریقہ پر ہوا کہ اس میں شہوت نہیں تھی یا شہوت تھی؛ لیکن دفق نہیں پایا گیا تو اس سے غسل واجب نہیں ہوگا، تو کیا بندہ کا یہ مفہوم لینا صحیح ہے؟ اور اس مسئلہ میں فتویٰ کس پر ہے؟ اس سلسلہ میں مدلل مفصل رہنمائی فرمائیں؟

المستفتی: عبد اللہ مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوال نامہ میں مذکورہ عبارت کا حل یہ ہے کہ منی کے اصل مقام سے شہوت کے ساتھ نکلتے ہی غسل واجب ہوجائے گا چاہے انزال اور خروج کے وقت شہوت رہی ہو یا نہ رہی ہو، یہ حضرات طرفینؒ کا قول ہے اور فتوی اسی پر ہے اور حضرت امام ابو یوسفؒ کے نزدیک خروج کے وقت بھی شہوت کا پایا جانا ضروری ہے اور آپ نے جو مفہوم سمجھا ہے وہ درست نہیں ہے۔

یفترض الغسل بواحد من سبعة أشياء أولها خروج المني إلي ظاهر الجسد إذا انفصل عن مقره وهو الصلب بشهوة......وأغنى اشتراط الشهوة عن الدفق لملازمته لها......والشرط وجودها عند انفصاله من الصلب لادوامها حتى يخرج إلى الظاهر (مراقي الفلاح مع حاشيه الطحطاوي، كتاب الطهارة، فصل مايوجب الاغتسال، دارالكتاب ديوبند ۹٦/۱)

ومنها أن ينفصل المنى عن شهوة ويخرج لاعن شهوة وأنه يوجب الغسل في قول أبي حنيفة ومحمد، وعند أبي يوسف لايوجب فالمعتبر عندهما الانفصال عن شهوة، وعنده المعتبر هو الانفصال مع الخروج عن شهوة –إلى– فالقول بالوجوب أولى إحتياطًا. (بدائع الصنائع، كراچی ۳۷/۱، زكريا ۱۴۸/۱، كتاب الطهارة، أحكام الجنابة) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۶؍جمادی الاول ۱۴۲۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۵۹۶/۳۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۹/۵/۶ھ

تجارت وغیرہ کے ضروری مسائل کس کتاب سے حاصل کریں؟

سوال [۸۱۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: تجارت یا معاملات سے متعلق مسائل کا ضروری علم کس اردو کتاب کے ذریعہ حاصل کیا جا سکتا ہے؟

المستفتی: ندیم احمد بجنوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: تجارت ومعاملات کوئی ایسا موضوع نہیں ہے کہ ایک دو کتاب دیکھنے اور مطالعہ کرنے سے آدمی کو اس کے سارے مسائل واحکام معلوم ہو جائیں؛ بلکہ اس کے لئے معروف طریقہ یہی ہے کہ جو مسائل درپیش ہوں علماء ومفتیان

سے ان کے متعلق تحقیق کر لی جائے یا کسی معتبر دینی درس گاہ میں داخل ہوکر علم حاصل کیا جائے، تاہم تجارت ومعاملات سے متعلق ضروری معلومات حضرت تھانویؒ کی کتاب ”صفائی معاملات“ اور دیگر علماء کی کتابوں سے حاصل کی جاسکتی ہیں اور جدید تجارت سے متعلق انوار رحمت اور ایضاح النوادر بھی مفید ثابت ہوسکتی ہیں۔ (مستفاد: مدارالاحکام ۱/۲۱۸)

فَاسْأَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ. [سورۃ النحل:۴۳] فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳ر محرم الحرام ۱۴۲۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۱۵۳/۳۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۸/۱/۲۳ھ

تشہد کو عدالت کے گواہ پر قیاس کرنے کا شرعی حکم

سوال [۸۱۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عدالت میں اگر کوئی شخص اپنی صفائی کے لئے خود کو گواہ بنا تا ہے اور یہ کہتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے یہ جرم نہیں کیا، تو عدالت میں اس کی گواہی کا کوئی اعتبار نہیں کیا جاتا ہے؛ بلکہ اس کے لئے دوسرے کو طلب کیا جاتا ہے تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام تشہد میں **أشهد أن لا اله الا الله و أشهد أن محمدًا عبده ورسوله** پڑھتے تھے، یا اشہد کی جگہ پر کوئی دوسرا کلمہ اگر اشہد پڑھتے تھے تو یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ اپنے آپ کو حضور علیہ الصلوۃ والسلام کیوں کہہ رہے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول اور اس کے بندے ہیں، اگر امت کی تعلیم کے لئے پڑھتے تھے تو جہر ہونی چاہئے سری کیوں؟

المستفتی: محمد امتیاز احمد، جامع مسجد سیوہارہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: تشہد توقیفی اعمال میں سے ہے، جیسے قرآن کریم کی آیتیں ہیں کہ جس طرح وارد ہوتی ہیں، اسی طرح حضور ﷺ کو بھی پڑھنے کا حکم ہے۔

مثلاً آیت کریمہ:

قل ان كنتم تحبون الله فاتبعوني. (الآية)

اے نبی ﷺ آپ کہہ دیجئے: کہ اگر تم اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میری اتباع کرو، اس کو بھی حضور ﷺ نماز میں پڑھتے تھے، جیسی وارد ہوئی ہے، ویسی ہی پڑھا ہے؛ اس لئے تشہد کو عدالت کے گواہ پر قیاس کرنا درست نہیں ہے۔

عن البراء بن عازب، قال: قال البنى صلى الله عليه وسلم: إذا أتيت مضجعك، فتوضأ وضوءك للصلاة، ثم اضطجع على شقك الأيمن، ثم قل اللّٰهم أسلمت وجهي إليك وفوضت أمري إليك وألجأت ظهري إليك رغبة ورهبة إليك لاملجأ ولامنجأ منك إلا إليك آمنت بكتابك الذي أنزلت، ونبيك الذي أرسلت، فإن مت من ليلتك، فأنت على الفطرة، واجعلهن آخر ماتتكلم به، قال: فرددتها على النبي صلى الله عليه وسلم فلما بلغت: اللّٰهم آمنت بكتابك الذي أنزلت قلت ورسولك قال: لاونبيك الذي أرسلت. (صحيح البخاري، كتاب الوضوء، باب فضل من بات على الوضوء ١/٣٨، ف ٢٤٧، صحيح مسلم، كتاب الذكر والدعاء، باب مايقول عند النوم وأخذ المضجع، النسخة الهندية ٢/٣٤٨، بيت الأفكار رقم: ٢٧١٠) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲/صفر المظفر ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/۵۶۳۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۹/۲/۱۲ھ

بہشتی زیور کے ایک مسئلہ کا حل

سوال [۸۱۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بہشتی زیور کے حصہ دوم نجاست کے پاک کرنے کے طریقہ کے بیان میں لکھا ہے کہ اگر ہاتھ کو کوئی نجس چیز لگ جائے، تو اس کو تین مرتبہ چاٹنے سے ہاتھ پاک ہو جائے گا،

اگر چہ چاٹنا منع ہے اس مسئلہ کو آپ وضاحت سے تحریر فرمادیں، بہشتی زیور میں پانی نہ ملنے وغیرہ کا کوئی عذر بھی تحریر نہیں ہے؛ بلکہ مطلقاً لکھا ہے کہ پاک ہوجائے گا، یہ مسئلہ سمجھ میں نہیں آیا ہے وضاحت مطلوب ہے۔

المستفتی: حاجی عبدالحفیظ شیرکوٹ بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بہشتی زیور میں صرف نقل کیا گیا ہے، یہ مسئلہ درحقیقت فتاوی عالمگیری، قاضیخان اور منیہ میں موجود ہے۔

إذا اصابت النجاسة بعض أعضائه ولحسها بلسانه حتى ذهب أثرها يطهر. (قاضي خان، كتاب الطهارة، فصل في النجاسة التي نصيب الثوب أوالخف أوالبدن، زكريا جديد ١/١٦، وعلى هامش الهندية ١/٢٢، هندية زكريا قديم ١/٤٥، جديد ١/١٠٠)

وكذا يجوز إزالة النجاسة في الجملة باللحس كما إذا أصاب الخمر يده فلحسه ثلاث مرات تطهر (حلبى كبير كتاب الطهارة من الا نجاس مكتبه اشرفيه ص: ١٨٢).

وكذا إذا لحس إصبعه من نجاسة حتى ذهب الأثر–إلى طهر. (شامي كراچى ١/٣٠٩، زكريا ١/٥١٠، كتاب الطهارة، باب الانجاس، حاشية چلپي، كوئٹه ١/٧٠، زكريا ١/١٩٤) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳۰؍شوال المکرّم ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳؍۵۴۸۷)

الأشباہ کی ایک مشکل عبارت کا حل

سوال [۸۱۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ اشباہ کی درج ذیل عبارت کا ترجمہ فرما دیجئے عین نوازش ہوگی۔

ما أو ل ميراث قسم في الإسلام فقل ميراث سعد بن الربيع كذا في المحيط أي رجل قيل له أوص فقال بما أوصي إنما ترثني عمتاك وخالتاك و جدتاك وأختاك وزوجتاك، فقل صحيح تزوج بجدتي رجل مريض أم أمه، وأم أبيه، والمريض متزوج بجدتي الصحيح، كذلك فولدت كل من جدتي الصحيح من المريض بنتين فالبنتان من جدتي الصحيح، أم أمه خالتاه، واللتان من أم أبيه عمتاه، وقد كان أبو المريض متزوجا أم الصحيح ، فولدت بنتين، فهما أختا الصحيح لأمه، والمريض لأبيه، فإذا مات المريض، فلامرأتيه الثمن وهما جدتا الصحيح، ولبناته الثلثان وهن عمتا الصحيح، وخالتاه ولجدتيه السدس وهما امرأتا الصحيح، ولأختيه لأبيه مابقي وهما أختا الصحيح لأمه، والمسئلة تصح من ثمانية وأربعين انتهي والله سبحانه وتعالى أعلم باصواب (الاشباه والنظائر، الفن الرابع، مطبع کراچی ۲/ ۶۹۱/ ۶۹۲)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ترجمہ: اسلام میں سب سے پہلے کس کی میراث تقسیم ہوئی؟ تو کہہ دیجئے: سعد بن الربیع کی میراث جیسا کہ محیط میں ہے، کسی شخص سے کہا گیا کہ اپنے مال کی وصیت کر جاؤ، اس نے کہا کہ کس بات کی وصیت کروں بے شک میرے وارث تمہاری دونوں پھوپھیاں اور دونوں خالائیں تمہاری دونوں دادیاں تمہاری دونوں بہنیں اور تمہاری دونوں بیویاں ہوں گی۔ (اس عبارت کی وضاحت یہ ہے کہ)

کہہ دیجئے کہ ایک صحیح شخص نے ایک مریض شخص کی دو دادیوں سے نکاح کیا، (ان میں سے ایک) مریض کی نانی اور دوسری اس کی دادی ہے اور اس مریض شخص نے اس صحیح شخص کی اسی طرح کی دو دادیوں سے نکاح کیا ہوا تھا تو صحیح شخص کی دونوں دادیوں نے

جومریض کے عقد میں تھیں دودو بیٹیوں کو جنا، تو صحیح شخص کی دادی جواس کی نانی ہے کی دونوں لڑکیاں اس کی خالہ ہوئیں اور جواس کی دادی کی لڑکیاں ہیں وہ اس کی پھوپھیاں ہوئیں، اورمریض شخص کے والد نے صحیح شخص کی والدہ سے نکاح کرر کھا تھا اور اس سے دو لڑکیاں پیدا ہوئیں تو وہ دونوں لڑکیاں صحیح شخص کی ماں شریک (اخیافی) بہنیں ہوئیں اورمریض شخص کی باپ شریک (علاتی) بہنیں ہوئیں، پھرمریض کا انتقال ہوجائے تواس کی دونوں بیویوں کوثمن (آٹھواں) ملے گا اور وہ دونوں لڑکیاں صحیح کی دونوں دادیاں ہوں گی، اورمریض کی چاروں لڑکیوں کو دوثلث ملے گا، اور وہ صحیح کی دو پھوپھیاں اور دوخالا ہوئیں، اورمریض کی دونوں دادیوں کوسدس ملے گا اور وہ دونوں صحیح شخص کی بیویاں ہیں، اورمریض کی باپ شریک دونوں بہنوں کو مابقیہ ملے گا اور وہ دونوں صحیح شخص کی ماں شریک بہنیں ہیں، مسئلہ کی تصحیح ۴۸ سے ہوگی۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴/ربیع الاول ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۹۹۸/۱۰)

بہشتی زیور کے ’’کمین‘‘ لفظ کی وضاحت

سوال [۸۱۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بہشتی زیور کے چھٹے حصے کے ۳۳۵/صفحہ پر حضرت فاطمہ زہرہؓ کے نکاح کے تعلق سے حضرت تھانویؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ کے نکاح کے وقت حضرت رسول ﷺ نے حضرت انسؓ سے کہا کہ اے انس، ابوبکر، عمر، عثمان، طلحہ، زبیر اور ایک جماعت انصار کو بلا لاؤ یہ گئے اور بلا کر لے آئے آپ ﷺ نے نکاح پڑھایا نکاح کے بعد لکھتے ہیں کہ حضرت رسول پاک ﷺ نے خرمے تقسیم کئے، اس کے بعد نہ کنبہ برادری کو کھانا کھلایا نہ

حضرت علیؓ سے کمینوں کا خرچ دلوایا، عرض یہ کہ کیا بارگاہ رسالت میں کمین بھی موجود تھے، اگر تھے تو حضرت تھانویؒ نے کن لوگوں کو کمین لکھا؟

المستفتی: حاجی اسلام قمر دہلی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوال نامہ میں لفظ ”کمینوں“ سے متعلق جو لکھا گیا ہے وہ سائل کی طرف سے درست ہے اور بہشتی زیور میں ایسے ہی لکھا ہوا ہے، سائل کو کمین کے لفظ سے شبہ اور تشویش پیدا ہوئی ہے، اور آج کل کے محاورہ کے اعتبار سے ہر دیکھنے والے کو شبہ اور تشویش پیدا ہوسکتی ہیں؛ لیکن ضرورت ہے کہ کمین کا لفظ کس موقع پر لکھا گیا ہے، اصل میں حقیقت یہ ہے کہ کمین کے بہت سارے معنی ہیں، ان میں سے ایک معنی نوکر چاکر کے ہیں، آج بھی ضلع مظفر نگر اور سہارنپور کے بعض دیہاتوں میں نوکر چاکر کے لئے لفظ کمین بولتے ہیں، اور لغت میں بھی کمین کا ایک معنی نوکر چاکر لکھا ہے۔ (فیروز اللغات: ۱۰۳۲)

حضرت تھانویؒ نے یہی فرمایا ہے کہ گھر میں آکر پڑے رہنے والوں اور نوکر چاکروں کا خرچہ نہیں دلوایا، اور وہاں پر یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ کمین کا وہ معنی مراد ہو، جو ہمارے عام محاورہ میں مشہور ہے، حضور ﷺ کے یہاں جو مسلمان نوکر چاکر ہوتے تھے وہ بھی صحابی رسول ہوتے تھے، ہمارے عام محاورہ میں جس کو کمین کہا جاتا ہے وہ بہشتی زیور کے مذکورہ مقام میں ہرگز مراد نہیں ہے، نہ حضرت تھانویؒ ان کے لئے ایسا لکھ سکتے ہیں اور نہ کسی اور کے لئے اس کی اجازت ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲/ جمادی الثانیہ ۱۴۲۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۳۲۹/۳۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۸/۶/۵ھ

یونٹ ٹرسٹ کمپنی سے متعلق ایضاح المسائل کی ایک عبارت کا حل

سوال [۸۲۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: یونٹ کمپنی ص: ۱۵۹/ ایضاح المسائل ''اس کا نفع متعین نہیں رہتا'' یہ بات حقیقت کے خلاف ہے، ہر سال نفع کی شرح بدلتی رہتی ہے، اس کمپنی کو یونٹوں سے جو رقم حاصل ہوتی ہے، وہ اسے مختلف جگہ لگاتی ہے کچھ حصہ سود پر بھی دیتی ہے، مختلف ذرائع سے جو آمدنی ہوتی ہے، اس کا کچھ حصہ یونٹ کے خریداروں میں بونس کے نام سے تقسیم کرتی ہے، بونس کی رقم ہر سال بدلتی ہے، مزید یہ کہ یہ کمپنی سرکاری ہے اب آپ کیا فرماتے ہیں کہ اس کی آمدنی جائز ہے یا ناجائز؟

المستفتی: خلیل احمد، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نفع متعین رہنے کا مطلب یہ ہے کہ صرف نفع میں شریک رہنا ہے، چاہے کمپنی سال میں یا چھ ماہ میں یا تین ماہ میں نفع کی شرح میں تبدیلی کرتی رہتی ہو، رقم جمع کرنے والا نقصان میں شریک نہیں ہوتا؛ بلکہ صرف نفع میں شریک ہوتا ہے، یہی ہمارا مطلب ہے ہاں؛ البتہ اگر آپ کی معلومات میں کوئی یونٹ کمپنی ایسی ہو جو نقصان میں بھی پوری طرح شریک کرتی ہو، رقم جمع کرنے والے کے راس المال میں بھی کمی آتی ہو اور وہ کمپنی صرف تجارتی کاروبار کرتی ہو تو اس کی تفصیل سے آگاہ فرمائیں۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷/ ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/ ۵۲۳۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۷/ ۴/ ۱۴۱۸ھ

نحو سے متعلق چند سوالات کے جوابات

سوال [۸۲۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ نحوی مسائل کے بارے میں کچھ لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ اسم میں مطلقاً ضمیر مرفوع متصل پوشیدہ نہیں ہوتی ہے، تو ان سے کہا گیا کہ اسماء مشتقہ میں سے اسم فاعل اور اسم مفعول

وصفت مشبہ اوراسم تفضیل کے صیغوں میں جب ان کے فاعل اسم ظاہر مذکور نہ ہوں،توان میں ضمیر مرفوع متصل مستتر ہوتی ہے،تو وہ لوگ اس کو مانتے نہیں ہیں،اور کتاب میں نکال کران کو یہ مسئلہ دکھایا گیا ہے کہ ضمیر مرفوع متصل مستتر ہوتی ہے، مذکورہ چار قسم کے صیغوں میں۔

والمرفوع المتصل يستتر في خمسة مواضع في الغائب و في الغائبة وفي المخاطب الذي في غير الماضي نحو تضرب الخ وفي المضارع المتكلم وفي الصفة نحو ضارب وضاربان الخ ص: ۱۹/ ۲۰، مراح الأرواح اورحاشیہ۴/ ۲۱ راح الارواح میں ہے۔

لعله يريد أن الصفة في الأسماء المشتقة من الأفعال كاسم الفاعل و اسم المفعول وصفة المشبهة أفعل التفضيل على استتار الضمير فيهن إذا لم يكن فاعلها مظهراً و ذلک لأن الصفات لا بدلها من أن يكون جارية على موصوفها؛ لأنها أعراض لاتقوم بنفسها فإذا جرت على الموصوف لابدلها من فاعل مظهر أو مضمر كالفعل فلما لم يذكر بعدها فاعل مظهر علم ان فاعلها مضمر فيها.

کیا یہ کتاب کی عبارت غلط ہے یا ان کا قول غلط ہے، اس کا فیصلہ کن جواب عنایت فرمادیں۔

(۲) پھر مذکورہ قاعدہ کے اعتبار سے جملۂ ذیل کی ترکیب صحیح ہے یانہیں **لاغلام رجل ظريف في الدار** لائے نفی جنس غلام مضاف رجل مضاف الیہ مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر اسم لائے نفی جنس کا ظریف صیغہ صفت ضمیر مستتر ھو اس میں فاعل في حرف جار الدار مجرور دار اپنے مجرور سے مل کر متعلق ہوا ظریف شبہ فعل کا، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ شبھیہ ہو کر خبر ہوا لائے نفی جنس کی لائے نفی جنس اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبر یہ ہوا۔

ترکیب دوم: ظریف خبر اول في حرف جار الدار مجرور جار اپنے مجرور سے مل

کر متعلق ہوا استقر فعل مقدر کا استقر فعل ضمیر ھو اس کا فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبر یہ ہو کر خبر ثانی ہوئی، لائے نفی جنس کی لائے نفی جنس اپنے اسم اور دونوں خبروں سے مل کر جملہ اسمیہ خبر یہ ہوا۔

ترکیب سوم: ظریف موصوف في حرف جار **الدار** مجرور جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق ہوا ثبت فعل مقدر کے ثبت فعل ضمیر **مستتر ھو** فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبر یہ ہو کر صفت ہوئی ظریف موصوف کی موصوف اپنی صفت سے مل کر خبر ہوا، لائے نفی جنس کی، لائے نفی جنس اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبر یہ ہوا۔ مذکورہ تینوں ترکیبیں جملہ بلا کی صحیح ہیں یا نہیں؟ تفصیل کے ساتھ تشفی بخش جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: عبد المنان دارالعلوم گوہاٹی پوسٹ گاڑی گاؤں، گوہاٹی (آسام)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) تمام اسماء مشتقہ فعل کے حکم میں ہوتے ہیں جس طرح فعل کے لئے فاعل کا ہونا لازم ہوتا ہے، اسی طرح ان کا بھی فاعل ہونا لازم ہوتا ہے؛ لہٰذا اگر ان کا فاعل لفظ میں مذکور نہ ہو تو ضمیر پوشیدہ ہوا کرتی ہے اور مراح الارواح کے حاشیہ کی عبارت سے استدلال درست ہے اور اسی جیسی عبارت رضی میں بھی موجود ہے۔

وأما الضمائر المرفوعة في الصفات أعني اسم الفاعل واسم المفعول والصفة المشبهة فلم يبرزوها لأنها غير عريقة في اقتضاء الفاعل بل اقتضاؤها له لمشابهة الفعل الخ (شرح رضی ص:۹، زینی زادہ حاشیہ ۲۱۳)

(۲) تینوں ترکیبیں من وجہ صحیح ہیں؛ لیکن ان میں سے اول ترکیب زیادہ صحیح ہے اور ترکیب ثانی میں بجائے استقر کے مستقر مقدر ماننا بہتر ہے اور ترکیت ثالث بندہ کے نزدیک صحیح نہیں ہے؛ اس لئے کہ ثبت مقدر ماننے کی کوئی وجہ نہیں ہے ہاں؛ البتہ **في الدار** کی مناسبت سے موجود اور مستقر، مقدر ماننا درست ہوسکتا ہے اور جن لوگوں نے ایسے موقع

پر ثابت، ثبت کان، کائن مقدر ماننا ہے ان سے ہم کو اتفاق نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹؍ربیع الثانی ۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/۳۱۴۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۳/۴/۱۹ھ

اسلام شانتی نامی کتاب تقسیم کرنے کا شرعی حکم

سوال [۸۲۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک کتاب اسلام شانتی ہے، یہاں کے مسلم علاقہ میں تقسیم کرنا چاہتے ہیں تو اس کتاب کو کسی بنگالی طالب علم سے ترجمہ کرا کے سن لیں اور جواب دیں۔

المستفتی: محمد شاہنواز، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اسلام شانتی نامی کتاب کا ترجمہ بنگلہ زبان پر واقف طالب علم سے سنا گیا، اس کے اشعار میں بظاہر اسلام کے خلاف کوئی چیز معلوم نہ ہوئی؛ بلکہ یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ اس میں مسلمانوں کو اپنی ذات اور معاشرہ کی اصلاح کی ترغیب اور توجہ دلائی گئی ہے اور ہم سب اپنے معاشرہ کی اصلاح کے محتاج ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹؍جمادی الثانیہ ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/۲۰۸۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۰/۶/۲۹ھ

اردو میں لفظ ابن کا قاعدہ

سوال [۸۲۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ لفظ ابن کے لکھنے کا جو قاعدہ عربی میں ہے، اس قاعدہ کی رعایت اردو میں بھی ضروری ہے یا نہیں؟ مثلاً عربی میں عبداللہ بن عمرو بن العاص لکھا جاتا ہے، یعنی ابن کو بغیر الف کے اسی طرح اردو میں بھی ضروری ہے یا عبداللہ ابن عمرو ابن العاص ہی لکھیں گے۔

المستفتی: محمد مشتاق احمد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: لفظ ابن کا جو قاعدہ عربی میں ہے، اس قاعدہ کی رعایت اردو میں ضروری ہے یا نہیں؟

اس بارے میں احقر کی نظر سے کوئی قاعدہ صراحت سے نہیں گذرا مگر دیکھنے میں آتا ہے کہ علماء اور اہل علم اپنی تحریروں میں عربی قاعدہ کی رعایت سے لکھتے ہیں اور غیر اہل علم عوام میں اس کی رعایت نہیں ہوتی؛ لیکن چونکہ لفظ ابن عربی زبان کا لفظ ہے، جو اردو میں بھی استعمال ہوتا ہے؛ لہٰذا عربی لفظ ہونے کی وجہ سے عربی قاعدہ کی رعایت سے اردو میں بھی بولنا اور لکھنا زبان کی فصاحت کا تقاضہ ہے۔

الا بن إذا وقع بين العلمين المتناسقين يكتب من غير ألف، إلا إذا وقع في مبدأ السطر، ويكون صفة للعلم الأول لا مضافاً إليه، فيكون تابعاله في الإعراب ويسقط التنوين من العلم الأول، إن كان منونا، قال الإمام النووي في شرح الصحيح لمسلم كلمة ابن إذا وقع بين علمين متناسلين يكتب محذوفا الفه وذلك ظاهر، وإذا وقع بين علمين غير متناسلين يكتب ألفه وأمثلته كثيرة، منها: مقداد بن عمرو ابن الأسود، عبد الله بن عمرو ابن أم مكتوم، عبد الله بن أبي ابن سلول، وعبد الله بن مالك ابن بحينة، ومحمد بن على ابن الحنفية، وإسماعيل بن إبراهيم ابن علية، وإسحاق بن إبراهيم ابن راهويه، ومحمد بن يزيد ابن ماجه. (معارف السنن، المكتبة الاشرفية ديو بند ۱/ ۵)

معلوم ہوا کہ جب لفظ ابن شروع میں لکھا جائے گا، تو الف کے ساتھ لکھا جائے گا اور جب ماں کی طرف منسوب کیا جائے یا حقیقی باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف مضاف کیا جائے، تب بھی الف لکھا جائے گا اور جب حقیقی باپ کی طرف منسوب کیا جائے، تو بغیر الف کے لکھا جائے گا، یعنی علمین متناسلین کے درمیان جب ابن آئے گا، تو بغیر الف کے آئے گا، جیسا کہ مذکورہ مثالوں سے واضح ہوتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲؍رجب المرجب ۱۴۲۱ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۵؍۶۸۱۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۳؍۷؍۱۴۲۱ھ

کلمہ طیبہ میں ’’محمدٌ‘‘ اور اذان میں ’’محمداً‘‘ کیوں ہے؟

سوال [۸۲۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کلمہ طیب میں **لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ** اور اذان میں **أشھد أن محمدا رسول اللہ** دال پر دُ داً ہونے کا کیا قاعدہ ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: کلمہ طیبہ میں محمد کے دال پر ضمہ اس لئے ہے کہ وہ مبتدا ہے اور کلمہ شہادت میں محمد کے دال پر نصب اس لئے ہے کہ أن حرف مشبہ بالفعل کا اسم ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱؍محرم الحرام ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳؍۵۵۹۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۱؍۱؍۱۴۱۹ھ

علم الصیغہ کی ایک عبارت کا حل

سوال [۸۲۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ علم الصیغہ ص:۱۰ر پر ہے ”در فعل مضارع بعد اما شرطیہ ھم می آید بطریق خود چوں أما یفعلن“ اورحاشیہ میں ہے، بر مذہب زجاج باوجود اما دخول نون تاکید لازم شود الخ، سوال یہ ہے کہ مذکورہ عبارت میں اما شرطیہ بفتح الہمزہ ہے یا بکسر الہمزہ، علم الصیغہ اردو سے معلوم ہوتا ہے کہ اما بکسر الہمزہ ہے تو کیا اما مضارع پر داخل ہوتا ہے فن صرف کی کسی کتاب میں نہیں مل رہا ہے۔ نیز حاشیہ بھی سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔ وضاحت فرمادیں۔

المستفتی: محمد شمیم مکان نمبر۳/۱۲۰، چوک کا غذیان تاجگنج آگرہ (یوپی)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: علم الصیغہ کے ص:۱۰ر پر بات اصل میں یہ چل رہی ہے کہ فعل مضارع کے اخیر میں نون تاکید داخل کرنے کے لئے اس کے شروع میں لام تاکید داخل کرنا ضروری ہے، جیسے لیفعلن ہاں؛ البتہ کبھی بجائے لام تاکید کے اما بکسر الهمزه بھی داخل کردیا جاتا ہے، جس کو اما شرطیہ مرکب کہا جاتا ہے، یعنی اس کا اصل إن ما یعنی ان شرطیہ اور مازائدہ تاکید کے لئے آتا ہے، جیسا کہ قرآن کریم میں ہے۔

وَاِمَّا نُرِیَنَّکَ بَعْضَ الَّذِیْ نَعِدُهُمْ . [سورة یونس:٤٦]

فَاِمَّا تَرَیِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا . (سورة مریم:٢٦)

مشکل ترکیبوں کاحل ۳۳: معلوم یہ ہوا کہ علم الصیغہ کے جس نسخہ کا حوالہ دیا گیا ہے وہاں پر فتحہ کے ساتھ أما لکھنا یہ کاتب کی غلطی ہے؛ چنانچہ علم الصیغہ کا دوسرا نسخہ جو کتب خانہ اعزازیہ دیوبند سے چھپا ہوا ہے میں صاف إما بکسر الهمزه لکھا ہوا ہے اور رہی أما بفتح الهمزه کی بات تو وہ اسم پر داخل ہوتا ہے، جس کے جواب میں ف آتا ہے، جیسا کہ قرآن کریم میں ہے۔

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتَابَهُ بِیَمِیْنِهِ، فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَسِیْرًا .

(الانشقاق:٨/٧)

فَاَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَا تَقْهَرْ، وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ. [الضحی:١٠/٩]

اور علم الصیغہ کے حاشیہ میں وہ إما یا أما کے بارے میں نہیں بلکہ وہ اختلاف **اما بکسر الھمزہ** کے بعد فعل مضارع میں نون تاکید کے داخل کرنے کے وجوب اور عدم وجوب کے سلسلہ میں ہے؛ چنانچہ زجاج نحوی کے نزدیک إما کے بعد فعل مضارع پر نون تاکید داخل کرنا ضروری ہے اور دیگر نحویوں کے یہاں ضروری نہیں ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶/ربیع الاول ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۷۵۷۲/۳۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۳/۳/۱۶ھ

کیا مصدر کا فعل مذکر ومؤنث دونوں ہوسکتا ہے؟

سوال [۸۲۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ **ولاتصح إطلاق عشرين على ثلثين**. (شرح جامی ص:۲۹/رشیدیہ)

عبارت مذکورہ میں تصح فعل مؤنث ہے، تمام نسخوں میں یہی ہے، اگر یہ صحیح ہے تو پھر إطـــــلاق مذکر اس کا فاعل کیسے ہوسکتا ہے اور اگر مصدر میں تانیث وتذکیر دونوں جائز ہے تو برائے کرم اس مسئلہ کا حوالہ سے جواب دیں کہ کس کتاب میں ہے۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مصدر تانیث وتذکیر واحد، تثنیہ، جمع سب میں برابر طریقے سے استعمال ہوتا ہے؛ کیونکہ اسم جنس ہے۔

إن أصله مصدر ويعتبر الأصل في مثله نحو امراة صرم، ورجلان صرم، ورجال صرم فلا يونث ولايثنى ولايجمع یعنی کسی ایک کے ساتھ خاص نہیں؛ بلکہ سب میں یکساں مستعمل ہے۔ (رضی مطبوعہ بیروت ۱/۴، بحث المفعول المطلق ص:۱۷۲)

وهو مكروه عندهم بالنظر إلى المصدر نفسه؛ لأنه لا يثنى ولا يجمع إذا كان للعدد. (سوال باسوئ، اشرفي ديوبند ٣٣، شرح جامي بحث التميز ص:١٤٧)

نیز مصدر بوقت اضافت مضاف الیہ کے تابع ہوتا ہے، یہاں عشرین جمع صوری ہے

اس لحاظ سے تصحیح اور لفظ اطلاق مذکر اس لحاظ سے یصح بھی جائز ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸/محرم الحرام ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۳/۷۵۴۷)

لفظ ''سبحانہ'' شبہ تانیث کی وجہ سے کیسے غیر منصرف ہے؟

سوال [۸۲۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اللہ تعالیٰ آنخضور کو مع اہل خانہ خیریت سے رکھیں، شاہی مسجد حاضر ہوا تھا، شرف ملاقات سے محروم رہا ضروری بات یہ ہے کہ ''ضیاء النجوم'' شرح سلم العلوم میں سبحانہ کے غیر منصرف ہونے کی ایک شق یہ بھی لکھی ہے کہ علمیت وشبہ تانیث کی وجہ سے غیر منصرف ہو۔ براہ کرم سبحانہ میں شبہ تانیث کو ثابت کردیں، دوسری شق علمیت اور الف نون زائدتان تو سمجھ میں آگئی۔

المستفتی: اعجاز احمد اعظمی دارالعلوم چلہ امروہہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: الف نون زائدتان کے سبب غیر منصرف ہونے میں نحات کا اختلاف ہے، بعض کے نزدیک الف نون زائدتان ہونا سبب منع صرف ہے اور بعض کے نزدیک الف نون کا الف تانیث کے ساتھ مشابہ ہونا سبب منع صرف ہے، یہی قول ثانی زیادہ راجح ہے۔ (شرح جامی: ۵۱)

وللنحاة خلاف في أن سببيتهما؛ لمنع الصرف إما لكونهما مزيدتين وفعيتهما للمزيد عليه، وإما لمشابهتهما؛ لألفي الثانيث والراجح هو القول الثاني.

صاحب ضیاء النجوم حضرت علامہ بلیاویؒ نے سبحانہ کے غیر منصرف ہونے کے سلسلہ میں دو قول کو ذکر فرمایا ہے کہ سبحانہ میں غیر منصرف کے دو سببوں میں سے ایک تو قطعی طور پر

علمیت ہے اور دوسرا سبب کیا ہے، اس میں اختلاف ہے کہ قول راجح کے اعتبار سے علمیت اورالف ونون زائدتان کا الف تانیث کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے اورقول مرجوح کے اعتبار سے علمیت اورخود الف نون زائدتان کی وجہ سے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۰/ذیقعدہ ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۴۸۷/۲۵)

رب کی طرف راجع ضمیر مذکر ہو یا مؤنث

سوال [۸۲۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ **ولایکون متعلقه إلا فعلا ماضیًا**۔ (شرح ماۃ عامل ص:۱۱، رشیدیہ)

رب کا بیان ہے، بالکل ظاہر ہے تمام کتابوں میں رب کا بیان بصورت تانیث ہے؛ لیکن اسی کتاب میں ہ ضمیر مذکر رب کی طرف راجع ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حروف کا استعمال بتذکیر وتانیث کی جائے، برائے کرم کسی کتاب سے مدلل فرمائیں۔ مصباح اللغات کے دیباچہ میں حروف معانی (رب مثلا) اوراگر ضمیر رب کی طرف نہیں ہے تو پھر مرجع کیا ہوسکتا ہے کہ میری سمجھ میں نہ آیا ہو ہم کو تذکیر وتانیث کا پتہ نہیں چلتا ہے براہ کرم دونوں مسئلوں کو کتاب سے مدلل فرمائیں بہت بہت کرم ہوگا۔

المستفتی: اعجاز احمد اعظمی، دارالعلوم چلہ، امروہہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صحیح یہی ہے کہ یہاں ضمیر مؤنث ہی کی ہوتی، اگر تاویل کرتے ہوئے مذکر کو صحیح قرار دیا جائے تو دو تاویل زیادہ مناسب ہیں۔

(۱) رب کے لفظ کے اعتبار سے مذکر صحیح ہے۔

(۲) رب میں دو قول ہیں:

(۱) عند البصر یین حرف جار ہے، تو اس لحاظ سے ضمیر کا مؤنث لانا ضروری ہوگا۔

(۲) عند الکوفیین والاخفش اسم ہے، بمعنی کم اسم کنایہ کے ہے اس لحاظ سے ضمیر کا مذکر لانا اولیٰ ہوگا۔

وهي حرف جر عند البصريين خلافا للكوفيين والأخفش، و إنما حملهم على ارتكاب جعلها حرفا مع أنها في مثل كم في التكثير و لا خلاف في اسميتها الخ (رضي بيروت ٢٣/٢، قديم مطبع لكهنؤ ٤٧٩) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸ /محرم الحرام ۱۴۲۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۷۵/۲۳)

جاوداں کی ضد کیا ہے؟

سوال [۸۲۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جاوداں کی ضد لکھئے گا ایک شاعر تھے ۸/سال قبل ایک مولوی جو معمولی علم رکھتے تھے کے بارے میں کہتے تھے، اگر وہ یہاں ہوتے، تو معلوم ہو جاتا یاد آ گیا لکھ دیا۔

المستفتی: شفیع احمد اعظمی، پوسٹ بکس نمبر ۲۰۲ ۲۸، بحرین

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جاوداں کا معنی اہل لغات نے دائمی اور ابدی اور ہمیشہ رہنے والا لکھا ہے۔ (فیروز اللغات ۳۵۸)

اور اس کی ضد غیر دائمی اور حادث اور فانی وغیرہ ہوگا۔ نیز یہ لکھ تو دیا ہے، لیکن اس سوال کا اصل مقصد خاکسار سمجھ نہیں پایا۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵/ذی الحجہ ۱۴۱۲ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۹۱۶/۲۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۲/۱۲/۵ھ

اہل ذکر سے کون مراد ہیں؟

سوال [۸۳۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اہل ذکر کس کو کہتے ہیں اور اس زمانے میں اہل ذکر کون لوگ ہیں؟

المستفتی: عبداللہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اہل ذکر سے اہل علم ہی مراد ہیں۔ (مستفاد: معارف القرآن ۳۴۴/۵)

نیز اہل الذکر سے بعض مفسرین نے اہل قرآن کو مراد لیا ہے: یعنی جن لوگوں نے قرآن کریم کو اپنا مشغلہ بنا رکھا ہے، ان کو اہل الذکر سے تعبیر کیا گیا ہے، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ وغیرہ کا قول ہے۔ اور امام سلیمان بن بہران الاعمشؒ، امام سفیان بن عیینہؒ اور امام سعید بن جبیر وغیرہ نے اہل الذکر سے اہل کتاب میں سے جن علماء نے اسلام قبول کیا ہے ان کو مراد لیا ہے، جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن سلامؓ اور حضرت سلمان فارسیؓ وغیرہ اور بعض مفسرین نے اہل الذکر سے انبیاء سابقین کو مراد لیا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے:

وقال ابن عباسؓ: أهل الذكر أهل القرآن، وقيل: أهل العلم. (تفسير قرطبي ۷۲/۱۰، سوره نمل:٤٤ کی تفسیر میں)

وقال الأعمش وابن عيينه، وابن جبير: المراد من أسلم منهم كعبد الله بن سلام، وسلمان الفارسي رضي الله عنهما وغيرهما. (تفسير روح المعاني ٢١٧/١٤، تحت سورة النمل: ٤٤)

فاسألوا أهل العلم بالكتب السابقة من اليهود، والنصارىٰ هل أرسل إلى بني اسرائيل موسىٰ، وعيسىٰ وغيرهم من أنبياء بني اسرائيل ومن قبلهم

إبراهيم، ونوحاً، وآدم وغيرهم، فإنهم يشهدون بذلک إن كنتم لاتعلمون. وفي الآية. دليل على وجوب المراجعة إلى العلماء للجهال فيما لايعلمون.
(تفسير مظهري٥/ ٣٤٢، تحت سورة النمل: ٤٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵/ شوال المکرّم ۱۴۰۹ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۵/ ۱۴۳۶)

کل مخلوقات کی تعداد کتنی ہے؟

سوال [۸۱۳۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اللہ کی کل مخلوقات کتنی ہیں، بعض خطیب حضرات ۸۰۰۰۰/ ہزار تک بیان کرتے ہیں؛ جبکہ اکثر علماء اٹھارہ ہزار ہی بیان کرتے ہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: خداوند قدوس کی ہر ایک جنس مخلوق کو ایک عالم کہا جاتا ہے اور اس طریقہ پر ۸۰۰۰۰/ ہزار اور اٹھارہ ہزار دونوں ہی اقوال کتب تفسیر میں موجود ہیں اور بعض لوگوں نے چالیس ہزار کا بھی قول کیا ہے، مگر ان تینوں میں سے اٹھارہ ہزار کا قول زیادہ راجح ہے؛ اسی لئے اکثر علماء اسی کو بیان کرتے ہیں۔ (مستفاد: معارف القرآن، اشرفی قدیم ۱/۲۱)

قال وهب: ثمانية عشر ألف عالم الدنيا عالم منها. (روح البيان ١/ ١٢)

وقال بعض العلماء: كل صنف من أصناف الخلائق عالم فالإنس عالم، والجن عالم، والطير عالم الخ. (روائع البيان ١/ ٢٥)

عن أبي العالية في قوله تعالى: فللّٰه الحمد رب السماوات ورب الأرض رب العلمين. [الجاثية: ٣٦]

قال: الجن عالم، والإنس عالم، وسوى ذلک ثمانية عشر ألف عالم

من الملائكة على الأرض و الأرض لها أربع زوايا كل زاوية أربعة آلاف عالم و خمس مأة عالم خلقهم الله لعبادته. (حلية الأولياء وطبقات الأصفياء ٢/٢١٩)

وقال وهب بن منبه: إن لله عزوجل ثمانية عشر ألف عالم، الدنيا عالم منها. (تفسير قرطبي، دارالكتب العلميه بيروت ١/٩٧، تحت تفسير العلمين، تفسير الخازن دارالمعرفة ١/١٦، الدرالمنثور، دارالكتب العلميه بيروت ١/٣٧، تحت تفسير رب العلمين) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳؍ جمادی الاولی ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/ ۴۰۱۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۳/ ۵/ ۱۴۱۵ھ

''غروب سے قبل نمودار ہونے والی سرخی'' کیا علامات قیامت میں سے ہے؟

سوال [۸۳۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کبھی غروب آفتاب سے پہلے بعد العصر آسمان میں تین سخت قسم کی سرخیاں نمودار ہوتی ہیں کیا یہ قیامت کی علامت ہیں؟

المستفتی: حامد علی، کرلا ممبئی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: غروب آفتاب کے وقت افق پر جو سرخی ہوتی ہے اس کا علامات قیامت میں سے ہونا کسی حدیث یا فقہی جزئیہ میں خاکسار کی نظر سے نہیں گذرا؛ البتہ علامات قیامت میں سے اس کا ثبوت ہے کہ جانب جنوب سے ایک آگ نمودار ہوگی اور وہ آگ ملک شام کی طرف لے جائے گی۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ستخرج نار من حضر موت أو من نحر حضر موت قبل يوم القيامة تحشر الناس، قالوا: يا رسول الله! فما تأمرنا

قال عليكم بالشام (الحديث) (ترمذي، كتاب الفتن، باب لاتقوم الساعة حتى تخرج نار من قبل الحجاز، النسخة الهندية ۲/ ٤٥، دار السلام رقم: ۲۲۱۷، مسند أحمد بن حنبل ۲/ ٦٩، رقم: ٥۳۷٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷/۵/۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/ ۴۰۳۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۷/۵/۱۴۱۵ھ

''ایمان کمزور ہو گئے ذمہ دار کون'' نامی کتاب کی شرعی حیثیت

سوال [۸۳۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کتاب ''ایمان کمزور ہو گئے ذمہ دار کون'' مصنف محمود حسین منصوری محلہ نئ بستی تلوار شاہ بٹوال امروہہ میں عقائد مندرج ہیں اس کتاب کا پڑھنا اور اپنے گھر میں رکھنا شرع کی رو سے کیسا ہے، اس کتاب کے منصف محمود حسین منصوری کے ساتھ کیسے معاملات رکھنے چاہئیں ازروئے شرع کتاب میں درج شدہ عقائد کو ماننے والا مسلمان کہلانے کا مستحق ہے یا نہیں؟ بینوا وتوجروا.

المستفتی: محمد حسین شاہد غوری امروہہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بنام ''ایمان کمزور ہو گئے ذمہ دار کون'' رسالہ دیکھ لیا گیا ہے اس کے متعلق اس سے قبل بھی ایک جواب لکھا جا چکا ہے، مذکورہ کتاب کے اندر بے انتہاء گمراہ کن مضامین ہیں، مصنف خود گمراہ ہو کر مسلمانوں کو اپنے ساتھ گمراہی میں لے کرڈوبنا چاہتا ہے جو شخص خالی الذہن ہے اور پوری شریعت سے واقف نہیں ہے، اس کے لئے اس گمراہ کن کتاب کا مطالعہ ہرگز جائز نہیں اس میں صراحۃً حدیث رسول ﷺ کا انکار کیا گیا ہے، صحیح بخاری میں حضرت انسؓ کی روایت میں منکر نکیر کے سوال و جواب اور قبر کے

اندر عذاب وراحت کا ذکر موجود ہے اور مذکورہ رسالہ میں حدیث بخاری وغیرہ کا مضحکہ بنا کر سخت بے ہودہ انداز میں مذاق اڑایا گیا ہے اور حدیث رسول کی سخت توہین کی گئی ہے اور صحیح بخاری کی حدیث میں سوال منکر نکیر کے ذکر کی سخت بھونڈے طریقہ سے توہین کی ہے عام مسلمانوں کیلئے اس کتاب کو پڑھنا رکھنا ہرگز جائز نہ ہوگا۔ بخاری کی روایت یہ ہے:

عن أنس بن مالك رضـ أنه حدثهم أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: إن العبد إذا وضع في قبره وتولى عنه أصحابه وإنه ليسمع قرع نعالهم، أتاه ملكان فيقعد انه فيقولان ما كنت تقول في الرجل لمحمد، فأما المؤمن فيقول: أشهد أنه عبد الله ورسوله، فيقال له أنظر إلى مقعدك من النار قد أبدلك الله به مقعداً من الجنة. (بخاری شریف، كتاب الجنائز، باب ماجاء في عذاب القبر، النسخة الهندية ١/١٨٣، رقم: ١٣٥٨، ف: ١٣٧٤ صحيح مسلم، كتاب الجنة وصفة نعيمها، النسخة الهندية ٢/٣٨٦، بيت الأفكار رقم: ٢٨٧٠) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵/۱۱/۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/۲۸۷۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۵/۱۱/۱۴۱۲ھ

تیرہویں، چودھویں شب میں چاند کب نکلتا ہے؟

سوال [۸۳۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک اہم ضروری سوال اور مسئلہ یہ ہے کہ ہر ماہ کی چودہ تاریخ عربی میں چاند سورج کے کچھ دیر بعد نکلتا ہے یا ساتھ ہی ساتھ یا آگے پیچھے اور تیرہ تاریخ میں چاند سورج غروب ہونے کے ساتھ نکلتا ہے یا کچھ آگے پیچھے دیر میں۔ یہ قاعدہ کلیہ کیسا ہے چاند کی چودہ تاریخ والا مسئلہ کیا ہے، جس کو پر پو کہا جاتا ہے۔ یعنی چاندنی غروب شمس کے بعد نکلتی ہے، اس

سوال ومسئلہ کا جواب بہت ہی جلد از جلد برائے مہربانی ارسال فرمائیں عین کرم اور مہربانی ہوگی۔

المستفتی: خادم مدرسہ رحمانیہ گوئیاں سیتاپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: کتب شرعیہ میں اس کی کوئی اصل نظر سے گذری نہیں؛ بلکہ اس کا تعلق مشاہدات وتجربات سے ہے اور خاکسار کو اس کا اتفاق نہیں ہوسکا؛ البتہ تجربہ کار اور مشاہدہ سے تعلق رکھنے والوں سے معلوم ہوا کہ جب دن بڑا ہوتا ہے اور رات بہت چھوٹی ہوتی ہے تو تیرہ چودہ تاریخ میں سورج غروب ہونے سے پہلے چاند طلوع ہوجاتا ہے اور جس زمانہ میں رات بہت بڑی ہوتی ہے اور دن بہت چھوٹا ہوتا ہے تو اس زمانہ میں سورج بہت پہلے غروب ہوجاتا ہے اور چاند بعد میں طلوع ہوتا ہے؛ لہٰذا آں جناب سے گذارش ہے کہ موسم کے اعتبار سے جناب والا بھی از خود مشاہدہ فرمائیں تو بہتر ہوگا۔

و غلبة الظن حجة موجبة للعمل. (شامي، قبيل مطلب لاعبرة بقول المؤقنين في الصوم زكريا ۳/ ۳۵٤، كراچی ۲/ ۳۸٦) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵/ ذیقعدہ ۱۴۰۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲۸/۲۳)

ایضاح النوادر کے چند مسائل پر اعتراضات کے جوابات

سوال[۸۳۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جناب والا کی کتاب ’’ایضاح النوادر‘‘ حال ہی میں نظر نواز ہوئی، چند معاملوں میں معلومات کرنی ضروری ہوگئی۔

(۱) کتاب مذکورہ کے حصہ اول میں ص: ۸۷/ پر دار الاسلام دار الحرب اور دار الجمہوریہ پر بحث میں ہندوستان کو آزادی سے قبل دار الامن قرار دیا گیا ہے ص: ۹۵/ لیکن اس نا اہل کی

نظر سے مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کا فتوی کفایت المفتی میں گذر چکا ہے، جس میں آں محترم مرحوم نے ہندوستان کو دارالحرب قرار دیا ہے؛ لیکن آزادی کے بعد غالباً ۱۹۵۰ء میں دارالامن کہا ہے؛ لیکن یہ تو حقیقت ہے کہ مسلمان انگریزی دور حکومت میں نہایت آرام وآسائش کے ساتھ تھا، مگر اب آزادی ہندوستان میں سخت پریشانی میں ہے، بابری مسجد گرادی گئی گئوکشی تعزیری جرم قرار دیا گیا، مسجد بنانے پر سخت پابندی ہے، قربانی نہیں کرنے دی جاتی (جہاں پر اب لوگوں پر قربانی واجب ہوئی ہے) اذان پر ہنگامہ شروع ہوجاتا ہے، پولس اذان دینے کو منع کرتی ہے وغیرہ؛ حالانکہ یہ سب مصیبتیں برطانوی دور کے بعد کے حصہ میں تھیں، رہ گیا یہ مسئلہ کہ مسلمان پارلیمنٹ اور اسمبلیوں میں الیکشن لڑکر جاسکتے ہیں، تو اس کے متعلق یہ گذارش ہے کہ حکومت برطانیہ نے ۱۹۳۵ء میں گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء بنایا تھا، جس کے رو سے ۱۹۳۷ء میں حکومتیں بنی تھیں، حافظ محمد ابراہیم صاحب مرحوم بھی اسی وقت کامیاب ہوکر وزیر بنے تھے اور دیگر حضرات بھی آزادی کے بعد ۱۹۴۷ء سے ہی جو بلوا فساد شروع ہوا ہے وہ ختم ہونے کا نام ہی نہیں لیتا، مجھ ناکارہ کو ۱۹۴۶ء سے ۱۹۵۷ء تک علی گڑھ میں تعلیم کے سلسلہ میں جانا پڑتا تھا شروع میں تو ۴۷-۴۸ء میں یہ عالم تھا کہ سفر میں سخت خطرہ محسوس ہوتا تھا ایسا ڈبہ تلاش کرنا پڑتا تھا، جس میں چند لوگ بیٹھے ہوئے ہوں، اس کے علاوہ حضرت شیخ الاسلام فرمودات مدنی میں ۱۹۳۹ء میں فرمایا تھا کہ میں ہندوستان میں مسلمانوں کا غیر مسلم سے سود لینا ناجائز نہیں سمجھتا؛ لیکن عام جواز کا فتوی اس لئے نہیں دیا جاسکتا کہ جب مسلمان سود لینا شروع کردیں گے تو مسلم اور غیر مسلم کا فرق ختم ہوجائے گا، رہ گیا یہ مسئلہ کہ ہمارے قوانین یہاں پر نافذ ہوتے ہیں تو گذارش ہے کہ شاہ بانو کیس تو بہت مشہور ہے، صحرائی جائیداد میں وراثت کا قانون بالکل الگ ہے، پرسنل لاء کے نفاذ کے لئے ہمارے دارالقضا نہیں ہیں، نہ ان کے فیصلہ کا بالجبر نفاذ ہوسکتا ہے، ان مسائل میں غیر مسلم حاکم کے سامنے جانا ہی پڑتا ہے اور بہت کچھ ہے جو زبانی تو عرض کیا جاسکتا ہے تحریر میں کہاں تک لایا جاسکتا ہے، تو ان حالات میں سوال یہ ہے کہ ہندوستان دارالحرب کیوں نہیں؟

(۲) اس سلسلہ کا دوسرا سوال یہ ہے کہ دارالامن اور دارالجمہوریہ کی اصطلاحیں سب سے پہلے کب اور کہاں آئیں اور یہ شرعاً کیوں قابل پابندی ہیں۔

دوسرا مسئلہ حصہ دوئم میں ص:۱۵ پر ص:۱۸ تک عشر اور عشیر کا ہے ہندوستان میں خاص طور سے صوبہ یوپی میں قانون خاتمہ زمینداری نافذ ہونے پر ہر آراضی زمین و باغات وغیرہ پر ملکیت سرکار کی ہوگئی؛ لیکن سرکار نے اپنی طرف سے ان ہی قابضان کو عطا کردی جو قابض تھے، ان کو بیع کے اختیارات تو ہیں مگر رہن کے نہیں اور بھی شرائط ہیں، مگر ہر زمین پر لگان ہے (جو چھوٹی زمین ہیں ان پر لگان معاف ہوگیا ہے)

(۳) تو سوال یہ ہے کہ باغات پر اور زمینوں پر لگان بھی دیا جاتا ہے تو کیا وہ خراجی زمین نہیں مانی جائیں گی، اگر مانی جائیں گی تو کیا پھر بھی عشر اور عشیر دینا ہوگا، اگر خراجی نہ مانی جائیں گی اور عشر و عشیر دینا ہوگا تو مسلمانوں پر دوسرا ٹیکس نافذ نہ ہوگا۔

تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ حصہ دوئم میں ص:۱۰۲ سے **المرأۃ کا لقاضی** پر بحث کی گئی ہے ص:۱۰۵/ دوسری اور تیسری سطر میں صرف ایک عادل گواہ کی گواہی سے عورت کو تین طلاق ہونے کے یقین کی بابت کہا ہے گویا عورت کو صرف ایک ہی عادل گواہ پر بھروسہ کرلینا چاہئے، مگر سطر میں قاضی کی عدالت میں دو شرعی گواہوں کی موجودگی لازم بتائی گئی ہے، تو سوال یہ ہے، اگر ایک ہی عادل شخص کے اطلاع دینے پر عورت تین طلاق کا یقین کرسکتی ہے تو اس کے اسی عادل گواہ پر قاضی کیوں اعتبار نہ کرے گا۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ قرون اولی میں تو سب ہی مسلمان شرعی داڑھی وغیرہ رکھتے تھے؛ اس لئے گواہ ملنے مشکل نہ تھے مگر اس قرن پر آشوب میں تو شرعی گواہ اتفاق سے ہی ملیں گے اور سعودی عرب، شام، فلسطین وغیرہ ممالک میں تو غالبا سوائے علماء اور ائمہ مساجد وغیرہ کے پوری داڑھی والا ملنا ہی مشکل ہے تو کیا وہاں بغیر شرعی گواہ کے کسی کو بھی سزا نہیں دی جاسکتی اور اگر دی جارہی ہے تو یہ کہاں شرعا جائز ہے، ہندوستان میں مظلوم عورت دو شرعی گواہ کہاں سے لائے۔

ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ نکاح کے لئے شرعی گواہ کی ضرورت نہیں داڑھی منڈے یا ریش تراشیدہ ہوں سب چلتے ہیں، ایسی حالت میں تو نکاح بھی جائز نہ ہوگا اور اگر ایسے گواہوں سے نکاح جائز ہے تو طلاق کے لئے وہ معتبر کیوں نہیں؟ اسی ضمن میں ایک مسئلہ اور پیدا ہوتا ہے کہ عورت کو طلاق ثلثہ ہوئے دو تین سال ہوگئے تو کیا پھر بھی عدت گذارنی ضروری ہے؟ گذارش ہے جواب سے نوازکر میری الجھن کو دور فرمائیں۔

جناب والا سے نیاز حاصل ہوا، آپ سے غالباً درست اوقات میں کچھ افہام وتفہیم ہوا، مگر کسی مسئلہ پر اس خاکسار نے کتاب کا حوالہ جات طلب کیا تو غالباً آپ کو ناگواری ہوئی، آپ نے دریافت فرمایا کہ آپ نے عربی پڑھی ہے؟ میرے انکار پر ارشاد عالی ہوا کہ ہم ایسے لوگوں کو حوالہ جات نہیں دے سکتے، اسی نشست میں جناب والا نے ایک حدیث شوہر کے پھندے جیسے ہونے کی سنائی؛ چونکہ پہلے سے وہ حدیث مسلم میں نہیں تھی؛ اس لئے از راہ تجسس بخاری شریف نکلوائی معلوم ہوا کہ اس حدیث شریف کا سیاق وسباق دوسرا تھا اور جناب والا نے حدیث بھی آدھی سنائی، مجھ غریب کے معلومات کرنے پر اور حضرت شیخ الاسلامؒ کا واقعہ بیگم عزیز گل کا سنانے پر میری علم کی پیاس نہیں بجھائی۔

تعلیم جہاں تک عربی کا سوال ہے، تو اللہ تعالیٰ میری ناقص رائے میں اردو، ہندی، عربی، فارسی اور انگریزی وغیرہ دنیا کی تمام زبانیں جانتا وسمجھتا ہے اور کسی زبان میں دعا مانگی جائے اپنی رحمت سے قبول بھی کرتا ہے۔ اب تو تمام فتاوی اور حدیث کی تقریبا سب ہی کتابوں کا اردو میں ترجمہ ہوگیا ہے، تو اگر صرف عربی میں ہی سمجھنا اور سمجھایا جاسکتا ہے، تو پھر اردو، ہندی تراجم تو تحصیل حاصل ہیں اور تضیع اوقات کے علاوہ کچھ نہیں۔ میں نے اپنے کلرک کے ہاتھ عریضہ ارسال کیا، کچھ سمجھنا چاہتا تھا تو جناب والا نے جواب تو نہ دیا؛ البتہ کلرک سے زبانی یہ فرمایا کہ سمجھنے نہیں؛ بلکہ اپنی بات منوانے آئے تھے۔ خیر آپ یوں ہی سمجھ لیں؛ لیکن قبلہ میرے دماغ میں اگر غلط بات تھی، تو اس کی تصحیح کرنی غالباً آپ کے لئے ضروری تھی، اب اگر میں اپنی کوتاہ فہمی سے اپنی ہی بات کو درست سمجھتا رہوں اور گناہ میں مبتلا رہوں تو ذمہ

دار آپ ہوں گے۔ میں تو اتنا جانتا ہوں کہ آقائے دو عالم ﷺ سے صحابہؓ عجیب عجیب سوال کرتے معلومات کرتے مگر رحمت عالم ﷺ ہر کسی سے خندہ پیشانی سے جواب دیتے اور دین سمجھاتے تھے، ورنہ ہم تک دین کیسے آتا؟ قبلہ آپ تو نائب رسول ﷺ ہیں، اگر ہم جیسے بے علم آپ سے معلومات نہ کریں گے، تو آپ کے علم سے ہم کو کیا فائدہ؟ پھر سوالات بھیج رہا ہوں، زبانی عرض کرنے کی تو ہمت نہیں اور پوری بات تحریر میں آ نہیں سکتی مختصراً ہی عرض ہے، اگر جوابات سے نوازدیں تو عنایت ہوگی۔

یہ اشکال جناب والا کی کتاب ایضاح النوادر سے ذہن میں ابھرے ہیں، کتاب میں نے شاہی کے ختم بخاری کے موقع پر خریدی تھی، آپ سے بھی دارالطلبہ کی مسجد میں روا روی میں ملاقات ہوئی تھی۔

المستفتی: خالد حسینی، ایڈوکیٹ سنبھل (یوپی)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آپ کی تحقیق آپ کو مبارک ہو۔

الحمدللّٰہ ایضاح النوادر کی پوری تحقیق صحیح اور درست ہے۔ نیز انعقاد نکاح کے لئے شرعی گواہ لازم نہیں؛ بلکہ فاسق بھی نکاح میں گواہ بن سکتا ہے، مگر ثبوت طلاق کے لئے شرعی گواہ لازم ہے، طلاق ثلثہ کے بعد جب دو تین سال گذر گئے تو مزید عدت کی ضرورت نہیں؛ بلکہ عدت طلاق کے وقت سے تین حیض گذرنے پر ختم ہوگئی ہے، اگر آپ کو شریعت کے اسرار وحکم اور دلائل اور اعتراضات وجوابات پر واقف ہونے کا ارادہ ہے تو دس سال لگا کر علوم شرعیہ پر پورا عبور حاصل کریں۔ نیز اردو میں فتاوی کیوں ہیں وہ بھی اسی وقت معلوم ہوجائے گا۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷/صفر المظفر ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۵۱۶۸/۳۳)

کیا تقویۃ الایمان حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی کتاب ہے؟

سوال [۸۳۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بریلوی کا کہنا ہے کہ دیو بندی مسلک کے بہت بڑے عالم رشید احمد گنگوہیؒ نے اپنی کتاب تقویۃ الایمان میں یہ مسئلہ تحریر فرمایا ہے کہ اگر نماز میں حضور اکرم ﷺ کا خیال آجائے، تو نماز فاسد ہو جاتی ہے، تو کیا یقیناً کوئی مسئلہ ایسا ان کی کتاب میں ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہے تو پرسکون جواب تحریر فرمائیں اور تقویت الایمان کی پوری اور صحیح عبارت تحریر فرمائیں عین نوازش ہوگی۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی کوئی کتاب بنام تقویۃ الایمان نہیں، اگر کوئی دعویٰ کرے تو اس سے عبارت کتاب صفحہ ومطبع تحریر کروا کر لے لینا۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹؍صفر المظفر ۱۴۱۸ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۳/۵۰۰۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۹/۲/۱۴۱۸ھ

(۴) باب ما يتعلق بتعليم النساء

مدرسۃ البنات کا شرعی حکم

سوال [۸۳۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مدرسۃ البنات قائم کر کے اس میں لڑکیوں کو تعلیم دینا اور علم دین سیکھنا شریعت کی روشنی میں جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہیں ہے تو پھر لڑکیوں کو علم دین سکھانے کی کیا صورت ہوگی؟ اور عدم جواز کی کیا وجہ ہے اور اگر جائز ہے؟ تو پھر کس شرط کے ساتھ اگر حضور ﷺ کے زمانے میں یا اس کے بعد کوئی نظیر ہو تو اس کو بھی تحریر فرمائیں۔

المستفتی: صدیق اللہ مدنا پوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حدیث شریف میں ہے کہ علم دین کا سیکھنا ہر مسلمان مرد وعورت پر فرض ہے۔

طلب العلم فريضة على كل مسلم. (سنن ابن ماجه، مقدمه، باب فضل العلماء والحث على طلب العلم، النسخة الهندية، ص:۲۰، دار السلام رقم:۲۲٤، مسند البزار، مكتبة العلوم والحكم ۲٤٠/۱۳، رقم:٦٧٤٦، ٤٥/١٤، رقم:١٤٧٨، المعجم الأوسط، دارالفكر ٧/١، رقم:٧٩، مشكوٰة شريف ٣٤/١)

حضور ﷺ، صحابہؓ اور تابعینؒ کے زمانے میں موجودہ طرز پر باقاعدہ مدرسہ نہیں تھا؛ بلکہ انفرادی اور اجتماعی انداز سے درس وتدریس کا دور دورہ رہا ہے، حضرت عائشہؓ کا درس بہت مشہور ہے، ان سے بہت سی لڑکیوں نے حدیث کی تعلیم حاصل کی ہے، عمرۃ بنت عبدالرحمٰن ان کی تلامذات میں سے ہیں۔

عمرة بنت عبدالرحمن بن سعد بن زرارة، وكانت في حجر عائشة أم المؤمنين وربتها وروت عنها كثيرا من حديثها وعن غيرها.

(اكمال في اسماء الرجال لصاحب المشكوٰة ۲/۲ ۶۱)

لہٰذا کوئی مدرسہ قائم کر کے اس میں صرف لڑکیوں کو تعلیم دی جائے اور لڑکیاں اگر بالغ ہیں یا قریب البلوغ ہیں تو پردہ کے اہتمام کے ساتھ مدرسہ جائیں اور حدود شرع سے تجاوز نہ کریں اور لڑکوں سے اختلاط نہ کریں اور کسی قسم کے فتنہ اور برائی کا اندیشہ نہ ہو تو جائز اور درست ہے۔

(مستفاد: فتاوی محمودیہ قدیم ۱۴/۱۷ اجدید ڈابھیل ۳/۷۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰/محرم الحرام ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/۴۶۲۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۰/۱/۱۴۱۷ھ

لڑکیوں کا دارالاقامہ میں رہ کر تعلیم حاصل کرنے کا شرعی حکم

سوال [۸۳۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید اپنی بچیوں کو دینی تعلیم دلانا چاہتا ہے، زید کے شہر میں کئی مدرسے ہیں۔

الف: ایک مدرسہ ایسا ہے: کہ جس کے دارالاقامہ میں بچیاں رہتی ہیں اور پردہ کا بھی کافی حد تک انتظام ہے، کچھ معلمات شادی شدہ ہیں اور ان کی رہائش کا انتظام مع اپنے شوہروں کے اسی منزل میں ہے، جس میں طالبات رہتی ہیں اور طالبات ان کے شوہروں کو بھائی جان کہتی ہیں۔

ب: دوسرا مدرسہ ایسا ہے: جس میں طالبات شہر کے مختلف محلوں سے پردہ کے ساتھ آتی ہیں، جس کی مسافت تقریباً آدھ ایک کیلومیٹر ہے اور کچھ بچیاں بغیر پردہ بھی آیا جایا کرتی ہیں۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید اپنی بچیوں کو عالمہ بنانا چاہتا ہے، زید کا اپنی بچیوں

کو عالمہ بنانا کیسا ہے؟ اگر صحیح ہے تو مذکورہ دونوں مدرسوں میں سے تعلیم دلانے کے لئے کس مدرسہ کا انتخاب کرے؟

المستفتی: محمد دانش شریف نگر، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: لڑکیوں کے مدارس کے بارے میں شروع میں یہ سمجھا جا رہا تھا کہ کالج اور اسکولوں کے حیا سوز ماحول سے لڑکیوں کو نکال کر دینی ماحول میں وقت گذارنے کا نظم کیا جائے؛ لیکن تجربہ سے اس کے برعکس ثابت ہوا، اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ ان مدارس میں صاحب نسبت ولی صفت عورتیں معلمات کی حیثیت سے بہت ہی کم ہیں، جو حضرات اکابر اور مشائخ و بزرگوں کے طور وطریق پر عمل پیرا ہو کر بچیوں کو تربیت بھی دیتیں اور قرآن وحدیث کے مطابق اپنی زندگی کو بھی اتار دیتیں، تہجد اور إنابت إلی اللہ اور سحر گاہی عبادت، اللہ کے دربار میں گریہ وزاری خود بھی کرتیں اور ماحول کی لڑکیوں کو بھی تربیت دے کر قرآن وحدیث کی عامل بناتیں، مگر ان مدارس میں ایسی عورتیں بہت کم ہیں، جب ایسی صورت حال ہے تو علماء کو ان مدارس کے بارے میں خاموشی اختیار کرنی پڑ رہی ہے، کسی قسم کا مشورہ دینے کا ارادہ نہیں رکھتے؛ اس لئے ہم اس بارے میں کوئی مشورہ نہیں دے سکتے، باقی آپ کو اختیار ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶ ؍ جمادی الثانیہ ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/۷۷۰۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۶/۶/۱۴۲۳ھ

مدرسۃ البنات اور عمر رسیدہ عورتوں کے گشت کا حکم

سوال [۸۳۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہماری عورتیں میں فی صدی ۹۶ ؍ عورتیں دین سے بالکل ناواقف ہیں؛ لہٰذا

بخاری شریف ۱/۲۰ پر فوعد هن یوما......فیه فوعظهن ازاول الخ حدیث شریف کے مفہوم سے اگر مدرسہ تعلیم النساء قائم کرکے ہفتہ میں دو دن پردہ چہار دیواری کے اندر عورتوں کے ذریعہ ان عمر رسیدہ شادی شدہ بالغہ عورتوں کو ایمان وعقائد پاک ناپاک، وضو، غسل اورمایجوز به الصلوة کی تعلیم دی جائے تو کیا جائز ہوگا یانہیں؟

(۲) اگر اپنے گھر ومحلّہ میں دینی تعلیم کی کوئی صورت نہیں، تو مذکورہ تعلیم گاہ جانے کے لئے شوہر اور باپ کو اجازت دینا چاہئے یانہیں؟

(۳) عورتیں بلامحرم تعلیم دین کے لئے کتنی دور تک جاسکتی ہیں؟

(۴) عمر رسیدہ عورتیں برائے تحصیل علم گشت کرسکتی ہیں یانہیں؟

المستفتی: بہاؤالدین قاسمی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) عقائد، ایمان، پاکی، ناپاکی، وضو، نماز، روزہ وغیرہ کی تعلیم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد عورت پر فرض ہے؛ لہٰذا خوب اچھی طرح پردہ کی رعایت باقی رکھتے ہوئے عورتوں کو مذکورہ طریقہ سے دینی تعلیم دینا جائز اور درست ہے۔

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم طلب العلم فریضة علی کل مسلم. (سنن بن ماجه، مقدمه، باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم، النسخة الهندیة ص: ۲۰، دار السلام رقم: ۲۲٤، مسند البزار، مکتبة العلوم والحکم ۱۳/ ۲٤۰، رقم: ٦٧٤٥، ١٤/ ٤٥، رقم: ٧٤٧٨، المعجم الأوسط، دار الفکر ١/٧، رقم: ٩، مشکوة شریف ١/ ٣٤)

(۲) دن میں جاکر دن ہی میں واپس آجائے تو اجازت دیدینی چاہئے؛ اس لئے کہ یہ تعلیم فرض ہے۔

اعلم أن تعلم العلم یکون فرض عین الخ. (شامی، مقدمه، زکریا ١/ ١٢٥، کراچی ١/ ٤٢)

(۳) بلامحرم آج کے زمانہ میں میل دومیل کے فاصلہ پر جانا بھی خطرہ سے خالی نہیں ہے؛ لہٰذا اگر دوایک محلوں کے اندر اندر ہے، تو بلامحرم دودو تین تین عورتیں مل کر جائیں تو گنجائش ہے اور اگر کافی دور ہے تو بلامحرم جائز نہیں ہے۔

(۴) باقاعدہ ہر ہر گھر میں جاکر گشت کرنے میں مردوں کی نگاہوں سے محفوظ نہیں رہ سکتی؛ اس لئے اس کے لئے بہتر شکل یہ ہے کہ کسی ایک مقام پر ساری عورتوں کے جمع ہو جانے کی اطلاع دے دیں اور سب عورتیں حفاظت کے ساتھ اس مقام میں جمع ہو جائیں اور اسی موقع پر جو دعوت وتبلیغ کی بات کرنی ہے کرلیں، جیسا کہ آج کل تبلیغی جماعت کی طرف سے عورتوں کو ترغیب دی جاتی ہے اور اس میں قافلہ بندی کے ساتھ عورتوں کا گشت نہیں ہوتا ہے، ورنہ **وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ.** [النور: ۳۱] کی مخالفت لازم آئے گی۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶/ربیع الاول ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/۳۹۴۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۵/۳/۲۶ھ

لڑکیوں کے مدرسہ سے متعلق کچھ سوالات وجوابات

سوال [۸۴۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ فی الحال صوبہ منی پور میں جابجا بالغہ عورتوں کی تعلیم کے لئے بہت سے مدارس قائم کئے جارہے ہیں۔

(۱) بعض بغیر دار الاقامہ کے۔

(۲) بعض دار الاقامہ کے ساتھ۔

(۳) بعض حضرات نے تو دار الیتامیٰ للبنات نام رکھا اور داخلہ کے وقت چند یتیمہ لڑکیوں کے ساتھ بہت سی بالغہ عورتوں کو داخلہ کرکے دار الاقامہ میں رکھا۔

(۴) سب جگہوں میں مہتمم، مدرسین ودیگر ملازمین مولانا لوگ ہوتے ہیں، جن کو ورثۃ الانبیاء ہونے کا فخر حاصل ہے، اوران لوگون کے لئے یہ عورتیں اجنبی نامحرم ہوتی ہیں۔

(۵) ہر مدرسہ میں یہ سب مرد اور عورتیں بے حجابانہ اپنے اپنے گھر کے محرم لوگوں کی طرح بے تکلفی سے رہتے ہیں، تعلیم کی صورت یہ ہوتی ہے کہ یہ عورتیں اور اساتذہ جو مولانا لوگ ہیں، سب روبرو بیٹھاتے ہیں اور مولانا لوگ ان کو حیض، نفاس، صحبت وطی، دخول وانزال، غسل، تیمّم کے مسائل پڑھاتے ہیں، جبکہ مردوں کا مردوں سے پڑھنے میں بھی شرم و حیا نگاہیں ملانے نہیں دیتی۔

(٦) ان مدارس کے لئے مسلمانوں سے امداد، صدقۂ فطر اور زکوۃ وغیرہ صدقات واجبہ مانگی جاتی ہے۔

اب دریافت یہ کرنا ہے کہ کیا شریعت مطہرہ نے اس طرح بالغہ عورتوں کے لئے مدارس قائم کرکے اجنبی مردوں کا ان کو بے حجابانہ تعلیم دینے اور نامحرم مرد اور عورت کا بے تکلفی سے رہنے کی اجازت دی ہے؟

الف: کیا شریعت مطہرہ نے اجنبی نامحرم عورتوں کو تعلیم کے نام سے قریب سے یا بعید سے دارالاقامہ میں جمع کرکے رکھنے اوران کی نگرانی کے لئے مردوں کو مقرر کرنے کی اجازت دی ہے؟

ب: جن لوگوں نے اپنی اپنی بیٹیوں اور بہنوں کو قریب سے ہو یا بعید مسافت سے اجنبی مردوں کے پاس بھیج کر پورے طور پر سپرد کررکھا ہے، شریعت میں ان کا کیا حکم ہے؟

ج: ان مدارس کو جان و مال سے امداد دینے والوں کو ثواب ملے گا یا گنہگار ہوں گے؟

د: زکوۃ، صدقۂ فطر، چرم قربانی اور دیگر صدقات واجبہ دینے سے ادا ہوگا یا نہیں؟

المستفتی: عبداللہ، منی پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) لڑکیوں کے ایسے مدارس جہاں اجنبی مرد بغیر

پردے کے تعلیم دیتے ہوں اور بالغ مرد وعورت بے تکلفی سے رہتے ہوں، قطعاً ناجائز اورحرام ہے، ایسے مدارس دین وشریعت کے لئے مفید ہونے کے بجائے مضر اور فتنے کا باعث ہوں گے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ ۱۵/۲۷۱)

(۲) لڑکیوں کا ایک جگہ دار الاقامہ میں اکٹھا ہوکر رہنا ہی فتنہ کا باعث ہے اوران لڑکیوں پر اجنبی مردوں کونگرانی کے لئے مقرر کرنا جائز نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ ۱۴/۳۹۶، احسن الفتاوی ۸/۶۱)

(۳) ایسی جگہوں پر جہاں شریعت کی خلاف ورزی ہوتی ہے، قریب یا دور اجنبی مردوں کی نگرانی میں اپنی بہنوں اور بیٹیوں کوتعلیم کے لئے بھیجنا قطعاً جائز نہیں ہے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: المرأة عورة، فإذا خرجت استشرفها الشيطان. (مشكاة ٢٦٩)

وصوتها عورة. (شامي زكريا ٢/٧٩)

(۴) ایسے مدارس جہاں خلاف شرع امورانجام پاتے ہوں، وہاں دینے سے ثواب نہیں ملے گا؛ بلکہ گناہ کا باعث ہوسکتا ہے۔

وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ . [المائده: ٢]

(۵) لڑکیوں کے مدارس میں عمومی طور پر ان کے کھانے اور دیگر اخراجات کی فیس لیجاتی ہے؛ لہٰذا جن مدارس میں طالبات سے اخراجات کی فیس لیجاتی ہے، ان مدارس میں زکوۃ کا مصرف نہیں ہوتا ہے اور یہ معلوم ہوا ہے کہ لڑکیوں کے بعض مدارس میں یہ طرز عمل جاری کیا گیا ہے کہ چندگنی چنی لڑکیوں کو سفارشی امداد من جانب مدرسہ دی جاتی ہے اورعمومی طور پر اکثر لڑکیوں سے فیس لی جاتی ہے، ایسے مدارس بھی درحقیقت زکوۃ کے مصرف نہیں ہیں؛ اس لئے ایسے مدارس کو زکوۃ اور صدقات واجبہ کا پیسہ براہ راست مدرسہ کو دینے کے ان لڑکیوں کو دینا زیادہ بہتر ہے، جو مستحق زکوۃ ہیں؛ کیونکہ ان مدارس کا اصل طریقہ فیس لینے کا ہے؛

اس لئے ضمنی امداد کو اصل قرار نہیں دیا جاسکتا؛ لہٰذا ہر سرمایہ دار پیسہ دیتے وقت یہ سوچ لیا کریں کہ ہماری زکوۃ کا پیسہ کہاں جارہا ہے۔

ویشترط أن یکون الصرف تملیکا لا إباحۃ کما مر، لایصرف إلی بناء. وفي الشامیۃ: فلا یکفی فیھا الإطعام إلا بطریق التملیک، ولو أطعمہ عندہ ناویًا الزکوۃ لاتکفی. (شامي زکریا۳/ ۲۹۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۲؍شعبان المعظم ۱۴۲۵ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۷/۸۵۱۳)	۱۴۲۵/۸/۲ھ

مدرسۃ البنات میں مدرس کا پڑھانا کیسا ہے؟

سوال [۸۴۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مدرسۃ البنات میں کوئی مرد استاذ پڑھا سکتا ہے؟ اور لڑکیوں کو پڑھانے کی صحیح صورت کیا ہوسکتی ہے، جس سے شریعت کے حدود سے نکلنا لازم نہ آئے؟

المستفتی: محمد رجب علی آسامی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر مدرسۃ البنات میں پردہ وغیرہ کی مکمل رعایت کے ساتھ کوئی مرد استاذ لڑکیوں کو پڑھائے، تو یہ شرعاً جائز ہے؛ تاہم بعض مفاسد کی بناپر مرد حضرات کا لڑکیوں کو پڑھانا مناسب نہیں، اگر معلمات دستیاب ہوں تو انہیں ہی ترجیح دی جائے۔

قُلْ لِلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ ...... وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ. (سورۃ نور: ۳۰- ۳۱)

عن أبي سعید الخدریؓ قال: قال النساء للنبي صلی اللہ علیہ وسلم غلبنا علیک الرجال، فاجعل لنا یوما من نفسک فوعدھن یوما لقیھن فیہ

فوعظهن و أمر هن. (بخاری، کتاب العلم، باب هل يجعل للنساء يوم على حدة في العلم، النسخة الهندية ۱/ ۲۰، رقم: ۱۰۱)

عن أمه مولاة عائشة قالت: كان النساء يبعثن إلى عائشة بالدرجة فيها الكرسف فيه الصفرة من دم الحيض يسئالنها عن الصلوة، فتقول لهن لا تعجلن؛ حتى ترين القصة البيضاء. (مؤطا مالك، كتاب الطهارة، باب طهر الحائض ۲۰، رقم: ۹۷، صحيح البخاري، تحت ترجمة الباب، كتاب الحيض، باب اقبال المحيض و إدباره ۱/ ٤٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲ر صفر المظفر ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۸۷۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۱/۲/۲ھ

کیا دورحاضر میں لڑکیوں کو تعلیم دلانا ضروری ہے؟

سوال [۸۴۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ لڑکیوں کو کون سی تعلیم دلائی جائے، وہ تعلیم جس میں صرف پڑھائی ہو یا وہ بھی جس میں پڑھائی اور لکھائی دونوں ہو، قرآن اور حدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں اور دورحاضر پر بھی غور فرمائیں۔

المستفتی: انوار الدین، قاضی پورہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: لڑکیوں کو بقدر ضرورت پڑھائی لکھائی دونوں طرح کی تعلیم دلانا جائز ہے؛ البتہ موجودہ طرز پر اسکول کالج میں بھیجنا جائز نہیں ہے۔

طلب العلم فريضة على كل مسلم و مسلمة. (الدرر المنشتره في الأحاديث المشتره حرف الطاء ۱/ ۱٤۱، رقم: ۲۸۳)

طلب العلم فريضة على كل مسلم...... أي و مسلمة، كما في رواية.

(مرقاة، بيان طلب العلم فريضة على كل مسلم امداديه ملتان ١/ ٢٨٤)

قال العلامة إبن حجر المكيؒ: اعلم أن النهي من تعليم النساء للكتابة لاينافي طلب العلم لتعلمهن، القرآن و الآداب؛ لأن في هذه مصالح عامة من غير خشية مفاسد تتولد عليها بخلاف الكتابة، فإنه وإن كان فيها مصالح إلا أن فيها خشية مفسدة، ودرء المفاسد مقدم على جلب المصالح. (الفتاوى الحديثيه، ١/ ٦٢)

اعلم أن تعلم العلم يكون فرض عين وهو بقدر مايحتاج إليه العبد في إقامة دينه و إخلاص عمله لله تعالى ومعاشرة عباده و فرض على كل مكلف و مكلفة. (شامى، مقدمه، زكريا ١/ ١٢٥، كراچى ١/ ٤٢) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰ رشوال المکرّم ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۴۴۸/۲۵)

ان کالجوں میں علوم دنیوی حاصل کرنا جن میں مخلوط تعلیم ہوتی ہے

سوال [۸۴۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ آج کل دنیوی تعلیمی اداروں میں مخلوط تعلیم (Co-Education) کا رواج بڑھ رہا ہے، بالغ لڑکے اورلڑکیاں ایک ساتھ ایک ہی درس گاہ (Class Room) میں بیٹھ کر دنیوی تعلیم وفنون حاصل کرتی ہیں، اس مخلوط اجتماع کے مفاسد وخرابیاں اس قدر ہیں کہ اکثر وبیشتر حرام کاری اور قتل کے بھیانک حادثات پیش آتے ہیں اور کبھی معاذ اللہ ارتداد تک کی نوبت آجاتی ہے؛ لہٰذا اس سلسلے میں چند سوالات پیش خدمت ہیں۔

(۱) اسلام میں مخلوط تعلیم کی اجازت ہے یا نہیں؟

(۲) ایسے کالجوں اور یونیورسٹیوں میں جہاں مخلوط تعلیم ہوتی ہے، دنیوی تعلیم حاصل کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) بعض لوگ مخلوط تعلیمی نظام کو وقت کی ضرورت بتاتے ہیں اور اس طرح کی تعلیمی نظام کے قائل؛ بلکہ پرچاری بھی ہیں، ان کا خیال شرعًا درست ہے یا نہیں؟

(۴) جو لوگ مخلوط تعلیم کے خلاف ہیں، انہیں دقیانوس اور بنیاد پرست کا طعنہ دیا جاتا ہے، کیا یہ بنیاد پرستی ہے؟

براہ کرم قرآن وحدیث اور اسلاف کی پاکیزہ روایات کی روشنی میں مدلل ومفصل جواب مرحمت فرما کر ممنون ومشکور فرمائیں۔

المستفتی: مجلس تحفظ شریعت، آمبور، تلمناڈ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مخلوط تعلیمی نظام جس میں بالغ لڑکے اور لڑکیوں کے درمیان اختلاط کا موقع پیدا ہوتا ہے شرعًا ناجائز ہے، ایسے مخلوط اداروں میں تعلیم حاصل کرنا فتنہ سے خالی نہیں؛ لہٰذا اس سے گریز کرنا لازم ہے، خاص طور سے ایسے اختلاط کے ماحول سے لڑکیوں کو دور رکھنا نہایت ضروری ہے اور زمانہ کے رواج وابتلاء کی وجہ سے ایسی حرام چیز جس کی حرمت قرآن وحدیث سے ثابت ہو جائز نہیں قرار دی جاسکتی اور جو لوگ مخلوط تعلیمی نظام کی وکالت کرتے ہیں، وہ ایک ناجائز اور بے حیائی کی بات کی وکالت کر رہے ہیں؛ لہٰذا اس سے گریز لازم ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ ...... وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ. (سورۃ نور: ۳۰-۳۱)

وتمنع المرأة الشابة من كشف الوجه بين الرجال لا لأنه عورة؛ بل لخوف الفتنة. (شامي، زكريا ۲/ ۷۹)

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: لایخلون رجل بامرأۃ إلا کان ثالثھما الشیطان. (حجۃ اللّٰہ البالغۃ ۲/ ۳۲۹)

لما کان الرجال ……**النظر إلی النساء علی عشقھن والتوجہ لھن ویفعل بالنساء مثل ذلک**……**اقتضت الحکمۃ أن یسدد ھذا الباب.** (حجۃ اللّٰہ البالغۃ ۲/ ۳۲۸)

قال اللّٰہ تعالیٰ: وَمَا اٰتَاکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھَاکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوا. [سورۃ الحشر: ۷] فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللّٰہ عنہ
۲۳؍ ربیع الثانی ۱۴۳۲ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۹/ ۱۰۳۳۴)

بے پردہ غیر محرم لڑکیوں کو پڑھانے اور ان کو پردہ سے روکنے کا حکم

سوال [۸۴۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص ہے جس کے پاس جوان، جوان بالغ لڑکیاں برقعہ پہن کر فارسی وغیرہ پڑھنے کے لئے آئیں لڑکیوں نے نقاب نہیں کھولا، تو اس شخص نے لڑکیوں سے کہا کہ پردہ پرانے زمانے کی بات ہے، اب کی نہیں اور وہ یہ بھی کہتا ہے کہ شاگرد لڑکیوں سے کوئی پردہ نہیں؛ کیونکہ وہ لڑکیاں میری شاگرد ہیں، آپ قرآن وحدیث کی روشنی میں تحریر فرمائیں کہ ایسا شخص کافر ہے یا فاسق اور جو لڑکیاں اس شخص کے کہنے میں آ کر روزانہ اس کے سامنے بے پردہ رہیں انہوں نے بڑا گناہ کیا یا چھوٹا۔

المستفتی: عبداللّٰہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بے پردہ غیر محرم بالغہ لڑکیوں کو پڑھانا اور ان کو پردہ کرنے سے روکنا گناہ کبیرہ اور حرام ہے، ایسے شخص پر توبہ کرنا لازم ہے اور ایسے

فعل کا مرتکب شرعاً فاسق ہے، حدیث میں آیا ہے کہ غیر محرم عورت پر نگاہ جمانا اوران کو دیکھ کر لطف اندوز ہونا بہت بڑا گناہ ہے۔

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: إن الله کتب علی ابن آدم حظه من الزنا، أدرک ذلک لامحالة، فزنا العین النظر. (صحیح البخاري، کتاب الاستئذان، باب زنیٰ الجوارح دون الفرج، النسخة الهندیة ۲/ ۹۲۲، رقم:۶۰۰۲، ف ۶۲۴۳، صحیح مسلم، کتاب القدر، باب تصریف الله تعالی القلوب کیف شاء، النسخة الهندیة ۲/ ۳۳٦، بیت الأفکار رقم: ۲٦۵۷، مشکوۃ ۱/ ۲۰) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰/ جمادی الاولی ۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱۸۹/۲۸)

مراہقہ اور بالغہ لڑکیوں کا بے پردہ تعلیم حاصل کرنا

سوال [۸۴۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بعض جگہ مکاتب و مدارس میں دیکھا جاتا ہے کہ ۱۳/۱۴/ سال تک کی عمر کی لڑکیاں جن پر بلوغ کے آثار ظاہر ہونے لگتے ہیں، کچھ تو بالغ ہی ہوتی ہیں، گھر سے بے پردہ پڑھنے آتی ہے اور عموماً غیر محرم اساتذہ سے ہی پڑھتی ہیں، کیا اس عمر کی لڑکیوں کا بے پردہ گھر سے نکلنا اور غیر محرم سے پڑھنا اور غیر محرم کا ان کو پڑھانا جائز ہے؟

المستفتی: رئیس الدین، محلّہ لوہاران، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفیق: مراہقہ اور بالغہ لڑکیوں کا بے پردہ گھر سے باہر نکلنا جائز نہیں، اگر حجاب کے ساتھ گھر سے نکلے اور پردہ کا پورا اہتمام ہو۔ نیز خلوت نہ ہو، تو ایسی صورت میں غیر محرم سے پڑھنے کی گنجائش ہے، مگر احتیاط اسی میں ہے کہ پردہ کے ساتھ بھی مردوں سے نہ

پڑھے؛ بلکہ عورتوں سے ہی پڑھے۔ (مستفاد: فتاوی رحیمیہ ۳۷۱/۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷؍ جمادی الثانیہ ۱۴ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۴/ ۴۰۳۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۷/۵/ ۱۴۳۴ھ

کیا ۲۰؍ سالہ لڑکی کا مخلوط تعلیم حاصل کرنا جائز ہے؟

سوال [۸۴۴۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک لڑکی جس کی عمر تقریباً ۲۰؍ سال ہے اور جامعہ میلہ اسلامیہ دہلی میں تعلیم حاصل کرتی ہے، اس وقت وہاں ابتدائی درجات کو تعلیم دینے کا دو سالہ کورس کر رہی ہے، اس کی والدہ کا انتقال ہو چکا ہے اور کوئی ذریعۂ معاش نہیں ہے۔ اپنے بھائی بہنوں میں عمر میں سب سے بڑی ہے، والدہ دل کی مریضہ ہیں اور شرعی پردہ کے ساتھ اپنے ۱۶؍ سالہ بھائی کے ساتھ کالج جاتی ہے اور دن چھپنے سے قبل واپس ماں کے پاس آجاتی ہے، اس کے تایازاد بھائیوں کو اس کی اس تعلیم پر سخت اعتراض ہے، ان کا کہنا ہے کہ راستہ باڑہ ہندواڑہ صدر سے اوکھلا تک مخدوش ہیں اور جامعہ میں تعلیم مخلوط ہے؛ لہٰذا اس کا وہاں تعلیم حاصل کرنے جانا جائز نہیں ہے؛ جبکہ لڑکی کا کہنا ہے کہ شریعت نے دوران عدت بھی روزی حاصل کرنے کی اجازت دی ہے اور باہر نکلنے کو جائز رکھا ہے؛ جبکہ میں تو شرعی پردہ کے ساتھ صرف اپنے شہر میں بحالت مجبوری برائے حصول علم باہر نکل رہی ہوں، اس صورت میں شرعی حکم سے آگاہی بخشیں کہ لڑکی تعلیم جاری رکھے یا اس کو چھوڑ دے، اس کا ایک سال مکمل ہو چکا ہے اور سالانہ امتحان ہونے والا ہے۔

المستفتی: محمد میاں قاسمی، ہلالی سرائے سنبھل

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگرچہ راستہ میں شرعی پردہ، برقعہ اور محرم کے

ساتھ اسکول جاتی ہے؛ لیکن پھر بھی اسکول کے اندر غیرمحرم لڑکوں کے ساتھ مخلوط رہ کر تعلیم ہوتی ہے؛ اس لئے ۲۰/سالہ لڑکی کے لئے مخلوط تعلیم حاصل کرنا شرعاً جائز نہیں، جو نوجوان لڑکے اس کے ساتھ تعلیم حاصل کرتے ہیں، ان کے سامنے لازمی طور پر بے پردہ اور بے حجاب ہونا پڑتا ہے، جو شرعاً ناجائز اور حرام ہے؛ اس لئے حصول تعلیم اگر چہ اچھی چیز ہے؛ لیکن اس اچھی چیز کے حصول کے لئے اجنبی جوانوں کے ساتھ اختلاط کی حرمت کا ارتکاب ہرگز جائز نہیں ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاوی ۸/۳۳)

وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُوْلَى. [احزاب: ۳۳]

إعلم أنه لما كان الرجال يهيجهم النظر إلى النساء على عشقهن، والتوجه بهن و يفعل بالنساء، مثل ذلک، و كان كثيراً مايكون ذلک سببا؛ لأن يبتغي قضاء الشهوة منهن على غير السنة الراشدة، كاتباع من هي في عصمة غيره، أو بلا نكاح، أو غير اعتبار كفائة، والذي شوهد من هذا الباب يغني عما سطر في الدفاتر، اقتضت الحكمة أن يسد هذا الباب. (حجة الله البالغه، مبحث في ذكر العورات، مكتبه رشيديه دهلى ۲/ ۱۲۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:	کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ	۲۷/صفر المظفر ۱۴۲۲ھ
۱۴۲۲/۲/۲۷ھ	(الف فتویٰ نمبر: ۷۰۸۰/۳۵)

غیرمحرم کو بغیر پردہ قرآن کی تعلیم دینا

سوال [۸۴۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک صاحب کی بیوی مجھ سے قرآن پڑھنا چاہتی ہے؛ لیکن وہ کسی سے پردہ نہیں کرتی اس کو پڑھانا کیسا ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

المستفتی: حضرت شیخ الحدیث ملا نا عبد الجبار صاحب

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جائز نہیں۔

لو تعلمت النساء قرآنا من الأعمی هل فيه ضرر؟ الاستبشار نعم! يكره ذلک كما في القنية: ناقلا عن القاضی عبد الجبار؛ لأن تعلم النساء من الرجل وإن كان أعمیٰ واجتماعهن معه مقام الفتنة على أن نظر النساء على الرجال، وإن كانوا عميانًا أيضًا يكره. (نفع المفتي والسائل ۱۲۳) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۲۹ رشوال المکرّم ۱۴۰۸ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۳/ ۳۱۴)	۱۴۰۸/۱۰/۲۹ھ

بالغہ منھ بولی بہن کو قرآن کریم پڑھانے کا شرعی حکم

سوال [۸۴۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میری ایک نسبتی بہن ہے، جو مجھ سے قرآن شریف پڑھنا سیکھتی ہے، میرا ان سے کوئی حقیقی رشتہ نہیں ہے، ان کے کمپاونڈ کی حیثیت سے کام کرتا ہوں، کافی دنوں سے کام کرتے رہنے سے میری شخصیت ان کے یہاں گھر کے ایک فرد جیسی ہے اور یہ لوگ میری عادت اور اخلاق سے کافی متاثر ہیں اور کافی مطمئن بھی، میری یہ جو نسبتی بہن ہے، ان کا اور میرا آپسی برتاؤ، بول چال اٹھنا، بیٹھنا بالکل ایک حقیقی بہن بھائی کی طرح بے تکلف ہے، اپنی اسی نسبت سے متعلق میں نے ایک صاحب سے رجوع کیا تھا، جن کا لگ بھگ جواب نفی میں تھا؛ لیکن میں ان کے اس جواب کی حقیقت کو پہچاننے سے قاصر ہوں کہ آیا ان کا جواب صرف شریعت پر مبنی ہے یا موجودہ حالات کی نزاکت کو شامل حال رکھ کر جواب دیا ہے، مگر ان سے مزید معلومات کرنے کے لئے ہمت نہ جٹا سکا اور آپ سے رجوع کر رہا ہوں، میں خاص کر یہ جاننے کا متمنی ہوں کہ کیا شرعی اعتبار سے یہ رشتہ رکھنا جائز ہے اور جس حد تک

بھی گنجائش ہوخواہ بدرجۂ مجبوری ہی ہو، آپ مجھ کومہربانی کر کے آگاہ کریں اوراس کے ساتھ ساتھ اپنے مفید مشوروں سے نوازیں، ان کوقرآن شریف پڑھانا مجبوری بھی ہے؛ کیونکہ بظاہر مجھ جیسا یا مجھ سے بہتر پڑھانے والا ان کی دسترس سے دور ہے، جس کے سبب وہ اپنے اس معمول کولگ بھگ منسوخ کردیں گی ،ایک اور بات یہ بھی ہے کہ ہم دونوں بہن بھائی ایک دوسرے سے کافی مانوس ہیں؛ جس کی وجہ سے ایک دوسرے سے قطع تعلقی امر کو انجام تک پہونچانا جوئے شیرلانے کے مترادف ہے۔ ہاں؛ البتہ اگرشریعت میں بالکل بھی گنجائش نہ ہوئی توایسا کرپانا ناممکن بھی نہ ہوگا۔

المستفتی: فیاض احمد سیدھا بجنوری (یوپی)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جس لڑکی کوآپ نے اپنی منہ بولی بہن بنالیا ہے، جس کوآپ نے اپنے الفاظ میں نسبتی بہن کہا ہے، وہ قطعاً آپ کی ایسی بہن نہیں ہے، جس کے ساتھ شرعی طور پر پردہ لازم نہ ہو؛ بلکہ وہ آپ کے حق میں قطعی طور پر غیرمحرم لڑکی ہے۔ آپ جیسے بالغ شخص کے لئے اس بالغہ لڑکی کوبغیر پردہ کے آمنے سامنے ہوکرقرآن کریم پڑھانا قطعاً ناجائز اورحرام ہےاورآپ نے جس تعلق کا اظہار فرمایا ہے وہ بھی شرعاً درست نہیں ہے؛ البتہ تعلق کو باقی رکھنے کے لئے صرف ایک شکل ہے، کہ آپ اس لڑکی کے ساتھ شادی کرلیں شادی کے بغیر اس کا آپ کے پاس اٹھنا، بیٹھنا، اسی طرح آپ کا اس کے پاس اٹھنا بیٹھنا چاہےقرآن پڑھانے کے لئے کیوں نہ ہوقطعاناجائز، حرام اورگناہ کبیرہ ہے۔

ومن کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلایخلون بامرأۃ لیس معھا ذو محرم منھا، فإن ثالثھماا لشیطان. (مسند احمد بن حنبل ۳/۳۳۹، ۶۴۴۶، رقم: ۱۴۷۰۶)

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ......ألا لایخلون رجل بامرأۃ إلا کان ثالثھما الشیطان . (سنن الترمذي، باب ماجاء في لزوم الجماعه، النسخة الهندية ۲/۳۹، دار السلام رقم:۲۱۶۵، مسند البزار، مكتبة العلوم والحكم ۹/۲۷۱، رقم: ۳۸۱۷،

المستدرك للحاكم، كتاب العلم، دار السلام ١ /١٦٦، رقم:٣٨٧) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸/محرم الحرام ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۷۴۳۷/۳۶)

جامعۃ البنات میں تعطیل کس دن ہو؟

سوال [۸۴۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ نجیب آباد سے متصل قصبہ جلال آباد میں لڑکیوں کی دینی تعلیم گاہ ہے، جس میں لڑکیوں کو مکمل عالمیت کا کورس کرایا جاتا ہے، عرصۂ دراز سے اس میں جمعہ کے روز تعطیل ہوا کرتی ہے اور اتوار کے روز تعلیم جاری رہتی ہے؛ لیکن اب بعض حضرات کا اصرار ہے کہ مدرسہ کی تعطیل اتوار کے روز ہوا کرے اور جمعہ میں تعلیم جاری رہے۔

جواب طلب امر یہ ہے کہ کیا ایسا کرنے میں کوئی قباحت تو نہیں؟

قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل ومفصل جواب عنایت فرما کر ممنون ومشکور ہوں۔

المستفتی: رئیس احمد، نجیب آباد، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جمعہ کا دن اسلام کا ہفتہ واری عید جیسا دن ہے، یہ ہفتہ میں سب سے افضل ترین دن ہے، مسلمانوں کے لئے اسی دن چھٹی کرنا زیادہ افضل اور بہتر ہے۔ نیز جمعہ کے دن سب لوگ جمعہ پڑھنے کے لئے مسجد کو جاتے ہیں؛ اس لئے لڑکیوں کے لئے آمد ورفت اس دن بند رہنا ہی مصلحۃً بہتر ہے۔

عن كثير بن عبد الله.....عن أبيه عن جده أن رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال: الصلح جائز بين المسلمين إلا صلحًا، حرم حلالا أو أحل حرامًا والمسلمون على شروطهم إلا شرطًا حرم حلالا أو أحل حرامًا. (ترمذي ١/٢٥١)

عن أنسؓ قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أتاني جبرئيل وفي يده كالمرآة البيضاء فيها كالنكتة السوداء، فقلتُ: يا جبرئيل! ما هذه؟ قال: هذه الجمعة، قال: قلت: مالجمعة؟ قال لكم: فيها خير قال: قلت: ومالنا فيها؟ قال تكون عيداً لك، ولقومك من بعدك الخ .

(مصنف ابن أبي شيبة ٤/ ١٥٨، رقم: ٥٥٦٠) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷/ ذی قعدہ ۱۴۳۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۴۱/ ۱۱۷۲۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۵/۱۱/۱۷ھ

مدرسہ نسواں میں پاس پڑوس سے آنے والے پانی کا حکم

سوال [۸۵۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے یہاں کسی کو اپنے گھر کے لئے پینے کے پانی کا نظم کرنا ہو، تو گھر میں نل لگاتے ہیں، جس میں صبح وشام خاص کر پینے کا پانی آتا ہے، اور ماہانہ یا دومہینوں میں ایک مرتبہ اس نل کی فیس ادا کرنی پڑتی ہے، ورنہ پانی آنا بند ہوجاتا ہے اور بعض لوگ ایسے ہیں کہ اس کی فیس سود وغیرہ کے حرام پیسوں سے ادا کرتے ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ مدرسہ نسواں میں پانی کا کوئی مستقل نظم نہیں ہے؛ لہٰذا آس پاس کے لوگ اپنے اپنے گھر سے لڑکیوں کے پینے کے لئے پانی بھیجتے ہیں اور ان بھیجنے والوں میں وہ لوگ بھی ہیں، جو پانی کے انتظام کرنے کی فیس حرام پیسوں سے ادا کرتے ہیں، تو کیا ان کا بھیجا ہوا پانی لڑکیاں پینے میں استعمال کرسکتی ہیں؟ یا ایسا پانی پینا حرام ہے؟

(۲) اگر پینا حرام ہے، تو اس پانی کو الگ رکھ کر صرف استنجاء یا وضو وغیرہ کے لئے استعمال کرلیں؟ یا ایسے ہی زمین پر بہا کر بے کار کردیں؟ شرعاً کون سی صورت اختیار کرنی بہتر ہے؟

المستفتی: محمد برہان الدین، نرسراؤ پیٹ، آندھرا

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آس پاس کے گھروں سے جو پانی آتا ہے، اس کا لڑکیوں کے لئے پینا ہر حال میں حلال ہے، اگر آس پاس کے لوگ غیر مسلم ہیں، تو ان کا بھیجا ہوا پانی بھی بلا تکلف جائز ہے اور اگر آس پاس کے لوگ مسلمان ہیں اور ان کے گھروں سے پانی آتا ہے، تو مسلمانوں کے بارے میں حسن ظن لازم ہے کہ مسلمان حلال پیسے استعمال کرتے ہیں۔ بالفرض اگر حرام پیسوں سے فیس ادا کرتے ہیں، تو اس کا گناہ خود انہیں کو ہوگا، پانی پینے والوں پر کوئی گناہ نہیں؛ لہٰذا لڑکیوں کے پینے کے لئے جو پانی آس پاس سے آتا ہے، پانی لڑکیوں کے لئے پینا ہر حال میں جائز ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاوی ۴/۱۴۴-۱۴۷، احسن الفتاوی ۸/۱۱۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۱۷/رجب المرجب ۱۴۲۷ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(فتویٰ نمبر: الف ۹۱۲۶/۳۸)	۱۴۲۷/۷/۱۹ھ

جلسۂ نسواں کی شرعی حیثیت

سوال [۸۵۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ دورِ حاضر میں کسی مدرسے یا کسی مقام پر خواتین کا جلسہ منعقد کرانا اور اس میں علاقہ کی خواتین کو شرکت کی دعوت دینا شرعی نقطۂ نظر سے کیسا ہے؛ جبکہ جلسہ میں خواتین شرکت کرتی ہیں۔ نیز راستے میں اجانب سے اختلاط کا قوی امکان رہتا ہے، اگر اپنے گھر کے کسی مرد کے ساتھ آتی ہیں تو بلا امتیاز محرم کے آتی ہیں، قطع نظر اس کے کہ وہ اس کا محرم شرعی ہے یا محرم شرعی نہیں ہے؟

(۲) منتظمین کی جانب سے فقط اس بات کا اعلان کر دیا جانا کہ عورتیں محرم شرعی

اورشرعی پردہ کے ساتھ آئیں؛ جبکہ معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے، کیا جواز کے لئے اس طرح اعلان کردینا کافی ہوگا؟

المستفتی: محمداعظم،اعظمی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۲/۱) منتظمین کی جانب سے اگر جلسۂ نسواں میں شرکت کے لئے شرعی حدود (محرم شرعی کے ساتھ آنا اورشرعی پردہ کا لحاظ) متعین کردیئے گئے ہوں، تو کسی جگہ پردہ کی مکمل رعایت کےساتھ مقامی خواتین کا جلسہ یا اجتماع منعقد کرنا جائز ہے اورشرکت کرنے والی عورتوں پران شرعی حدود کی پابندی لازم ہے اگرعورتیں ان شرائط کی پابندی نہ کریں، تو اس کا کوئی گناہ جلسہ کے ذمہ دارحضرات پر نہ ہوگا؛ بلکہ وہ خود گناہ گار رہوں گی۔

عن أبي سعيدن الخدريؓ قال: قال النساء للنبی صلی الله عليه وسلم: غلبنا عيلک الرجال، فاجعل لنا يوما من نفسک فوعدهن يوماً لقيهن فيه فوعظهن وأمرهن. (بخاري شريف، كتاب العلم، باب عظة الإمام النساء وتعليمهن، النسخة الهندية ۱/ ۲۰، رقم: ۱۰۱)

عـن ابـن عباسؓ قال: لاتسافر المرأة إلامع ذی محرم. (بخاری شريف، كتاب جزاء الصيد، باب حج النساء، النسخة الهندية ۱/ ۲۵۰، رقم: ۱۸۲٤)

قال الله تبارک وتعالیٰ: وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ اُخْرَیٰ. (سورة انعام:۱٦٤)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیراحمد قاسمی عفااللہ عنہ
۱۴۳۲/۳/۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۳۰۷/۳۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۳۲/۳/۵ھ

عورتوں کا تقریر کرنا کیسا ہے؟

سوال [۸۵۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ہمارے شہر میں لڑکیوں کے اقامتی وغیر اقامتی دینی مدارس بہت ہیں، ان میں رائج شدہ باتیں استفسار طلب ہیں۔ اکثر مدارس نسواں کے سالانہ جلسے رات میں ہوتے ہیں، تقریبا گیارہ بجے رات تک پروگرام چلتے ہیں، جلسہ گاہ کے آس پاس گھر، ہوٹل، دوکانیں ہوتی ہیں جہاں پر نامحرم مرد بیٹھ کر پروگراموں کو سنتے ہیں، اقامتی کی لڑکیوں درس گاہوں کے سرپرست حضرات کا بھی بعض جگہ پروگرام سننے کے لئے بیٹھنے کا انتظام ہوتا ہے۔ پروگرام میں اکثر لڑکیاں بالغ ہوتی ہیں اور اناؤنسری بھی بالغ عورت کی ہوتی ہے، بالغ لڑکیاں اپنی مترنم آواز میں قرأت، نعت اور تقاریر ومکالمے پیش کرتی ہیں؛ جبکہ اسپیکر کی آواز بھی تیز ہوتی ہے دور دور تک جاتی ہے، تو کیا اس طرح رات میں جلسہ کرنا جائز ہے؟ اور ایسے جلسے میں شرکت کرنا کیسا ہے؟

ختم بخاری شریف کے وقت طالبات کا آخری حدیث مائک میں بآواز بلند پڑھنا کیسا ہے؟ جبکہ ختم بخاری کرنے والے عالم دین اور وہاں پر بیٹھ کر سننے والے حضرات نامحرم ہوتے ہیں۔

المستفتی: عرفان اللہ القاسمی مالیگاؤں

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عورتوں کا دینی اصلاحی جلسہ مقامی طور پر اس انداز سے کرنا کہ ان کی آوازیں باہر سڑک پر نہ آئیں اور نامحرم مردوں کے کانوں میں نہ پڑیں اور دن ہی دن میں اپنے گھروں میں واپس چلی جائیں اور اس میں کسی قسم کے فتنہ کا خطرہ بھی نہ ہو تو مضائقہ نہیں؛ لیکن سوال نامہ میں رات کو دس گیارہ بجے تک خواتین کا

پروگرام چلانا اوران کی آوازیں مائک کے ذریعہ سے سڑکوں پرآجائیں اورنامحرم مردان کی آواز سڑکوں پر کھڑے ہوکرسنیں، اسی طرح ختم بخاری کے موقع پر بالغ لڑکیوں کی عبارت پڑھنے کی آواز نامحرم مردوں کے کانوں میں پہنچ جائے جائزنہیں ہے؛ اس لئے کہ عورتوں کی آوازیں بھی ستر میں شامل ہیں؛ لہٰذا پروگرام کی جوشکل سوال نامہ میں پیش کی گئی ہے، اس سے گریز کرنا ضروری ہے۔

قال العلامة الجصاص: تحت قوله ولايضربن بأرجلهن، ليعلم مايخفين من زينتهن. الآيه وفيه دلالة على أن مرأة المنهية عن رفع صوتها بالكلام، بحيث يسمع ذلک الأجانب، إذ كان صوتها أقرب إلى الفتنة من صوت خلخالها، ولذلک كره أصحابنا أذان النساء؛ لأنه يحتاج فيه إلى رفع الصوت، والمرأة منهية عن ذلک. (احكام القرآن، باب مايجب من غض البصر عن المحرمات، مطبع سهيل اكيڈمي لاهور ۳/۳۱۹، زكريا۳/۴۱۲) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۱۴۳۴/۶/۲۲ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۱۵۹/۴۰)	۱۴۳۴/۶/۲۴ھ

دعوت نامہ پر فارغات کا نام لکھنا

سوال [۸۵۳]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ دعوت نامے پر فارغات کے نام اورمہمان عورتوں کی لسٹ اور پروگرام میں حصہ لینے والیوں کے نام چھاپنا کیسا ہے؟

المستفتی: عرفان اللہ القاسمی، مالیگاؤں

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: دعوت ناموں میں فارغ طالبات کا نام اورپروگراموں میں حصہ لینے والی عورتوں کا نام شائع کرنا غیر مناسب عمل ہے؛ اس لئے کہ

بسا اوقات عورتوں کے نام پڑھ کر بھی مردوں کی طبیعت میں ہیجان پیدا ہوتا ہے، اس کے ناموں کے بغیر مجمل دعوت نامے جاری کرنا چاہئے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳ رجمادی الثانیہ ۱۴۳۴ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۱۱۱۵۹/۴۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۴/۶/۲۳ھ

کیا عورتوں کا رات کے جلسوں میں شرکت کرنا درست ہے؟

سوال [۸۵۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے شہر میں مردوں کے دینی جلسے ہوتے رہتے ہیں، عورتوں کا بھی نظم رہتا ہے، تو کیا اس پرفتن دور میں عورتوں کو رات کے پروگراموں میں شرکت کرنی چاہئے؟ جبکہ ہمارے یہاں دن میں عورتوں کے دینی پروگرام کامیابی کے ساتھ منعقد ہوتے ہیں۔

المستفتی: عرفان اللہ القاسمی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عورتوں کے لئے رات کے پروگراموں میں شرکت کرنا فتنہ کے اندیشے کی وجہ سے نامناسب ہے اور اگر فتنے کا خطرہ ہے، تو جائز نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳ رجمادی الثانیہ ۱۴۳۴ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۱۱۱۵۹/۴۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۴/۶/۲۴ھ

خواتین کی مدرسی کی شرعی حیثیت

سوال [۸۵۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ خواتین کے لئے اپنے شہر میں دینی اجتماعات میں شرکت کرنا، جس میں علماء

ربانی کے بیانات ہوتے ہیں اور پردہ کا معقول نظم رہتا ہے جانے کی صورت کبھی محرم رشتہ دار کے ساتھ ہوتی ہے اور کبھی ایک گھر کی یا محلّہ کی چند خواتین جمع ہوکر جاتی ہیں۔

(۲) دینی تعلیم (قرآن شریف، قاعدہ، ناظرہ، حفظ اور دینیات) حاصل کرنے کے لئے شہر ہی میں ایسے مدارس میں صبح وشام جانا اور آنا جو غیر اقامتی ہیں اور جہاں پڑھانے والی خواتین ہی ہوتی ہیں پردہ کا نظم رہتا ہے۔

(۳) ایسے مدرسہ میں جو نمبر دو میں مذکور ہیں پڑھانے کے لئے پردہ کے ساتھ اوقات مقررہ میں جانا اور آنا شرعاً کیسا ہے۔

(۴) ایسے انگلش میڈیم اسکول جس میں استانیاں ہی پڑھاتی ہیں لڑکے اور لڑکیاں کم عمر ہوتی ہیں، دینی تعلیم (قرآن شریف، قاعدہ، ناظرہ، حفظ و دینیات) کے لئے ہر جماعت کی گھنٹیاں مقرر ہیں اور اس میں بھی پردہ سے الگ درسگاہیں قائم ہیں ان عصری تعلیم گاہوں میں خواتین کا پردہ کے ساتھ پڑھانے کے لئے جانا اور آنا کیسا ہے؟

المستفتی: عبدالرحمٰن

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) باپردہ خواتین کے لئے بلا زیب وزینت اپنے شہر کے ایسے دینی اجتماعات میں شرکت کرنا جائز ہے جہاں پردہ کا معقول نظم ہو اور مردوں سے بالکل اختلاط نہ ہو۔ (مستفاد: احسن الفتاوی ۸/۶۱)

عن أبي سعیدؓ قال: جاء ت امرأۃ إلی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقالت: یا رسول اللّٰہ ذھب الرجال بحدیثک فاجعل لنا من نفسک یوما ناتیک فیہ تعلمنا مما علمک اللّٰہ، فقال اجتمعن في یوم کذا وکذا في مکان کذا وکذا فاجتمعن فأتاھن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فعلمھن مما علمہ اللّٰہ. (بخاری شریف، کتاب الاعتصام، باب تعلیم النبی امتہ من الرجال والنساء، النسخۃ الہندیۃ ۲/ ۱۰۸۷، رقم: ۷۰۱۷، ف: ۷۳۱۰)

(۳/۲) پردے کے ساتھ بلا زینت دینی تعلیم سیکھنے سکھانے کے لئے شہر کے ایسے مدارس میں صبح وشام آنا جانا جائز ہے، جہاں خواتین ہی تعلیم دیتی ہوں۔ (مستفاد: فتاوی رحیمیہ ۴۶/۹، کفایت المفتی ۳۵/۲، جدید زکریا مطول۴۱۰/۲)

(۴) سوال میں مذکور اسکول میں قریب البلوغ دس یا اس سے زائد عمر کے لڑکے بھی پڑھتے ہوں تو خواتین کے لئے اس میں پڑھانا جائز نہیں ہے۔ ہاں البتہ دس سال سے کم عمر کے بچے ہی پڑھتے ہوں اور اس سے زیادہ عمر کے بچے رکھنے پر پوری پابندی ہو تو مکمل پردے کے ساتھ بلا زیب وزینت پڑھانے کے لئے جانے کی گنجائش ہے؛ لیکن شرط یہ ہے کہ لڑکوں اور لڑکیوں کے درجات اور درس گاہیں بالکل الگ الگ ہوں، ایک ساتھ نہ ہوں۔

تمنع المرأة الشابة من كشف الوجه بين الرجال. (شامي، كتاب الصلوة، باب شروط الصلواة زكريا ٧٩/٢، كراچي ٤٠٦/١)

وأما الذي يعرف التمييز بين العورة وغيرها، وقرب من الحلم فلاينبغي لها أن تبدي زينتها له. (بدائع كتاب الإستحسان والخنوثة وحكمهما زكريا ٢٩٦/٤، كراچي ١٢٣/٥)

فإن الولد إذا بلغ عشرا عقل الجماع ولاديانة له ترده "إلىٰ ما قال" خصوصاً في أبناء هذا الزمان، فإنهم يعرفون الفسق أكثر من الكبار. (شامی، كتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء، زكريا ٥٤٨/٩، كراچي ٣٨٢/٦، المسوعة الفقهية الكويتية ٣٤/٣٨) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳/ جمادی الاول ۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۸۳۹۳/۳۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۵/۵/۲۳ھ

لڑکیوں کا گاڑیاں چلانا

سوال[۸۵۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ ہمارے شہر میں بعض مدارس اور اسکول دور دور ہیں، تو کیا بالغ لڑکیاں برقعہ پہن کر سائکل اور موٹر سائیکل وغیرہ آنے جانے کے لئے چلاسکتی ہیں؟ اوران سواریوں پر دیگر کاموں کے لئے آجاسکتی ہیں؟ (بندے نے کہیں کسی کتاب میں یہ پڑھا تھا)

(۱) بئس نساء قريش على السرج.

(۲) بئس الفروج على السرج يا لعن الله الفروج على السرج، أو كما قال عليه السلام.

کیا یہ حدیث ہے اور الفاظ اسی طرح ہیں، جو بھی تحقیق ہو حوالے کے ساتھ مطلع فرمائیں۔

المستفتی: عرفان اللہ القاسمی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اس مضمون کی حدیثیں یا تو ضعیف ہیں یا موضوع ہیں اور عورتوں کا برقعہ میں پردہ کے اہتمام کے ساتھ سائیکل یا اسکوٹر چلانا اگر چہ فی نفسہ جائز ہے؛ لیکن ہمارے برصغیر میں یہ عورتوں کے چلانے کے لئے متعارف نہیں ہے؛ بلکہ مردوں کے لئے متعارف ہے؛ اس لئے مردوں کے ساتھ ایک قسم کی مشابہت لازم آتی ہے؛ لہٰذا جہاں تک ہوسکے عورتوں کا اس سے محتاط رہنا بہتر ہے اور روایات ممانعت کے متعلق جو سوال نامہ میں درج ہے کمزور سندوں کے ساتھ حسب ذیل حوالوں میں موجود ہے۔ (موضوعات کبیر ۵۶، نصب الرایہ ۲۸۸/۳، شامی زکریا ۶۰۶/۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳/ جمادی الثانیہ ۱۴۳۴ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۱۱۱۵۹/۴۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۴/۶/۲۴ھ

(۵) باب ما یتعلق بالکتابة و آدابها و أحکامها

کیا صلعم، ص یا عہ لکھنے سے درود شریف کا ثواب مل سکتا ہے؟

سوال [۸۵۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: حضور ﷺ کے نام کے ساتھ مکمل درود شریف کے بجائے صرف ''صلعم'' یا صرف ''ص'' لکھنا کیا حکم رکھتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حضور ﷺ کے نام کے ساتھ مکمل درود شریف لکھنا چاہئے، مکمل درود کی جگہ صرف ''صلعم'' یا صرف ''ص'' یا صرف عہ لکھنا کافی نہیں اور تخفیفاً درود لکھنے سے درود شریف کا وجوب یا استحباب ساقط نہ ہوگا۔ اور پورا ثواب جب ہی مل سکتا ہے کہ جب پورا درود شریف لکھیں۔ (مستفاد: فتاوی دارالعلوم ۱۱۳/۱۷، احسن الفتاوی ۲۱/۸، آپ کے مسائل اوران کا حل ۱۹۸/۱)

عن الأسود بن یزید، عن عبد الله بن مسعود قال: إذا صلیتم علی رسول الله صلی الله علیه وسلم: فأحسنوا الصلاة علیه. (سنن ابن ماجه، باب الصلاة علی النبي صلی الله علیه و سلم، النسخة الهندیة، ص:٦٤، دار السلام رقم:٩٠٦، شعب الایمان، دار الکتب العلمیة بیروت ٢٠٨/٢، رقم: ١٥٥٠، مصنف عبد الرزاق، المجلس العلمي ٢١٤/٢، رقم:٣١١١)

أفضل الکیفیات في الصلاة علیه ماعلمه رسول الله صلی الله علیه وسلم لأصحابه بعد سؤالهم أیاه، لأنه لایختار صلی الله علیه وسلم لنفسه إلا الأشرف والأفضل. (روح المعاني، زکریا ١١٨/١٢، سورة احزاب: ٥٤ تا ٥٧)

وقد استحب أهل الكتابة أن يكرر الكاتب الصلوة على النبي صلى الله عليه وسلم كلما كتبه. (تفسير ابن كثير ٥/٢٢٧، رشيديه)

ويكره الا قتصار على الصلوة، والتسليم، والرمز إليهما في الكتابة؛ بل يكتبها بكمالها. (تقريب النووى مع التدريب ٢١٧، بيروت) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲/ جمادی الاخری ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: رجسٹر خاص)

حضور ﷺ کے نام کے ساتھ ص: یا صلعم لکھنا کافی نہیں

سوال [۸۵۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حضور ﷺ کے نام کو مبارک کے ساتھ مکمل درود لکھنے کے بجائے صرف ''ص'' یا ''صلعم'' لکھنا کیا حکم رکھتا ہے اس کی وجہ سے پورے درود شریف کا ثواب ملے گا یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: نبی ﷺ کے نام مبارک کے ساتھ مکمل درود شریف لکھنا چاہئے صرف درود کی جگہ ''ص'' یا ''صلعم'' لکھنا کافی نہیں اور تخفیفاً یہ حروف لکھ دینے سے درود شریف کا وجوب یا استحباب ساقط نہ ہوگا؛ لہٰذا ثواب بھی نہ ملے گا۔ (مستفاد: معارف القرآن ۷/۲۲۵، آپ کے مسائل اوران کا حل ۱/۱۹۸، احسن الفتاوی ۸/۲۱)

عن ابن مسعود رضي الله عنه قال: إذا صليتم فأحسنو الصلاة علي نبيكم. (مصنف عبد الرزاق، باب الصلاة على النبي صلى الله عليه و سلم، المجلس العلمي ٢/٣١٤، رقم: ٣١١٢، ومثله في أحكام القرآن للقرطبي، دار الكتب العلمية بيروت ٧/٢٣٤)

عن عبد الله بن مسعو د قال: إذا صليتم على رسول الله صلى الله عليه وسلم، فأحسنوا الصلاة عليه. الحديث (سنن ابن ماجه، باب الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم، النسخة الهندية ص: ٦٥، دار السلام رقم: ٩٠٦)

عن أبي هريرةؓ، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من صلى علي في كتاب لم تزل الملائكة تستغفر له مادام اسمي في ذلك الكتاب، (المعجم الأوسط، دار الفكر ١/٤٩٧، رقم:٤٩٧، رقم:١٨٣٥)

وقد استحب أهل الكتابة أن يكرر الكاتب الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم كلما كتبه. (تفسير ابن كثير ٥/٢٢٧، مطبوعه رشيديه)

وينبغي أن يحافظ على كتابة الصلاة والتسليم على رسول الله صلى الله عليه وسلم، ويكره الاقتصار على الصلاة والتسليم، والرمز إليهما في الكتابة؛ بل يكتبهما بكمالهما. (تقريب النووي ص:٢١٧ط بحواله آپ کے مسائل ١/١٩٨) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۸/صفر المظفر ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: رجسٹر خاص)

غیر نبی کے لئے علیہ السلام اور غیر صحابی کے لئے ؓ کا استعمال کرنا کیسا ہے؟

سوال [۸۵۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ انبیاء کے لئے علیہم السلام، صحابہ کے لئے رضی اللہ عنہم اور دیگر لوگوں کے لئے رحمہم اللہ کا استعمال ہوتا ہے؟ مفتی صاحب سے سوال ہے کہ اگر اس کے برعکس استعمال کریں یعنی علیہ السلام غیر نبی کے لئے اور لفظ ؓ غیر صحابہ کے لئے، تو اس کا کیا حکم ہے جائز ہے یا نہیں مدلل جواب تحریر فرمائیے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: غیر نبی کے لئے علیہ السلام کا استعمال مستقلاً جائز نہیں؛ البتہ انبیاء کی تبعیت میں اس کے لئے استعمال کی گنجائش ہے؛ البتہ ''ترضی'' کے لفظ کا

استعمال غیر صحابی کے لئے اور ''ترحم'' کے لفظ کا استعمال صحابی کے لئے جائز ہے، مگر بہتر نہیں۔

(مستفاد: معارف القرآن، مکتبہ اشرفی ۱۰۳/۷، سورۂ احزاب آیت: ۵۶، خیر الفتاوی ۱۴۷/۱، فتاوی محمودیہ ڈھابیل ۱۳۸/۱۹، فتاوی میرٹھ ۲۶۵/۲۸)

ولايصلي على غير الأنبياء، والملائكة، إلا بطريق التبع. (روح المعاني، سورة الاحزاب، تحت تفسير الآية:٥٦، زكريا ١٢٢/١٢)

ولايصلي على غير الأنبياء، ولا غير الملائكة إلا بطريق التبع وتحته في الشامية: وأما السلام –أنه في معنى الصلاة فلايستعمل في الغائب ولايفرد به غير الأنبياء–وقال القاضي عياض: الذي ذهب إليه المحققون وأميل إليه ماقاله مالك وسفيان و اختاره غير واحد من الفقهاء والمتكلمين أنه يجب تخصيص النبى وسائر الأنبياء بالصلوة و التسليم. (شامى زكريا، كتاب الخنثى مسائل شتى ٤٨٣/١٠، كراچى ٧٥٣/٦، هندية، زكريا قديم ٤٤٦/٦، جديد ٤٣٩/٦)

ويستحب الترضى للصحابة– والترحم للتابعين، ومن بعدهم من العلماء، والعباد، وسائر الأخيار، وكذا يجوز عكسه الترحم للصحابة والترضي للتابعين ومن بعدهم على الراجح. (شامى، كتاب الخنثي مسائل شتي، زكريا ٤٨٥/١٠، كراچي ٧٥٤/٦)

ويستحب الترضي للصحابة؛ لأنهم كانوا يبالغون في طلب الرضا من الله تعالى ويجتهدون في فعل مايرضيه ويرضون بما يلحقهم من الابتلاء من جهته أشد الرضا فهؤلاء أحق بالرضا وغيرهم لايلحق أدناهم ولو أنفق ملء الأرض ذهبا. (شامي، كتاب الخنثي، مسائل شتى زكريا ٤٨٥/١٠، كراچي ٧٥٤/٦)

ثم الأولى أن يدعو للصحابة بالرضا فيقول رضي الله عنه وللتابعين بالرحمة، فيقول: رحمهم الله. (هندية، كتاب الخنثي، قبيل كتاب الفرائض،

زکریاجدید ۶/۴۳۹، قدیم ۶/۴۴۶) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیراحمد قاسمی عفااللہ عنہ
۱۴۳۵/۵/۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: رجسٹر خاص)

علیہ السلام اور رضی اللہ عنہ کے استعمال کا محل

سوال [۹۶۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حضرت آدم علیہ السلام کی اہلیہ ہماری ماں ''حواء'' کے ساتھ کیا علیہا السلام لگانا چاہئے؟ کیا یہ دعا نبیوں کے ساتھ خاص نہیں ہے؟ اسی طرح ''رضی اللہ عنہ'' کا استعمال صحابہ کے علاوہ اوروں کے ساتھ لگانا روا ہے؟ اس سلسلہ میں شرعی قاعدہ کیا ہے؟ تشفی بخش جواب دے کر ممنون ہوں۔

المستفتی: مولانا عبدالجلیل، خادم جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: لفظ ''علیہ السلام'' غیر انبیاء کے لئے کہنا فی نفسہ جائز ہے؛ لیکن بہتر یہی ہے کہ یہ لفظ غیر انبیاء کے لئے استعمال نہ کیا جائے؛ لہٰذا حضرت حواء کے ساتھ ''علیہا السلام'' کے بجائے ''رضی اللہ عنہا'' کہنا چاہئے۔

نیز صحابۂ کرام ہی کے ساتھ رضی اللہ عنہ کا استعمال افضل اور بہتر ہے تابعین، تبع تابعین اور سلف کے لئے رحمۃ اللہ علیہ استعمال کرنا چاہئے؛ لیکن اگر رضی اللہ عنہ کہا جائے تو ناجائز بھی نہیں ہے۔ (مستفاد: از فتاویٰ محمودیہ جدید ڈابھیل ۱۹/۱۴۶)

أما السلام فنقل اللقاني في شرح جوهرة التوحيد عن الإمام الجويني ، أنه في معنى الصلوة فلا يستعمل في الغائب ولا ينفرد به غير الأنبياء، فلا يقال علي عليه السلام... والظاهر أن العلة في منع السلام، ماقاله النووي

في علة منع الصلاة: أن ذلک شعائر أهل البدع. (شامي، کتاب الخنثي، مسائل شتی، کراچی ۶/۷۵۳،زکریا ۱۰/۴۸۳)

فلا يقال علي عليه السلام بل يقال: رضي الله عنه-إلی- والظاهر أن العلة في منع السلام، ماقاله النووي في علة منع الصلاة: من أن ذلک شعائر أهل البدع، وأنه مخصوص في لسان السلف بالأنبياء، والملائكة عليهم السلام. (روح المعاني، زکریا ۲۹/۷، تحت آية: ۱۱۰)

ويستحب الترضي للصحابة، وكذا من اختلف في نبوته كذي القرنين ولقمان، قال الشامي: لأنهم كانوا يبالغون في طلب الرضا من الله تعالى ويجتهدون في فعل ما يرضيه، ويرضون بما يلحقهم من الابتلاء من جهته أشد الرضا، فهولاء أحق بالرضا. (شامي، کتاب الخنثي، مسائل شتی، کراچی ۶/۷۵۴، زکریا ۱۰/۴۸۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲؍ربیع الاول ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۹۹۱۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲/۳/۱۴۳۱ھ

واقعۂ ہرقل کے علاوہ دیگر خطوط میں مکمل تسمیہ لکھنے کا ثبوت

سوال [۸۶۱۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حضور ﷺ نے جو خطوط لکھے ہیں ان تمام کے شروع میں بسم اللہ مکمل لکھا گیا ہے یا نہیں؟ اگر لکھا گیا ہے تو حدیث ہرقل کے علاوہ چند روایات تحریر فرمائیے؟

المستفتی: محمد سمیع اللہ قاسمی، میرٹھی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حضور ﷺ خطوط کے شروع میں مکمل بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھا کرتے تھے، واقعۂ ہرقل کے علاوہ آں حضرت ﷺ نے جن خطوط میں پورا

تسمیہ تحریر فرمایا ہے: ان میں سے چند یہ ہیں مثلاً مسیلمہ کذاب اور عمیر ذی مران، بنی زہیر بن اقیش وغیرہ کے خطوط جن میں پورا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم تحریر فرمایا ہے، جو ذیل کی روایات سے واضح ہو جاتا ہے۔

ثم كتب إلى مسيلمة – بسم الله الرحمن الرحيم من محمد رسول الله إلى مسيلمة الكذاب سلام على من اتبع الهدى. أما بعد فإن الأرض لله يورثها من يشاء من عباده والعاقبة للمتقين. (تاريخ طبرى ٢/٢٠٤)

عن مجالد قال: كتب رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى جدي وهذا كتابه عندنا بسم الله الرحمن الرحيم من محمد رسول الله إلى عمير ذى مران، وإلى من أسلم من همدان سلام عليكم الخ (منصف ابن ابي شيبه، مؤسسه علوم القرآن ٢٠/٢٨٥، رقم: ٣٧٧٨٤، كتاب المغازي، باب ما ذكر في كتب النبي أ وبعوثه)

عن يزيد بن عبدالله–قال: كناجلوسا بهذا المربد بالبصرة، فجاء أعرابي معه قطعة من أديم، فقال: هذا كتاب كتبه لي النبى صلى الله عليه وسلم، قال: فأخذته فقرأته على القوم، فإذا فيه بسم الله الرحمن الرحيم من محمد رسول الله لبنى زهير بن أقيش الخ (منصف ابن ابي شيبه، مؤسسه علوم القرآن ٢٠/٢٨٩، رقم: ٣٧٧٩٠، كتاب المغازي، باب ما ذكر في كتب النبي أوبعوثه)

وفي حديث طويل: وكان في كتاب النبي صلى الله عليه وسلم لمجاعة بسم الله الرحمن الرحيم، هذا كتاب من محمد النبي لمجاعة بن مرارة من بني سلمى. (سنن أبي داؤد، كتاب الخراج والفئ والامارة، باب في بيان مواضع قسم الخمس، النسخة الهندية ٢/٤٢٠، دار السلام رقم: ٢٩٩٠)

وفي حديث: فقدم فكتب له رسول الله صلى الله عليه وسلم "بسم الله الرحمن الرحيم" من محمد رسول الله لعك ذي خيوان. الحديث (سنن أبي داؤد، كتاب الخراجج والفئ والامارة، باب ماجاء في حكم ارض اليمن، النسخة الهندية ٢/٤٢٨، دار السلام رقم: ٣٠٢٧)

وفي حديث: وكتب له النبي صلى الله عليه وسلم "بسم الله الرحمن الرحيم" هذا ما أعطي محمد رسول الله بلال بن الحارث المزني. (سنن أبي داؤد، كتاب الخراج والفئ والامارة، باب في اقطاع الارضين، النسخة الهندية ٢/٤٣٥، دار السلام رقم:٣٠٦٢)

وفي حديث: فقرأت على أهل اليمن، وهذه نسختها " بسم الله الرحمن الرحيم" من محمد رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى شرحبيل بن عبد كلال. الحديث (صحيح ابن حبان، ذكر كتبة المصطفى صلى الله عليه وسلم كتابه إلى أهل اليمن، دار الفكر ٦/١٤٠، رقم:٦٥٦٨) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴۳۵/۶/۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: رجسٹر خاص)

صحابۂ کرام کا خطوط کے شروع میں مکمل بسم اللہ لکھنا

سوال [۸۶۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کیا حضرات صحابہ کرام نے اپنے مکتوبات کے شروع میں "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" لکھا ہے؟ اگر لکھا ہو تو چند روایات تحریر فرمائیے۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اپنے مکتوبات کے شروع میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھا کرتے تھے، اس کی تائید درج ذیل روایات سے ہوتی ہے:

عن عبد الرحمن بن كعب بن مالك-فكانت الكتب إلى قبائل العرب كتابا واحداً، بسم الله الرحمن الرحيم من أبي بكر خليفة رسول الله

صلى الله عليه وسلم إلى من بلغه كتابي هذا من عامة وخاصة أقام على إعلامه، أو رجع عنه سلام على من اتبع الهدىٰ. (تاريخ طبري، بيروت ۲/۲۵۷)

عن عبد الله بن عمر رضي الله عنه أنه كتب إلى أمير المؤمنين عبد الملک يبايعه، فكتب بسم الله الرحمن الرحيم. أما بعد من عبد الملكأمير المؤمنين إلى عبد الله بن عمر سلام عليک الخ: (مؤطا امام محمد، مكتبه فيصل ديو بند، هندي، ص: ۳۸۱ رقم: ۹۰۰)

عن أنس بن مالک رضؓ قال: كانوا يكتبون في صدور وصايا ''بسم الله الرحمن الرحيم'' هذا ما أوصىٰ به فلان. (مصنف عبد الرزاق۹/۵۳، رقم: ۱۶۳۱۹)

عن الشعبي قال: أقرأني ابن بقلية صاحب الحيرة كتابًا، مثل: هذا يعني طول الكف بسم الله الرحمن الرحيم من خالد بن الوليد إلى مرازبة فارس سلام على من اتبع الهدىٰ. (سنن سعيد بن منصور ۲/۱۹۱، رقم: ۲۴۸۲)

عن ثمامة قال: حدثني أنس بن مالک رضؓ، أن أبا بكر الصديق كتب له بسم الله الرحمن الرحيم هذه فريضة الصدقة التي فرض رسول الله صلى الله عليه وسلم على المسلمين. (سنن ابن ماجه، باب إذا أخذ المصدق سنا دون سن ص: ۱۲۹، رقم: ۱۸۰۰)

عن يحيي بن سعيد عن صدقة عمر بن الخطاب رضى الله عنه قال: نسخها لي عبد الحميد بن عبد الله بن عبد الله بن عمر بن الخطاب ''بسم الله الرحمن الرحيم'' هذا ماكتب عبد الله بن عمر في ثمغ الحديث (سنن أبي داؤد، كتاب الوصايا، باب ماجا في الرجل يوقف، النسخة الهندية ۲/۳۹۸، دار السلام رقم: ۲۸۷۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴۳۵/۵/۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: رجسٹر خاص)

تسمیہ کے بجائے باسمہ سبحانہ تعالیٰ لکھنا کیسا ہے؟

سوال [۸۶۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ پورا بسم اللہ شریف لکھنے کے بجائے ''باسمہ سبحانہ تعالیٰ'' لکھنے سے اس حدیث شریف پر عمل ہوجائے گا یانہیں؟ جس میں بسم اللہ سے شروع کرنے کا ذکر ہے۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: پورا بسم اللہ لکھنے کے بجائے ''باسمہ سبحانہ تعالیٰ'' کے الفاظ لکھیں تو اس سے بھی اس حدیث شریف پر عمل ہوجائے گا، جس میں بسم اللہ سے شروع کرنے کا ذکر ہے؛ اس لئے کہ ابتداء بالبسملہ سے خاص بسم اللہ ہی کے الفاظ مراد نہیں ہے؛ بلکہ اس سے ذکر اللہ مراد ہے۔ (مستفاد: درس ترمذی ۱/۱۴۷، تحفۃ القاری ۱/۱۶۷)

عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: كل أمر ذى بال لايبدأ فيه بالحمد أقطع. وتحته في الحاشية: أما الحمد والبسملة فجائز أن يعني بهما ما هو الأعم منهما، وهو ذكر الله والثناء عليه في الجملة، إما بصيغة الحمد أو غيرها ويدل على ذلك رواية ذكر الله وحينئذٍ فالحمد والذكر والبسملة سواء. وجائز أن يعني خصوص الحمد وخصوص البسملة و حينئذٍ فرواية الذكر أعم. (سنن ابن ماجه شريف، النسخة الهندية، ص: ۱۳۶، دار السلام رقم: ۱۸۹٤)

(۱) عن معمر قال: حدثني رجل من الأنصار رفع الحديث قال كل كلام ذى بالٍ لايبدأ فيه بذكر الله فهو أبتر. (مصنف عبد الرزاق، المجلس العلمي ۱۸۹/٦، رقم: ۱٤٠٥٥)

عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: كل أمر ذي بال لايبدأ فيه بحمد لله أقطع. (صحيح ابن حبان، باب ما جاء في الابتداء

بحمد الله تعالی، دار الفکر ۱/ ۷٤، رقم:۱ /۲، المصنف لابن أبي شیبه کتاب الادب، باب ماقالوا فیما یستحب أن یبدأ به من الکلام، مؤسسه علوم القرآن ۱۳/ ۵۷٤، رقم: ۲۷۲۱۹، السنن الکبری للنسائی، کتاب عمل الیوم و اللیلة، باب ما یستحب من الکلام عند الحاجة دارالکتب العلمیة ٦/ ۱۲۷، رقم:۱۰۳۲۸، مسند أحمد بن حنبل ۲/ ۳٦۰ رقم:۸٦۹۷) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴۳۵/۶/۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: رجسٹر خاص)

اہم تحریر کے شروع میں پورا بسم اللہ نہ لکھا جائے تو کیسا ہے؟

سوال [۸۶۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ خطوط اور اہم تحریروں کے شروع میں پورا بسم اللہ لکھنے کا کیا حکم ہے؟ اور اگر پورا بسم اللہ شریف نہ لکھا جائے تو کیسا ہے؟

المستفتی: محمد قاسم، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: خطوط اور اہم تحریروں کے شروع میں مکمل بسم اللہ لکھنا مسنون ہے۔ تاہم اگر کوئی مکمل بسم اللہ نہ لکھے اور کوئی ایسا کلمہ لکھ دے جو ذکر اللہ پر دلالت کرے تو ابتداء بالبسملہ والی روایت پر تو عمل ہوجائے گا؛ لیکن حضور ﷺ جو مکمل بسم اللہ لکھا کرتے تھے اس سنت پر عمل نہ ہوگا۔

ثم أنه ورد الحديث بلفظ كل أمر ذي بالٍ لايبدأ فيه بالحمد لله، فهو أجذم–وبلفظ كل كلام ذي بال لايبدأ فيه بالحمد لله فهو أقطع– والتوفيق بينهما، أن المراد منهما الإ بتداء بذكر الله سواء يكون في ضمن البسملة، أو الحمد له بدليل أنه جاء في حديث. (مرقاة المفاتيح، مكتبة امدادية ملتان ١/ ٣)

إتفقوا على كتب بسم الله الرحمن الرحيم في أول الكتب والرسائل.
(تفسير قرطبي، دار الكتب العلمية بيروت ۱۹۳/۷)

كتابة البسلمة في أوائل الكتب مما جرت به سنة نبينا صلى الله عليه وسلم بعد نزول هذه الآية بلا خلاف. (روح المعاني زكريا ۲۹۱/۱۱، سورة النمل:۳۳)

لأن بسم الله الرحمن الرحيم أمان– كانت العرب تكتبها أول مراسلتهم في الصلح والأمان والهدنة–ونزل القرآن على هذا الاصطلاح. (بذل المجهود، دار البشائر الإسلامية ۱۷۲/٤، سهارن پور قديم ۳۹/۲) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴۳۵/۵/۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: رجسٹر خاص)

کیا صرف زبان سے پڑھ لینے سے سنت ادا ہو جائے گی؟

سوال [۸۶۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر کسی اہم تحریر کے شروع میں بسم اللہ نہ لکھی جائے صرف زبان سے پڑھ لی جائے تو سنت ادا ہو جائے گی یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اہم تحریر کے شروع میں بسم اللہ لکھنا سنت ہے؛ اس لئے کہ آپ ﷺ نے اپنے تمام خطوط میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھی ہے؛ لہٰذا اگر کوئی بسم اللہ نہ لکھے صرف زبان سے پڑھ لے تو سنت ادا نہ ہوگی۔

ثم كتب إلى مسيلمة– بسم الله الرحمن الرحيم من محمد رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى مسيلمة الكذاب سلام على من اتبع الهدى الخ
(تاريخ طبرى ۲۰٤/۲)

عن مجالد قال: كتب رسول الله صلى الله عليه وسلم: إلى جدى وهذا كتابه عندنا بسم الله الرحمن الرحيم من محمد رسول الله، إلى عمير ذي مرّان وإلى من أسلم من همدان سلام عليكم. (مصنف ابن أبي شيبه، مؤسسة علوم القرآن ۲۸۵/۲۰ رقم: ۳۷۷۸٤، كتاب المغازي، باب ماذكر في كتب النبي اوبعوثة)

عن يزيد بن عبد الله بن الشخير قال: كنا جلوسا بهذا المربد بالبصرة، فجاء أعرابي معه قطعة من أديم، فقال هذا كتاب كتبه لي النبي صلى الله عليه وسلم قال: فأخذته فقرأته على القوم فإذا فيه بسم الله الرحمن الرحيم من محمد رسول الله لبني زهير نب أقيش الخ (مصنف ابن أبي شيبه، مؤسسه علوم القرآن ۲۸۹/۲۰، رقم: ۳۷۷۹۰، كتاب المغازي، باب ماذكر في كتب النبي أو بعوثه)

وفي حديث طويل: ثم دعا بكتاب رسول الله صلى الله عليه وسلم الذي بعث به دحية إلى عظيم بصرىٰ فدفعه إلى هرقل فقرأهُ فإذا فيه: بسم الله الرحمن الرحيم من محمد عبدالله ورسوله إلى هرقل عظيم الروم الخ (بخاري شريف، كتاب البدء الوحي، النسخة الهندية ۵/۱، رقم:۷، مسلم شريف، كتاب الجهاد والسير، باب كتاب النبي إلى هرقل عوه إلى الاسلام، النسخة الهندية ۹۸/۳، بيت الأفكار رقم: ۲۷۷۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴۳۵/۶/۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: رجسٹر خاص)

۸۶۷ لکھنے سے بسم اللہ کی سنت ادا ہوگی یا نہیں؟

سوال [۸۶٦]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: ۷۸۶ بسم اللہ کا عدد ہے اور بسم اللہ کے علاوہ دیگر بہت ساری چیزوں کا عدد بھی ہے مگر دیگر اشیاء کا عدد ہونے کی وجہ سے بسم اللہ کا عدد نہ ہونا لازم نہیں آتا، تو اب آپ سے سوال یہ ہے کہ خطوط یا اہم تحریر کے شروع میں پورا بسم اللہ لکھنے کے بجائے اس کا عدد ۷۸۶ لکھنے سے بسم اللہ سے شروع کرنے کی سنت اداء ہو جائے گی یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: پورا بسم اللہ لکھنے کے بجائے صرف ۷۸۶ لکھنے سے بسم اللہ سے شروع کرنے کی سنت ادا نہ ہوگی؛ اس لئے کہ آپ ﷺ نے اپنے خطوط کے شروع میں مکمل بسم اللہ شریف لکھی ہے۔

أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كتب إلى أهل اليمن بسم الله الرحمن الرحيم من محمد النبي صلى الله عليه وسلم إلى شرحبيل بن عبد كلال. الحديث(سنن دارمي، دار المغني ۳/ ۱۵۳۰ رقم: ۲٤۱۰)

وفي حديث طويل: ثم دعا بكتاب رسول الله صلى الله عليه وسلم فقرأه، فإذا فيه بسم الله الرحمن الرحيم محمد رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى هرقل عظيم الروم. (صحيح البخاري، كتاب بدء الوحي، النسخة الهندية ۱/ ۵ رقم: ۷)

وفي حديث طويل: وكان في كتاب النبي صلى الله عليه وسلم لمجاعة: بسم الله الرحمن الرحيم، هذا كتاب محمد النبي لمجاعة بن مرارة من بني سلمى. الحديث (سنن ابي داؤد، كتاب الخراج والفئ والامارة، باب في بيان مواضع قسم الخمس الخ، النسخة الهندية ۲/ ٤۲۰، دار السلام رقم: ۲۹۹۰) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴۳۵/۶/۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: رجسٹر خاص)

کیا ۷۸۶ بسم اللہ کے قائم مقام ہے؟

سوال [۸۶۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) تسمیہ کیجگہ ۷۸۶ لکھنا کیسا ہے؟

(۲) کیا بجائے بسم اللہ کے ۷۸۶ کے عدد سے تبرک حاصل ہو جائے گا؟

(۳) بعض لوگوں کا خیال ہے، مذکورہ نمبر ہری کرشنا کا ہے اور بسم اللہ کا بھی اورلوگ بسم اللہ کا تصور کرتے ہوئے مذکورہ عدد کا استعمال کرتے ہیں، کیا اس صورت میں ۷۸۶ لکھنا جائز ہوگا؟

(۴) ابتدائے عمل میں تسمیہ کے نہ ہونے کی صورت میں نص حدیث میں جو وعید آئی ہے، تو کیا ۷۸۶ کے عدد لکھنے سے وعید سے اجتناب ہو جائے گا؟ امید کہ بالتحقیق جواب سے نوازیں گے۔

المستفتی: مظاہر حسین ابو حذیفہ خادم التدریس مدرسہ شاہی مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اصل تبرک تو لفظ بسم اللہ پوری لکھنے سے حاصل ہوگا مگر بے ادبی سےحفاظت کی غرض سے ۷۸۶ کے عدد سے بھی تبرک حاصل ہو جانے کی امید ہے؛ چنانچہ اکابر کا عمل بھی ایسا رہا ہے، خطوط میں احتیاط بھی اسی میں ہے۔ (مستفاد حاشیہ مکتوبات نبوی ص:۴۷)

(۲) اگر بسم اللہ کے عدد کے برابر اتفاقی طور پر ہری کرشنا کا عدد بن جاتا ہے تو بسم اللہ کے عدد پر کوئی اثر نہیں پڑے گا ایسا ہی ہے جیسے کہ مسلمان ڈاڑھی رکھتا ہے اور سکھ بھی رکھتا ہے، تو کیا سکھ کے ڈاڑھی رکھنے کی وجہ سے مسلمان ڈاڑھی منڈائے گا؛ لہٰذا بسم اللہ کے قصد سے ۷۸۶ لکھنا بلا کراہت جائز ہوگا۔ نیز وعید سے اجتناب کی بھی

امید ہے۔ انشاء اللہ تعالی ۔فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ:شبیراحمد قاسمی عفااللہ عنہ
۷رذی الحجہ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر:۳۲/۴۲۷۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۵/۱۲/۷ھ

"۷۸۶"

سوال [۸۶۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسلم عوام وخواص سات سو چھیاسی کو بسم اللہ کا نمبر تصور کر کے ہر عبارت کے شروع کرنے سے پہلے لکھتے ہیں اور عوام وخواص اپنی گاڑی کا سات سو چھیاسی نمبر لینے کے لئے ہزاروں روپئے فاضل خرچ کر دیتے ہیں، اس نمبر کے بارے میں آنجناب کی کیا تحقیق ہے، ہماری تحقیق کے مطابق یہ نمبر بسم اللہ کا نہیں ہے؛ بلکہ ہری کرشنا کا نمبر ہے، آنجناب مسئلہ کی صحیح وضاحت فرمائیں؟

المستفتی: محمد ضیاءالاسلام، سہارن پور (یوپی)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ۷۸۶بسم اللہ کا عدد ہے جو لوگ عدد نکالنے کے ماہر ہیں، ان کے ذریعہ عدد نکلوا کر دیکھ لو ۷۸۶ ہی نکلے گا، اگر ہری کرشن کا نمبر بھی ۷۸۶ ہے، تو اس کی وجہ سے بسم اللہ کا عدد ۷۸۶ نہ ہونا لازم نہیں آتا، یہ تو ایسا ہو جائے گا، جیسا کہ مسلمانوں پر داڑھی رکھنا واجب ہے، جو سب کو معلوم ہے، پھر کوئی شخص کہتا ہے کہ سکھوں ڈاڑھی رکھنا واجب ہے؛ اس لئے مسلمانوں پر ڈاڑھی رکھنا واجب نہیں، یہ ایک قسم کی حماقت کی بات ہے۔فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ:شبیراحمد قاسمی عفااللہ عنہ
۴رمضان المبارک۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر:۴۰/۱۱۲۴۲)

۷۸۶ لکھنے کا شرعی حکم

سوال [۸۶۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ۷۸۶ مسلمانوں کو لکھنا چاہئے یا نہیں؟ کیونکہ ہری کرشنا کا بھی نمبر ۷۸۶ ہی نکلتا ہے۔

المستفتی: عبدالمعبود، انعام پورہ، ہلدور، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ۷۸۶ بسم اللہ کا عدد ہے؛ لیکن ۷۸۶ دنیا کی سیکڑوں دوسری چیزوں کا بھی عدد ہوسکتا ہے، جس میں سے ہری کرشنا کا بھی عدد ہے اور مسلمان ۷۸۶ بسم اللہ کے عدد ہونے کی وجہ سے لکھتے ہیں، ہری کرشنا کے عدد ہونے کی وجہ سے نہیں، یہ ایسا ہی ہے، جیسا کہ مسلمانوں پر داڑھی رکھنا واجب ہے اور سکھوں میں بھی داڑھی ان کے مذہب کے مطابق رکھنا لازم ہے، مگر مسلمان جو داڑھی رکھتے ہیں وہ سکھوں کے مذہب میں داڑھی لازم ہونے کی وجہ سے نہیں رکھتے ہیں؛ بلکہ شریعت کا حکم اور اللہ کے رسول کی سنت ہونے کی وجہ سے رکھتے ہیں؛ اس لئے بلا وجہ اشتباہ پیدا کر کے مسلمانوں کو الجھن کا شکار بنانا درست نہیں ہے؛ لہٰذا اگر کوئی مسلمان ۷۸۶ لکھتا ہے تو اس کو یہ کہہ کر نہیں منع کرنا چاہئے کہ ہری کرشنا کا عدد ہے؛ ہاں البتہ یہ کہنا مناسب ہے کہ پورا بسم اللہ لکھا کرو؛ اس لئے کہ پورا بسم اللہ لکھنا حضور ﷺ اور صحابہؓ کی سنت ہے، جو ۷۸۶ لکھنے سے حاصل نہ ہوگی؛ البتہ چونکہ بسم اللہ کا عدد ہے؛ اس لئے کسی نہ کسی درجہ میں اس کی بھی گنجائش ہے۔

ثم كتب إلى مسيلمة– بسم الله الرحمن الرحيم من محمد رسول الله صلى الله إلى مسيلمة الكذاب سلام على من اتبع الهدى، أما بعد فإن الأرض لله يورثها من يشاء من عباده والعاقبة للمتقين. (تاریخ طبری ۲/۲۰۴)

عن أنس بن مالك قال: كانوا يكتبون في صدور وصاياهم بسم الله

الرحمن الرحيم هذا ما أوصیٰ به فلان . الحديث (مصنف عبد الرزاق، المجلس العلمي ۹/ ۵۳ رقم: ۱۶۳۱۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳؍ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۵۴۸/۳۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۹/۴/۵ھ

تسمیہ کا عدد

سوال [۸۷۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا عدد کیا ہے؟

المستفتی: محمد رضوان قاسمی، امام جامع مسجد بھوجپور (غازی آباد)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا عدد ابجد کے قاعدے کے حساب سے ۷۸۶ ہے؛ لیکن یہ تو محض عدد ہے، خطوط وغیرہ میں اگر بے حرمتی کے خوف سے ۷۸۶ بجائے بسم اللہ کے لکھ دیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے؛ لیکن بسم اللہ لکھنے کا جو ثواب ملتا ہے، وہ ۷۸۶ لکھنے سے حاصل نہ ہوگا۔ اور یہ بات بھی یاد رکھیں کہ خطوط اور دیگر مکتوبات میں مکمل بسم اللہ لکھنے میں کوئی شبہ اور تردد باقی نہ رہنا چاہئے؛ اس لئے کہ حضور ﷺ نے کافر اور مسلم بادشاہوں کے پاس جو خطوط لکھے ہیں، ان میں مکمل بسم اللہ شریف لکھی گئی تھی اور ۷۸۶ بسم اللہ کا عدد حروف مکتوبہ کے اعتبار سے ہے؛ چنانچہ حروف مکتوبہ کے اعتبار سے بسم اللہ کے حروف اور اس کے عدد حسب ذیل ہیں:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم + ب س م ا ل ل ہ ا ل ر ح م ن ا ل ر ح ی م
۲ ۶۰ ۴۰ ۱ ۳۰ ۳۰ ۵ ۱ ۳۰ ۲۰۰ ۸ ۴۰ ۵۰ ۱ ۳۰ ۲۰۰ ۸ ۱۰ ۴۰ = ۷۸۶

(مستفاد: فتاوی نظامیہ ۱/ ۳۹۶، ۷۸۶ بجائے بسم اللہ ص: ۲۵/ ۳۵)

عن مجالد قال: کتب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم إلی جدي وھذا کتابہ عندنا، بسم اللہ الرحمن الرحیم من محمد رسول اللہ إلیٰ ذي مرّان، و إلیٰ من أسلم من ھمدان سلام علیکم الخ (مصنف ابن ابي شیبہ، مؤسسہ علوم القرآن ۲۰/ ۲۸۵، رقم: ۳۷۷۸٤) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱/ جمادی الثانیہ ۱۴۲۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۰۳۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۷/۶/۱۱ھ

بسم اللہ کی جگہ ۷۸٦ لکھنے کا حکم شرعی

سوال [۸۱۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بسم اللہ کی جگہ ۷۸٦ لکھنا کیا حکم رکھتا ہے؟ لکھنے سے کیا غیر مسلم کے مشابہ ہو جائے گا؟

المستفتی: مظہر الحق

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ۷۸٦ بسم اللہ کا عدد ہے، اگرچہ ۷۸٦ کا عدد دنیا کی اور بہت سی چیزوں کا عدد بن سکتا ہے؛ لیکن دوسری چیزوں کا بھی یہی عدد ہونا بسم اللہ کے عدد کے منافی نہیں ہے؛ لیکن صرف ۷۸٦ لکھنے کی وجہ سے مکمل بسم اللہ لکھنے کا پورا ثواب ملے گا، اس کا کوئی ثبوت حدیث وفقہ سے نہیں ملتا۔ ہاں البتہ جس طرح سورتوں کے عدد کے ذریعہ تعویذ لکھنے سے اس کا ایک اثر پڑتا ہے، اسی طرح بسم اللہ کی عبارت لکھنے میں اگر بے ادبی کا خطرہ ہو، تو اس کا عدد ۷۸٦ لکھ دیں، تو کچھ اس کا اثر ہونے کی امید ہے، اس وجہ سے ہمارے اکابر علماء اور بزرگان دین حضرت گنگوہیؒ اور حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ کے متعلقین لکھا کرتے تھے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲/ جمادی الاولی ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ٦٦۳۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۵/۲ھ

۷۸۶ لکھنے کا مقصد

سوال [۸۷۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اکثر مسلمان تحریر کے شروع میں ۷۸۶ لکھتے ہیں اور اس کو بسم اللہ کا عدد بتاتے ہیں؛ لہٰذا آنجناب سے گذارش ہے کہ مسلمان ۷۸۶ کیوں لکھتے ہیں اور اصل مقصد کیا ہے قرآن وحدیث کی روشنی میں مفصل جواب تحریر فرمائیں؛ تاکہ عمل میں لایا جائے۔

المستفتی: عبدالجبار ابن شبیر احمد مدھوبنی (بہار)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ۷۸۶ بسم اللہ کا عدد ہے؛ لیکن حدیث وفقہ میں اس کا کوئی ذکر موجود نہیں یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ تعویذ لکھنے والے سورۂ فاتحہ کا عدد لکھ دیتے ہیں۔ آیت شفا کا عدد لکھ دیتے ہیں اور اس کی کچھ تاثیر بھی ہوتی ہے، تو بسم اللہ کا عدد لکھنا بھی صرف اتنا ہی ہے۔ نیز خط وکتابت میں مکمل بسم اللہ لکھنا افضل اور بہتر ہے؛ اس لئے کہ حضور ﷺ اور صحابۂ کرامؓ کا معمول مکمل بسم اللہ لکھنے کا تھا۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے:

و في حديث طويل: وكان في كتاب النبي صلى الله عليه وسلم: لمجاعة بسم الله الرحمن الرحيم هذا كتاب من محمد النبي لمجاعة من مرارة من بني سلمى. (سنن أبي داؤد كتاب الخراج والفيء والامارة، باب في بيان مواضع قسم الخمس الخ، النسخة الهندية ٢/ ٤٢٠، دار السلام رقم: ٢٩٩٠)

و في حديث: فقرأت على أهل اليمن، وهذه نسختها: بسم الله الرحمن الرحيم من محمد النبي صلى الله عليه وسلم إلى شرجيل بن عبد كلال. الحديث (صحيح ابن حبان ذكر كتبة المصطفى صلى الله عليه وسلم كتباه إلى أهل اليمن، دار الفكر ٦/ ١٤٠، رقم: ٦٥٦٨)

عن عبد الرحمن بن كعب بن مالك -فكانت الكتب إلى قبائل العرب كتابا واحدًا، بسم الله الرحمن الرحيم من أبي بكر خليفة رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى من بلغه كتابي هذا من عامة و خاصة أقام على إعلامه أو رجع عنه سلام على من اتبع الهدى. (تاريخ طبري، بيروت ٢/٢٥٧) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:	کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ	۱۴/ جمادی الثانیہ ۱۴۲۳ھ
۱۴۲۳/۶/۱۴ھ	(الف فتویٰ نمبر: ۷۶۹۱/۳۶)

کیا ''۷۸٦'' بسم اللہ کا عدد ہے؟

سوال [۸۷۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ۷۸٦ بسم اللہ کا عدد ہے یا نہیں اور اگر بسم اللہ کا نمبر ۷۸٦ کے علاوہ کوئی دوسرا ہو، تو اس کو بھی تحریر فرمائیں، ۷۸٦ کو عوام الناس بسم اللہ کا نمبر شمار کرتے ہیں اور یہ بات انتہائی کثرت کے ساتھ پھیلی ہوئی ہے؛ لہٰذا حضور والا سے مؤدبانہ درخواست ہے کہ اس مسئلہ کی وضاحت قرآن وحدیث کی روشنی میں اس طریقہ سے فرمائیں کہ مسئلہ کا کوئی گوشہ وضاحت کا منتظر نہ رہے۔

المستفتی: محمد مولانا عبدالغنی حیاتی، امام بڑی مسجد تکیہ شاہ علاء الدین، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بسم اللہ شریف کے حروف کے اعداد ۷۸٦ ہی ہیں۔ اور حروف کے اعداد نکالنے کا طریقہ سید الکونین علیہ الصلوۃ والسلام کے زمانہ سے پہلے سے چلا آرہا ہے؛ چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ سید الکونین علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت اقدس میں یہودیوں کا ایک وفد آیا، اور ان کے سامنے آپ نے سورۂ بقرہ پڑھ کر سنائی

تو یہودیوں نے (آلٓـمٓ) ان تینوں حروف کے اعداد نکال کر پیش کئے اور ان تین حروف کے اعداد (۷۱) ہوتے ہیں، الف کا (۱) لام کا (۳۰) میم کا (۴۰) انہوں نے یہ سمجھا کہ ''الم'' میں دین محمدی کی مدت بیان کی گئی ہے؛ چنانچہ انہوں نے کہا کہ ہم ایسے دین میں کیسے داخل ہو سکتے ہیں جس کی مدت صرف ۷۱/سال ہے، تو اس پر حضور ﷺ نے قرآن کریم کی دوسری سورتوں کے شروع میں جو حروف مقطعات ہیں وہ بھی پڑھ کر سنائے تو یہود اپنی عادت کے مطابق کچھ الٹی سیدھی باتیں کر کے واپس ہوگئے، اس کی تفصیل بیضاوی شریف میں ان الفاظ کے ساتھ موجود ہے۔

إن الألف من اللّٰہ تعالی والام من جبرئیلؑ والمیم من محمد أي القرآن منزل من الله تعالی بلسان جبرئیل علی محمد علیه السلام، أو إلی مدد أقوام وآجال بحساب الجمل، کما قاله أبو العالیة متمسکا بماروی، أنه علیه الصلوة والسلام لما آتاه الیهود تلی علیهم آلٓمٓ البقرة فحسبوه، وقالوا کیف ندخل في دین مدته إحدی وسبعون سنة، فتبسم رسول الله صلی الله علیه وسلم، فقالوا فهل غیره، فقال آلٓمٓصٓ والمٓرٓ فقالوا خلطت علینا فلاندري بأیها نأخذ، فإن تلاوته إیاها بلهذا الترتیب علیهم وتقریرهم إلی استنباطهم دلیل علی ذلک. (بیضاوي شریف مکتبه رشیدیه دهلی ص: ۱۴)

بسم اللہ شریف کے حروف کے اعداد ملاحظہ فرمائیے:

ب	س	م	ا	ل	ل	ہ	ا	ل	ر	ح	م	ن	ا	ل	ر	ح	ی	م
۲	۶۰	۴۰	۱	۳۰	۳۰	۵	۱	۳۰	۲۰۰	۸	۴۰	۵۰	۱	۳۰	۲۰۰	۸	۱۰	۴۰

لہٰذا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے کل اعداد (۷۸۶) ہی ہیں، اس میں اس بات کا لحاظ ضرور رکھا جائے کہ پوری بسم اللہ کا جو ثواب ہوتا ہے، وہ (۷۸۶) سے حاصل نہیں ہوگا۔ نیز خطوط میں پوری بسم اللہ لکھنا بے ادبی نہیں ہے؛ کیوں کہ حضرت سید الکونین علیہ الصلوۃ والسلام نے کافر بادشاہوں کے پاس جو خطوط لکھے تھے، اس میں پوری بسم اللہ شریف لکھی تھی؛ جیسا کہ حدیث ہرقل میں ہے۔

وفي حديث طويل: ثم دعا بكتاب رسول الله صلى الله عليه وسلم فقرأه فإذا فيه بسم الله الرحمن الرحيم من محمد رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى هرقل عظيم الروم. (صحيح البخاري كتاب البدء الوحي، النسخة الهندية ۱/ ۵ رقم: ۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹/ ذیقعدہ ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/ ۷۸۴۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۳/۱۱/۸ھ

بسم اللہ کے بجائے ۷۸۶ لکھنا

سوال [۸۷۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ۷۸۶ بسم اللہ کا نمبر ہے اور خط وکتابت میں بسم اللہ کی جگہ اس نمبر کا لکھنا کیسا ہے؟

المستفتی: نورالحسن جلال پور، امبیڈکر نگر، فیض آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: ۷۸۶ بسم اللہ کا عدد ہے؛ لیکن حدیث میں اس کا کوئی ذکر موجود نہیں ہے؛ البتہ بسم اللہ کی عبارت لکھنے میں بے ادبی کے اندیشہ سے صرف بسم اللہ کا عدد لکھ دیا جائے، تو اس کی گنجائش ہے، یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ تعویذ لکھنے والے سورۂ فاتحہ کا عدد لکھ دیتے ہیں اور اس میں کچھ نہ کچھ تاثیر بھی ہوتی ہے، تو بسم اللہ کا عدد لکھنا بھی صرف اتنا ہی ہے۔ نیز خط وکتابت میں مکمل بسم اللہ لکھنا افضل اور بہتر ہے؛ اس لئے کہ حضور ﷺ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم مکمل بسم اللہ لکھا کرتے تھے؛ جیسا کہ درج ذیل احادیث سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

وفي حديث: وكتب له النبي صلى الله عليه وسلم بسم الله الرحمن الرحيم هذا ما أعطىٰ محمد رسول الله بلال بن الحارث

المزني. (سنن أبي داؤد، كتاب الخراج والفئ والامارة، باب في إقطاع الأرضين، النسخة الهندية ۲/۴۳۵ دارالسلام رقم: ۳۰۶۲)

عن يزيد بن عبد الله......قال: كنا جلوسا لهذا المربد بالبصرة، فجاء أعرابي معه قطعة من أديم، فقال: هذا كتاب كتبه لي النبي صلى الله عليه وسلم، قال: فأخذته فقرأته على القوم، فإذا فيه بسم الله الرحمن الرحيم من محمد رسول الله لبني زهير بن أقيش. (مصنف ابن أبي شيبه، مؤسسه علوم القرآن ۲۰/۲۸۹، رقم: ۳۷۷۹۰)

عن عبد الله بن عمرؓ أنه كتب إلى أمير المؤمنين عبد الملك يبايعه فكتب بسم الله الرحمن الرحيم. أما بعد لعبد الله أمير المؤمنين من عبد الله بن عمر سلام عليك الخ (موطأ إمام محمد، باب الرجل يكتب إلىٰ الرجل يبدأبه مكتبه فيصل ص: ۳۸۱، رقم: ۹۰۰) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۱۷/شعبان ۱۴۲۳ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/۷۸۰۵)	۱۴۲۳/۸/۱۷ھ

خطوط میں ۷۸۶ لکھنا کیسا ہے؟

سوال [۸۷۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ آج کل خطوط وغیرہ میں ۷۸۶ لکھا جاتا ہے، اس کا لکھنا شریعت کے مدنظر کیسا ہے اور علماء دین اس کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟

المستفتی: عطاء الاسلام

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ۷۸۶ بسم اللہ کا عدد ہے؛ لیکن ۷۸۶ لکھنے سے مکمل بسم اللہ کا ثواب ملے یہ احقر کی سمجھ میں نہیں آتا اور نہ ہی حدیث وفقہ میں اس کا تذکرہ

موجود ہے؛ البتہ جس طرح سورتوں کے عدد کے ذریعہ تعویذ لکھنے سے اس کا ایک اثر ہوتا ہے، اسی طرح بسم اللہ کی عبارت لکھنے میں بے ادبی کے اندیشہ سے صرف بسم اللہ کا عدد لکھا جائے تو اس کی بھی تاثیر ہونے کی امید ہے، مگر پورا ثواب نہیں ملے گا؛ اس لئے کہ سنت تحریر کے شروع میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم مکمل لکھنا ہے نہ کہ اس کی جگہ کوئی عدد اور نبی کریم اور صحابہ رضوان اللہ علیہم کا یہی معمول رہا ہے۔

أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كتب إلى أهل اليمن ”بسم الله الرحمن الرحيم“ من محمد النبي إلىٰ شرحبيل بن عبد كلال . الحديث

(سنن دارمي، دار المغني ۳/ ۱۵۳۰، رقم: ۲٤۱۰)

وفي حديث طويل: ثم دعا بكتاب رسول الله صلى الله عليه وسلم فقرأه ، فإذا فيه بسم الله الرحمن الرحيم من محمد رسول الله صلى الله عليه وسلم إلىٰ هرقل عظيم الروم. (صحيح البخاري، كتاب البدء الوحي، النسخة الهندية ۱/ ۵/رقم: ۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
یکم صفر المظفر ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۷۰۵۸/۳۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۲/۲/۱ھ

کیا بسم اللہ کی جگہ ۷۸۶ لکھنا جائز ہے؟

سوال [۸۷۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کیا آج کل بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا مخفف جو بشکل ”۷۸۶“ رائج ہے، کیا واقعی ”۷۸۶“ اس کا مخفف ہے، اگر ہے تو شریعت اس کے استعمال کی اجازت دیتی بھی ہے یا نہیں؟ اور اگر نہیں ہے، تو شرعاً اس کا استعمال کیسا ہے؟

المستفتی: فرید احمد، ممبئی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ۷۸۶ بسم اللہ کا مخفف نہیں؛ بلکہ بسم اللہ کا عدد ہے، اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ عربی کے جتنے حروف ہیں ہر حرف کا ایک عدد متعین ہے، تو بسم اللہ کے حروف کے مجموعہ کا عدد ۷۸۶ بنتا ہے، ایسا نہیں ہے کہ یہ بسم اللہ کا مخفف ہے؛ بلکہ بسم اللہ کا مخفف لفظ بسملہ ہے اور بسم اللہ کی جگہ ۷۸۶ لکھنا ممنوع اور ناجائز تو نہیں؛ البتہ بہتر یہی ہے کہ پوری بسم اللہ لکھی جائے؛ اس لئے کہ حضور ﷺ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے خطوط کے شروع میں مکمل بسم اللہ لکھی ہے۔

وفي حديث: فقدم وكتب له رسول الله صلى الله عليه وسلم "بسم الله الرحمن الرحيم" من محمد رسول الله لعك ذي خيوان. الحديث (سنن أبي داؤد، كتاب الخراج والفئ الامارة، باب جاء في حكم ارض اليمن، النسخة الهندية ۴۲۸/۲ دار السلام رقم: ۳۰۲۷)

عن زيد بن ثابت، أنه كتب إلىٰ معاوية "بسم الله الرحمن الرحيم" لعبد الله معاوية أمير المؤمنين من زيد بن ثابت. (مؤطأ امام محمد، باب الرجل يكتب الىٰ الرجل يبدأ به ص: ۳۸۱ مكتبه فيصل ديو بند) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶/ جمادی الثانی ۱۴۲۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۶۲۸/۳۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۹/۶/۱۶ھ

❑❖❑

(٦) باب ما يتعلق بالقرآن الكريم

الفصل الأول في علوم القرآن

وحی، تفسیر وتاویل کی تعریف

سوال[۸۷۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ الف: وحی، کشف، الہام، اعلام ان سب کی تعریف عربی اور اردو میں کیا ہے؟ اوران کے درمیان آپس میں کچھ فرق بھی ہے یا نہیں؟ اصطلاحی اورلغوی دونوں تعریف لکھیں۔

ج: وحی متلو، غیر متلو اورحدیث قدسی، عام حدیث کی اصطلاحی تعریف کیا ہے؟

د: تفسیر وتاویل کی تعریف اورآپس میں فرق کیا ہے؟

المستفتی: محمد شاہد قصبہ سہارنپور بلندشہر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: الف: وحی کی لغوی تعریف: **الإعلام في خفاء.** (پوشیدہ بات کی خبر دینا)

اصطلاحی تعریف: **وهو كلام الله المنزل على نبي من أنبياء ٥.** (انبیاء کرام پر نازل ہونے والے اللہ کے کلام کو وحی کہتے ہیں)۔ (عمدة القاری، کتاب الوحی، باب كيف كان بدء الوحي إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم مكتبه زكريا ۱/ ۳، دارإحياء التراث العربي ۱/ ٤ ۱)

کشف کا لغوی معنی: رفع الحجاب (پردے کو اٹھا دینا)

اصطلاحی تعریف: هو الاطلاع على ما وراء الحجاب من المعاني الغيبية والأمور الحقيقية وجودا و شهودا. (معجم المصطلحات والألفاظ الفقهية، دار الفضيلة ۳/ ۱٤۷)

جو چیزیں نظروں سے اوجھل ہیں ان پر مطلع ہو جانا خواہ دنیا میں موجود ہوں یا نہ ہوں۔

الہام کے لغوی معنی: دل میں بات ڈالنا۔

اعلام کے لغوی معنی: اطلاع دینا۔

الہام کی اصطلاحی تعریف: ما يلقي في الروع بطريق القبض۔

الہام اور اعلام میں فرق یہ ہے کہ الہام منجانب اللہ ہوتا ہے اور اعلام دوسرے ذریعہ سے بھی حاصل ہوسکتا ہے۔(كتاب التعريفات ص: ۸۰/۱٥)

(ج) **وحی متلو**: ایسی وحی ہے جس کے الفاظ ومعانی دونوں اللہ جل شانہ کی طرف سے ہوں۔

وحی غیر متلو: ایسی وحی ہے جس کا آپ ﷺ کے قلب مبارک پر صرف معانی ومضامین کی شکل میں القاء کیا گیا ہو۔ اور ان معانی کو آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کے سامنے کبھی اپنے الفاظ سے اور کبھی اپنے افعال سے اور کبھی دونوں سے بیان فرمایا ہو۔ (مستفاد: امداد الاحکام ۱/۵۴)

حدیث قدسی: وہ ہے جو اللہ کا کلام ہوتی ہے، جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

حدیث: نبی کریم ﷺ کے قول، فعل اور تقریر کو حدیث کہتے ہیں۔

إعلم أن الحديث في اصطلاح جمهور المحدثين يطلق على قول النبي وفعله و تقريره. (مقدمه شيخ عبد الحق/۳)

(و) **تفسیر**: قال التفتازاني هو العلم الباحث عن أصول كلام الله من حيث الدلالة على المراد.

تاویل: صرف اللفظ عن معناه الظاهر إلى معنى يحتمله.

دونوں میں فرق: امام راغبؒ فرماتے ہیں کہ تفسیر عام ہے،اس کا استعمال کلام اللہ کے الفاظ ومفردات وغیرہ میں ہوتا ہےاورتاویل کا استعمال صرف کلام اللہ کے معانی وجملوں میں ہوتا ہے۔(مقدمہ بیضاوی۳/) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ:شبیراحمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸/محرم الحرام ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر:۳۴/۶۴۴۴/۳۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۱/۱۹ھ

تفسیر قرآن کا آغاز کب ہوا؟

سوال [۸۷۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قرآن مجید کی سب سے پہلے تفسیر کس نے کی اور کس سن ہجری میں شروع ہوئی؟ کیا تفسیر حضور ﷺ کے وقت میں یا آپ ﷺ کی وفات کے بعد شروع ہوئی؟ کیا حضور ﷺ قرآن مجید پڑھ کر تفسیر کیا کرتے تھے؟ کیا تفسیروں کے ذریعہ ہی عوام قرآن کو سمجھ سکتی ہے؟

المستفتی: محمد ایوب کرناٹک

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: قرآن کریم کی تفسیر کا سلسلہ آغاز نبوت ہی سے جاری ہے؛ چنانچہ حضور ﷺ صحابہ کرامؓ کو قرآن کریم کے الفاظ ہی نہیں سکھاتے تھے؛ بلکہ ان کی پوری تفسیر بھی بیان فرمایا کرتے تھے اور آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کے سامنے اپنے اقوال وافعال سے یہ ذمہ داری بحسن وخوبی انجام دی اور حقیقت میں آپ ﷺ کی مبارک زندگی قرآن ہی کی عملی تفسیر ہے۔(مستفاد: مقدمہ معارف القرآن ۱، اشرفی دیوبند قدیم ۴۹/-۵۰)

خود قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

هُوَ الَّذِىْ بَعَثَ فِىْ الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِنْهُمْ يَتْلُوْ عَلَيْهِمْ اٰيَاتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِىْ ضَلَالٍ مُبِيْنٍ. (الجمعة:۲)

اسی طرح اللہ نے ارشاد فرمایا:

وَاَنۡزَلۡنَا اِلَیۡکَ الذِّکۡرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیۡهِمۡ . (النحل:٤٤)

اور دوسری آیت میں ہے:

لَقَدۡ مَنَّ اللّٰهُ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اِذۡ بَعَثَ فِیۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِنۡ اَنۡفُسِهِمۡ یَتۡلُوۡ عَلَیۡهِمۡ اٰیَاتِهٖ وَیُزَکِّیۡهِمۡ وَیُعَلِّمُهُمُ الۡکِتَابَ وَالۡحِکۡمَةَ .(ال عمران: ١٦٤)

اور تفسیر کے بغیر قرآن کریم کو کما حقہٗ نہیں سمجھا جا سکتا ہے؛ اس لئے قرآن فہمی کے لئے تفسیر کا جاننا ضروری ہے اور اپنی باتوں کو بیان کرنے کے لئے موجودہ زمانہ میں معتبر علماء نے ترجمہ وتفسیر کا سلسلہ جاری کررکھا ہے۔

وأما بيان الحاجة إليه فلأن فهم القرآن العظيم، المشتمل على الأحكام الشرعية، التي هى مدار السعادة الأبدية، وهو العروة الوثقى، والصراط المستقيم، أمر عسير لا يهتدي Yأليه إلا بتوفيق من اللّطيف الخبير. (مقدمه روح المعاني، زكريا ١/١٣) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷/ شعبان المعظم ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۶۸۹۴/۳۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۸/۱۷ھ

قرآن کریم میں اعراب کس نے لگائے ہیں؟

سوال [۸۷۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قرآن پاک میں حرکات یعنی زبر، زیر، پیش وغیرہ کب اور کس ہجری میں اور کس نے تحریر فرمائے؟

المستفتی: شمیم احمد بن حاجی نبی حسین، محلّہ لالباغ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: قرآن پاک میں موجودہ شکل میں جو حرکات زیروزبروپیش وغیرہ ہیں، وہ حجاج بن یوسف کی فرمائش سے حضرت امام حسن بصریؒ اوریحی ابن یعمرؒ اورنصر بن عاصم لیثیؒ نے مقررکی ہیں اورہجری اورسن کی تعیین کا ثبوت نہیں ہے،بس حجاج بن یوسف کے زمانہ میں یہ کام ہوا ہے۔ (مستفاد: معارف القرآن، اشرفی دیوبند قدیم ۱/۲۷)

اختلف في نقط المصحف وشكله، وقال أول من فعل ذلک أبوالأسود الدولي لأمر عبد الملک بن مروان و قيل: الحسن البصري ويحيى بن يعمر نصي بن عاصم الليثي. (الاتقان في علوم القرآن ٤/٨٤)

وأما النقط فأول مَن وضعها بالمصحف نصر بن عاصم الليثي بأمر الحجاج بن يوسف أمير العراق و خراسان. (روح البيان ٩/٩٩)

وأما شكل المصحف ونقطه فروي أن عبد الملک بن مروان أمر به و عمله، فتجرد لذلک الحجاج بواسط وجد فيه وزاد تحزيبه وأمر وهو والی العراق الحسن و يحيي بن يعمر بذلک. (تفسير قرطبي، مقدمة المؤلف، دار الكتب العلمية بيروت ١/٤٥) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳؍محرم الحرام ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۷/۲۵۱۳)

قرآن شریف میں اعراب کی تعداد

سوال [۸۸۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قرآن شریف میں زیر، زبر، پیش، تشدید، جزم، مدمتصل، مدمنفصل، کھڑا زبر، کھڑی زیر، الٹا پیش اور چھوٹا میم نون ان کی مقدار اور تعداد لکھیں۔

المستفتی: محمد عثمان، راجستھان

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قرآن کریم میں کتنے زبر، کتنے زیر، کتنے پیش اور کتنے تشدید وجزم اور کتنے مد متصل، کتنے مد منفصل اور کتنے کھڑے زبر اور کتنی کھڑی زیر اور کتنے الٹے پیش اور کتنے میم اور کتنے چھوٹے نون ہیں، ان کی تعداد گننے کی احقر کے پاس فرصت نہیں؛ اس لئے اگر آپ کے پاس اتنا ٹائم ہے، تو یہ کام آپ خود ہی کرلیں۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵/ربیع الاول ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/۷۵۶۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۳/۳/۱۵ھ

آیات کی تعداد میں اختلاف کی وجہ

سوال [۸۸۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مشہور قول کے مطابق قرآن مقدس کی کل آیتوں کی مقدار ۶۶۶۶ ہے؛ لیکن اگر ان کو شمار کیا جائے، تو کم مقدار معلوم ہوتی ہے اس کی کیا وجہ ہے؟

المستفتی: محمد ناظم نورعرب، بجنور (یوپی)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آیتوں کی تعداد میں کم زیادہ کی وجہ یہ ہے کہ مثلاً کن فیکون کی آیت پر بعض نسخوں میں گول دائرہ ''ۃ'' کے ساتھ آیت نمبر بھی لکھا ہے اور بعض نسخوں میں گول دائرہ کے ساتھ نمبر نہیں ہے، اسی وجہ سے آیتوں کی تعداد میں کم زیادہ کا فرق آ گیا ہے اور ائمۂ قراء کے آیتوں کے اعداد وشمار میں کمی زیادتی واقع ہوتی ہے اور دونوں باتیں اپنی جگہ درست ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴/جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/۱۱۵۲۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۵/۵/۱۴ھ

قرآن کریم کی کل آیتوں کی تعداد

سوال[۸۸۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قرآن شریف کی کل آیتیں کتنی ہیں اور علماء کرام کا جس قول پر اتفاق ہوا پھر اسی قول پر اختلاف ہوا؛ لہٰذا کون سا اتفاق صحیح ہے؟

المستفتی: محمد ناظم نور پورعرب

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زیادہ راجح یہی ہے کہ ۶۶۶۶ آیتیں ہیں، یہ قول مشہور کے مطابق ہے اور اس سے کم یا زیادہ کی جو بات ہے وہ اسی طرح کے اختلاف کی وجہ سے پیش آئی ہے؛ جیسا کہ کن فیکون کی آیت میں پیش آئی ہے۔ (مستفاد: ایضاح المسائل ۲۵)

قال صاحب الکشاف جمیع القرآن ستة آلافٍ وست مائة وستة وستون آية. (حاشيه الطحطاوى على مراقي الفلاح، كتاب الصلوة فصل في صلاة التراويح، دارالكتاب ديوبندص:٤١٥، حاشيه چلپي على الزيلعي، كتاب الصلوة، قبيل باب ادراك الفريضة، مكتبه امداديه ملتان ١/٧٩، زكريا ديوبند ١/٤٤٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴/جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/۱۱۵۲۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴/۵/۱۴۳۵ھ

قرآن میں رکوع اور تمام حروف کی مقدار

سوال [۸۸۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) قرآن شریف میں کل کتنے رکوع ہیں؟

(۲) کل کتنے حروف ہیں اور الف سے یا تک ہر حرف کتنی کتنی مقدار میں ہیں۔

(۳) کل کتنی آیتیں ہیں؟

المستفتی: محمد غفران محمد عثمان فینسی کارنر (راجستھان)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) پورے قرآن کریم میں ۵۴۰ رکوع ہیں۔

جعلوا القرآن علی خمس مأۃ وأربعین رکوعا. (عالمکیری، کتاب الصلوۃ، فصل فی التراویح، مکتبہ زکریا قدیم ۱/۱۱۸، جدید ۱/۱۷۷)

أن مشایخ بخاری جعلوا القرآن خمس مأۃ وأربعین رکوعا. (المبسوط، کتاب التراویح، الفصل السادس في حق قدر القراءۃ، مکتبہ دارالکتب العلمیہ ۲/۱۴۶، معارف القرآن ۱/۴۶)

(۲) قرآن کریم میں ۶۶۶۶/آیتیں ہیں۔

قال صاحب الکشاف جمیع القرآن ستۃ آلاف و ست مأۃ و ستۃ وستون آیۃ. (حاشیہ چلپی علی الزیلعي، کتاب الصلوۃ، باب الوتر و النوافل، مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/۱۷۹، زکریا ۱/۴۴۵، ایضاح المسائل/۲۵، حاشیہ الطحطاوي علی مراقي الفلاح، کتاب الصلوۃ قبیل باب الصلوۃ في الکعبۃ، دارالکتاب دیوبند ۱/۴۱۵)

سوال نمبر۳/کا جواب یہ ہے کہ آپ نے حروف تہجی میں سے ہر ایک کا مخرج اورادائے گی کی مقدار پوچھی ہے، تواس کے لئے تین شکلیں ہیں:

(۱) آپ کسی مدرسہ میں شعبۂ تجوید میں داخلہ لے کرتمام حروف کے مخارج اور مقدار کی ادائے گی کا طریقہ سیکھ لیں۔

(۲) یہ ہے کہ ان تمام حروف کی مقدار اورادائے گی سے متعلق دسیوں بیسیوں کتابیں لکھی جاچکی ہیں، ان میں سے کوئی کتاب میں آپ کو بتادوں۔

(۳) میں خوداس موضوع پرآپ کے سوالات کے جوابات کے لئے فن تجوید کی ایک مستقل کتاب کا مصنف بن جاؤں، اب آپ بتلایئے کہ ان تین شکلوں میں سے آپ کیا چاہتے ہیں، اگرآپ مدرسہ میں داخلہ لے کراس فن میں مناسبت حاصل کرنا چاہتے ہیں، تو ہمارے مدرسہ شاہی میں بھی اس کا انتظام ہے اور دارالعلوم دیوبند، مظاہرالعلوم سہارنپور

میں بھی ہے اور اگر آپ کتاب حاصل کرنا چاہتے ہیں، تو مختصر اور آسان کتاب حضرت قاری صدیق احمدؒ صاحب کی تسہیل التجوید اور اصول التجوید، معرفۃ التجوید، مسائل ترتیلیہ وغیرہ۔ یہ سب کتابیں دیوبند اور سہارنپور کے کتب خانوں میں ملتی ہیں اور اگر آپ چاہتے ہیں کہ میں ہی مصنف بن جاؤں، تو میں اس پر غور کروں گا کہ میرے لئے فن تجوید کا مصنف بننا مناسب ہے یا نہیں اور احباب سے بھی مشورہ کرنا پڑے گا اور اگر آپ کی تحریر میں حروف کی مقدار سے مقدار اور ادائے گی مراد نہیں ہے؛ بلکہ ان کی تعداد مراد ہے، تو ہمارا جواب یہ ہے کہ قرآن کریم کی منسوخ آیتوں کو ساتھ میں ملانے کے بعد ۱۰۲۷۰۰۰/دس لاکھ ستائیس ہزار حروف ہیں اور منسوخ آیتوں کو چھوڑ کر موجودہ قرآن کریم میں کل حروف کی تعداد ۳۲۰۷۷۹/تین لاکھ بیس ہزار سات سوانا سی ہے۔ جوذیل کی تفصیل کو جوڑنے کے بعد معلوم ہو جائے گا۔

الف	کی تعداد	۴۸۷۴۰	اڑتالیس ہزار سات سو چالیس
ب		۱۱۴۲۰	گیارہ ہزار چار سو بیس
ت		۱۴۰۴	ایک ہزار چار سو چار
ث		۱۰۴۸۰	دس ہزار چار سو اسی
ج		۳۳۲۲	تین ہزار تین سو بائیس
ح		۴۱۳۸	چار ہزار ایک سو اڑتیس
خ		۲۵۰۳	دو ہزار پانچ سو تین
د		۵۹۹۸	پانچ ہزار نو سو اٹھانوے
ذ		۴۹۳۴	چار ہزار نو سو چونتیس
ر		۲۲۰۶	دو ہزار دو سو چھ
ز		۱۶۸۰	سولہ سو اسی
س		۵۷۹۹	پانچ ہزار سات سو ننانوے

ش		۲۱۱۵	دو ہزار ایک سو پندرہ
ص		۲۷۸۰	دو ہزار سات سواسی
ض		۱۸۸۲	ایک ہزار آٹھ سو بیاسی
ط		۱۲۰۴	ایک ہزار دوسو چار
ظ		۸۴۲	آٹھ سو بیالیس
ع		۹۴۷۰	نو ہزار چار سو ستر
غ		۱۲۲۹	ایک ہزار دوسوانتیس
ف		۹۸۱۳	نو ہزار آٹھ سو تیرہ
ق	کی تعداد	۸۰۹۹	آٹھ ہزار ننانوے
ل		۳۳۹۲۲	تینتیس ہزار نوسو بائیس
م		۲۸۹۲۲	اٹھائیس ہزار نوسو بائیس
ن		۱۷۰۰۰	سترہ ہزار
ہ		۲۶۹۲۵	چھبیس ہزار نوسو پچیس
و		۲۵۵۰۶	پچیس ہزار پانچ سو چھ
لا		۱۴۷۰۷	چودہ ہزار سات سوسات
ی		۲۵۷۱۷	پچیس ہزار سات سوسترہ

یہ تفصیل (الفتوحات الإلهية المعروف، بتفسير جمل، مطبع دارالكتب العلميه ۱/۷، مطبع قاهره ۱/۵) میں موجود ہے۔فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵ رصفر المظفر ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۷۵۲۶/۳۶)

تسمیہ قرآن کریم کا جزء ہے یا نہیں؟

سوال [۸۸۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم قرآن کریم کا جزء ہے یا نہیں؟ اور اگر ہے تو یہ کون سی آیت نمبر ہے؟

المستفتی: محمد رضوان قاسمی، امام جامع مسجد بھوجپوری، غازی آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: پورے قرآن کریم میں دوجگہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم قرآن کریم کا حقیقی جز ہے۔

(۱) سورۂ نمل کی آیت نمبر ۳۰ر میں مکمل بسم اللہ الرحمٰن الرحیم قرآن کریم کا جز ہے۔

(۲) کسی سورۃ کی تعیین کے بغیر ایک مرتبہ بسم اللہ شریف قرآن کریم کا حقیقی جز ہے، جس کو ہر سورۃ کے شروع میں لکھا گیا ہے۔

وہ فی الجملہ قرآن کریم کا جزء ہے، ہر سورۃ کا جز نہیں؛ لہٰذا پورے قرآن کریم میں صرف ایک دفعہ بسم اللہ شریف پڑھ لیا جائے تو قرآن کریم کی تکمیل سمجھی جائے گی، ورنہ ایک آیت کی کمی سمجھی جائے گی۔

لأن الصحيح من مذهبنا أن بسم الله الرحمن الرحيم آية مستقلة، وهي من القرآن و إن لم تكن من الفاتحة نفسها. (روح المعاني، تحت سورة الفاتحة، زكريا ١/٧٣)

الخامس أنها آية فذة أنزلت لبيان رؤوس السور تيمناً وللفصل بينها.

إلى قوله وهو المشهور من مذهبنا. (روح المعاني، تحت تفسير، سورة الفاتحة، زكريا ١/٦٩، ٧٠) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱ر جمادی الثانیہ ۱۴۲۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۹۰۴۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۷/۶/۱۸ھ

سورۂ فاتحہ قرآن کریم کا جزء ہے یا نہیں؟

سوال [۸۸۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ سورۂ فاتحہ قرآن کریم کا جزء ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد رضوان قاسمی، امام جامع مسجد بھوجپوری، غازی آبادی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سورۂ فاتحہ قرآن کریم کا جز ہے اور مصحف عثمانی میں سب سے پہلے سورۂ فاتحہ ہی لکھی ہوئی ہے، جو ہر قرآن کریم میں اسی طرح لکھی ہوئی ہے؛ چنانچہ حضور اکرم ﷺ نے خود ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالی نے میرے اوپر ایک ایسی سورۃ نازل فرمائی ہے جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں ہوئی اور قرآن کریم کے علاوہ کسی آسمانی کتاب میں نازل نہیں ہوئی اور وہ سورۂ فاتحہ اور سبع مثانی ہے۔

عن أبي هريرة رضؓ، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم خرج على أبي بن كعب –إلى– فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: والذي نفسي بيده ماأنزلت في التوراة، ولافي الإنجيل، ولافي الزبور، ولافي الفرقان مثلها، وإنها سبع من المثاني والقرآن العظيم الذي أعطيته، هذا حديث حسن صحيح. (ترمذي شريف، ابواب فضائل القرآن، باب ماجاء في فضل فاتحة الكتاب، النسخة الهندية ۲/ ۱۱۵، دارالسلام، رقم: ۲۸۷۵، المستدرك، كتاب التفسير، تفسير سورة الفاتحة قديم ۲/ ۲۵۸، مكتبه نزار مصطفى الباز جديد ۳/ ۱۱۳۵، رقم: ۳۰۱۹)

عن أبي سعيد بن المعلي، قال: كنت أصلي في المسجد فدعاني رسول الله صلى الله عليه وسلم –إلى– لأعلمنك سورة هي أعظم سورة في القرآن، قال: الحمد لله رب العلمين، هي السبع المثاني، والقرآن العظيم الذي أوتيته. (بخاري شريف، كتاب التفسير، باب ماجاء في فاتحة الكتاب، النسخة

الهندية ٢/ ٦٤٢، رقم:٤٢٨٩؛ ف:٤٤٧٤)

وثامنها الأساس: لأنها أصل القرآن و أول سورة فيه. (روح المعاني، تحت تفسير سورة الفاتحة، زكريا ١/ ٦٧) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸/ جمادی الثانیہ ۱۴۲۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۰۴۲/۳۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۱/۶/ ۱۴۲۷ھ

قرآن کریم ختم کرنے کا مسنون طریقہ

سوال [۸۸۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جب بچہ کلام پاک حفظ مکمل کرلیتا ہے، تو بچہ کے ختم کلام پاک کے نام سے ایک مجلس منعقد کی جاتی ہے، جس میں کسی بزرگ کو مدعو کیا جاتا ہے، بچہ بزرگ صاحب کے سامنے بیٹھ کر سورۂ **مرسلات** پڑھتا ہے، اس کے بعد سورۂ **کافرون** سے **مفلحون** تک پڑھتا ہے اور بعض حضرات کو دیکھا گیا وہ پہلے پارہ کے آخری رکوع میں سے **قولوا آمنا** سے پڑھواتے ہیں کچھ آیتیں پھر خود کہلواتے ہیں، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا ان دونوں طریقوں کا کچھ ثبوت ہے یا کوئی اور طریقہ ہے ختم کرانے کا؟ آپ سے درخواست ہے کہ جو طریقہ صحیح ہو اس کو شریعت کی روشنی میں تحریر فرمائیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: قرآن کریم ختم کرنے کا مسنون اور افضل طریقہ یہ ہے کہ اخیر میں جن سورتوں پر بچہ کا قرآن ختم ہورہا ہے ان سورتوں کو پڑھ کر جیسا کہ **کافرون** سے اخیر تک کی بات لکھی گئی ہے، پھر بسم اللہ سے سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ کے شروع کی پانچ آیتیں **مفلحون** تک پڑھ کر دعا کرائی جائے، یہی مسنون طریقہ ہے اور **مفلحون** تک پڑھنے کے بعد مزید آیتیں مثلاً قولوا آمنا وغیرہ۔ جیسا کہ سوال نامہ میں ہے پڑھ کر ختم

کرنا مسنون اور افضل نہیں ہے؛ ہاں البتہ بعض حفاظ کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ عم کا پارہ پہلے حفظ کرادیا جاتا ہے پھر کلام پاک والمرسلات پر ختم ہوتا ہے، اگر ایسا ہے تو سورۂ والمرسلات کے بعد سورۂ کافرون سے سورۂ اخلاص تک پڑھ کر ختم کیا جائے تو یہ طریقہ مسنون ہے اور بعض اساتذۂ حفاظ کا طریقہ یہ بھی ہے کہ سورۂ حجرات اور سورۂ ق سے شروع کراکے سورۂ فتح پر ختم کیا جاتا ہے، تو ایسی صورت میں سورۂ فتح پڑھنے کے بعد سورۂ اخلاص سے اخیر تک پڑھ کر پھر بسم اللہ کے ساتھ سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ کی پانچ آیتیں مفلحون تک پڑھ کر ختم کریں تو یہ بھی طریقہ مسنون اور افضل میں داخل ہے، مگر مفلحون تک پڑھنے کے بعد پھر منتشر دعائیہ آیتیں پڑھنا ثابت نہیں ہے۔

عن ابن عباس قال: قال رجل: یا رسول الله! صلی الله علیه وسلم: أي العمل أحب إلى الله؟ قال: الحال المرتحل ولذا قرّاء مكة إذا ختموا القرآن ابتدؤا وقرأوا الفاتحة وخمس آيات من أول بقرة إلى وأولئک هم المفلحون۔ (حاشیہ ترمذی النسخة الهندیه ۲/ ۱۲۳)

وفي الولوالجية: من يختم القرآن في الصلوة إذا فرغ من المعوذتين في الركعة الأولى يركع ثم يقرأ في الثانية بالفاتحة و شئى من سورة البقرة؛ لأن النبي صلى الله عليه وسلم قال: خير الناس الحال المرتحل (شامي، كتاب الصلوة، فصل في القراءة، قبيل باب الامامة، كراچی ۱/ ۵۴۷، زكريا ۲/ ۲۶۹، حاشیه الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلوة، فصل في المكروهات، مكتبه دارالكتاب ص: ۳۵۲، حلبي كبير تتمات فيما يكره من القرآن في الصلوة، مكتبه اشرفيه ديو بند ص: ۴۹۴)

عن ابن عباس قال: قال رجل: يا رسول الله! صلى الله عليه وسلم: أي العمل أحب إلى الله؟ قال: الحال المرتحل، قال: و ماالحال المرتحل؟ قال: الذي يضرب من أول القرآن إلى آخره كلما حل ارتحل. (سنن الترمذي،

ابـواب الـقـرأت، بـاب بـلا تـرجـمـة، النسخة الهنديه ۲/ ۱۲۳، دارالسلام، رقم: ۲۹۴۸، مسند الدارمي، دار المغني ۴/ ۲۱۸۰، رقم: ۳۵۱۹، مسند البزار، مكتبه العلوم والحكم ۱۱/ ۴۴۴، رقـم: ۵۳۰۶، الـمـعـجـم الكبير للطبراني، دار احياء التراث العربي ۱۲/ ۱۶۸، المستدرك، كتاب فضائل القرآن، مكتبة نزار مصطفىٰ الباز رقم: ۲۰۸۸، ۲۰۸۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳/ صفر المظفر ۱۴۲۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۸۷۲۳/۳۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۶/۲/۱۷ھ

حافظ صاحب کا دس جہنمیوں کی سفارش کرنا

سوال [۸۸۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کیا حافظ قرآن کو یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ اپنے گھرانے میں سے ایسے دس لوگوں کی سفارش کرے جن پر جہنم واجب ہوچکی ہوگی اور وہ سفارش قبول کی جائے گی؟

المستفتی: محمد شفیق احمد گودھنا، سیتاپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفيق: جی ہاں حافظ قرآن کو یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ اپنے گھرانے کے ایسے دس آدمیوں کی سفارش کرے جن پر جہنم واجب ہوچکی ہوگی اور اس کی سفارش قبول بھی کی جائے گی۔

عن عليؓ قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من قرأ القرآن فاستظهره فأحل حلاله وحرم حرامه أدخله الله تعالى الجنة وشفعه في عشرة من أهل بيته كلهم قد وجبت له النار. (مشكوة ۱/ ۱۸۷، سنن ترمذي، ابـواب فـضـائـل الـقـرآن، باب ماجاء في فضل قاري القرآن، النسخة الهندية ۲/ ۱۱۸، دار السلام رقم: ۲۹۰۵)

عن علي بن أبي طالب قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من

قرأ القرآن و حفظه أدخله الله الجنة، و شفعه في عشرة من أهل بيته، كلهم قد استوجب النار. (سنن ابن ماجه، مقدمه، باب فضل من تعلم القرآن و علمه، النسخةالهنديه ۱۹، دارالسلام، رقم: ۲۱٦)

عن علی بن أبي طالب قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من تعلم القرآن فاستظهره و حفظه أدخله الله الجنة وشفعه في عشرة من أهل بيته كلهم قد وجبت لهم النار. (مسند احمد بن حنبل ۱/۱٤۹، رقم: ۱۲۷۸، ۱۲٦۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰/صفر المظفر ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۵۶۴۸/۳۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۹/۲/۲۰ھ

کیا تالی کا ثواب سامع سے زیادہ ہے؟

سوال [۸۸۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ردسلام پر قیاس کرتے ہوئے (جیسا کہ **الأشباه لابن نجيم مصری** میں ہے) اگر یوں کہا جاوے کہ عاطس کے **الحمد للہ** کا ثواب مجیب کے یرحمک اللہ سے زیادہ ہے؛ حالانکہ **الحمد للہ** کہنا مستحب ہے اور **یرحمک اللہ** کہنا واجب ہے۔ علی ہذا القیاس کلام پاک کے تالی کا ثواب سامع سے زیادہ ہے کہاں تک درست ہے؟

المستفتی: ہارون رشید کرناٹکی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: شریعت اسلامیہ میں فرض وواجب کا ثواب نفل اور مستحبات کے مقابلے میں زیادہ ہے یہ اصل اصول ہے؛ البتہ چند مسائل میں خود شارع علیہ السلام کی تصریح کی وجہ سے غیر واجب کا ثواب واجب کے مقابلے میں زیادہ ہے اور ثواب اور عدم ثواب کا مسئلہ چونکہ توقیفی وسماعی ہے قیاسی نہیں؛ اس لئے سلام پر قیاس کر کے تحمید عاطس اور تالی کے واسطے ثواب کی زیادتی ثابت کرنا جائز نہ ہوگا۔

وأثوب من ذكر القرآن استماعه قال الشامي تحت قوله استماعه لوجوبه وندب القرائة الخ (شامي، كتاب الحظر والاباحة، فصل في البيع، زكريا ٩/٦١٦، كراچي ٦/٤٣٠) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵/ جمادی الثانیہ ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/ ۶۲۰۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۰/۶/۱۵ھ

کیا مقتدی کو قراءت قرآن کا ثواب ملتا ہے؟

سوال [۸۸۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قرآن کریم کی تلاوت کا ثواب ہر حرف پر دس نیکیاں ہیں، تو کیا جماعت سے ادا کرنے میں ہر مقتدی کو قراءت کا ثواب ملے گا یا صرف امام صاحب کو ہی قراءت کا ثواب ملے گا؟

المستفتی: حبیب اللہ سرتاج سعودی عرب

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قرآن پاک سننے پر قرأت قرآن کا ثواب تو نہ ہوگا؛ البتہ قرآن سننے کا ثواب مستقل علیحدہ ہے، حدیث میں ہے کہ جو شخص قرآن کی ایک آیت سنے اس کے لئے دوگنا اجر ہے، دوسری جگہ ارشاد ہے کہ قرآن پڑھنے والے کے لئے بہت سے اجر ہیں اور سننے والے کے لئے دو اجر ہیں۔ ان احادیث سے معلوم ہوا کہ قرآن سننے کا ثواب صرف نماز کے ساتھ خاص نہیں؛ بلکہ نماز سے باہر بھی خلوص نیت اور عظمت قرآن کو سامنے رکھ کر قرآن سنا جائے، تو اس پر بھی مذکورہ ثواب ہے۔

عن أبي هريرة رضـ قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من استمع إلى آية من كتاب الله كتب له حسنة مضاعفة. (مسند احمد ٢/٣٤١، رقم: ٨٤٧٥، مصنف عبد الرزاق، المجلس العلمي ٣/٣٧٣، رقم: ٦٠١٣)

عن خالد بن معدان قال إن الذي يقرأ القرآن له أجر و إن الذي يستمع له أجران. (سنن الدارمي، دار المغني ٢١١٩/٤، رقم: ٣٤٠٩) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵؍ ربیع الاول ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/۷۱۰۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۲/۳/۵ھ

قرآن کریم کو بلا سمجھے پڑھنے کو بے سود کہنے والے کا حکم

سوال [۸۹۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص یہ کہتا ہے کہ قرآن کریم کو محض عربی زبان میں رٹ لینے اور پڑھ لینے سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا جب تک کہ اس کو اپنی زبان میں سمجھ کر اس پر عمل نہ کیا جائے، جو لوگ معنی سمجھے بغیر صرف رٹتے رہتے ہیں یہ لغو ہے، اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا، مذکورہ بالا صورت حال کا قرآن وحدیث کی روشنی میں مفصل جواب عنایت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

المستفتی: صابر علی لال باغ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کسی شخص کا قرآن کریم کے متعلق یہ خیال کرنا کہ محض عربی زبان میں رٹ لینے اور پڑھ لینے سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا جب تک کہ اس کو سمجھ کر اپنی زبان میں اس پر عمل نہ کیا جائے یہ بالکل غلط ہے؛ اس لئے کہ رسول کریم ﷺ کی بعثت کے مقاصد میں سے ایک مقصد تلاوت آیات بھی ہے اور قرآن الفاظ اور معنی دونوں کا نام ہے کہ جس طرح ان کے معانی کا سمجھنا اور اس کے دیئے ہوئے احکام پر عمل کرنا فرض اور اعلیٰ عبادت ہے، اسی طرح تلاوت قرآن بھی ایک اہم عبادت یہی وجہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام جو معانی قرآن کو سب سے زیادہ جاننے والے اور سمجھنے والے تھے، انہوں نے محض معنی سمجھ لینے اور عمل کر لینے کو کافی نہیں سمجھا، سمجھنے اور عمل

کرنے کے لئے تو ایک مرتبہ پڑھ لینا کافی ہوتا ہے، انہوں نے ساری عمر تلاوت قرآن کریم کو سب سے زیادہ عزیز اور محبوب ترین عبادت بنا رکھا تھا، حضور ﷺ نے تو نزول کے وقت قرآن کو سمجھ لیا تھا، مگر پھر بھی روزانہ تہجد میں لمبی لمبی تلاوت فرماتے تھے، پیروں میں ورم آجاتا تھا اور ہجرت سے پہلے جب حضرت ابوبکر صدیقؓ قرآن کریم کی تلاوت فرماتے تھے، قریش کے مرد وعورت ان کی آواز اور کشش کی بنا پر جمع ہوجایا کرتے تھے، حتی کہ ابوبکر صدیقؓ پر پابندی بھی لگادی گئی، جب قرآن کریم کو ایک بار سمجھ لیا گیا، تو پھر بار بار تلاوت کی کیا ضرورت تھی، اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ محض قرآن کریم کے الفاظ کی تلاوت ایک مستقل عبادت ہے، حدیث پاک میں بے شمار روایات ہیں، جن میں اس بات کا اعلان کردیا گیا ہے کہ قرآن کریم کے ایک ایک حرف پڑھنے سے دس دس نیکیاں ملتی ہیں، صرف آلٓمٓ پڑھنے سے تیس نیکیاں مل جاتی ہیں، پورے قرآن میں قرطبی کے ایک قول کے مطابق ۳۴۰۷۴۰ حروف ہیں، ان کو دس سے ضرب دے کر دیکھو کتنی تعداد ہوتی ہے، تو ایک دفعہ قرآن کریم کی تلاوت کرنے کی صورت میں ۳۴۰۷۴۰۰ نیکیاں حاصل ہوجاتی ہیں؛ اس لئے بددین گمراہ جاہل لوگوں کی باتوں کی طرف مسلمان توجہ نہ کریں۔ (مستفاد: معارف القرآن، اشرفی قدیم دیوبند ۱/۲۷۵)

عن أيوب بن موسیٰ قال: سمعت محمد بن كعب القرظي يقول: سمعت عبد الله بن مسعود يقول: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من قرأ حرفًا من كتاب الله فله به حسنة، والحسنة بعشر أمثالها لاأقول آلٓمٓ حرف؛ ولكن ألف حرف ولام حرف وميم حرف. (سنن الترمذي، ابواب التفسير، باب ماجاء فيمن قرأ حرفا من القرآن ماله من الاجر، النسخة الهندية ۲/۱۱۹، دارالسلام رقم: ۲۹۱۰)

عن عوف بن مالک الأشجعي قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من قرأ حرفا من كتاب الله كتب الله له حسنة، لاأقول آلٓمٓ ذلک

الـكتـاب؛ ولكن الحروف مقطعة عن الألف، واللام، والميم. (المصنف لإبن أبـي شيبـه، كتـاب فـضـائل القرآن، باب ثواب من قرأ حروف القرآن، مؤسسه علوم القرآن ٤٣٨/١٥، رقـم: ٣٠٥٥٣، مسـنـد البـزار، مـكتبـه العلوم والحكم ١٩٢/٧، رقم: ٢٧٦١، المعجم الأوسط، دار الفكر ١٠٢/١، رقم: ٣١٤، المعجم الكبير للطبراني، داراحياء التراث العربي ٧٦/١٨، رقم: ١٤١)

وأما عدد حروفه وأجزائه فروى سلام أبو محمد الحماني أن الحجاج بـن يـوسف جـمع القراء والحفاظ والكتاب وقال: أخبروني عن القرآن كله كـم مـن حرف هو قال: و كنت فيهم فحسبنا فأجمعنا على أن القرآن ثلاث مـائة ألف حـرف، و أربعون ألف حرف، و سبعمائة حرف، وأربعون حرفًا.

(تفسير قرطبي، مقدمه، باب ماجاء في ترتيب سورالقرآن وآياته، فصل عدد حروفه وأجزائه، مكتبه دارالكتاب العلميه ٤٦/١)

اسی طرح حدیث شریف میں آتا ہے کہ جو شخص قرآن کریم پڑھنے پر قدرت نہیں رکھتا ہے؛ لیکن وہ اس کے باوجود تلاوت کی کوشش کرتا ہے اور اٹک اٹک کر پڑھتا ہے، تو اس کو دو گنا اجر ملتا ہے، حدیث شریف اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت بھی مقصود ہے، چاہے قرآن کو بلا سمجھے ہی پڑھا جائے۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمایئے:

عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الـمـاهـر بالقرآن مع السفرة الكرام البررة والذي يقرأ القرآن، ويتتعتع فيه وهو عليه شاق له أجران. (صحيح المسلم، كتاب الصلوة، باب فضيلة حافظ القرآن، الـنسخة الهنديه ٢٦٩/١، بيت الأفكار رقم: ٧٩٨، صحيح البخاري، كتاب التفسير، سورة العبس، النسخة الهندية ٧٣٥/٢، رقـم: ٤٧٤٧، ف:٤٩٣٧) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۲۳؍صفر المظفر ۱۴۲۵ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۸۱۷۳/۳۷)	۱۴۲۵/۲/۲۳ھ

خیر وبرکت کے لئے غیر مسلم کے یہاں قرآن پڑھنے کا شرعی حکم

سوال [۸۹۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک غیر مسلم ہندو اپنے گھر خیر وبرکت کے لئے کسی سے قرآن شریف پڑھوانا چاہتا ہے اور غسل کر کے خود بھی اسلامی طریقہ پر سننے کا اہتمام کرتا ہے آیا اس کے یہاں قرآن شریف پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ جواب مرحمت فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

المستفتی: عبداللہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر اس عمل سے غیر مسلم ہندو کے اسلام سے متاثر ہو کر اسلام سے قریب ہونے کی امید ہو، تو اس کی گنجائش معلوم ہوتی ہے، ورنہ نہیں جیسا کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے قول سے واضح ہوتا ہے۔

قال أبو حنيفة: أُعلم النصراني الفقه، والقرآن لعله يهتدي ولايمس المصحف. الخ (الأشباه ص: ۹۱)

والنصراني إذا تعلم القرآن يعلم والفقه كذلک؛ لأنه عسى يهتدي لكن لايمس المصحف، وإذاغتسل ثم مس لا بأس به، في قول محمد.

(البحرالرائق، كتاب الطهارة، باب الحيض فروع، مكتبه زكريا ديو بند ۱/۳۵۰، كوئٹه ۱/۲۰۲)

و في الخانية: من بحث القراءة الحربي، أو الذمي، إذا طلب تعلم القرآن، والفقه، والأحكام يعلم رجاء أن يهتدي؛ لكن يمنع من مس المصحف إلا إذاغتسل فلا يمنع بعد ذلک. (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الطهارة، باب دارالكتاب ديوبند ۱/۱۴۳)

لا يمنع الكافر من تعلم القرآن لعله يهتدي. (شامي، كتاب الصلاة، مطلب فيما يصير الكافر به مسلما من الأفعال، كراچي ۱/۳۵۴، زكريا ۲/۸)

ولا بأس بتعليمه القرآن، والفقه عسى يهتدي. (تحته في الشامية قوله (ويمنع النصراني) في بعض النسخ الكافر. (شامي، كتاب الطهارة مطلب يطلق الدعاء على ما يشمل الثناء، زكريا ۱/۳۲۱، كراچي ۱/۱۷۷، هندية، كتاب الكراهية، الباب الخامس في أداب المسجد، مكتبه زكريا قديم ۵/۳۲۳، جديد ۵/۳۷٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۰؍شعبان المعظم ۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/۳۵۵۵)

اوقات نماز سے متعلق آیات قرآنیہ

سوال [۸۹۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ وہ آیت جہاں نماز کا ذکر تین وقت کے متعین سے متعلق ہے وہ آیت کون سے پارے میں ہے؟

المستفتی: عبدالواحد، ٹھیکری، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قرآن کریم کے اندر پانچوں نمازوں کا ذکر موجود ہے سورۂ بنی اسرائیل کی آیت شریفہ:

اَقِمِ الصَّلَاۃَ لِدُلُوْکِ الشَّمْسِ اِلٰی غَسَقِ اللَّیْلِ وَقُرْآنَ الْفَجْرِ اِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ. [سورۃ بنی اسرائیل پارہ نمبر ۱۵/۷۸]

دلوک الشمس کے اندر ظہر وعصر، اور **غسق اللیل** میں مغرب وعشاء آ گئیں اور **قرآن الفجر** میں نماز فجر آ گئی، تو اس میں پانچوں نمازوں کے اوقات کا ذکر ایک ساتھ آیا ہے اور سورۃ ہود کی آیت: ۱۱٤، **اَقِمِ الصَّلَاۃَ لِدُلُوْکِ الشَّمْسِ اِلٰی غَسَقِ اللَّیْلِ.**

میں چار نمازوں کے اوقات کا ذکر آیا ہے، فجر، عصر اور مغرب وعشاء، **طرفي النهار** میں فجر اورعصر، **زلفا من الليل** میں مغرب اور عشاء آگئیں۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳؍ جمادی الثانیہ ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۶۷۰۲/۳۵)

قرآن کریم میں نماز کا حکم کتنی بار آیا ہے؟

سوال [۸۹۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قرآن شریف میں کتنی جگہ نماز کا حکم فرمایا گیا ہے؟ ایک مولانا صاحب کہتے ہیں کہ ۱۳ ۱؍ جگہ ہے، مگر ہم لوگ جانتے ہیں ۸۲؍ جگہ ہے۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: قرآن کریم میں بعض لوگوں کی تحقیق کے مطابق تراسی جگہ نماز کا ذکر ہے، مگر ہم نے تحقیق کر کے دیکھا تو ۹۲؍ جگہ نماز کا ذکر موجود ہے۔

(معجم المفهرس لألفاظ القرآن الكريم:۳ ۴۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۴؍ محرم الحرام ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۵۰۹۵/۳۳)

کیا قرآن کے نہج پر اتحاد قائم نہیں ہوسکتا؟

سوال [۸۹۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کیا دور حاضر میں جب مسلکی عصبیت اس حد تک بڑھتی جارہی ہے کہ ہم ایک دوسرے کو گمراہ کافر اور بدعقیدہ ثابت کرتے ہیں، اپنی ساری صلاحتیں اپنا مال اپنا وقت اپنے

اختیار صرف کرتے چلے جارہے ہیں، جس کے نتیجہ میں اتحاد ملت پارہ پارہ ہوتا چلا جارہا ہے، کیا قرآن کے نہج پر جس میں کسی مسلک کو اختلاف نہیں ملت میں اتحاد کی فضا ہموار نہیں کی جاسکتی؟

المستفتی: ماسٹر عبدالحق، ہلدوانی نینی تال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اتحاد واتفاق کے بے شمار فضائل ہیں اور اتحاد واتفاق قائم کرنا دور حاضر میں ایک ناگزیر ضرورت ہے؛ لہٰذا اس کی کوشش کرنی چاہئے اور جہاں تک ہوسکے ہر مسلمان کو اس میں تعاون کرنا چاہئے۔

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا. (آل عمران:۱۰۳)

عن أنس بن مالک رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: من أصلح بين الناس أصلح الله Hمره وأعطاه بكل كلمة تكلم بها عتق رقبة ورجع مغفورًا له ما تقدم من ذنبه. (الترغيب والترهيب ۳/۴۷۸، رقم: ۴۱۴۴)

عن أنس أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: لأبي أيوب ألا أدلک على تجارة قال: بلى قال: صل بين الناس إذا تفاسدوا. (الترغيب والترهيب ۳/۴۷۷، رقم: ۴۱۴۲)

عن أبي أمامه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لأبي أيوب بن زيد يا أبا أيوب، ألا أدلک على عمل يرضاه الله ورسوله؟ قال بلى قال تُصلحُ بين الناس إذا تفاسدوا وتقارب بينهم إذا تباعدوا. (المعجم الكبير للطبراني، دار احياء التراث العربي ۸/۲۵۷، رقم: ۷۹۹۹، مسند أبي داؤد الطيالسي، مكتبه دارالكتب العلميه ۱/۳۱۸، رقم: ۵۹۹، مسند البزار، مكتبه العلوم و الحكم ۱۳/۱۸۵ رقم: ۶۶۳۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵/ جمادی الاول ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۱۰۳/۳۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۵/۵/۱۴۳۴ھ

اہل کتاب سے نکاح کے متعلق آیات قرآنی

سوال[۸۹۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قرآن کریم میں اہل کتاب سے شادی کے متعلق آیت مع ترجمہ جواب تحریر کریں اوروہ آیت کون سے پارے میں ہے؟

المستفتی: عبدالواحد، ٹھیکری مرآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اہل کتاب کی عورتوں سے شادی کے متعلق قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَا اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ . (سورۃ مائدہ:۵)

اورحلال ہیں تم کو پاک دامن عورتیں مسلمان اور پاک دامن عورتیں ان میں سے جن کو دی گئی کتاب تم سے پہلے جب دو ان کو ان کے مہر۔ (ترجمہ شیخ الہند) مگر مشاہدہ میں آنے والے متعدد دینی مفاسد اور اخلاقی خرابی کی وجہ سے اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کرنا فقہاء نے مکروہ قرار دیا ہے اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے بھی اس پر نکیر منقول ہے۔

عن حذيفة بن اليمان رضي الله عنه أنه تزوج يهودية بالمدائن، فكتب إليه عمر بن الخطاب أن خل سبيلها، فكتب إليه أحرام هي يا أمير المؤمنين؟ فكتب إليه أعزم عليك أن لاتصنع كتابي حتى تخلى سبيلها، فإني أخاف أن يقتديك المسلمون فيختاروا نساء أهل الذمة لجمالهن، وكفى بذلك فتنة لنساء المسلمين، وهو قول أبي حنيفة عن إبراهيم قال لا يحصن المسلم باليهودية، ولابالنصرانية، ولايحصن إلابالحرة المسلمة قال محمد وبه نأخذ، وهو قول أبي حنيفة. (كتاب الأثار، للإمام محمد، كراچي ۲۵۸)

عن أبي وائل أن حذيفة، تزوج يهودية، فكتب إليه عمرؓ أن يفارقها.
(مصنف عبد الرزاق، المجلس العلمي ۷/۱۷۷، رقم: ۱۲٦۷۰)

عن الصلت بن بهرام، سمع أباوائل شقيق بن سلمةؓ يقول: تزوج حذيفة يهودية، فكتب إليه عمر طلقها، فكتب إليه لم؟ أحرام هي؟ فكتب إليه؛ ولٰكني خفت أن تعاطوا المؤمسات منهن. (سنن سعيد بن منصور، باب نكاح اليهودية والنصرانية، دار الكتب العلمية بيروت ۱/۱۹۳، رقم: ۷۱٦، ۷۱۸، المصنف لإبن أبي شيبه كتاب النكاح من كان يكره النكاح في اهل الكتاب، مؤسسه علوم القرآن ۹/۸۵، رقم: ۱٦٤۱۷، السنن الكبرى للبهيقي، كتاب النكاح، جماع أبواب نكاح حرائر أهل كتاب، دار الفكر ۱۰/٤۲۵، رقم: ۱٤۳۱۰) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳؍ جمادی الثانیہ ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/۶۷۰۲)

کیا سائنس قرآن سے نکلا ہے؟

سوال [۸۹٦]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ سائنس کیا چیز ہے یہ کہاں سے نکلا ہے، اس کا موجد کون ہے؟ زید کئی دن سے بحث کرتا ہے کہ سائنس قرآن ہے یعنی قرآن سے نکلا ہے، اس کا کہنا ہے کہ ہم نے ریڈیو پاکستان سے علماء ہی سے سنا ہے، بکر کہتا ہے کہ سائنس قرآن سے نہیں نکلا ہے اطمینان بخش جواب دیں۔

المستفتی: حبیب الرحمٰن، گودھنا، سدھولی سیتاپور (یوپی)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سائنس کی ابتداء کہاں سے ہوئی اور اس کا موجد

کون ہے، احقر کو معلوم نہیں؛ البتہ قرآن میں سائنس ہے کہ قرآن کریم میں غور کیا جائے، تو معلوم ہوگا کہ ساری سائنس قرآن کریم سے ہی نکلا ہے، اس کا اقرار مشہور سائنسداں موریس بوکائے نے بھی اپنی کتاب بائبل قرآن اور سائنس ص: ۱۸۷ر میں کیا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲ر ربیع الاول ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱ر۳۹۱۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۵/۳/۱۲ھ

مسابقۃ القرآن الکریم کی شرعی حیثیت

سوال [۸۹۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ آج کل مسابقۂ قرآن پاک کے نام سے پروگرام منعقد کئے جاتے ہیں، پہلے اس کا عنوان ''مقابلۂ قرأت'' ہوا کرتا تھا، اب الفاظ کے ہیر پھیر سے عنوان بدل دیا گیا اوراب بڑے عالیشان الفاظ کے ساتھ ضلعی، صوبائی، ریاستی سطح پر اس کے اجلاس کی تشہیر اوراعلانات ہونے لگے، اس میں پڑھنے والے تجوید کے ساتھ قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہیں اوراچھے سے اچھے پڑھنے والے کا فیصلہ ایک عالم بحیثیت ایک حکم کے فرماتے ہیں اور پھر ممتاز قراء کرام کو انعامات سے نوازا جاتا ہے، اس طرح کے اجلاس اور پروگرام کی غرض وغایت فن تجوید وقرأت کی تشویق اور ترغیب بتلائی جاتی ہے، شرعی نقطۂ نظر سے اس طرح کے پروگراموں کے انعقاد اور اس میں علماء کرام کا حکم بننا اور اس طرح کے پروگراموں میں شرکت کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ مدلل جواب کے ذریعہ مطمئن فرمایا جائے۔

المستفتی: حضرت مولانا محمد سلمان صاحب، ناظم مظاہر العلوم، سہارنپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حضرت امام بیہقی کی شعب الایمان میں ایک حدیث شریف ہے، جس کو صاحب مشکوۃ نے بھی نکل فرمایا ہے، اس سے بات واضح ہوجاتی ہے۔

عن عبيدة المليكي قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: يا أهل القرآن لا توسدوا القرآن واتلوه حق تلاوته اٰناء الليل والنهار، وأفشوه وتغنوه وتدبروا ما فيه؛ لعلكم تفلحون، ولاتعجلوا ثوابه، فإن له ثوابًا.

(شعب الإيمان للبيهقي، دارالكتب العلمية بيروت ۲/ ۳۵۰، رقم: ۲۰۰۷، فصل في ادمان تلاوته، مشكوة ۱۹۲/۱)

اس حدیث میں سات باتیں بیان کی گئیں:

(۱) قرآن کریم کی بے حرمتی نہ کی جائے اور اس کا ادب واحترام ملحوظ رکھا جائے۔

(۲) قرآن کریم کی تلاوت ایسی کرنی چاہئے جیسا کہ اس کا حق ہے اور دن ورات تلاوت قرآن کو اپنا مشغلہ بنالیا جائے۔

(۳) امت میں شغل قرآن کو عام کیا جائے۔

(۴) قرآن کریم کو خوش الحانی سے پڑھا جائے۔

(۵) قرآن کریم کے معنی اور اسرار ورموز پر غور کیا جائے یہ تمام امور امت کی فلاح اور کامیابی کی راہ فراہم کریں گے۔

(۶) دنیا میں قرآن پڑھنے کا بدلہ اور اس کی اجرت حاصل کرنا جائز نہیں۔

(۷) آخرت میں اللہ تعالی نے قرآن کریم پڑھنے کا بہترین بدلہ اور اجر عظیم مقرر کر رکھا ہے، اب حدیث میں **أفشوه وتغنوه وتدبروا ما فيه** کے الفاظ پر غور کیا جائے، تو مدارس اور یونیورسٹیوں کے طلبہ اور عام مسلمانوں میں قرآن کریم کا شوق اور اس کی عظمت بڑھانے کے لئے اور گھر گھر قرآن کو عام کرنے کے لئے اور خوبصورت سے خوبصورت انداز سے پڑھنے کے لئے نیز اس کے معنی پر غور وفکر کا شوق پیدا کرنے کے لئے جگہ جگہ پروگرام کرنے کا جواز معلوم ہوتا ہے۔ **ولاتعجلوا ثوابه، فإن له ثوابا** کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں کسی قسم کی اجرت یا نذرانہ کی خواہش رکھنا اور نذرانہ حاصل کرنے کی غرض سے کرنا جائز نہیں ہے۔

نیز دوسری حدیث میں ہے:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: تعوذوا بالله من جب الحزن قالوا: يا رسول الله! وما جب الحزن؟ قال؛ وادٍ في جهنم يتعوذ منه جهنم كل يوم مائة مرة قيل: يا رسول الله! ومن يدخله؟ قال: القراء ون المراء ون بأعمالهم. (ترمذی، باب ما جاء في الرياء والسمعة، النسخة الهنديه ٢/٦٣، دار السلام رقم:٢٣٨٣، ابن ماجه، باب الانتفاع بالعلم والعمل به النسخة الهنديه ٢٣، دار السلام رقم: ٢٥٦، المعجم الأوسط، دار الفكر ٢/٢٢٥، رقم: ٣٠٩٠)

اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ نمائش اور نام ونمود کے لئے ایسا پروگرام کرنا اوراس میں شرکت کرنا جائز نہیں؛ بلکہ سخت ترین عذاب الٰہی کا خطرہ ہے، اب پروگرام کرنا اوراس میں شرکت کرنے والے خود فیصلہ کریں کہ ان کا پروگرام کس قسم میں شامل ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
٢٢ / ربیع الاول ١٤١٩ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ٣٣/ ٥٦٩٠)	٢٢ / ربیع الاول ١٩ / ١٤ھ

مسابقۂ قرأت کے جلسہ کی شرعی حیثیت

سوال [٨٩٨]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عصر حاضر میں جبکہ ہر چہار جانب سے اسلام اور اہل اسلام کی سرکوبی اوراس کے شعائر وعلامات کو مٹانے کی پیہم کوششیں کی جارہی ہیں اور جوں جوں زمانہ شمع رسالت سے دور ہوتا جارہا ہے، مسلمانوں کی دینی وشرعی کمزوریاں بھی بڑھتی جارہی ہیں، خصوصاً قرآن پاک جو شریعت اسلامیہ کا منبع اوراصل ہے، عملی اعتبار سے تو درکنار قرأت وتلاوت بھی اپنے حقوق کے حاصل کرنے سے محروم؛ جبکہ ذوالجلال کے فرمان مبارک **ورتل القرآن ترتیلا** الآیہ پر عمل کرنے میں عوام وخواص دور ہوتے چلے جارہے ہیں، ایسے موقعہ

پرصرف قرآن کریم کی تعلیم کو عام اورتام کرنے کے لئے حاملین قرآن مجید کی ایک جماعت مسابقۂ قرآن کے عنوان سے ملکی صوبائی اور ضلعی سطح پر مجالس منعقد کر کے قرآن پاک کو تجوید وصحت کے ساتھ پڑھنے والے شرکاء کو استحقاق کی بنیاد پر انعامات تقسیم کرتی ہے۔

نیز مجالس میں اکابر علماء وصلحاء کی شرکت ہوتی ہے، جس میں شرکاء مسابقہ کی حوصلہ افزائی کے ساتھ حاضرین مجلس کے لئے ترغیبی کلمات بھی ہوتے ہیں اورحقوق قرآن مجید سے متعلق ضروری احکام بھی بتائے جاتے ہیں، ویڈیو کیسٹ تصویر کشی اس طرح کے دیگر خرافات سے بالکلیہ اجتناب کیا جاتا ہے، تو کیا ارباب افتاء کے نزدیک اس قسم کی مجلس کے انعقاد کی شرعاً اجازت ہے یانہیں؟ تفصیلی جواب سے مستفیض فرمائیں۔ **جزاکم اللّٰہ خیر الجزاء**

المستفتی: عبدالخالق لاتوری، ہانسوٹ بھروچ، گجرات

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حضرت امام بیہقی کی شعب الایمان ۲/۳۵۰، رقم: ۲۰۰۷/ پر ایک حدیث ہے، جس کو صاحب مشکوٰۃ نے بھی نقل کیا ہے اس سے بات واضح ہوجاتی ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمایئے:

عن عبيدة المليكي قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: يا أهل القرآن لا توسدوا القرآن، واتلوه حق تلاوته أناء الليل، والنهار، وأفشوه، وتغنوه، و تدبروا ما فيه لعلكم تفلحون، ولاتعجلوا ثوابه، فان له ثوابا. (شعب الإيمان للبيهقي، فصل في إدمان تلاوته، دار الكتب العلمية ۲/ ۳۵۰، رقم: ۲۰۰۷، مشكوٰة ۱/ ۱۹۲)

اس حدیث میں سات باتیں بیان کی گئی ہیں۔

(۱) قرآن کریم کی بے حرمتی نہ کی جائے اوراس کا ادب واحترام ملحوظ رکھا جائے۔

(۲) قرآن کریم کی تلاوت ایسی کرنی چاہئے جیسا کہ اس کا حق ہے اوردن ورات تلاوت قرآن کو اپنا مشغلہ بنالیا جائے۔

(۳) امت میں شغل قرآن کو عام کیا جائے۔

(۴) قرآن کریم کو خوش الحانی سے پڑھا جائے۔

(۵) قرآن کریم کے معانی اور اسرار و رموز پر غور کیا جائے یہ تمام امور امت کی فلاح اور کامیابی کی راہ فراہم کریں گے۔

(۶) دنیا میں قرآن پڑھنے کا بدلہ اور اس کی اجرت حاصل کرنا جائز نہیں ہے۔

(۷) آخرت میں اللہ پاک نے قرآن کریم پڑھنے کا بہترین بدلہ اور اجر عظیم مقرر کر رکھا ہے، اب حدیث میں **أفشوه وتغنوه وتدبروا ما فيه** کے الفاظ پر غور کیا جائے، تو مدارس اور یونیورسٹیوں کے طلبہ اور عام مسلمانوں میں قرآن کا شوق اور اس کی عظمت بڑھانے کے لئے اور گھر گھر قرآن کو عام کرنے کے لئے اور خوبصورت سے خوبصورت انداز سے پڑھنے کے لئے، نیز اس کے معنی پر غور وفکر کا شوق پیدا کرنے کے لئے جگہ جگہ پروگرام کرنے کا جواز معلوم ہوتا ہے۔ **ولا تعجلوا ثوابه، فإن له ثوابا** کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں کسی قسم کی اجرت یا نذرانہ کی خواہش رکھنا اور نذرانہ حاصل کرنے کی غرض سے شرکت کرنا جائز نہیں ہے۔

نیز دوسری حدیث میں ہے:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: تعوذوا من جب الحزن، قالوا: يارسول الله! وما جب الحزن؟ قال: واد في جهنم، يتعوذ منه جهنم كل يوم مائة مرة، قيل: يا رسول الله! ومن يدخله؟ قال: القراء ون المراء ون بأعمالهم. (ترمذي، باب ماجاء في الريا و السمعة، النسخة الهنديه ٦٣/٢، دارالسلام رقم: ٢٣٨٣، ابن ماجه، باب الانتفاع بالعلم والعمل به، النسخة الهندية ٢٣/١، دار السلام رقم: ٢٥٦، رقم: المعجم الأوسط، دار الفكر ٢٢٥/٢، رقم: ٣٠٩٠)

اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ نمائش اور نام ونمود کے لئے ایسا

پروگرام کرنا اوراس میں شرکت کرنا جائز نہیں ہے؛ بلکہ سخت ترین عذاب الٰہی کا خطرہ ہے، اب پروگرام کرنے اوراس میں شرکت کرنے والے خود فیصلہ کریں کہ ان کا پروگرام کس قسم میں شامل ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
یکم ربیع الثانی ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۵۶۹۸/۳۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱/۴/۱۴۱۹ھ

کیا قراء مصر کی متواترہ قرأت بدعت ہے؟

سوال [۸۸۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ شہر لکھنؤ میں ہر سال قرائے مصر تشریف لاتے ہیں، جگہ جگہ ان کی محفل قرأت ہوتی ہے چاہے وہ عوامی مجلس ہو یا خواصی ہر محفل میں وہ قرأت سبعہ متواترہ کی ہی قرأت کرتے ہیں؛ جبکہ ان کی قیادت شہر کے معزز ومقتدر علماء کرتے ہیں، جوکہ ان کے ترجمان بھی ہوتے ہیں؛ بلکہ مہمان قراء کے تمام پروگرام شہری علماء ہی متعین کرتے ہیں۔

ایک علماء کا طبقہ ایسا بھی ہے جو قرائے مصر کی متواترہ قرأت کو بدعت اور حرام کہتا ہے اور یہاں تک کہتا ہے کہ یہ روش ترک کردینا چاہئے۔ نیز شہری علماء کو حرام کام کرانے کا جرم عائد کردیتا ہے، ازروئے شرع حقیقت سے باحوالہ آگاہ فرمائیں۔

المستفتی: محمد عثمان، لکھنؤ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: قراءت سبعہ متواترہ مشہورہ میں سے ہر ایک اپنی جگہ صحیح اور درست ہے اور اساتذۂ قراءت کے لئے طلباء کو فن سکھانے کے لئے ان سب قراءتوں پر مشق کرانا بھی درست ہے؛ لیکن حضرات فقہاء نے عوام الناس کے سامنے ایسی قراءت پیش کرنا جو ان کے لئے غیر مانوس اور عجیب وغریب ثابت ہو، جس کو سن کر عوام میں تبصرہ ہو

نے لگے اور ایک دوسرے کے منھ دیکھنے لگیں ممنوع اور قابل ترک قرار دیا ہے، یہ ایسا ہے جیسا کہ فقہ اور حدیث کی کتابیں پڑھاتے وقت چاروں اماموں کے مذاہب صحیح اور برحق ہونے کی وجہ سے ان کے اقوال اور مسلک کو واضح کرنا شاگردوں کے سامنے استاذ پر لازم ہوتا ہے، مگر حنفی مسلک کے استاذ اور عالم کے لئے عامۃ المسلمین کے سامنے حضرت امام ابوحنیفہؒ کے مسلک کے علاوہ دوسرے مسلک کو پیش کرنا ناجائز اور ممنوع ہے اور فن قراءت میں برصغیر کے مسلمان حضرت امام حفصؒ کے مقلد ہیں؛ اس لئے حضرت تھانویؒ نے امداد الفتاوی میں روایت حفص کے علاوہ دیگر قراءت مشہورہ کو عامۃ المسلمین کے سامنے واجب الترک اور روایت حفص کو واجب الاتباع قرار دیا ہے۔ (امداد الفتاوی ۱/۲۹۵-۲۹۷)

لہٰذا جس طرح عوام الناس کے سامنے چاروں مذاہب کی باتیں کرنا اور چاروں مذاہب پر آزادی کے ساتھ عمل کر کے دکھانا یعنی کبھی ایک مذہب پر کبھی دوسرے مذہب پر عمل کر کے دکھانا غیر مقلدیت اور باعث فتنہ ہے، اسی طرح روایت حفص کو چھوڑ کر عوام الناس کے سامنے دیگر قراءت مشہورہ غیر مانوسہ کو پیش کرنا فن قراءت میں غیر مقلدیت اور باعث فتنہ ہے؛ اس لئے سوال نامہ میں علماء کے جس طبقہ نے قراء مصر کے ان قراءتوں کو بدعت اور حرام کہا ہے، وہ اسی کے پیش نظر ہے؛ لہٰذا محفل قراءت اور اسٹیجوں میں ایسی غیر مانوس قراءت کا پڑھنا شرعاً ممنوع ہوگا۔ اس سلسلے میں فقہاء کی عبارات ملاحظہ فرمائیے:

فتاوی الحجة و قراءة القرآن بالقراءات السبعة والروايات كلها جائزة؛ ولكني أرى الصواب أن لايقرء بالقراءة العجيبة بالإمالات وبالروايات الغريبة؛ لأن بعض الناس يتعجبون وبعضهم يتفكرون وبعضهم يخطئون وبعض السفهاء يقولون مالا يعلمون ولعلهم لايرغبون فيقعون في الإثم والشقاء. (تاتارخانیه قدیم، كتاب الصلوة، فصل القرأة نوع آخر ۱/۴۵۵، جديد ۲/۷۲، رقم: ۱۷۸۳، هكذا في الهنديه، كتاب الصلوة، الفصل الرابع في القراءة، جديد زكريا ۱/۱۳٦، قديم ۱/۷۹)

قسم يقرء به اليوم وذلك مااجتمع فيه ثلاث خلال وهن أن ينقل عن الثقات عن النبي صلى الله عليه وسلم ويكون وجهه في العربية التي نزل بها القرآن سائغا، ويكون موافقا لخط المصحف،فإذا اجتمعت فيه هذه الخلال الثلاث قرئ به وقطع على مغيبه وصحته وصدقه؛ لأنه أخذ عن إجماع من جهة موافقة خط المصحف وكفر من جحده. (الموسوعة الفقهيه ۴۳/۳۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ:شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶/ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ
(الف فتویٰ نمبر:۸۷۹۲/۳۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۶/۴/۲۲ھ

قرآن سے متعلق عبداللہ طارق کے چند شبہات کا تحقیقی جواب

سوال [۹۰۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید(عبداللہ طارق) نے ایک تقریر کی جس میں زید نے یہ کہا کہ: قرآن حکیم کی ایک ماسٹر کاپی حضرت حفصہؓ کے پاس تھی، جو حضور ﷺ نے خود تیار کرائی تھی، اسے نقل کے لئے حضرت عثمان غنیؓ نے منگوایا اور کہا کہ ام المؤمنین وہ ہمیں بھیج دیجئے ہم آپ کو واپس کردیں گے، لوگوں نے اس سے چھ نسخے لکھے، پورے قرآن کو چھ لوگ بیٹھ کر ہاتھ سے لکھ رہے ہوں، ممکن ہی نہیں کہ غلطی نہ ہو، وہ ماسٹر کاپی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت حفصہؓ کو دی یا نہیں اس کا تاریخ سے کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ کہتا ہے کہ اچھا آگ لگ گئی ہوگی، کہیں جل گیا ہوگا، سیلاب میں بہہ گیا ہوگا، دیمک لگ گئی ہوگی، لوگوں نے حملہ کیا تھا تباہی مچائی تھی، اس میں ختم ہوگیا ہوگا، اس کا تاریخ میں کچھ تو ذکر آتا، آج تک کوئی ذکر نہیں ہے، جو چھ نسخے تیار ہوئے ان میں ایک وہ نسخہ بھی تھا جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت تلاوت میں تھا، جس پر خون کے چھینٹے تھے، تاریخ میں بیس جگہوں سے رپورٹ مل رہی ہے کہ حضرت عثمان

غنی رضی اللہ عنہ کانسخہ یہاں پر ہے، وہی جس پرخون کے چھینٹے تھے، سازشیوں نے دشمنوں نے خون کے چھینٹے ڈال کر قرآن ویسے ہی جگہ جگہ پہنچائے ہیں؛ تا کہ اصل کا پتہ نہ چلے کہ کون سا تھا؟ تو اب یہ سو فیصد فائنل ہی نہ ہوگا کہ وہ چھ کون سے تھے، یعنی ایک نسخے کے بیس نسخے ڈبلی کیٹ بنالئے گئے، اسی کا ڈبلی کیٹ آج ہمارے پاس موجود ہے جو دنیا بھر کے مسلمانوں کے پاس دستیاب ہے کوئی گارنٹی نہیں کہ یہ ماسٹر کاپی وہی ہے جسے حضور ﷺ نے تیار کرایا تھا، امت کا برین واش کیا گیا، ایک سسٹم چلا، ایک نظام چلا، نظام غلط دیا گیا، نظام ان پر تھوپا گیا جس کی وجہ سے نام بدلے، چیزیں بدلیں، دین اسلام کو مذہب کہا جانے لگا، جب کہ ابوداؤد شریف کتاب الطہارۃ کی پہلی حدیث کے مطابق مذہب لیٹرین، شوچالے کو کہتے ہیں، سب کچھ بدل دیا گیا، مسلمانوں کے پاس کچھ بھی اوریجنل نہیں ہے سب ہوا میں ہے، حتی کہ دین اوریجنل نہیں بچا۔ (معاذ اللہ) تقریر کا متن بلفظہ بعد حذف مکررات ویڈیو سی ڈی سے نقل کیا ہوا درج ذیل ہے، ملاحظہ ہو:

(30:27 منٹ سے) قرآن کریم جو ہمارے پاس آج ہے آپ کے پاس کیا ثبوت ہے کہ وہی ہے جو رسول اللہ ﷺ نے دیا تھا، جب وحی نازل ہوتی تھی لوگوں کو معلوم ہوتا تھا اور اسے وہ ڈکٹیٹ کراتے تھے اور لکھواتے تھے، لکھا ہوا کہاں گیا؟ ایک پوری ماسٹر کاپی بنی پورے قرآن کی، کچھ مسنگ نہیں تھا اس میں، وہ ماسٹر کاپی جب پوری کمپلیٹ ہوگئی، تو حضرت حفصہؓ کے پاس رکھوادی گئی، یہ تھی ماسٹر کاپی قرآن کی، حضرت ابوبکر کے دورِ خلافت میں انہیں کے پاس رہی، حضرت عمر کے دورِ خلافت میں ان کی صاحب زادی تھیں، انہیں کے پاس رہی، انہوں نے انہیں کے پاس رہنے دیا، حضرت عثمان غنیؓ کے دور میں اب اسٹیٹ بہت بڑی ہوگئی تھی، تو جگہ جگہ سے اطلاع آئی کہ لوگ قرآن غلط پڑھتے ہیں تو انہوں نے سوچا کہ اس ایک ماسٹر کاپی سے چھ اور ماسٹر کاپیز بنوا کے الگ الگ علاقوں میں بھیج دوں، اچھا قدم تھا۔ اصل حضرت حفصہؓ سے منگوایا کہا کہ ام المؤمنین وہ ہمیں بھیج دیجئے، ہم آپ کو واپس

کردیں گے، پھر ہیلپ لی حافظوں سے بھی، پھر ہیلپ لی کچھ لوگوں کے پاس جو چیزیں تھیں اس کو بھی چیکنگ کے لئے؛ لیکن ایک ایک حرف ایک ایک لفظ رسول اللہ ﷺ نے اپنے سامنے لکھوایا تھا، ماسٹر کاپی حضرت حفصہؓ کے پاس تھی، لوگوں نے اس سے چھ نسخے لکھے، پورے قرآن کو چھ لوگ بیٹھ کر لکھ رہے ہوں ہاتھ سے، ممکن ہی نہیں کہ غلطی نہ ہو۔ کلیر کل ایرر، میں تو خود کمپوز کرتا ہوں، ڈائرکٹ کمپیوٹر پر کوئی چیز ہوتی ہے اسے ایریز کرتا جاتا ہوں، ڈیلیٹ کرتا جاتا ہوں، کرکشن کرتا جاتا ہوں، پھر اس کے بعد چار چار دفعہ پروف ریڈنگ کرلیتا ہوں، پھر بھی رہ جاتی ہے غلطی، پھر بھی نکل جاتی ہے مسٹیک، یہ ممکن ہی نہیں کہ غلطی نہ رہ جائے، ان چھ کے چھ بالکل حرف بحرف صحیح ہوں ہاتھ سے لکھنے والوں کے، غلطی اگر نہیں تھی تو وہ اس میں جس سے لکھ رہے تھے، اس لئے کہ یہ پورا ایک ساتھ تھوڑا ہی لکھا گیا تھا، یہ تو تھوڑی تھوڑی سی وحی آتی تھی، اطمینان سے بول کر لکھواتے تھے، کئی کئی مرتبہ تلاوت کرتے تھے بعد کو بھی اس کی تلاوت کا موقع آتا تھا، تو کوئی اس میں چانس ہی نہیں تھا کہ تھوڑی سی چند آیتوں کی وحی آئی اس کے اندر غلطی ہو جائے، یہ تو پورا قرآن لکھنے میں ہو جائے گی غلطی ہنڈرڈ پرسنٹ، درست یہ تھا جس سے وہ چھ کاپی بنائی گئیں، ہینڈرائٹنگ میں غلطیاں ہوسکتی تھیں، میں سکتی کی بات کرر ہا ہوں، حضرت عثمان نے الگ الگ جگہوں پر بھیج دیں، اس میں سے ایک کاپی ان کی شہادت کے وقت موجود تھی، جس پر ان کے خون کے چھینٹے بھی آئے، تاریخ میں بیس جگہوں سے رپورٹ مل رہی ہے کہ حضرت عثمان کا نسخہ یہاں پر ہے، حضرت عثمان کا نسخہ یہاں پر ہے، حضرت عثمانؓ کا وہی نسخہ جس پر خون کے چھینٹے تھے، کئی شازشیوں نے دشمنوں نے خون کے چھینٹے ڈال کر قرآن ویسے ہی جگہ جگہ پہنچائے ہیں؛ تاکہ اصل کا پتہ نہ چلے کون سا تھا؟ شروع سے یہ کوشش تھی کہ قرآن غائب کرو، بیس جگہوں سے تاریخ میں رپورٹ مل رہی ہے جو لوگ ریسرچ اسکالرز ہیں وہ جانتے ہیں، تو اب یہ ہنڈریڈ پرسنٹ فائنل ہی نہ ہوگا کہ وہ چھ کون سے تھے؟ انہوں نے ایسے مکس اپ کردیئے ہر

جگہ سے لوگ عقیدت سے آ رہے ہیں دیکھنے کے لئے اور خون کے چھینٹے پڑے ہوئے ہیں، اچھا اب بھی اصل تو ہے نا، ہوگا اس میں تو غلطی ویسے بھی ہوسکتی تھی سوال یہ ہے ماسٹر کاپی کدھر ہے؟ خوب نام آرہا ہے حضرت عثمان کا، حضرت حفصہؓ کے نسخے کا تاریخ میں کہیں کوئی نام نہیں ہے، اس کے بعد حضرت عثمان کے یہ کہنے کے بعد انہوں نے کہا تھا میں واپس کر دوں گا۔ یقیناً کر دی ہوگی اگر کچھ لیٹ ہو بھی جاتی جب ہوگیا کام حضرت حفصہؓ نے مانگ لی ہوگی کہ آپ نے کہا تھا لایئے واپس بھیج دیجئے، کوئی تذکرہ نہیں ہے اس حصہ کے بعد کہ انہوں نے منگائی تھی، بس ختم، اچھا آگ لگ گئی ہوگی، کہیں جل گیا یہ تو ہوتا، سیلاب آ گیا تھا، دیمک لگ گئی تھی، لوگوں نے حملہ کیا تھا تباہی مچائی تھی اس میں ختم ہوگیا کچھ تو آتا کوئی ذکر نہیں ہے۔

یہ امت کا سب سے قیمتی ڈاکیومنٹ تھا پوری امت کا اس کا کسی ذہن میں سوال ہی نہیں اٹھتا کہ وہ کہاں گیا؟ کسی تاریخ لکھنے والے کے ذہن میں سوال نہیں اٹھا وہ کہاں گیا؟ کسی صحابیؓ کے ذہن میں سوال نہیں اٹھا کہ وہ کہاں ہے؟ اس سے زیادہ قیمتی تو کوئی چیز تھی ہی نہیں امت میں، قرآن کا اوریجنل نسخہ...... یہ سازش تو رہی ہے کہ اسے غائب کیا گیا ہے...... جو سب سے قیمتی چیز کا جو غائب ہو جائے، کوئی ذکر کہیں نہیں ہے امت کی سب سے قیمتی چیز تاریخ میں ذکر ہوتا یہی ذکر ہوتا کہ کچھ پتہ نہیں چل رہا یہ بھی ذکر نہیں ہے؛ تاکہ لوگوں کے ذہن ہی صاف ہو جائیں، اس کے بارے میں سوچیں ہی نہیں، نہیں سوچتے، کوئی سوال اٹھاتا ہے کہیں، ایسا نہیں ہوسکتا کہ شروع کی تاریخ میں کوئی ذکر نہ ہو، صحابہ نے سوال نہ اٹھایا ہو، نہیں ممکن ہے تو پھر وہ سوال ہم تک کیوں نہیں پہنچے؟ غائب کی گئی تاریخ کا کچھ حصہ گھٹایا گیا، یہ ہمارا موضوع نہیں تھا، اس وقت دین و مذہب تھا۔ میں نے درمیان میں ایک بات ڈالی، بڑی خطرناک بہت چیزیں ہیں، وہ آج تک چل رہی ہیں اور لوگوں کو پتہ نہیں ہے اور ہو رہا ہے بہت کچھ، تو اس میں برین واش کئے گئے ہے، ایک سسٹم چلا ہے، ایک نظام چلا ہے،

وہ نظام غلط دیا گیا ہے اور لوگ سمجھ رہے ہیں کہ ہم سب کچھ ٹھیک کر رہے ہیں، وہ نظام ان پر تھونپا گیا ہے انہیں معلوم نہیں ہے۔ اس کا ایک حصہ یہ ہے نام بدلے گئے ہیں، نام آ گیا مذہب، ٹائٹل تک بدل دیا گیا، ٹائٹل آپ کو دیا گیا لیٹرین، شوچالے اور سب اپنی زبانوں میں کہہ رہے ہیں، مذہب اسلام، چیزیں بھی بدلی ہیں جیسے یہ غائب ہوا، اوریجنل میں نے آپ کو بتایا ایسے اور بھی چیزیں غائب ہیں اور بھی چیزیں نہیں: بلکہ ایک ڈاکیومنٹ امت کے اندر نہیں ہے، ایک بھی نہیں ہے، ایسنشیل ڈاکیومنٹ، ضروری دستاویزات، حضرت عمر تو مختلف قانون اور دستاویز ایشو کرتے تھے جگہ جگہ فرمان بھیجتے تھے کدھر ہیں؟ کوئی کہیں تو ملنا چاہئے، حضرت ابوبکر جو بھیجتے تھے کوئی تو کہیں ملنا چاہئے، پانچ پانچ ہزار سال پرانے ہمیں مل رہے ہیں، یہ نہیں مل رہا ہے مسلمانوں کے پاس نہیں ہے کچھ، ہوا میں ہے سب۔ چیزیں بدلیں، نام بدلا، نام کے ساتھ کنٹینس بھی بدلے، دین اوریجنل نہیں بچا۔ (39:59 منٹ تک)

اس کے علاوہ بھی بہت سے نازیبا کلمات تقریر کے باقی حصوں میں زید نے کہے ہیں، خصوصاً میراث اور صلوٰۃ قصر کے مسئلہ میں دریدہ ذہنی اور جرأت بے جا سے کام لے کر ائمۂ کرام ومفتیان عظام کو علم ریاضی سے جاہل بتا کر کھلا مذاق اڑایا ہے۔

صورت مسئولہ میں زید کی مذکورہ بالا تقریر کے اقتباسات اور قائل دونوں کا شرعاً کیا حکم ہے؟ آیا زید کے مذکورہ بالا جملے کفری ہیں یا نہیں؟ اگر کفری ہیں تو قائل پر حکم کفر عائد ہوتا ہے یا نہیں؟ اس کی بیوی اس کے نکاح میں باقی رہی یا نہیں؟ شرعیات میں ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟ مسلمان اس سے تعلق رکھیں یا سماجی بائیکاٹ کریں؟ تفصیل کے ساتھ مع حوالہ جات اور عربی عبارات کے ترجموں کے جواب تحریر فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

المستفتیان: مسلمانان اہل سنت والجماعت ضلع رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوال نامہ کی تحریر کے ساتھ عبداللہ طارق کی سی

ڈی بھی سنی گئی، جسے سن کر اندازہ ہوا کہ یا تو یہ شخص نرا جاہل ہے، جسے قرآن وسنت عربی واردو تاریخ سے کچھ بھی واقفیت نہیں اور یا پھر یہ کسی اسلام دشمن ایجنسی کا شاطر ایجنٹ ہے، جونہایت چابک دستی سے ناواقف عوام وخواص کے دلوں میں دین ومذہب اور قرآن کریم کے بارے میں تشکیک پیدا کرنا چاہتا ہے، اس کے بیانات میں خود تضاد ہے، ایک طرف پکے مؤمن ہونے کا مدعی ہے اور بار بار اپنے ایمان کی پختگی کی بات دہراتا ہے، اور دوسری طرف یہ نقل کرتا ہے کہ مسلمانوں کی باتیں صرف ہوائی ہیں، ان کے پاس کوئی تصدیق شدہ قرآن موجود نہیں ہے، حالانکہ قرآن مقدس کے بارے میں مسلم عوام کو شکوک وشبہات میں مبتلا کرنا بجائے خود ایسا جرم ہے، جو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، اس کا اپنی تقریر میں یہ کہنا کہ (ماسٹر کاپی) حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت حفصہؓ سے جو نسخہ لیا تھا، اس کا ان کو واپس کرنا ثابت نہیں ہے، حالاں کہ بخاری شریف ۷۴۶/۲ میں صراحت کے ساتھ صحیح حدیث شریف موجود ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت حفصہؓ کے پاس سے جو نسخہ لیا تھا وہ ان کو واپس کر دیا تھا، پھر اس نسخہ کے بارے میں یہ کہنا کہ ماسٹر کاپی واپس کرنا ثابت نہیں ہے، یہ دعویٰ انتہائی جاہلانہ اور گمراہ کن ہے، ملاحظہ ہو بخاری شریف کے الفاظ:

رد عثمان الصحف إلى حفصة وأرسل إلى كل أفق بمصحف مما نسخوا.

(بخاری شریف، باب جمع القرآن، النسخة الهندية ٧٤٦/٢، رقم: ٤٧٩٦، ف:٤٩٨٧، السنن الكبرى للنسائي، باب بلسان من نزل القرآن، دار الكتب العلمية بيروت ٦/٥، رقم: ٧٩٨٨، السنن الكبرى للبيهقي، باب الدليل على أن ما جمعته مصاحف الصحابه، دارالفكر ٣٣٥/٢، رقم: ٢٤٢٥، مسند أبي يعلى الموصلي، دار الكتب العلمية بيروت ٦١/١، رقم:٨٧)

نیز عبد اللہ طارق کا زور دے کر یہ کہنا کہ: ''یہ ممکن ہی نہیں کہ غلطی رہ نہ جائے، ان چھ کے چھ ہاتھ سے لکھنے والوں سے بالکل حرف بحرف صحیح ہو، ایسا نہیں ہوسکتا، غلطی کا رہ جانا ہینڈرڈ پرسنٹ یقینی ہے'' یہ بات سن کر یقیناً سننے والے قرآن کریم کے بارے میں شک میں

مبتلا ہوں گے حالانکہ حضور ﷺ کے زمانہ سے لے کر آج تک قرآن کریم کے ہزار ہا نسخے ہاتھ سے لکھے گئے ہیں، اور آج بھی دنیا کے اندر سیکڑوں سائز میں قرآن کریم دستیاب ہیں، کوئی چھوٹا کوئی درمیانی کوئی بڑا اور کوئی بہت بڑا، ان سب کی کتابت دور صحابہ سے لے کر آج تک مسلمانوں نے اپنے ہاتھ سے کی ہے، دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت ان مختلف نسخوں کے درمیان ایک لفظ کا فرق بھی ثابت نہیں کرسکتی، حضور ﷺ کے زمانہ سے لے کر آج تک لاکھوں حفاظ ہر زمانہ اور ہر دور میں موجود رہے کوئی بھی حافظ کسی بھی نسخے میں ایک لفظ کا فرق بھی نہیں دکھا پایا۔

نیز آج عرب وعجم میں قرآن مقدس ہاتھوں سے لکھا جارہا ہے، مگر کوئی بھی نسخہ چھپ کر کے آچکا ہو اور اس میں کسی لفظ کا فرق رہ گیا ہو، مسلمانوں نے اس کو قبول کیا ہو، دنیا کی کوئی طاقت اس کو ثابت نہیں کرسکتی، پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے قرآن کریم کا نسخہ تیار کرنے کے لئے جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بورڈ قائم کیا تھا یہ وہ صحابہؓ تھے، جن سے حضور ﷺ قرآن لکھایا کرتے تھے، اور وہ سب خود بہترین قسم کے حافظ تھے، جن کو کاتبین وحی سے موسوم کیا جاتا تھا، ان مقدس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہاتھوں سے لکھے ہوئے قرآن میں ہنڈریڈ پرسنٹ یقینی طور پر غلطی رہ جانے کو بتانا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر بڑا بدترین الزام ہے، اور دین کے ساتھ استخفاف ہے، جس سے کفر کا خطرہ ہے، فقہاء لکھتے ہیں:

إِذَا أَنْكَرَ آيَةً مِنَ الْقُرْآنِ أَوِ اسْتَخَفَّ بِالْقُرْآنِ أَوْ بِالْمَسْجِدِ أَوْ بِنَحْوِهِ مِمَّا يُعَظَّمُ فِي الشَّرْعِ أَوْ عَابَ شَيْئًا مِنَ الْقُرْآنِ أَوْ خَطَّئَ أَوْ سَخِرَ بِآيَةٍ مِنْهُ كُفِّرَ. (مجمع الأنهر، كتاب السير والجهاد، مكتبه دارالكتب العلميه ۲/۵۰۷، مصري قديم ۱/۶۹۲، هنديه، كتاب السير، الباب التاسع في أحكام المرتدين مطلب موجبات الكفر انواع منها ما يتعلق بالإيمان دارالسلام زكريا قديم۲/۲۶۶، جديد ۲/۲۷۹، البحر الرائق، كتاب السير باب أحكام المرتدين، مكتبه زكريا٥/۲۰۵، كوئٹه٥/۱۲۲)

لہٰذا یہ شخص یا تو واقعی جاہل ہے جس کو دین اسلام سے کسی طرح کی واقفیت نہیں ہے یا کسی اسلام دشمن تنظیم کا ایجنٹ ہے، جس کا مقصد مسلمانوں کو دین کے متعلق شکوک وشبہات میں مبتلا کرنا ہے: لہٰذا مسلمانوں کے لئے اس کی مجلس میں شرکت کرنا قطعاً جائز نہیں ہے، ایسے دریدہ دہن شخص سے اس وقت تک بائیکاٹ کرلینا لازم ہے، جب تک وہ علی الاعلان اپنی حرکتوں سے توبہ نہ کرے اور صدق دل سے معافی نہ مانگ لے۔

(۲) اس نے اپنی تقریر کے درمیان ''مذہب'' کو بے ڈھڑک لیٹرین کہہ دیا ہے، ساتھ میں یہ بھی دعوی کیا ہے کہ: ٹائٹل بدل دیا گیا ہے، ٹائٹل آپ کو دیا گیا لیٹرین اور شوچالے''، استدلال میں ابوداؤد شریف کا حوالہ دیا ہے، اس کی حقیقت یہ ہے کہ ابوداؤد کی ایک حدیث شریف میں بطور کنایہ کے قضائے حاجت کے لئے جانے کی جگہ کو راوی نے ''مذہب'' سے تعبیر کردیا ہے، جب کہ قضائے حاجت کے لئے جانے کی جگہ کو صراحت کے ساتھ استعمال کرنا اور صراحت کے ساتھ کہنا معیوب سمجھا جاتا ہے، جیسا کہ ہمارے عرف میں بھی مجمع میں بیت الخلاء اور لیٹرین کے لفظ کی جگہ پر قضاء حاجت بولا جاتا ہے، بعض علاقوں میں بولا جاتا ہے کہ فلاں جنگل کو گئے ہیں، شہروں میں بولا جاتا ہے کہ قضائے حاجت کو گئے ہیں، اسی طرح راوی نے حضور ﷺ کے ادب واحترام میں قضائے حاجت کو جانے کے لئے کنایہ کے طور پر لفظ ''مذہب'' استعمال فرمایا ہے، یعنی ''جانے کی جگہ'' تشریف لے گئے ہیں، پھر عبداللہ طارق کا ''مذہب'' کو مجمع عام میں ''لیٹرین اور شوچالے کہہ دینا انتہائی جہالت اور اشتعال انگیز ہے، یہ نہ تو پیغمبر علیہ السلام کا قول ہے اور نہ ہی عربی زبان میں یہ لفظ اس معنی میں کے لئے خاص ہے؛ چنانچہ دنیا کی کسی ڈکشنری میں لفظ مذہب کا ترجمہ لیٹرین یا شوچالے'' نہیں لکھا گیا ہے، جو اہل علم سے مخفی نہیں ہے؛ بلکہ ''مذہب'' کے معنی عربی زبان میں قرآن وحدیث کے تفصیلی دلائل کو عملی جامہ پہنانے کے لئے احکام شرعیہ کے استنباط کرنے میں متعینہ طریقہ اختیار کرنے کے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

اَلْمَذْهَبُ طَرِيْقَةٌ مُعَيَّنَةٌ فِيْ إِسْتِنْبَاطِ الأَحْكَامِ الشَّرْعِيَّةِ الْعَمَلِيَّةِ مِنْ أَدِلَّتِهَا التَّفْصِيْلِيَّةِ. (معجم لغة الفقهاء كراچي ٤١٩)

مگر اس شخص نے لفظ ''مذہب'' کو لیٹرین اور شوچالے'' کہہ کر شاطرانہ طور پر اس لفظ کے موقع محل پر پردہ ڈال کر اس کو دین سے جوڑ دیا، اسی طرح پوری تقریر میں خود ساختہ بے دلیل اور لچر اصطلاحات پیش کر کے حاضرین کا ذہن بگاڑنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔

نیز اس کا یہ کہنا کہ ''نام آگیا مذہب ٹائٹل تک بدل دیا گیا'' ٹائٹل آپ کو دیا گیا لیٹرین اور شوچالے، مسلمانوں کے پاس نہیں ہے کچھ، ہوا میں ہے سب، دین اور ریجنل نہیں بچا''۔ یہ مذہب اسلام کا مذاق اڑا کر کے دین و اسلام میں شکوک وشبہات پیدا کرنا ہے؛ اس لئے مسلمانوں کے لئے اس کی مجلس میں شرکت کرنا قطعاً جائز نہیں اور جو اس کی باتوں پر یقین کرے گا اس کے بھی ایمان کا خطرہ ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲؍محرم الحرام ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/۱۰۹۳۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۲/۱/۱۴۳۴ھ

حروف مقطعات کو باعث اجر وثواب وغیرہ سمجھنے کا حکم

سوال [۹۰۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کوئی شخص دو ہزار کیلنڈر چھپوانا چاہتا ہے، اس میں برکۃً حروف مقطعات جو سورتوں کے شروع میں آتے ہیں اس کو لکھنا چاہتا ہے، اس طرح لکھ کر چھپوانا اور اس کو باعث اجر وثواب سمجھنا یا دافع بلا ومصیبت سمجھنے کی شرعاً کیا حیثیت ہے؟

المستفتی: محمد عبد اللہ مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حروف مقطعات کا کیلنڈر دیکھنے میں آیا، اس میں

عجیب وغریب بے ثبوت فضائل لکھے ہوئے ہیں کہ صبح کو اٹھ کر اس کو صرف دیکھ لینے سے مرادیں پوری ہوجائیں گی اور رزق میں برکت ہوگی، سارا کام آسانی سے مکمل ہوجائے گا، یہ باتیں ایسی ہیں جیسے ہندوؤں کے یہاں مندروں میں گنیش جی کو ہاتھ اٹھا کر استقبال کیا جائے، تو مرادیں پوری ہوجائیں گی، اس طرح کا عقیدہ خطرناک ہے، حالانکہ ہر مسلمان کے گھر میں قرآن مقدس موجود ہوتا ہے اور قرآن مقدس کی تلاوت بھی بہت سے مسلمان کرتے ہیں اور تمام حروف مقطعات قرآن مقدس میں موجود ہیں؛ لیکن قرآن مقدس کی تلاوت سے جو خیر وبرکت ہوسکتی ہیں وہ حروف مقطعات کو دیکھنے سے کبھی حاصل نہیں ہوسکتی؛ اس لئے حروف مقطعات کے کیلنڈر شائع کرکے بدعت جاری کرنا ہے؛ لہٰذا اس کام کی شرعاً اجازت نہیں ہوگی۔

من أحدث في أمرنا هذا ماليس منه فهو رد. (صحيح البخاري، كتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا على جور فالصلح مردود، النسخة الهنديه ۱/ ۳۷۱، رقم: ۲۶۱۹ ف:۲۶۹۷، صحيح مسلم، كتاب الاقضيه، باب نقض الأحكام الباطلة، النسخة الهنديه ۲/ ۷۷، بيت الأفكار، رقم:۱۷۱۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹/ ذیقعدہ ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۷۸۵۶/۳۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۳/۱۱/۱۹ھ

سورۂ کہف میں ”ولیطلطف“ بڑے حرفوں میں لکھنے کی وجہ

سوال [۹۰۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کلام اللہ کی سورۂ کہف میں ایک جگہ ولیطلطف بڑے حرفوں میں لکھا ہے کیا وجہ ہے؟

المستفتی: محمد عمیر غازی آبادی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: یہ قرآن کریم کے بالکل بیچ کا لفظ ہے، یعنی قرآن

کریم کے تمام حروف اورلفظوں کے بیچو بیچ میں یہ لفظ آیا ہے جیسا کہ قرآن کریم کے نسخہ کے حاشیہ پراس بات کی وضاحت موجود ہے؛ اس لئے نمایاں لکھا گیا ہے، فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳/ ذی قعدہ ۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶۸۸/۳۱)

الهداية كالقرآن کا صحیح مطلب

سوال [۹۰۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ غیر مقلدین کا اعتراض ہے کہ ہدایہ میں لکھا ہے **الهداية كالقرآن** اس کا صحیح جواب مرحمت فرما کر مشکور فرمائیں؟

المستفتی: محمد نظام الدین، رانی نگر مرشد آباد بنگال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: غیر مقلدین کا یہ اعتراض کرنا کہ ہدایہ میں لکھا ہے ''الهداية كالقرآن'' ہدایہ قرآن کی طرح ہے، ہدایہ کے اندر یہ لفظ کہیں نہیں ہے، یہ محض جھوٹ ہے؛ البتہ **كشف الظنون** ۲/۱٦۱۸ پر صرف یہ بات لکھی ہے، کہ ہدایہ لکھنے سے پہلے حنفی مسلک میں فقہ کی جتنی کتابیں لکھی جا چکی ہیں، ان تمام کتابوں سے ہدایہ نے حنفی مسلک کو بے نیاز کر دیا ہے؛ اس لئے کہ ہدایہ ایسی جامع اور مدلل کتاب ہے کہ اس سے پہلے کتابوں میں سے کوئی بھی ایسی جامع کتاب نہیں لکھی گئی تھی تو جس طریقہ سے قرآن کریم نے پچھلی تمام آسمانی کتابوں سے بے نیاز کر دیا ہے اوران سب کو منسوخ کر دیا ہے، ایسے ہی ہدایہ نے حنفی مسلک کی پچھلی تمام حنفی کتابوں سے بے نیاز کر دیا ہے، پچھلی تمام حنفی کتابوں کو گویا منسوخ کر دیا ہے، یہ ایک تشبیہ دی گئی ہے، اگر کوئی عربی زبان اور عربی محاورہ سے ناواقف اور نابلد ہے پھر وہ کشف الظنون کی اس عبارت کو دیکھ کر جسے ہدایہ کے بعض شراح

نے بھی نقل کیا ہے، یہ سمجھے کہ ہدایہ کو قرآن کے مثل یا قرآن کے برابر قرار دیا گیا ہے تو یہ اس کی عقل و سمجھ کا قصور ہے، وہ خود اپنے اندر عربی محاورہ اور عربی عبارت سمجھنے کی صلاحیت پیدا کرے بلا وجہ مسلمانوں کو اپنی نا اہلیت کا تماشہ نہ دکھائے اور لوگوں کو غلط فہمی میں نہ ڈالے اور جس نے یہ لکھا ہے کہ یہ عبارت ہدایہ میں ہے غلط ہے، ہدایہ کے کس باب میں اور کس صفحہ میں یہ عبارت ہے یہ محض اپنی جہالت کا مظاہرہ کرنا ہے۔

کشف الظنون کی پوری عبارت ملاحظہ فرمایئے:

قال الشيخ: أكمل الدين روي أن صاحب الهداية بقي في تصنيف الكتاب ثلاث عشرة سنة، وكان صائماً وكان في تلك المدة لا يفطر أصلاً، وكان يجتهد أن لا يطلع على صومه أحد، فكان ببركة زهده وورعه كتابه مقبولاً بين العلماء. وهو الذي قيل في شأنه: أن الهداية كالقرآن قدنسخت، ماصنفوا قبلها في الشرع من كتب، فأحفظ قواعدها واسلك مسالكها يسلم مقالك من زيغ، ومن كذب. (كشف الظنون، دارالفكر بيروت ۲/۱٦۸۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱/ جمادی الثانیہ ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۷۶۴۹/۳۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۳/۵/۱۱ھ

الفصل الثاني في تفسير القرآن الكريم

قرآن مقدس میں قصوں کے ذکر کرنے کا مقصد

سوال [۹۰۴]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: قرآن پاک میں اللہ تعالی نے جو پچھلی قوموں کا ذکر کیا ہے، وہ صرف پڑھنے ہی کے لئے ہے یا عوام کو بھی سنا سکتے ہیں؟

المستفتی: محمد صدیق عمری کلاں مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قرآن پاک میں ذکر کردہ پچھلی قوموں کے حالات کا اصل مقصد ان سے عبرت ونصیحت حاصل کرنا ہے؛ لہٰذا عوام کے سامنے ان قصص کو بیان کرنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے۔

قال اللہ تعالی: **لَقَدۡ كَانَ فِيۡ قَصَصِهِمۡ عِبۡرَةٌ لِاُوۡلِيۡ الۡاَلۡبَاب**. (سورۃ یوسف: ۱۱۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۱۴/ذیقعدہ ۱۴۳۱ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/۱۰۲۰۵)	۱۴۳۱/۱۱/۱۴ھ

حروف مقطعات کے مصداق کیا ہیں؟

سوال[۹۰۵]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مودودی صاحب نے رسائل مسائل پنجم ۶۹/میں حروف مقطعات کی مثال

دیتے ہیں، جن کو نیچے لکھ رہا ہوں، یہ مقطعات میں شامل ہیں یا نہیں؟ لکھئے گا۔

(۱) **قلت لها قفی فقالت ق** یہاں ق سے مراد اقف ہے،

(۲) **ناديتم أن الجمعو ألاتا –قالوا جميعاً كلهم ألافا**

یہاں **الاتا** سے **الاتركبون** و**الافا** سے مراد **الافاركبوا** ہے۔

المستفتی: شفیع احمد الاعظمی، بحرین

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حضرات مفسرین حروف مقطعات کے مصداق متعین کرنے میں کثیر تعداد میں اقوال نقل کرتے ہیں، ان میں سے ایک قول ایسا بھی ہے، جو سوال نامہ میں درج ہے؛ لیکن قاضی بیضاوی نے تفسیر بیضاوی میں اس قول کو نقل کرکے شاذ اور غیر معتبر فرمایا ہے۔

لأنا نقول هذه الالفاظ لم تعهد مزيدة للتنبيه والدلالة على الانقطاع والاستيناف يلزمها وغيرها من حيث، أنها فواتح السور، ولايقتضي ذلک أن لا يكون لها معنى في حيزها ولم تستعمل للاختصار من كلمات معينة في لغتهم أما الشعر فشاذ. (بيضاوی شريف، مكتبه رشيدية دهلي ۱/ ۱٤) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳؍ رمضان المبارک ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۵/ ۱۴۰۵)

’’وإن الذين اختلفوا‘‘ کی تفسیر

سوال [۹۰٦]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ سورۂ بقرہ کی آیت: ۱۷٦ر میں اللہ تعالی فرماتا ہے اور جنھوں نے اختلاف کر

ڈالا کتاب میں وہ بے شک ضد میں دور جا پڑے، مفسرین حضرات اس آیت میں کہاں تک غور فرمائے؟ مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: محمد ایوب (کرناٹک)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: وإن الذين اختلفوا في الكتاب لفي شقاق بعيد. اس آیت کا تعلق اہل کتاب کی ان تحریفات سے ہے، جوانہوں نے توریت وانجیل میں لفظی ومعنوی اعتبار سے کی تھیں، جن کی بنا پر حکم خداوندی کی اہانت لازم آتی تھی، حضرات مفسرین نے اسی کو پیش نظر رکھ کر آیت کی تفسیر بیان کی ہے، علاوہ ازیں یہ بات بھی اپنی جگہ برحق ہے کہ اس دور میں جو شخص قرآن کریم کی تفسیر محض اپنی ذاتی رائے سے بیان کرے گا، وہ بھی اس حق سے ہٹ جائے گا اور گمراہ قرار پائے گا، اس کے متعلق احادیث شریفہ میں سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔ (مستفاد: معارف القرآن، سورۃ البقرۃ، تحت تفسیر الآیۃ: ۱۷۴، مکتبہ اشرفی ۱/۴۲۸، بیان القرآن: ۹۸، روح المعانی، زکریا ۲/۱۷)

عن ابن عباس عن النبي صلى الله عليه وسلم: من قال: في القرآن برأيه فليتبوأ مقعده من النار وعن جندب قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من قال: في القرآن برأيه، فأصاب فقد أخطأ. (ترمذي شريف، النسخة الهنديه ۲/۱۲۳، دارالسلام، رقم: ۲۹۵۲، سنن أبي داؤد، كتاب العلم، باب الكلام في كتاب الله الخ ۲/۵۱٤، رقم: ۳٦٥۲، مشكوٰة: ۳٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷/شعبان المعظم ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/۶۸۹۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۸/۱۷ھ

”لكم دينكم ولي دين“ کی تفسیر

سوال [۷۰۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ ''لکم دینکم ولي دین''اس آیت کا مطلب کیا ہے، اب یہ آیت (روحیت) یعنی منسوخ ہوگئی یا نہیں؟ آیا اس کا معنی مطلب اب چلے گا یا نہیں؟

(۲) اس آیت کا حکم منسوخ ہوگیا یا نہیں؟ اگر ہوا تو کس طرح سے ہوا؟

(۳) اگر کوئی جاننے والا عالم کہے کہ اس آیت کا حکم پہلے تھا اب روحیت ہوگئی، تو اس پر کیا حکم ہے؟

المستفتی: محمد علی مدنا پور بنگال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: تفسیر معارف القرآن میں بحوالہ تفسیر مظہری وتفسیر قرطبی اس سورۃ کا شان نزول یہ بیان کیا گیا ہے کہ چند مشرکین نے آپ ﷺ سے آکر یہ کہا کہ آپ ہم سے اس بات پر صلح کرلیں کہ ایک سال آپ ہمارے بتوں کی عبادت کریں اور ایک سال ہم آپ کے معبود کی عبادت کریں گے، اس پر یہ سورۃ نازل ہوئی جس میں اعمال کفار سے برأت اور خالص اللہ کی عبادت کا حکم ہے، بعض مفسرین نے سورۂ کافرون کو آیۃ السیف **فاقتلوا المشرکین الآیہ** سے منسوخ قرار دیا ہے اور منسوخ کہنے کی بڑی وجہ یہ ہے کہ آیۃ ''**لکم دینکم ولي دین**'' کا بظاہر احکام جہاد کے منافی ہے، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ تفسیر معارف القرآن میں فرماتے ہیں کہ یہاں ''**لکم دینکم ولي دین**'' مطلب یہ نہیں ہے کہ کفار کو کفر کی اجازت یا کفر پر برقرار رہنے کی ضمانت دے دی گئی؛ بلکہ اس کا حاصل وہی ہے جو آیت ''**لنا أعمالنا ولکم أعمالکم**'' کا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ جیسا کروگے ویسا بھگتوگے؛ اس لئے راجح اور صحیح جمہور کے نزدیک یہ ہے کہ یہ سورۃ منسوخ نہیں ہے اور جس قسم کی مصالحت سورۃ کافرون کے نزول کا سبب بنی وہ جیسے اس وقت حرام تھی آج بھی حرام ہے اور جس صورت کی اجازت **فان جنحو اللسلم فاجنح لها الآیۃ** میں آئی ہے وہ جیسے اس وقت جائز تھی، آج بھی جائز ہے۔ (معارف القرآن ۴۳۸/۸)

”لکم دینکم ولي دین“فیه معنی التهدید، وهو کقوله تعالی لنا أعمالنا ولکم أعمالکم. سورة القصص: ٥٥، أي إن رضیتم بدینکم، فقد رضینا بدیننا، وکان هذا قبل الأمر بالقتال فنسخ بآیة السیف، وقیل السورة کلها منسوخة وقیل مانسخ منها شئ لأنها خبر ومعنی لکم دینکم أي جزاء دینکم ولي جزاء دیني. (تفسیر قرطبی،تحت تفسیر سورة الکافرون، دار الکتب العلمیة بیروت ٢٠/١٥٦)

”لکم دینکم“ الذي أنتم علیه لاتترکونه أبدًا فهو اخبار کقوله تعالی ولي دین أي دیني الذي أنا علیه لا أرفضه أبدا إن شاء اللّٰه تعالی فلیس فیه إذن في الکفر ولامنع عن الجهاد بل تذئیل و تأکید لما سبق وتقدیم الخبر للحصر فلایحکم بکون الآیة منسوخة بأیة القتال. (تفسیر مظهری، تحت تفسیر سورة الکافرون، زکریا قدیم ١٠/٣٥٥، جدید ١٠/٣٤٠)

(۲) اگر کسی عالم نے اس سورۃ کو قائلین نسخ کے قول کے مطابق منسوخ کہہ دیا ہے تو ایسا کہنے کی وجہ سے اس پر کوئی گناہ نہیں ہے؛ لیکن صحیح قول یہی ہے کہ یہ آیت منسوخ نہیں ہے جیسا کہ مذکورہ بالا تفصیل سے واضح ہوتا ہے۔

قیل وهذه الآیة منسوخة بآیٰة السیف، وقیل لیست بمنسوخة لأنها أخبار والأخبار لایدخلها النسخ، وقیل السورة کلها منسوخة، وقال القاضي ولي دین الذي أنا علیه لاأرفضه، فلیس فیه إذن في الکفر الخ وقال الحافظ ابن القیم في البدائع و قد غلط في السورة خلائق وظنوا أنها منسوخة بآیة السیف الخ (تفسیر فتح البیان ١٠/٣٥٣) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹؍ جمادی الثانیہ ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱؍ ۴۰۹۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۹/۶/۱۴۱۵ھ

حرمت علیکم المیتۃ الخ کی صحیح تفسیر پر اعتراض

سوال [۹۰۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک عالم دین ومفتی صاحب نے **حرمت علیکم المیتة إلی فمن اضطر في مخمصة غیر متجانف لإثم فإن الله غفور الرحیم** کی تفسیر کے دوران یہ بات بیان فرمائی کہ اگر کوئی شخص خدانخواستہ نعوذ باللہ کسی ایسی جگہ ہو کہ وہاں سوائے حرام چیزوں کے کوئی حلال چیز موجود نہ ہو اور یہ بالکل اضطرار کی حالت میں ہو کہ اگر یہ حرام چیز کو بقدر ضرورت نہ کھائے تو اس کی جان خطرہ میں ہو، تو ایسے وقت میں اس کے لئے جائز ہے کہ بقدر ضرورت اپنی جان بچانے کے لئے حرام چیز کو کھالے اور اپنی جان بچالے اس کو سن کر عوام میں بہت چرچا ہوا کہ یہ مسئلہ بالکل غلط ہے جان بچانا ضروری نہیں ہے؛ بلکہ ایمان بچانا ضروری ہے کچھ لوگ تو بہت زیادہ ناراض ہیں؛ یہاں تک کہ ان عالم صاحب کے پیچھے نماز پڑھنا بھی نہیں چاہتے، آپ براہ کرم اس کو وضاحت سے سمجھادیں تاکہ حق ظاہر ہو اور عوام کی غلط فہمی دور ہوجائے؟

المستفتی: چودھری محمد محمود، مونڈھا کی در چھپرایوں

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عالم صاحب نے بالکل صحیح بیان فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے قرآن کریم کے اندر، جن لوگوں نے اس مسئلہ کو بیان کرنے والے عالم صاحب پر تبصرہ شروع کردیا ہے وہ خود اپنے ایمان کی حفاظت کریں یہ اعتراض عالم صاحب پر نہیں؛ بلکہ درحقیقت اللہ تعالی پر اعتراض ہے، ایسی اضطراری حالت میں حرام چیز کھا کر جان بچالینا ہی ایمان ہے، اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے اسی پر عمل کا نام ایمان ہے نہ کہ عقل کی پیروی کا نام ایمان ہے؛ لہٰذا جن لوگوں نے اعتراض کیا ہے ان پر توبہ واستغفار کرنا لازم ہے۔

وفي التتمة: من أهان الشريعة، أو المسائل التي لابد منها كفر. (شرح فقه اکبر، اشرفی بکڈپور دیو بندہ ۲۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱/ شوال المکرم ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۵۴۵۹/۳۳)

الصمد کا ترجمہ اور تفسیر

سوال [۹۰۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ سورۂ اخلاص کے لفظ **الصمد** کا ترجمہ: بے نیاز ہے؛ لیکن سب اس کے محتاج ہیں، وہ کسی کا محتاج نہیں، یہ قولہ تعالیٰ: **الصمد** کا ترجمہ ہے یا تفسیر ہے؟ اگر ترجمہ ہے تو بیان القرآن میں بین القوسین کیوں لکھا گیا ہے؟

المستفتی: محمد ہارون رشید کرناٹکی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بیان القرآن میں جو بین القوسین عبارتیں ہیں وہ لفظی ترجمہ کے بعد آیت کریمہ کا ماحصل اور تفسیر کا خلاصہ ہوا کرتی ہیں، مثلاً **الصمد**: کا ترجمہ: بے نیاز ہے، اب اس کا ماحصل اور مفسرین کرام نے اس کی جتنی تفسیریں کی ہیں اس کا خلاصہ اور نچوڑ یہی ہے کہ ''وہ کسی کا محتاج نہیں اور سب اس کے محتاج ہیں'' اور بیان القرآن میں یہی کمال ہے کہ پورے قرآن شریف کا خلاصۂ تفسیر اسی انداز پر حضرت تھانویؒ نے فرمایا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵/ جمادی الثانیہ ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۶۲۰۸/۳۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۰/۶/۱۶ھ

’’وما اهل به لغير الله‘‘ کی صحیح تفسیر

ســــوال [۹۱۵]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ معارف القرآن میں’’ **وما أهل به لغير الله** ‘‘ کےتحت شامی کے حوالہ سے لکھاہے کہ کسی امیر یامعظم بالشان شخص کےآنے پر جوجانور ذبح کیاجاتاہے،اگرچہ ذبح کے وقت اس پراللہ کا نام لیاجائے،اس کا کھاناحرام ہے،تو کیاکسی مہمان کے آنے پر جومرغ وغیرہ ذبح کیاجاتاہے،اس کابھی کھاناحرام ہوگا؟

المستفتی: مجیب الرحمٰن،ٹانڈہ،رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: معارف القرآن میں جو بات شامی کےحوالہ سے کہی گئی ہے، وہ اپنی جگہ صحیح ہے؛ لیکن مہمان کی آمد پرخود کھانے اورمہمان کوکھلانے کے ارادہ سے مرغ، یا دیگر جانور ذبح کرنا بلاترد جائز اور درست ہے اوردونوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ پہلی صورت میں غیر اللہ کی عظمت مقصود ہوتی ہے، جانور کا گوشت کھانامقصود نہیں ہوتا؛ اس لئے بسم اللہ پڑھنے کے باوجود اس کا کھاناجائزنہیں اور دوسری صورت میں غیراللہ کی عظمت مقصودنہیں ہوتی؛ بلکہ مہمان کومہمان نوازی میں کھلانامقصود ہوتاہے؛ لہٰذا یہ بلاترد جائز اوردرست ہے۔

ذبح لقدوم الامير ونحوه کو احد من العظماء يحرم؛ لأنه أهل به لغير اللّٰه ولو ذكر الله تعالى ولو ذبح للضيف لايحرم لأنه سنة الخليل واكرام الضيف إكرام الله تعالى والفارق أنه إن قدّمها ليأكل منها كان الذبح لله والمنفعة للضيف أو للوليمة أو للربح وإن لم يقدمها ليأكل منها؛ بل يدفعها لغيره كان لتعظيم غير الله فتحرم. وفي الشامية تحت قوله كان

الـذبح لله الخ لأنه حين الذبح لم يقصد تعظيمه بل إكرامه بالأكل منها.
(شامی، كتاب الذبح، زكريا ٩/٤٤٩، كراچي ٦/٣٠٩)

ذبح لقدوم الأمير أو لواحد من العظماء يحرم ولو ذكر الله تعالى، وللضيف لا. (الأشباه والنظائر ١/٢٤٦)

وكذا لو سمي وذبح لقدوم الأمير أو غيره من العظماء لا يحل لأنه ذبح تعظيما له لا لله تعالى بخلاف ما إذا ذبح للضيف، فإنه لله تعالى. (مجمع الأنهر قديم ٢/٥٠٨، دار الكتب العلمية بيروت ٤/١٥٥، كتاب الذبائح)

ولو ذبح للضيف لم تحرم ذبيحته؛ لأنه سنة الخليل عليه السلام وإكرام الضيف تعظيم لشرع الله تعالى ومثل ذلک مالو ذبح للوليمة أو للبيع والفرق بين ما يحل ويحرم، إن قصد تعظيم غير الله عند الذبح يحرم، وقصد الإكرام ونحوه لايحرم. (الموسوعة الفقهية الكويتية ٢١/ ١٩٣) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲؍شعبان المعظم ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۷۴۴۴/۳۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۲/۸/۲ھ

"استغفر لهم" کی تفسیر

سوال [۹۱۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ آپ کے مدرسہ کے ایک بڑے عالم نے فرمایا کہ **استغفر لهم** الخ منافقین سے متعلق ہے (جبکہ مفسرین نے اس کو حضور ﷺ کے والدین سے متعلق لکھا ہے) اور کہا کہ آپ ﷺ کے والدین ماجدین کو پھر زندہ کیا جائے گا اور وہ ایمان لائیں گے، علامہ ابن تیمیہؒ نے اس حدیث کو موضوع قرار دیا ہے۔

المستفتی: مولانا اسحٰق، سنبھلی مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: استغفرلهم او لاتستغفرلهم إن تستغفرلهم سبعين مرة فلن يغفر الله لهم الآية. (التوبة: ۱۰۸)

جس کا سوال نامہ میں تذکرہ کیا گیا ہے، اس کے بارے میں امام فخرالدین رازیؒ نے تفسیر کبیر ۱۴۶/۱۶، اور علامہ ابن کثیر دمشقیؒ نے تفسیر ابن کثیر ۱۵۹/۲، اور علامہ الوسیؒ نے تفسیر روح المعانی، زکریا دیوبند جلد۶، جز۱۰، ص:۲۱۵، اور علامہ بدرالدین عینی نے عمدۃ القاری شرح بخاری، زکریا ۲۷/۱۳، مکتبہ زکریا میں نقل فرمایا ہے کہ یہ آیت کریمہ منافقین کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

استغفرلهم الخ خير الله تعالى في هذه الآية الكريمة أن هولآء المنافقين اللامزين ليسوا أهلا للاستغفار وأنه لو استغفرلهم ولو سبعين مرة فإن الله لا يغفرلهم. (عمدة القاري، باب قوله استغفرلهم أولا تستغفرلهم، زكريا ۱۳/۷/۲۷-۲۸، دار احياء التراث العربي ۱۸/ ۲۷۲)

لہٰذا شاہی کے جن عالم صاحب نے منافقین کے بارے میں فرمایا ہے، وہی صحیح ہے اور کسی بھی مفسر نے اس آیت کریمہ کو حضور ﷺ کے والدین محترمین کے بارے میں نہیں لکھا ہے؛ البتہ والدین محترمین کے بارے میں سورۃ توبہ آیت: ۱۱۳، **ما كان للنبي الآية** نازل ہوئی ہے؛ جیسا کہ تفسیر کی تمام کتابوں میں صراحت موجود ہے، والدین ماجدین کو زندہ کئے جانے اور ان کے حضور ﷺ پر ایمان لانے کے بارے میں علامہ ابن حجر مکیؒ نے الزواجر ۵۴/۱، میں نقل فرمایا ہے کہ وہ زندہ ہوکر حضور ﷺ پر ایمان لے آئے تھے، اس موضوع سے متعلق حضرات علماء محققین میں بڑا اختلاف چلا آرہا ہے علامہ سیوطیؒ نے اس کے اثبات میں مستقل کتاب لکھی اور ملا علی قاری نے بھی اس کی نفی میں مستقل کتاب لکھی اور علامہ سیوطیؒ نے جو اثبات کا قول کیا ہے قریب قریب اسی کے مطابق علامہ ابن عابدین شامی نے بھی فتاوی شامی کے اندر نقل فرمایا ہے؛ لیکن اس سلسلہ میں جتنی روایتیں ہیں وہ سب نہایت کمزور ہیں۔

نیز ملا علی قاری نے مشکوٰۃ کی شرح مرقات ۴/۱۱۳۳ میں ابن حجر مکی کی عبارت نقل کر کے جواب دیا ہے اور فرمایا کہ حضرات جمہور اس بات پر متفق ہیں کہ والدین محترمین حالت کفر میں دنیا سے گذر چکے اور اگر ابن حجر مکی کی ذکر کردہ روایت کو صحیح بھی مان لیا جائے تو دوبارہ زندہ ہو کر ایمان لانا معتبر نہیں ہے؛ اس لئے کہ ایمان الیأس ایمان بالمشاہدہ کے درجہ میں ہے جو کہ بالاجماع معتبر نہیں ہے اور جس ایمان کا مکلف بنایا گیا ہے وہ ایمان بالغیب ہے؛ اس لئے ابن حجر مکیؒ اور سیوطیؒ کی بات کا جمہور نے اعتبار نہیں کیا اور علامہ ابن تیمیہؒ نے بھی اس معاملہ میں جمہور کی موافقت فرمائی ہے۔ نیز علامہ شبیر احمد عثمانی نے فتح الملہم شرح مسلم ۱/۳۷۲، میں بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جو زمانہ فترۃ میں گذر گیا ہے اگر کوئی بتوں کی عبادت کرنے والوں میں سے رہا ہے تو وہ جہنمی ہوگا اور اگر بت پرست نہیں رہا ہے، تو وہ جہنمی نہ ہوگا؛ بلکہ ان کے بارے میں نجات کی بشارتیں روایات سے ملتی ہیں جیسا کہ ورقہ بن نوفل کے بارے میں (ترمذی، النسخۃ الہندیہ ۲/۵۴) میں حضور ﷺ کے خواب کا تذکرہ ہے کہ ان کو سفید کپڑوں میں دیکھا گیا اگر جہنمی ہوتے تو سفید کپڑوں میں نظر نہیں آتے اور بعض محققین کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ اس مسئلہ کے بارے میں ادب سے کام لیا جائے اور کف لسانی ہی بہتر ہے اور بعض محدثین کا قول نقل کیا ہے کہ اہل فترۃ کا قیامت کے دن امتحان لیا جائے گا اور اس امتحان کے اعتبار سے ان کے ساتھ معاملہ کیا جائے گا؛ لہٰذا ان کو نہ جنتی کہا جائے اور نہ جہنمی کہا جائے اس مسئلہ میں علامہ عثمانیؒ نے کافی لمبی بحث کی ہے اور ہم بھی اس معاملہ میں کف لسان ہی کو بہتر سمجھتے ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱/ربیع الثانی ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/۶۱۰۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۱/۴/۱۴۲۱ھ

”لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک و ماتاخر“ کا ترجمہ

سوال [۹۱۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں: کہ آیت کریمہ **لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک و ماتأخر** کا ترجمہ جومولانا اشرف علی تھانویؒ صاحب نے کیا ہے؟ وہ درست ہے یا احمد رضا خان صاحب کا یا دونوں حضرات کا؟

المستفتی: عبداللہ قاسمی خادم مدرسہ اشرف العلوم مہاراج گنج (یو پی)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مذکورہ آیت کریمہ کا ترجمہ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے یہ کیا ہے، آپ ﷺ کی اگلی اور پچھلی خطائیں سب معاف کر دی گئیں اور مولانا احمد رضا خان صاحب نے یہ ترجمہ کیا کہ آپ کے امتی کی اگلی اور پچھلی سب خطائیں معاف کردی گئیں، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا ترجمہ حدیث پاک کے مطابق صحیح ہے اور مولانا احمد رضا خان صاحب کا ترجمہ حدیث پاک کے مخالف ہونے کی وجہ سے صحیح نہیں ہے، حدیث شفاعت کا کوئی انکار نہیں کرسکتا اس حدیث میں سرکار دو عالم ﷺ نے خود فرمایا کہ قیامت کے دن سب لوگ پریشانی کی حالت میں حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت عیسیٰؑ تک سب انبیاء سے نا امید ہو کر اخیر میں رحمت عالم ﷺ کی خدمت میں آکر شفاعت کی درخواست کریں گے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی سب اگلی پچھلی خطائیں معاف کردیں اب آپ سے کوئی سوال نہ ہوگا آپ کو اب کوئی خطرہ نہیں کسی نبی کو ایسی گارنٹی نہیں ملی جو آپ کو اللہ نے سورۂ فتح کی آیت کے ذریعہ سے دی ہے۔ **لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک و ما تأخر** الآیۃ آپ ﷺ کے لئے ہر خطرہ سے برأت کا گارنٹی نامہ ہے، آپ ﷺ کے علاوہ کسی اور نبی کو یہ گارنٹی نہیں ملی ہے؛ اس لئے خان صاحب کا ترجمہ صحیح نہیں ہے اور حضرت تھانویؒ کا ترجمہ صحیح ہے، دیکھئے حدیث شفاعت کے الفاظ:

إذهبوا إلى محمد صلى الله عليه وسلم فيأتون محمدا صلى الله عليه وسلم فيقولون: يا محمد! أنت رسول الله، و خاتم الأنبياء، وغفرلك ما تقدم من ذنبك و ما تأخر، إشفع لنا إلى ربك، ألاترى ما نحن فيه؟

فأنطلق، فأتي تحت العرش فأخرّ ساجدًا لربي. (سنن الترمذي، ابواب صفة القيامة، باب ماجاء في الشفاعة، النسخة الهندية ۲/ ۷۰، دارالسلام رقم:۲۴۳٤)

مسلم اور بخاری شریف کے الفاظ ملاحظہ فرمایئے:

إذهبوا إلى محمد صلى الله عليه وسلم فيأتوني فيقولون: يا محمد! أنت رسول الله، و خاتم الأنبياء، وغفر الله لك ماتقدم من ذنبك وماتأخر، اشفع لنا إلى ربك، ألا ترى ما نحن فيه؟ ألا ترى ما قد بلغنا؟ فأنطلق فأتى تحت العرش فأقع ساجدا لربي. (صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب إثبات الشفاعة وإخراج الموحدين، النسخة الهندية ۱/ ۱۱۱، بيت الأفكار رقم: ۱۹٤، صحيح البخارى، كتاب التفسير، باب ذرية من حملنا مع نوح إنه كان عبد الشكورا، النسخة الهندية ۲/ ٦٨٤، رقم: ٤٥٢٦، ف:٤٧١٢) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷؍شعبان المعظم ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/ ۵۴۴۵)

"کل نفس ذائقة الموت" کی تفسیر

سوال [۹۱۳۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کل نفس ذائقة الموت زید کا کہنا ہے کہ ذائقۂ موت نبی کریم ﷺ و دیگر انبیاء واولیاء وشہداء کے لئے نہیں ہے، یہ آیت عام آدمی کے لئے ہے آیت کے حکم سے مذکورہ حضرات گرامی بری ہیں اور یہی میرا اعتقاد ہے اور اعلانیہ کہتا ہے؛ لہٰذا شرعاً زید پر کیا حکم ہوگا؛ جبکہ من وجہ آیت شریفہ کا انکار اور آیت کے عام حکم کو اپنی خواہش سے مقید کرنا لازم آتا ہے۔ بینوا توجروا.

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کل نفس ذائقة الموت الآیہ کے تحت انبیاء

واولیاء شہداء صدیقین اورعوام الناس سب داخل ہیں اوراللہ تعالی خاص طور پر حضور ﷺ کو مخاطب فرما کر ارشاد فرماتے ہیں:

قال اللّٰہ تعالیٰ: اِنَّکَ مَیِّتٌ وَاِنَّھُمْ مَیِّتُوْنَ. (سورۃ زمر آیت: ۳۰)

ہاں البتہ وفات کے بعد حضرات انبیاء وشہداء کو دوبارہ حیات عطا کی جاتی ہے۔ (تسکین الصدور ۲۱۶) لٰہذا زید کا قول درست نہیں اور زید پر لازم ہے کہ اس عقیدہ سے باز آجائے شاید زید دونوں آیتوں پر غور کرکے صحیح نتیجہ پر نہیں پہونچ پایا ہے۔

وہ احادیث شریفہ ملاحظہ فرمائیں:

عن أنس بن مالک: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الأنبیاء أحیاء في قبورھم یصلون. (مسند أبي یعلی الموصلی، دارالکتب العلمیہ بیروت، تحقیق مصطفی عبد القادر عطا ۲۱۶/۳، رقم: ۳۴۱۲، مسند البزار، مکتبہ العلوم والحکم ۶۲/۱۳، رقم: ۶۳۹۱، ۲۹۹/۱۳، رقم: ۶۸۸۸، مجمع الزوائد ۲۱۱/۸، رواہ ابو یعلی والبزار ورجال أبي یعلی ثقات)

عن أنس بن مالک یحدث أن البني صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: مررت بموسی لیلۃ أسری بي وھو قائم یصلي في قبرہ. (مصنف عبد الرزاق، المجلس العلمي ۵۷۷/۳، رقم: ۶۷۲۷، مسند البزار، مکتبۃ العلوم و الحکم ۳۵۴/۱۳، رقم: ۶۹۹۰، صحیح ابن حبان، دار الفکر ۹۵/۱، رقم: ۵۰، المعجم الأوسط، دارالفکر ۱۰/۶، رقم: ۷۸۰۶)

عن أنس بن مالک أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: أتیت وفي روایۃ ھداب مررت علي موسی لیلۃ أسری بي عند کثیب الأحمر وھو قائم یصلي في قبرہ. (صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فضائل موسی، النسخۃ الھندیۃ ۲۶۸/۲، بیت الأفکار رقم: ۲۳۷۵، سنن نسائي، کتاب الصلوۃ، باب ذکر صلوۃ نبي اللّٰہ موسیٰ علیہ السلام، النسخۃ الھندیۃ ۱۸۵/۱، دار السلام رقم: ۱۶۳۲، ۱۶۳۳، ۱۶۳۴، ۱۶۳۵، ۱۶۳۶، المعجم الکبیر، دار إحیاء التراث العربي ۱۱۱/۱۱،

رقم:۱۱۲۰۷، المصنف لابن أبي شيبه حديث المعراج حين اسرى بالبني عليه السلام، مؤسسه علوم القرآن ۲۰/ ۲۵۰، رقم: ۳۷۷۳۰) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴/محرم الحرام ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۷/ ۲۵۲۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴/۱/۱۴۱۲ھ

"لو كان فيهما آلهة الا الله" کی تفسیر

سوال [۹۱۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ **لو كان فيهما ألهة الا الله** کی تفسیر کے ماتحت اس آیت کی تائید میں جو حجت بیان کی گئی ہے، اس کے متعلق کہا گیا ہے کہ یہ حجت اقناعی اور حجت عادی ہے، اس حجت کا کیا مطلب ہے؟

المستفتی: خدا بخش گوبند پور ۲۴/ پرگنہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسئلہ کی ضروری وضاحت یہ ہے کہ آیت بالا تعدد الٰہ کے بطلان پر دلیل ہے اور دلیل کی دو قسمیں ہیں:

(۱) دلیل قطعی جو یقینی مقدمات سے مرکب ہو اور یقین کا فائدہ دے۔

(۲) دلیل اقناعی جو غالب اور اکثری مقدمات پر مشتمل ہو اور ظن غالب کا فائدہ دے اور مذکورہ آیت کریمہ کے اندر مقدم یعنی تعدد الٰہ اور تالی یعنی فساد کے درمیان تلازم قطعی نہیں؛ بلکہ عادت وغالب پر مبنی ہے اور یہ آیت مذکورہ کے حجت اقناعی ہونے کی دلیل ہے، مطلب یہ ہے کہ انسانوں میں حکام وبادشاہوں کے درمیان عام طور پر ایسا ہوتا ہے کہ جہاں حکومت کے دو برابر کے دعوی دار ہوئے باہمی جنگ وجدال اور ایک دوسرے پر سبقت وغلبہ حاصل کرنے کی کوشش میں مشغول ہونے کے سبب وہاں فساد وبدنظمی پیدا ہو جاتی ہے، گویا

تعدد حکام اور فساد کے درمیان عادۃ تلازم ہے؛ لیکن یہ تلازم قطعی نہیں ؛ بلکہ خلاف عادت ممکن ہے؛ البتہ امام فخر الدین رازیؒ نے آیت بالا کو حجت قطعی قرار دیتے ہوئے مسئلہ کی وضاحت دوسری طرح فرمائی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر بالفرض متعدد خداؤں کا وجود مان لیا جائے تو ہر ایک کو تمام مقدورات میں تصرف کرنے کا مکمل اختیار حاصل ہوگا اور قادر مطلق مستقل ہونے کا تقاضہ یہی ہے کہ شئ مقدور کی من کل الوجوہ نسبت ایک ہی ذات کی طرف ہو؛ جبکہ تعدد الــوھیــت تمام خداؤں کی مساویانہ شرکت کی متقاضی ہے، تو اس سے ایک فعل مقدور کا ایک ہی جہت سے متعدد خداؤں سے صادر ہونا لازم آئے گا، یہ محال ہے؛ لہٰذا مقدم یعنی تعدد الٰہ بھی باطل و منتفی ہوگا۔

إن قوله تعالى: لو كان فيهما آلهة الا الله لفسدتا. حجة اقناعية والملازمة عادية. (شرح عقائد، مکتبہ نعیمیہ دیوبند ۳۳)

لعله سبحانه تعالى أجرى الممكن مجرى الواقع بناء على الظاهر من حيث أن الرعية تفسد بتدبير الملكين لما يحدث بينهما من التغالب ...... لو فرضنا الٰهين لكان كل واحد منهما قادرا على جميع المقدورات فيفضي إلى وقوع مقدور من قادرينمستقلين من وجه واحد وهو محال. (تفسیر کبیر ۱۵۱/۲۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۳۰/ ربیع الاول ۱۴۳۲ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۳۴۳/۳۹)	۱۴۳۲/۴/۶ھ

کیا ’’إن الله و ملائكته‘‘ پڑھنے یا سننے سے درود بھیجنا لازم ہے؟

سوال [۹۱۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ إن الله وملائكته يصلون على النبي يايّها الذين أمنوا صلوا عليه

وسلموا تسليما کیااس آیت کے پڑھنے سے یا سننے سے درود کا پڑھنا فرض ہو جاتا ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اس آیت کریمہ کے پڑھنے اور سننے سے درود پاک کا نذرانہ پیش کرنا فرض و واجب نہیں ہے؛ اس لئے کہ یہ قرآن کی آیت کریمہ ہے، اور آیت کریمہ کے نظریہ ہی سے اس کی تلاوت کی جاتی ہے، ہاں البتہ خطبہ میں اگر خطیب پڑھتا ہے، تو سننے والے دل دل میں آہستہ آہستہ درودشریف پڑھ لیں اور رہا درود پاک کا نذرانہ پیش کرنا، تو زندگی میں کم از کم ایک مرتبہ درود کا نذرانہ پیش کرنا فرض ہے ایک مجلس میں بار بار نام مبارک آتا رہے تو ایک مرتبہ درود پاک کا نذرانہ پیش کرنا واجب ہے اور ہر مرتبہ پیش کرنا مستحب ہے۔

لاخلاف في وجوب الصلوة في العمر مرة إلى ما قال تجب في كل مجلس مرة وإن تكرر ذكره صلى الله عليه وسلم مرارا الخ (روح المعاني، زكريا ١٢/١١٦)

وهى فرض مرة واحدة اتفاقا في العمر واختلف الطحاوي والكرخي في وجوبها كلما ذكروالمختار عند الطحاوى تكراره أي الوجوب كلما ذكر قال الشامي تحت هذه العبارة قيد به لأن المختار في المذهب الاستحباب، قال صاحب الدر المختار والمذهب استحبابه أي التكرار وعليه الفتوى قال الشامي وحاصله أن الوجوب يتداخل في المجلس فيكفي بمرة للحرج إلى ما قال إلا أنه يندب تكرار الصلوة في المجلس الواحد.

(الدر المختارمع الشامي، كتاب الصلوة باب صفة الصلوة مطلب في وجوب الصلوة عليه، كما ذكر عليه الصلاة والسلام، كراچي ١/٥١٥، زكريا٢/٢٢٧)

والآية تدل على أن الصلاة واجبة عليه في العمر مرة فإن مطلق الأمر لايقتضي التكرار وبه نقول وكان الطحاوى يقول كلما سمع ذكر النبي صلى الله عليه وسلم من غيره أو ذكره بنفسه يجب عليه أن يصلي وهو قول

مخالف للاجماع فعامة العلماء على أن ذلك مستحب وليس بواجب.

(المبسوط للسرخي، كيفية الدخول في الصلاة، دار الكتب العلمية بيروت ۲۹/۱، بدائع الصنائع، مكتبه كراچي ۲۱۳/۱، زكريا ۵۰۰/۱، كتاب الصلوة، مقدار التشهد تبيين الحقائق، امدادية ملتان ۱۰۸/۱، زكريا ۲۸۱/۱-۲۸۲، البنايه المكتبه الاشرفية ديوبند ۲۷۶/۲، كتاب الصلاة، باب في صفة الصلوة، حاشيه الطحطاوى على و مراقي الفلاح في خطبةالكتاب، دارالكتاب ديوبند ۱۲/۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳/ربیع الاول ۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۸۳۰۲/۳۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۵/۳/۲۳ھ

’’وامرأة مؤمنة إن وهبت نفسها‘‘ کی تفسیر

سوال [۹۱۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کیا میں اپنے سگے چچا کی بیٹی سے نکاح کرسکتا ہوں، اگر ہاں تو پھر قرآن میں سورۂ احزاب کی آیت: ۵۰ میں جو نبی اکرم ﷺ سے خطاب کر کے کہا گیا ہے کہ یہ حکم عام مؤمنوں کے لئے نہیں ہے؛ بلکہ آپ ﷺ کے ساتھ خاص ہے اس کا کیا مطلب ہے؟ وضاحت فرمادیں عین نوازش ہوگی؟

المستفتی: جمشید عالم جینتی پور روڈ کرولہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سورۂ احزاب آیت: ۵۰ میں دو حصہ ہیں:

(۱) پہلا حصہ وہ ہے جس میں چچا زاد، پھوپھی زاد، ماموں زاد اور خالہ زاد وغیرہ سے نکاح کی اجازت کا اعلان ہے اس میں کسی قسم کی قید نہیں۔

(۲) **وامرأة مؤمنة ان وهبت نفسها** الآیہ سے ہے یہ آیت کریمہ کا دوسرا

حصہ ہے، اس حصہ میں اس مؤمنہ عورت کا حکم بیان کیا جارہا ہے جس نے حضور ﷺ کے ساتھ نکاح کے لئے اپنے آپ کو ہبہ کردیا ہو، اسی کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ''خالصۃ لک'' کی قید لگائی ہے بلا مہر خاص کر کے صرف حضور ﷺ کا کسی عورت کو اپنے نکاح میں رکھنا جائز ہے اور کسی کے لئے جائز نہیں ہے؛ لہٰذا آپ اپنے حقیقی چچا کی لڑکی سے بلاتردد نکاح کر سکتے ہیں۔ آیت کریمہ کے اوپر کے حصہ کو نیچے سے جوڑنا یہ آپ کے فہم کی غلطی ہے؛ جیسا کہ حضرت علیؓ کے حقیقی بھائی حضرت جعفرؓ کے بیٹے کے ساتھ حضرت علیؓ نے اپنی بیٹی کا نکاح کیا ہے، ایک دوسرے کے حقیقی چچازاد بھائی بہن ہیں، اسی طرح حضرت علیؓ بھی حضور ﷺ کے حقیقی چچا کے بیٹے ہیں اور حضرت علیؓ نے حضور ﷺ کی بیٹی حضرت فاطمہؓ کے ساتھ نکاح کیا یہ دنیا کے اندر افضل ترین رشتہ ہے؛ اس لئے آپ کو اپنی چچازاد بہن سے نکاح کے جواز میں کسی طرح کا شک وشبہ بھی نہیں کرنا چاہئے۔

ونوع منهن ذوات الرحم بلامحرم وهو الرحم الذي لا يحرم النكاح كبنت العم، والعمة، والخال، والخالة. (بدائع الصنائع، كتاب الاستحسان، كراچی ٥/١١٩، زكريا٤/٢٨٩)

ويحل الفرع البعيد للأصل البعيد اجماعًا كبنت العم الخ (تفسير مظهري، سورة النساء، تحت رقم:الآية:٢٣، زكريا، قديم ٢/٥٦، جديد ٢/٣١٥)

وأما بناتهما فحلال (الدر المنتقىٰ، كتاب النكاح، باب المحرمات، دار الكتب العلمية بيروت ١/٤٧٧)

خالصة لک من دون المؤمنين الخ حيث يجب عليهم المهر بالوطئ أو الموت......والظاهر أنه حال من الضمير في ''وهبت'' والمعنى أنه وهبت حال كونها خالصة لک بلا مهر. (تفسير مظهری، سورة الاحزاب، تحت رقم الآية: ٥٠، زكريا قديم ٧/ ٣٦١، جديد زكريا ٧/٣٦٣)

فلم تأخذ مهرا خالصة هذه الخصلة لک من دون المؤمنين.

(روح المعانی، سورة الاحزاب، تفسير الآية: ٥٠، مكتبه زكريا ١٢/٨٧)

خالصة لک من دون المؤمنين يدل على أنه كان من خصائص النبي صلى الله عليه وسلم أن ينعقد النكاح في حقه بغير مهر. (تفسیر مظهری، سورة الاحزاب تفسير الآية: ٥٠، زکریا قدیم٧/ ٣٦١، جدید ٣٦٣/٧) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷/ ذیقعدہ ۱۴۳۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۵۳۰/۳۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۲/۱۱/۱۷ھ

''الم يان للذين أمنوا'' کی تفسیر

سوال [۹۱۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ وہ قرآنی آیت جس کا زبانی ذکر ہوا تھا (کیا وقت نہیں آیا کہ لوگ اللہ سے ڈریں) مع ترجمہ کے لکھ دیں؟

المستفتی: محتاج دعا ولی الرحمٰن

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سورۂ حدید آیت: ۱۶/ میں اللہ تعالی نے مسلمانوں کے دلوں کو لرزا دینے والی نصیحت فرمائی اور اہل کتاب یہود ونصاری کی محرومیت کا سبب بیان فرمایا؛ چنانچہ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا کہ کیا مسلمانوں کے لئے ابھی تک وہ وقت نہیں آیا کہ اللہ کی یاد اور قرآن کے سچے دین کے سامنے ان کے قلوب جھک جائیں اور نرم ہو کر گڑگڑانے لگیں اور مسلمان ان جیسے نہ ہوں، جن کو اس سے پہلے آسمانی کتاب دی جا چکی ہے، پھر ان پر جب لمبی مدت گذر گئی، تو ان کے اوپر غفلت چھا گئی اور ان کے دل سخت ہو گئے اور ان میں سے بہت سے لوگ فاسق وفاجر ہو کر سخت ترین نافرمانی اور سرکشی کا شکار ہو گئے، اب مسلمانوں کی باری آئی ہے کہ وہ پیغمبر کی صحبت میں رہ کر نرم دلی کے ساتھ اللہ کی یاد میں خشوع وخضوع کے صفات سے متصف ہو کر اس بلند مقام پر پہونچیں، جہاں تک کوئی امت نہ پہونچ سکی ہو، آیت قرآنی سورۂ حدید آیت: ۱۶ میں دیکھ لیجئے۔

اَلَمْ یَأْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ وَلَا یَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَیْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَكَثِیْرٌ مِنْهُمْ فَاسِقُوْن. (سورہ حدید آیت: ۱٦) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴/صفر المظفر ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۷۵۰۵/۳٦)

سورۂ و الضحی کے بعد سورۂ ناس تک تکبیر کہنے کا حکم

سوال [۹۱۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ تکمیل قرآن کے وقت سورۃ الضحیٰ کے بعد سے سورہ ناس کے بعد تک تکبیر کہنا مسنون ہے، تمام قراء کے نزدیک اور یہ حدیث سے ثابت ہے، یہ متروک سنت معلوم ہورہی ہے، اس سنت کا احیاء کیا جائے، تو کیسا رہے گا؟ تفصیل کے لئے قاری ابوالحسن صاحب اعظمی صدر القراء دارالعلوم دیوبند کی قراءت عشرہ کامل قرآن مجید ملاحظہ ہو، پوچھنا یہ ہے کہ اس سنت کا احیاء کیسا رہے گا؟

المستفتی: سید اطہر علی متعلم مدرسہ اشرف المدارس، ہردوئی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: قرأت کے سات امام ہیں: (۱) امام نافع مدنی (۲) امام عبداللہ بن کثیر مکی (۳) امام ابوعمر بصری (۴) امام عبد اللہ بن عامر الحسینی الشامی (۵) امام عاصم بن النجود کوفی (٦) امام حمزہ بن حبیب الزیات (۷) امام ابوالحسن علی بن حمزہ کسائی قرأت کے یہ کل سات ائمہ ہیں، ان میں سے صرف امام عبداللہ بن کثیر مکی کے دونوں شاگرد بزی اور قنبل سے اور امام ابوعمر بصری کے دوسرے شاگرد سوسی سے والضحیٰ کے بعد ہر سورت کے ختم پر تکبیر کی مسنونیت ثابت ہے اور امام عبداللہ بن کثیر مکی کے شاگرد بزی نے

انہیں کے طریق سے شعب الایمان حدیث: ۲۰۷۷ سے ۲۰۸۱ تک کی روایات اسی موضوع سے متعلق نقل فرمائی ہے اور مستدرک حاکم میں حدیث: ۳۵۲۵ پر نقل فرمائی ہے؛ لیکن فن قرأت کے دیگر پانچ امام (۱) امام نافع (۲) امام بن عامر (۳) عاصم (۴) حمزہ (۵) کسائی سے مذکورہ تکبیر کی مسنونیت ثابت نہیں ہے۔ نیز ہم حنفی مسلک کے مطابق نماز پڑھتے ہیں اور مسلک حنفی میں امام عاصم کے شاگرد حفص کی قرأت تواتر کے ساتھ چلی آرہی ہے اور قرأت کے عظیم ترین امام، امام عاصم اور ان کے شاگرد امام حفص سے اس کی سنیت ثابت نہیں ہے، تو سائل کا یہ لکھنا خود سائل کو نظر ثانی پر مجبور کرتا ہے کہ قرأت کے تمام قراء کے نزدیک کیسے مسنون ہے۔ نیز پوری دنیا میں مصحف عثمانی کے مطابق تلاوت اور قراءت کا حکم ہے اور مصحف عثمانی میں کہیں بھی اس تکبیر کا نہ ذکر ہے اور نہ کہیں مکتوب ہے؛ اس لئے یہ اضافہ مصحف عثمانی میں زیادتی کے مرادف ہے؛ اس لئے خاص طور پر نمازوں میں اس تکبیر کا پڑھنا امام ابوحنیفہؒ سے لے کر آج تک کسی سے ثابت نہیں ہے؛ لہٰذا اس کا اضافہ امت میں اختلاف کا باعث بنے گا، جس کی شریعت اجازت نہیں دیتی۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱؍ربیع الاول ۱۴۲۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۹۲۲۵)

سورۂ فلق، ناس اور دہر مکی ہیں یا مدنی

سوال [۹۱۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قل أعوذ برب الفلق اور قل أعوذ برب الناس اور سورہ دہر یہ تینوں سورتیں مکی ہیں یا مدنی ہیں، اگر مکی ہیں، تو بعض قرآن کریم کے نسخوں میں مدنی کیوں کر لکھا ہے اور اگر مدنی ہیں، تو بعض قرآن کریم کے نسخوں میں مکی کیوں کر لکھا؟ جواب مرحمت فرمادیں۔

المستفتی: محمد ناظم، نور پور عرب

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: امام حسن بصریؒ، عطا ابن ابی رباحؒ، امام جعفرؒ وغیرہ ان دونوں سورتوں کو مکی بتاتے ہیں اور حضرت عبد اللہ بن عباسؓ اور جمہور مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ دونوں مدنی ہیں، تو جن نسخوں میں مکی لکھا ہوا ہے، وہ فریق اول کے قول کے مطابق مکی لکھا ہوا ہے اور جن نسخوں میں مدنی لکھا ہوا ہے وہ فریق ثانی کے قول کے مطابق لکھا ہوا ہے اور سورۂ دہر میں **انا نحن نزلنا علیک القرآن تنزیلا** سے آخر سورة تک مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے اور اس سے پہلے کا حصہ مدینہ میں نازل ہوا ہے؛ اس لئے سورۂ دہر کے بارے میں مکی اور مدنی دونوں لکھا جاتا ہے اور جن نسخوں میں مکی لکھا ہے، ان نسخوں میں آخر کے حصہ کے پیش نظر مکی لکھا ہے اور جن میں مدنی لکھا ہے ان میں شروع کے پیش نظر مدنی لکھا گیا ہے؛ اس لئے دونوں باتیں صحیح ہیں۔

وسورة الإنسان وهى احدى وثلاثون آية مكية في قول ابن عباس ومقاتل والكلبي، وقال الجمهور: مدنية وقيل: فيها مكى من قوله تعالى انانحن نزلنا عليك القرآن نتزيلا الى أخر السورة و ما تقدمه مدنى الخ (تفسیر قرطبی، سورة الانسان، مکتبه دارالکتب العلمیه ۱۹/۷۷، ۱۰/۱۱۸، روح المعانی،زکریا ۱۶/۲۵۸)

المعوذتان المختار أنهما مدنيتان لأنهما نزلا في قصة سحر لبيد بن الأعصم. (الاتقان في علوم القرآن:۴۸)

وهى مكية في قول الحسن وعكرمة وعطاء وجابر مدينة في أحد قولى ابن عباس وقتادة الخ (تفسير قرطبي، دار الكتب العلمية بيروت ۱۰/جزء۲۰ ص: ۲۵۱)

مكية في قول الحسن وعطاء وعكرمة و جابر ورواية كريب عن ابن عباس، مدنية في قول ابن عباس في رواية أبي صالح وقتادة وجماعة وهو الصحيح لأن سبب نزولها سحر اليهود. (روح المعانی، سورة الفلق،

مکتبہ زکریا۱۶ /۴۹۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴/ جمادی الاول ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۵۲۸/۴۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۵/۵/۱۴ھ

کیا طوال مفصل منسوخ ہو چکا ہے؟

سوال [۹۲۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ پہلا واقعہ حضرت معاذؓ کا ہوا کہ ایک شخص نماز میں شامل ہونے کے بعد نماز چھوڑ کر چلا گیا، یہ واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا، تو حضور ﷺ نے حضرت معاذ سے فرمایا:

أفتان فتان ثلث مرارا فأمره بسورتين من أوسط المفصل.

اس کے بعد اوساط مفصل پڑھنے لگے کچھ لوگوں نے اس کو بھی طویل سمجھا اور رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی۔

ان رجلا قال: والله يارسول الله! صلى الله عليه وسلم لأتأخر عن صلاة الغداة من أجل فلان مما يطيل بنا، فما رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم في موعظة أشد غضبا منه يومئذ، ثم قال: إن منكم منفرين فأيكم ما صلى بالناس فليخفف، فإن فيهم الضعيف والكبير و ذوالحاجة– عن أبي هريرةؓ أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: إذا صلى أحدكم بالناس، فليخفف فإن فيهم الضعيف والكبير والسقيم، وإذا صلى أحدكم بنفسه، فيطول ماشاء، قال رجل يا رسول الله لااكاد ادرك الصلاة مما يطول بنا فلان فما رأيت البني صلى الله عليه وسلم في موعظة أشد غضبامنه يومئذ، فقال: يا أيها الناس إنكم منفرون فمن صلى بالناس فليخفف، فإن فيهم المريض و الضعيف و ذوالحاجة.

مذکورہ بالا احادیث سے کیا طوال مفصل منسوخ ہونا معلوم ہورہا ہے، ایک صاحب فرماتے ہیں کہ اب طوال مفصل منسوخ ہے، کیا اس کی تلاوت جہری نمازوں میں کرنا چاہئے یا نہیں؟

المستفتی: ثاقب انور، امام مسجد پٹن شہید

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حدیث شریف میں اتنی بات واضح طور پر موجود ہے کہ حضرت معاذؓ کے عشاء کی نماز میں طویل قراءت کرنے کی وجہ سے لوگوں نے حضور ﷺ کی خدمت میں شکایت کی اس پر حضور ﷺ نے خفا ہو کر حضرت معاذؓ کی سرزنش فرمائی اور اسی میں اُفتان وغیرہ کے الفاظ حضور ﷺ نے استعمال فرمائے، پھر حضور ﷺ نے اوساط مفصل میں سے سورۂ والشمس وغیرہ پڑھنے کا حکم فرمایا، اتنی بات حدیث شریف میں صراحۃً موجود ہے جیسا کہ (بخاری شریف ١/٩٨) پر یہ حدیثیں موجود ہیں۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے:

محارب بن دثار قال سمعت جابر بن عبد الله الانصاری قال أقبل رجل بنا ضحین، وقد جنح اللیل فوافق معاذؓ یصلی فبرک ناضحیه وأقبل إلی معاذٍ فقرأ سورة البقرة، أو النساء فانطلق الرجل وبلغه أن معاذًا نال منه، فأتي النبي صلی الله علیه وسلم فشکا إلیه معاذا فقال النبي صلی الله علیه وسلم یا معاذ! أفتان أنت أو قال أفاتن أنت ثلاث مرات فلو لاصلیت بسبح اسم ربک الأعلی، والشمس وضحها، واللیل إذا یغشی فإنه یصلی ورائک الکبیر والضعیف و ذوالحاجة...... وقال عمرو بن عبید الله بن مقسم وأبو الزبیر عن جابرؓ: قرأ معاذ في العشاء بالبقرة وتابعه الأعمش عن محارب. (صحیح البخاری، کتاب الصلوة، باب من شکا إمامه إذا طول، النسخة الهندیة ١/٩٨، رقم: ٦٩٦، ف: ٧٠٥)

لیکن سائل نے آگے بڑھ کر یہ جو بات لکھی ہے کہ حضرت معاذ بن جبلؓ نے اس کے بعد اوساط مفصل میں سے سورۃ پڑھی ہو اور لوگوں نے اس پر بھی شکایت کی ہو اور آپ ﷺ نے

اوساط مفصل سے بھی منع کیا ہو ایسی کوئی روایت وغیرہ کتب حدیث میں احقر کی نظر سے نہیں گذری اور سائل نے جو عربی عبارت لکھی ہے اس میں ایسے الفاظ نہیں ہیں، جن میں اوساط مفصل پڑھنے پر لوگوں نے شکایت کی ہو اور حضور ﷺ نے اس پر نکیر فرمائی ہو؛ بلکہ سائل نے جو عبارت نقل کی ہے اس طرح کے الفاظ اسی واقعہ میں مذکور ہیں، جس میں حضرت معاذؓ نے لمبی سورتیں پڑھی تھیں؛ لیکن اوساط مفصل پڑھنے پر شکایت اور پھر حضور ﷺ کی نکیر کی بات اس میں نہیں ہے نیز سائل نے سوال نامہ میں جو عبارت نقل کی ہے اس کا کوئی حوالہ بھی نہیں پیش کیا ہے، مناسب یہی تھا کہ کوئی حوالہ بھی پیش کر دیا ہوتا، بہر حال سائل کا یہ سمجھنا درست نہیں ہے کہ عشاء میں اوساط مفصل پڑھنے پر حضور ﷺ نے نکیر فرمائی ہے؛ لہٰذا نہ طوال مفصل منسوخ ہوا ہے اور نہ اوساط مفصل پر نکیر کی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۲۸/ ذیقعدہ ۱۴۳۳ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۸۷۲/۴۰)	۱۴۳۳/۱۱/۲۸ھ

قرآن کریم کا اشعار میں ترجمہ کرنا

سوال [۹۲۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قرآن کریم کا ترجمہ منظوم کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ شرعاً کوئی ممانعت اور قباحت تو نہیں ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔ نیز سورۂ نجم کا منظوم ترجمہ بطور نظر کے اس استفتاء کے ساتھ منسلک ہے۔ ملاحظہ فرما کر اپنی رائے کا اظہار فرمائیں؟

المستفتی: آفتاب خان، حسنپور، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوال کے جواب میں دو باتیں عرض کرنی معلوم ہوتی ہیں۔

(۱) قرآن کریم کا ترجمہ اشعار میں کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) سوال نامہ میں ذکرکردہ اشعار میں کیا کیا خرابیاں ہیں؟

پہلی بات: قرآن کریم کا اشعار میں ترجمہ کرنے میں چار قسم کی خرابیاں لازم آتی ہیں۔

(۱) اشعار میں ترجمہ کرنے کا مقصد ذہنی عیاشی اور تفریح طبع ہوتی ہے اور قرآن کریم کو ذہنی تفریح کا سامان بنانا سخت ترین معصیت اور گناہ کبیرہ ہے۔

(۲) جس درجہ کی فصاحت وبلاغت خود قرآن کریم میں موجود ہے اس کا عشر عشیر بھی ترجمہ کے اشعار میں نہیں آسکتی۔

(۳) تک بندی یا شاعرانہ انداز کی وجہ سے ناظرین اور قارئین کا ذہن قافیہ بندی میں الجھ کر رہ جائے گا، قرآن کا ترجمہ اور مطلب کی گہرائی میں پہنچنے کے بعد قرآن کی روح سامنے آتی ہے، اس کا دور تک بھی خیال نہ ہوگا۔

(۴) قافیہ بندی کی رعایت کی وجہ سے ترجمہ میں لازمی طور پر کمی زیادتی ہوتی ہے، جو قرآن کریم کے معنی اور مطلب میں خطرناک تحریف ہے؛ اس لئے کسی بھی زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ اشعار میں کرنا قطعی طور پر جائز نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاوی رشیدیہ قدیم ۵۷، جدید زکریا ۲۶، امداد الفتاوی زکریا دیوبند ۴/۵۱)

دوسری بات: سوال نامہ میں ذکرکردہ اشعار کو جب قرآن کریم سے ملایا گیا تو پہلی دوسری آیت سے خطرناخرابیاں اور غلطیاں سامنے آنی شروع ہوگئیں مثلاً ''نہ ہی بھٹکا رفیق خود جا گو'' قرآن کے کسی لفظ کا ترجمہ نہیں؛ بلکہ اس کو **ماغوی** کا ترجمہ سمجھ سکتے ہیں، جو کہ غلط ہے ''وہ تو فرمان خدا کا لاتا ہے'' یہ شاید **و ماینطق عن الھوی ط ان ھو إلا وحی یوحی** دونوں آیتوں کا ترجمہ ہے جو کہ صحیح نہیں ہے۔

الغرض ہر شعر میں یا کمی ہے یا زیادتی یا غلطی موجود ہے، اس طریقہ سے مذکورہ اشعار میں چھ قسم کی خرابیاں سامنے آتی ہیں۔

(۱) اپنی طرف سے غیر متعلق باتوں کا اضافہ۔

(۲) آیت کے کچھ حصہ کا ترجمہ کرنا اور کچھ کا چھوڑ دینا۔

(۳) غلط ترجمہ کرنا۔

(۴) بعض جگہ پوری آیت کا ترجمہ چھوڑ دینا۔

(۵) ان شعار میں نہ فصاحت ہے نہ بلاغت ہے۔

(۶) اصول شاعری کے اعتبار سے قافیہ بھی صحیح نہیں ہے؛ بلکہ محض تک بندی ہے۔

نیز انداز تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ ترجمہ کے اشعار لکھنے والے خود عالم بھی نہیں ہیں؛ جبکہ قرآن کا ترجمہ لکھنے کے لئے کم از کم پندرہ قسم کے علوم لازم ہوتے ہیں۔(الإتقان في علوم القرآن ۲/ ۴۴۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۶ رصفر المظفر ۱۴۱۹ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/ ۵۶۱۰)	۱۴۱۹/۲/۶ھ

مساجد میں تفسیر کا سب سے اچھا وقت کون سا ہے؟

سوال [۹۲۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: مساجد میں قرآن مجید کا ترجمہ اور تفسیر کا سب سے اچھا کون سا وقت ہے؟ جس میں زیادہ سے زیادہ مقتدی اطمینان سے سن سکیں سمجھ سکیں۔

المستفتی: ماسٹر عبد الحق ہلدوانی نینی تال، اتراکھنڈ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سائل نے سوال میں یہ پوچھا ہے کہ کون سا وقت زیادہ بہتر ہے تو اس سلسلہ میں وہاں کے لوگ اپنے یہاں کے بارے میں خود دیکھ لیں کہ کون سا وقت زیادہ بہتر ہے۔

قال اللہ تعالیٰ: وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ. (الشوریٰ: ۳۸)

عن أبي هريرة، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: وأموركم شورى بينكم فظهر الأرض خير لكم من بطنها. (سنن الترمذي، كتاب الفتن، باب متى يكون ظهر الأرض خيرا من بطنها ومتى يكون شرا، النسخةالهندية ۲/ ۵۲، دارالسلام رقم: ۲۲۶۵، ۲۲۶۶، مسند البزار، مكتبه العلوم والحكم۱۷/ ۲۰، رقم: ۹۵۲۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵؍ جمادی الاولی ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۱۰۳/۴۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۴/۵/۱۵ھ

فارغ التحصیل علماء کے لئے مساجد میں تفسیر کرنے کا شرعی حکم

سوال [۹۲۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جن مساجد میں فارغ علماء امامت کررہے ہیں، ان مساجد میں قرآن مجید کا ترجمہ وتفسیر ہونی چاہئے یا نہیں؟

المستفتی: ماسٹر عبد الحق، ہلدوانی، نینی تال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جن مساجد میں فارغ التحصیل مستند علماء امامت کرتے ہیں، ان میں مقتدی حضرات کو قرآن کریم کی تفسیر سننے پر ترغیب دے کر تفسیر کا سلسلہ شروع کردینا ان علماء کے لئے مستحسن عمل ہے اور اس کی فضیلت بھی بہت زیادہ ہے؛ لیکن اس میں اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ جن اوقات میں پہلے سے تبلیغی جماعت والوں نے فضائل کی تعلیم کا سلسلہ جاری کر رکھا ہے ان اوقات میں وہ سلسلہ بدستور باقی رہے، ان کے علاوہ دیگر اوقات میں سے جس میں لوگ زیادہ اکھٹے ہوسکتے ہیں، اس میں تفسیر کا سلسلہ شروع کریں، تو ایسی صورت میں دونوں پروگراموں میں کوئی ٹکراؤ بھی نہیں ہوگا اور دونوں کام بدستور چلتے رہیں گے۔

عن أبي هريرةؓ، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ما اجتمع قوم في بيت من بيوت الله، يتلون كتاب الله ويتدارسونه بينهم إلا نزلت عليهم السكينة، وغشيتهم الرحمة وحفتهم الملائكة، وذكرهم الله فيمن عنده.

(صحيح مسلم، كتاب الذكر والدعاء، باب فضل الاجتماع على تلاوة القرآن على الذكر، النسخة الهندية۲/ ۳۴۵، بيت الأفكار رقم: ۲۶۹۹، سنن ابن ماجه، مقدمه، باب فضل العلماء والحث على طلب العلم، النسخة الهندية ص: ۲۰، دار السلام رقم: ۲۲۵)

وفي رواية سنن الترمذي وما قعد قوم في مسجد يتلون كتاب الله، ويتدارسونه بينهم إلانزلت عليهم السكينة، وغشيتهم الرحمة، وحفتهم الملائكة، ومن أبطأبه عمله لم يسرع به نسبه. (سنن الترمذي، ابواب القراء ت، باب بلاترجمه، النسخة الهندية ۲/ ۱۲۳، دار السلام رقم: ۲۹۴۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۱۰۳/۴۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۴/۵/۱۵ھ

تفسیر بالرائے کے چند نمونے اور اس سے متعلق احکام

سوال [۹۲۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حال ہی میں قرآن پاک کی ایک جدید طرز پر تفسیر ''تقریر القرآن'' کے نام سے بالاقساط شائع کرنے کا پروگرام بنایا ہے، جس کی پہلی قسط سورۂ فاتحہ وسورۃ بقرہ ہمارے زیر نظر ہے، یہ سلسلہ خدمت قرآن کے تحت مبلغ -/100 کے ممبروں کے تعاون سے جاری کیا گیا ہے۔

اس عظیم کام کو لے کر چلنے والے ایک مستند عالم اور بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں، جنہوں نے تفسیر جیسے اہم موضوع پر پہلی مرتبہ قلم اٹھایا ہے زیر نظر کتاب پڑھنے سے یہ تاثر پیدا ہوتا ہے کہ ذاتی اختلاف اور رنجشیں آیات قرآنی سے وابستہ کی جاسکتی ہیں، نیز مطالب قرآن

کے کالم میں ذاتی حالات کافی حد تک درج کئے جاسکتے ہیں، کتاب تقریر القرآن کے پڑھنے سے ممبران کو تشویش ہے کہ اگر یہ انداز تفسیر منشاء حق کے خلاف ہے، تو بقیہ آنے والی اقساط میں پتہ نہیں کیا کیا لکھیں گے، پھر ہم نمونہ کے طور پر چند آیات اور ان کی تفسیر میں جو باتیں ہم لوگوں کے نزدیک بے محل ہیں پیش کرتے ہیں؛ تاکہ آپ جیسے علماء ربانی اس پر غور فرما کر ہماری رہنمائی فرمائیں۔

(۱) قرآن کی آیت **لیفسد فیھا ویھلک الحرث والنسل الخ** کی تفسیر کرتے ہوئے ص:۳۹۱ پر لکھتے ہیں، خطاب عام مسلمانوں سے ہے ''منافقین کے بارے میں قرآن پاک نے اوپر سے یہاں تک جو بیان کیا ہے اس پر غور فرمائیں اور پھر اپنا چہرہ ملاحظہ فرمائیں: کہ آپ کون ہیں کیا جن سنگھ پیر؟ کیا آر ایس ایس ہیں؟ کیا امریکہ اور اسرائیل ہیں؟ نہیں نہیں یہ تو کھلے ہوئے دشمن ہیں، پھر آپ کون ہیں اور اپنے ہی درمیان کیا کر رہے ہیں شریعت کا فرمان ہے کہ آج کل مسلمانوں کے بارے میں منافق ہونے کا فتوی نہ دیا جائے، مگر عادات الحوار کردار اور عمل آپ کی کس کے مشابہ ہے؟

(۲) **ومن الناس من یعجبک الخ** مذکورہ آیات میں اخنس بن شریق (منافق) کا تذکرہ ہے، آپ اس کی تفسیر کرتے ہوئے (اپنے شاگرد خاص اور راز داں خادم سے ایک اصولی اختلاف ہونے کی وجہ سے اس کے بارے میں) ص:۳۹۸ پر لکھتے ہیں،'' یقین جانئے وہ جس کو میں نے برخاست کیا تھا، حرفا حرفا آیات میں مذکور منافق کی طرح ہے، اپنی شیریں اور چرب زبانی سے سیاہ کو سفید باور کرادے گہرا دوست بن کر سامنے آئے، نقل میں اتنا طاق کہ حضرت طیب صاحبؒ کی طرح قرآن پڑھ دے، دعا اور تقریر حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کی طرح کردے، صورت اور لباس دیکھو تو ایسا معلوم ہو کہ کسی خانقاہ کے پیر ہیں، مگر یہاں غنڈوں کے سہارے بہت سے گھروں کو اجاڑا، مدرسوں اور مسجدوں کو برباد کیا اور میری تو عزت اور جان کے پیچھے ہاتھ دھوکے پڑ گیا ہے، خدا نے اس پر اور اس کے ساتھیوں پر عذاب نازل کرنا شروع کر دیا ہے۔

(۳) **واقتلوهم حيث الخ** کی تفسیر میں ص: ۵۷۲ پر لکھتے ہیں ”راقم الحروف کے یہاں تین دور ایسے ہی گذرے ہیں اور یہ آخری دور (میرے اعتبار سے والعلم عنداللہ) سب سے زیادہ شریر لڑکوں کو وطن سے باہر بھیج دیا، میرے اور میرے داماد کے پیچھے غنڈے لگے، ہمارے اوپر بے بنیاد الزام قائم کئے گئے اور ملزم بنا کر عدالت کے کٹہرے میں لے جا کر کھڑا کر دیا، اس زمانہ میں میری دماغی حالت ابتر تھی سوچا کرتا تھا کہ کیا مدرسہ قائم کرنا جرم ہے؟ کیا یتیم کو پالنا حرام ہے؟ کیا جاہل کو مولوی حافظ وقاری بنانا جرم ہے، کوئی چیز بھی جرم نہیں، مگر پھر کیوں-اس خطا پر مجھے مارا کہ خطا وار نہ تھا۔

(۴) **ثم اتخذتم العجل الخ** آیات کی تفسیر کرتے ہوئے ص: ۱۵۸ پر لکھتے ہیں، ”آج وہی لوگ مسلمانوں کو نقصان پہونچاتے ہیں، جن پر عوام نیک اور دیندار اور صاحب سند اور امام ومؤذن، مولانا، حاجی، حافظ اور قاری ہونے کا اعتماد رکھتے ہیں، ہمیشہ یہی لوگ ہی مسلمانوں کی بربادی کا سبب بنے ہیں، اس طرح سامری بھی بنی اسرائیل کی ہلاکت اور بربادی کا سبب بنا۔

(۵) **ومن الناس من يقول الخ** آیت کی تفسیر میں ص: ۵۷ کے حاشیہ پر لکھتے ہیں ، ”اپنے زمانہ میں بجنور میں چار منافقین سے واسطہ پڑا جن میں سے ایک ابوجہل ہے، دوسرا ابولہب ہے، تیسرا سامری ہے، چوتھا جوگنجا ہے، ان میں وہ علامتیں تھیں جو منافقین مدینہ میں تھیں۔

(٦) **انزل فيه القرآن الخ** آیت کی تفسیر میں علماء ومشائخ پر تنقید کرتے ہوئے ص: ۳۵۳ پر لکھتے ہیں، ”افسوس مولانا حضرات پر کہ وہ سب کتابیں، اخبار رسالے پڑھتے ہیں اور افسوس پیروں پر کہ وہ طریقت کے اذکار کے تو پابند ہیں، مگر تلاوت قرآن نہیں کرتے۔

یہ تفسیر کے چند نمونے پیش خدمت ہیں ان کے علاوہ بہت سی آیات ہیں، جن میں نہ صرف تفسیر بالرائے اور مطالب قرآن کے کالم میں ذاتی حالات ورنجش درج ہیں؛ بلکہ کسی کسی جگہ تو امثال میں وہ زبان استعمال کی ہے کہ جو تفسیر قرآن کے شایان شان نہیں ہے،

مطالب قرآن کے کالم میں مثلاً (۱) گوکا کیڑا گومیں خوش رہتا ہے۔ (۲) میٹھا میٹھا ہپ ہپ کڑوا کڑوا تھوتھو۔ (۳) مینڈکی نے میں نال چڑوانے کے لئے ٹانگ اٹھاتی وغیرہ۔

قرآن جس داعیانہ وحکیمانہ انداز سے خطاب کرتا ہے، اس کے نتیجہ میں یا تو رعب وخوف چھلکتا ہے یا رغبت وشوق جھلکتا ہے، اس کی عبارت وترتیب میں ایک دلکشی، زبان میں ادبیت، کلام میں فصاحت امثال میں بلندی، مضامین میں حلاوت محسوس ہوتی ہے اور یہی چیزیں مطالب وتفاسیر میں آنی چاہئیں۔

(۱) اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ زیر نظر تفسیر کو اپنے مطالعہ میں رکھنا یا عام مسلمانوں کو پڑھ کر سنانا کیسا ہے؟

(۲) مذکورہ انداز سے تفسیر جیسے اہم موضوع پر قلم اٹھانا ہر مصنف کے لئے مناسب ہے یا نہیں؟

(۳) اگر مناسب نہیں ہے اور وہ صاحب تفسیر سورہ آل عمران وغیرہ میں اگلی قسط چھپانے کے لئے وصولیابی چندہ کی تیاری کریں، تو بقیہ تفسیر کی اشاعت کے لئے عام مسلمان مالی تعاون دے سکتے ہیں یا نہیں؟

(۴) امت کا قابل فخر طبقہ جن میں علماء، حجاج، حافظ، قراء، مساجد کے ائمہ نیک اور دیندار لوگوں کے پاکیزہ نفوس شامل ہیں، اس مقدس جماعت کو سامری کے مشابہ بتلانا کیسا ہے، اور ایسا لکھنے والے کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

(۵) کیا شریعت کسی مذہبی رہنما کو اس بات کی اجازت دیتی ہے کہ وہ موجودہ زمانہ میں اپنے علاقہ یا بستی میں رہنے والے مسلمانوں میں منافقین کی تعداد بھی مقرر کرے اور ان کو وقت کا ابوجہل، ابولہب، سامری، گنجا لکھ کر تفسیر قرآن میں محفوظ کردے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد امین خاں، محلہ مردھگان، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱-۲) بذریعۂ ڈاک مستفتی سے یہ درخواست کی

گئی تھی کہ سوال نامہ میں درج شدہ تفسیر کا کوئی نسخہ دارالافتاء شاہی تک رسائی فرمائیں تاکہ مالہ و ماعلیہ کے ساتھ ازخود مطالعہ کر کے صحیح نتیجہ پر پہونچ سکیں؛ لیکن کوئی نسخہ نہیں پہونچا، کافی عرصہ تک انتظار کے بعد تر دید وتر دد کے ساتھ جواب لکھا جارہا ہے، اگر سوال نامہ میں درج شدہ تفسیریں واقعی مذکورہ کتاب میں درج کردی گئی ہیں اور کی جارہی ہیں تو وہ سب تفسیر بالرائے ہے، مسلمانوں کو اس کتاب سے اپنی حفاظت کرنا ضروری ہے، نہ وہ کتاب مطالعہ میں رکھنے کے قابل نہ دوسروں کو سنانے کے، اس طرح تفسیر بالرائے کرنے والوں کے حق میں حدیث شریف میں سخت ترین وعید آئی ہے کہ اس کو اپنا ٹھکانا جہنم ہی سمجھ لینا چاہئے۔

عن ابن عباس عن البني صلى الله عليه وسلم قال: اتقوا الحديث عني إلا ماعلمتم فمن كذب علي متعمدا فليتبوأ مقعده من النار، ومن قال: في القرآن برأيه فليتبوأ مقعده من النار. هذا حديث حسن. (ترمذی شریف، کتاب التفسیر قدیم ۱۱۹/۲، جدید ۱۲۳/۲، دار السلام رقم: ۲۹۵۱، السنن الکبری للنسائی ۲۸٦/۷ رقم: ۸۰۳۱، مشکوٰۃ شریف ۳۵/۱)

(۳) مسلمانوں کو ایسی تفسیر کی اشاعت میں تعاون کرنا جائز نہیں ہے۔

وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَان. (سورۃ المائدہ:۲)

(۴-۵) اپنی ایسی حرکتوں سے تائب ہو کر باز آجانا ضروری ہے، ورنہ وہ پہلے اپنے ایمان کی خبر لے۔

ولو قال لمسلم أجنبي: يا كافر! أو لأجنبية! ياكافرة ولم يقل المخاطب: شيئا أو قال لا مرأته: يا كافرة! (إلى قوله) كان الفقيه أبو بكر الأعمش البلخي يقول: يكفر هذا القائل وقال غيره من مشائخ رحمهم الله تعالى: لايكفر، والمختار الفتوى في جنس هذه المسائل أن القائل بمثل هذه المقالات إن كان أراد الشتم ولا يعتقده كافرًا لا يكفر، وإن كان يعتقده كافرا فخاطبه بهذا بناء على اعتقاده أنه كافر يكفر. (فتاوی عالمگیری،

كتاب السير، الباب التاسع في احكام المرتدين مطلب موجبات الكفر انواع، زكريا قديم ۲۷۸/۲، جديد ۲۸۹/۲)

عن عبد الله بن دينار أنه سمع ابن عمر يقول: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أيما امرئٍ قال لأخيه: يا كافر! فقد باء بها أحدهما، إن كان كما قال وإلا رجعت عليه. (صحيح مسلم، كتاب الايمان، النسخة الهندية ۱/۵۷، بيت الأفكار رقم: ٦٠)

عن أبي ذر رضى الله تعالى عنه أنه سمع رسول النبي صلى الله عليه وسلم يقول: لايرمي رجل رجلا بالفسوق، ولايرميه بالكفر إلا ارتدت صاحبه كذلك. (صحيح البخاري، باب ما ينهى من السباب واللعن، النسخة الهندية ۸۹۳/۲، رقم: ۵۸۱۰، ف: ٦٠٤٥، مسند البزار، مكتبه العلوم والحكم ۳۵۹/۹، رقم: ۳۹۱۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۰ / رمضان المبارک ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۸۷۵۱/۲۴)

تفسیر بالرائے کے چند نمونے

سوال [۹۲۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قرآن شریف کے منسلکہ صفحات کے ترجمہ وتفسیر کے بارے میں، ان صفحات میں ترجمہ وتفسیر سے متعلق اغلاط کی نشاندہی کردی گئی ہے- کیا اس قسم کے ترجمہ وتفسیر شاعت کی اجازت دی جاسکتی ہے؟ کیا یہ ترجمہ وتفسیر عوام وخواص کی رہبری کرسکتی ہے؟ کیا اس ترجمہ وتفسیر پر پابندی لگانا ضروری نہیں ہے؟ براہ کرم مفصل ومدلل جواب مرحمت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں، اس قرآن پاک کے مترجم ومفسر مولانا عبدالکریم پاریکی صاحب ہیں، اورناشر محمود اینڈ کمپنی ممبئی-۳ ہے۔

چند مثالیں بطور نمونہ پیش خدمت ہیں۔ ترجمہ میں تین قسم کی اغلاط ہوئی ہیں (۱) ترک ترجمہ (۲) غلط ترجمہ (۳) خارج از عبارت ترجمہ۔

(۱) ترک ترجمہ: **من ذالذي يشفع عنده الا بإذنه** پارہ ۳، سورۃ البقرۃ آیت: ۲۵۵/ اس آیت میں الا باذنہ کا ترجمہ چھوڑ دیا گیا ہے۔

(۲) **الزَّانِیُ لَا یَنْکِحُ اِلَّا زَانِیَةً اَوْ مُشْرِکَةً وَالزَّانِیَةُ لَا یَنْکِحُهَا اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِکٌ وَحُرِّمَ ذٰلِکَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ.** [سورۃ النور:۳]

اس آیت مبارکہ میں **حرم ذالک علی المؤمنین** کا ترجمہ چھوڑ دیا گیا ہے۔

غلط ترجمہ کی مثال: **فتبارک الله أحسن الخالقين**، بس اللہ بڑی برکت والا ہے، جو خوبصورت اور حسین مخلوق پیدا کرنے والا ہے، سورۃ المؤمنین آیت: ۱۴۔

خارج از عبارت ترجمہ: **فلما دخلوا على يوسف آوى إليه أبويه وقال ادخلوا مصر إن شاء الله آمنين.**

پھر جب پورا خاندان یوسف کے دربار میں آپہونچا تو انہوں نے اپنے ماں باپ کو دربار میں خاص جگہ پر بٹھایا اور کہا اب انشاء اللہ مصر میں آپ سب لوگ امن چین سے رہو بسو، اس کے علاوہ تفسیر میں بھی جمہور مفسرین اور فقہائے کرام کے برعکس مسلک تحریر کیا گیا ہے، مثال کے طور پر سورۃ البقرۃ آیت: ۱۸۴، کی تفسیر فرماتے ہوئے پاریکھ صاحب رقم طراز ہیں، کہ ایسے مسافر اور مریض جو گھر واپس آجائیں اور صحت پاجائیں، پھر طاقت رکھنے کے باوجود قضاء روزہ کی گنتی پوری نہ کرنا چاہیں تو سفر اور بیماری میں جتنے روزے چھوڑے ہوں ہر روزہ پر ایک محتاج کو دو وقت کھانا کھلا کر فدیہ ادا کریں، یا کچا اناج دینا چاہتے ہوں، تو کسی ایک مسکین کو فطرہ کے برابر گیہوں ادا کریں۔

المستفتی: قمر سیوہاروی، مکتبۂ الفاروق، وزیر بلڈنگ بھنڈی بازار ممبئی-۳

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: احقر نے از خود مذکورہ تفسیر وترجمہ کے بعض

مقامات کا مطالعہ، بعض اغلاط ایسے نظر آئے ہیں جن سے قرآن کریم کے معنی ومفہوم کو عقلی جامہ پہنایا گیا ہے، کہیں من گھڑت تفسیر، کہیں ترجمہ غلط کہیں ترجمہ چھوڑ دیا گیا، نیز سوال نامہ میں جن اغلاط کی نشاندہی کی گئی ہے، وہ بھی اپنی جگہ درست ہے؛ اس لئے اس کو تفسیر بالرائے کہا جاسکتا ہے اور حدیث شریف میں تفسیر بالرائے کی سخت ترین وعید آئی ہے؛ اس لئے جب تک معتبر علماء سے اغلاط کی تصحیح نہ کرائی جائے اس وقت تک اس کا شائع کرنا جائز نہیں ہوگا۔

من قال في القرآن: برأية فليتبوأ مقعده من النار. هذا حديث حسن (ترمذی شریف، ابواب التفسیر، باب ماجاء في الذی یفسر القرآن برأیه، النسخةالهندیة۲/۱۲۳، دار الاسلام رقم: ۲۹۵۱)

عن جندب بن عبد الله قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: من قال في القرآن برأیه فأصاب فقد أخطأ. (سنن الترمذی، أبواب التفسیر، النسخة الهندیة ۲/۱۲۳، دار السلام رقم: ۲۹۵۲، سنن أبي داؤد، کتاب العلم، باب الکلام في کتاب الله، النسخة الهندیة ۲/۵۱۴، رقم: ۳۶۵۲) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷/شعبان المعظم ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۳۷۸/۲۵)

غیر عالم کا قرآن کریم کی تفسیر کرنا

سوال[۹۲۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کچھ متعلقین دوست واحباب جن کی تعداد مشکل سے چار، چھ، آٹھ سے کبھی زیادہ نہیں ہوتی ہفتہ میں ایک دن بغیر تبلیغی جماعت کے کام کو متاثر کئے بعد نماز عشاء قرآن کے ترجمہ وتفسیر کو پڑھنے کا پروگرام بنائیں اور زید پڑھنے والا اور سننے والے سبھی سب دیوبندی مسلک فکر کے ہوں تو ایسا پروگرام کرنا اس میں شریک ہونا گمراہی یا ضلالت تو نہیں ہے؟

جبکہ یہ پروگرام ۱۹۸۱ء سے ہوتا چلا آرہا تھا، کبھی کسی عالم نے اس کے خلاف ایک لفظ بھی نہیں کہا؛ بلکہ اکثر تربیت کے لئے اس میں شرکت بھی فرما لیتے تھے، یہ پروگرام بہت دنوں کے بعد پھر شروع کیا، تو کچھ اپنے ہی لوگوں نے ایک نئے مولوی صاحب کے کہنے سے مخالفت شروع کردی؛ جبکہ کسی دوسرے مکتب فکر کو کوئی مطلب نہیں ہے، کیا عام پڑھا لکھا ایک معلم یہ کام کرسکتا ہے؛ کیونکہ پورے شہر میں کسی مسجد مدرسہ میں قرآن مجید کے ترجمہ وتفسیر کا پروگرام نہیں ہوتا ہے اور یہاں ترجمہ مولانا محمود الحسن صاحبؒ یا علامہ شبیر احمد صاحب عثمانیؒ کا پڑھا جاتا ہے۔

المستفتی: ماسٹر عبد الحق، ہلدوانی، نینی تال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قرآن کریم کی تفسیر غیر عالم آدمی کرتا رہے گا تو اس میں ضرور غلطیاں ہوں گی اور حضرت شیخ الہندؒ کا ترجمہ اور اس پر علامہ شبیر احمد صاحب عثمانیؒ کا حاشیہ یہ انتہائی مختصر ہے، اس میں بعض جگہ وضاحت ہوتی ہے اور بعض جگہ وضاحت نہیں ہوتی ہے، اس کی وضاحت کی ضرورت پیش آتی ہے اور یہ وضاحت حدیث وقرآن پر عبور رکھنے والا عالم دین ہی کرسکتا ہے؛ اس لئے اگر تفسیر کی کتاب پڑھ کر سنانے کی بات ہے، تو معارف القرآن پڑھ کر سنائیں اور تفسیر عثمانی انتہائی مختصر ہے اور معارف القرآن پڑھ کر سنانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور بہتر یہی ہے کہ عالم دین پڑھ کر سنائے اور معارف القرآن عام اردو پڑھا لکھا پڑھ کر سنائے اور اپنی طرف سے تفسیری شکل اختیار نہ کرے، تو اس کی گنجائش ہے۔

اختلف الناس في تفسير القرآن هل يجوز لكل أحد الخوض فيه، فقال قوم لايجوز لأحد أن يتعاطي تفسير شئ من القرآن، وإن كان عالما أديبا متسعا في معرفة الأدلة والفقه والنحو والأخبار والأثار الخ. من قال يجوز تفسيره لمن كان جامعا للعلوم التي يحتاج إليهم المفسر وهي خمسة عشر علما. (الإتقان، باب شرائط التفسير وادلته، دار الفكر ۲/ ۱۸۰)

عن ابن عباسؓ، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من قال في القرآن برأيه فليتبوأ مقعده من النار. (سنن الترمذي، ابواب التفسير، باب ماجاء في الذي يفسر القرآن برأيه، النسخة الهندية ۲/۱۸۰، دار السلام رقم: ۲۹۵۱، السنن الكبرى للنسائي ۲۸٦/۷، رقم:۸۰۳۱)

عن جندب بن عبد الله قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من قال في القرآن: برأيه فأصاب فقد أخطأ. (المعجم الكبير للطبراني، داراحياء التراث العربي ۱٦۳/۲، رقم:۱٦۷۲، المعجم الأوسط، دار الفكر ۲۹/٤، رقم:۵۱۰۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲؍شوال المکرّم ۱۴۳۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۸۰۱/۳۹)

غیر عالم کے لئے قرآن وحدیث کی تفسیر کرنا کیسا ہے؟

سوال [۹۲۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد کے ایک مصلی جو کہ عالم نہیں ہیں؛ بلکہ ایک سرکاری اسکول کے رٹائرڈ ٹیچر ہیں، عمر تقریباً ۸۰-۸۵ سال ہے، وہ ہر نماز میں امام صاحب کے سلام پھیرنے کے فوراً بعد کھڑے ہوکر کوئی ایک حدیث شریف یا قرآن کریم کی کسی ایک آیت کا ترجمہ ان الفاظ کے ساتھ کہ ’’قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے‘‘ یا ’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا‘‘ سناتے ہیں، کبھی ایسا ہوتا ہے کہ موصوف حدیث سناتے سناتے بھول بھی جاتے ہیں۔

دریافت یہ کرنا ہے کہ کیا موصوف کو یہ عمل کرنا چاہئے؟ کیا شریعت ان کو اس عمل کی اجازت دیتی ہے؟ قرآن وحدیث کی نظر سے مدلل جواب عنایت فرمائیں نوازش ہوگی۔

المستفتی: فہیم احمد، محلّہ بروالان

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: موصوف جن کی عمر تقریباً ۸۰-۸۵ سال ہے، اگر وہ عالم دین نہیں ہیں، تو ان کے لئے قرآن کریم کی آیت کا ترجمہ یا حدیث شریف زبانی کسی معتبر کتاب کو سامنے رکھے بغیر بیان کرنا مشروع نہیں ہے؛ اس لئے کہ اس میں غلطی کا امکان زیادہ ہے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ ڈابھیل ۴/۳۳۳، احسن الفتاوی کراچی ۸/۱۸۳، فتاوی محمودیہ میرٹھ ۶/۱۱۴)

قال الحافظ زين الدين العراقي: في كتابه المسمي بالباعث على الخلاص من حوادث القصاص: ثم إنهم يعني القصاص ينقلون حديثه عليه التسليم من غير معرفة بالصحيح والسقيم قال: وإن اتفق أنه نقل حديثا صحيحا كان آثما في ذلک؛ لأنه ينقل مالا علم له به وإن صادف الواقع كان آثما باقدامه على مالا يعلم قال: و أيضا فلايحل لأحد ممن هو بهذا الوصف أن ينقل حديثًا من الكتب بل ولو من الصحيحن مالم يقرأ على من يعلم ذلک من أهل الحديث. (موضوعات ملا علي قاري كوئٹه: ۱۰)

عن ابن عباس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من قال في القرآن بغير علم فليتبوأ مقعده من النار. (مسند أحمد بن حنبل ۱/۲۰۲، رقم: ۲۰۶۹، ۲۴۲۹، المصنف لإبن أبي شيبه، كتاب فضائل القرآن، باب من كره أن يفسر القرآن، مؤسسه علوم القرآن ۱۵/۴۹۸، رقم: ۳۰۷۲۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳/شعبان المعظم ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۱/۱۱۶۱۴)

غیر عالم کا معارف القرآن پڑھ کر سنانا

سوال [۹۲۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: میری تعلیم اردو بہت اچھی، معانی الفاظ پر بھی عبور حاصل ہے، میں معارف القرآن کا کافی عرصہ سے مطالعہ کرتا رہا ہوں، اب یہ چاہتا ہوں کہ مسجد میں قرآن پڑھ کر سناؤں؛ لیکن اہل تبلیغ کا یہ کہنا ہے کہ صرف فضائل اعمال ہی پڑھی جائے گی اور کوئی کتاب نہیں پڑھی جائے گی مجھے ان سے کوئی اختلاف نہیں، میں نے ان سے کہا فجر کی نماز کے بعد فضائل اعمال پڑھ لو اور عشاء کی نماز کے بعد میں معارف القرآن پڑھ لوں گا؛ لیکن وہ لوگ کہتے ہیں، معارف القرآن اس کو پڑھنا چاہئے جو سند یافتہ عالم ہو، میں نے ان سے کہا کہ میں کلام پاک کا ترجمہ تو نہیں کر رہا ہوں، میں تو مفتی صاحب کا لکھا ہوا مضمون پڑھ کر سنا رہا ہوں، جو حضرت نے عام فہم کر کے لکھا ہے، اگر بالفرض ان کی بات مان بھی لی جائے، تو فضائل اعمال میں بھی ساٹھ فی صد کلام پاک کی آیات مع ترجمہ کے ہیں، جو بہت ہی کم پڑھے لکھے لوگ پڑھ کر سناتے ہیں تو ان پر یہ سند والی بات کی پابندی نہیں لگتی ہے، برائے مہربانی قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں؟

المستفتی: عبدالرشید، نگینہ، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: پورے قرآن کریم میں ۶۶۶۶ آیتیں ہیں، ان میں سے ایک ہزار وعدہ کی، ایک ہزار وعید کی، ایک ہزار اوامر کی، ایک ہزار نواہی کی، ایک ہزار قصص کی، ایک ہزار خبر کی، ۵۰۰ حلال وحرام کی، ایک سو دعا اور تسبیح کی اور ۶۶ ناسخ منسوخ کی ہیں۔

قال صاحب الكشاف جميع القرآن ستة الاف وست مأة وستة وستون. (حاشيه الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة قبيل باب الصلاة في الكعبة، دارالكتاب ديوبند: ٤١٥، چلپی على الزيلعي، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل، مكتبة امدادية ملتان ١/١٧٩، زكريا ١/٤٤٥، ايضاح المسائل:٢٥)

اب ان تمام آیتوں میں سے وعدہ وعید، اوامر، نواہی، قصص اور خبر سے متعلق جوآیتیں ہیں ان کی جومعتبر تفسیریں ہیں ان کو کتاب دیکھ کر پڑھ کرسنانے کی گنجائش ہے اور جو حلال وحرام اور ناسخ ومنسوخ کی آیتیں ہیں، ان کو غیر عالم کے لئے کتاب دیکھ کرسنانے کی بھی اجازت نہیں ہوتی ہے؛ اس لئے کہ ان کی تمام باریکیوں کو اردو تفاسیر میں اس طرح واضح نہیں کیا گیا ہے کہ ان پڑھ ان کو سمجھ لے؛ بلکہ شبہات میں مبتلا ہوکر اپنے آپ کو خطرہ میں ڈال دیں گے اور حضرت مفتی صاحب نے معارف القرآن میں ہر آیت کے ساتھ فرق بھی بیان نہیں فرمایا ہے۔ نیز قرآن کریم کی تفسیر کے لئے پندرہ قسم کے علوم کا عالم ہونا شرط ہیں۔

یجوز تفسیره لمن كان جامعا للعلوم التي يحتاج المفسر إليها، وهي خمسة عشر علما: أحدها اللغة، الثاني النحو، الثالث التصريف، الرابع الاشتقاق، الخامس والسادس والسابع: المعاني والبيان والبديع، الثامن علم القرأت، التاسع أصول الدين، العاشر أصول الفقه، الحادي عشر: أسباب النزول والقصص، الثاني عشر: الناسخ والمنسوخ، الثالث عشر: الفقه، الرابع عشر: الأحاديث المبينة، لتفسير المجمل و المهمل، الخامس عشر: علم الموهبة، قال: فهذه العلوم التي هي كالألة للمفسر، لايكون مفسرا إلا بتحصيلها، فمن فسر بدونها كان مفسرا بالرأي المنهي عنه.

(الاتقان في علوم القرآن، باب شرائط التفسير وأدلته، دار الفكر ٢/ ٤٤٤)

نیز اگر کسی آیت کی اردو تفسیر دیکھنے کے بعد کچھ کا کچھ سمجھ لیا پھر پڑھ کر عوام کو سمجھا دیا وہ سخت ترین خطرہ کا شکار ہوگا اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص قرآن کو اپنی رائے سے بیان کرے گا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے، اگر صحیح بھی کیا تب بھی عنداللہ غلط ہی قرار دیا گیا ہے۔

عن ابن عباس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من قال في القرآن بغير علم فليتبوأ مقعده من النار. (سنن الترمذي، ابواب التفسير، باب ماجاء في الذي يفسر القرآن برأيه، النسخة الهندية ٢/ ١٢٣، دار السلام رقم: ٢٩٥٠)

عن جندب بن عبد الله قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من قال في القرآن برأيه فأصاب فقد أخطأ. (سنن الترمذي، أبواب التفسير، النسخة الهندية ۲/۱۲۳، دار السلام رقم: ۲۰۵۲)

عن مسروق قال: جاء إلى عبد الله رجل فقال: تركت في المسجد رجلا يفسر القرآن برأيه يفسر هذه الآيه يوم تأتي السماء بدخان مبين. الدخان: ۱۰.

قال: يأتي الناس يوم القيامة دخان فيأخذ بأنفاسهم حتى يأخذهم منه كهيئة الزكام، فقال عبد الله: من علم علما، فليقل به، ومن لم يعلم فليقل الله أعلم، فإن من فقه الرجل أن يقول لما لا علم له به الله أعلم.

(صحيح مسلم، باب صفة القيامة والجنة والنار،النسخة الهندية ۲/۳۷۰، بيت الأفكار رقم: ۲۷۹۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

الجواب صحیح:	کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ	۱۷/ جمادی الثانیہ ۱۴۱۸ھ
۱۴۱۸/۶/۱۷ھ	(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/ ۵۳۴۶)

غیر عالم کے لئے قرآن کریم کی تفسیر کرنے کا شرعی حکم

سوال [۹۲۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے یہاں مساجد میں عام لوگ قرآن کے درس کے نام پر ترجمہ وتفسیر کرتے ہیں، جس میں مسائل بھی سامنے آتے ہیں، جن کا حل وتفصیل اگر چہ قرآن کریم میں واضح ہے؛ لیکن لوگوں تک پہونچنے میں کچھ غلطیاں وغلط فہمیاں سامنے آتی ہیں مثلاً ایک مسئلہ طلاق کے متعلق سامنے آیا سائل نے بتایا کہ بیان کرنے والے نے یہ بیان کیا ہے کہ تین طلاق کے بعد بھی عورت کو گھر میں رکھنے کی گنجائش ہے، کیا موجودہ صورت حال کے ماتحت اس طرح ایک عام آدمی کے لئے جو کہ صرف اردو جانتا ہے قرآن مجید کی تفسیر کا بیان

کرنا یا سنانا بعد نماز مسجد میں درست ہے؛ جبکہ مسائل میں گھپلہ پھیلنے کا خطرہ ہو از راہ کرم مع تفصیل کے حقیقت کو واضح فرمائیں کرم ہوگا۔

المستفتی: عبدالرحمٰن، قصبہ شاہ آباد، رامپور (یو پی)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: غیر عالم غیر مستند عامی شخص کے لئے قرآن کریم کی تفسیر بیان کرنا ناجائز ہے اور سخت ترین عذاب الٰہی کا مستحق ہوگا، ایسے شخص کی تفسیر شرعاً تفسیرے بالرائے میں داخل ہے، تفسیر بیان کرنے کے لئے کم از کم ۱۵/قسم کے علوم حاصل کرنا لازم ہیں یعنی (۱) علم لغت، (۲) نحو، (۳) صرف، (۴) علم اشتقاق، (۵) علم معانی، (۶) بیان، (۷) بدیع، (۸) علم قراءت، (۹) اصول دین، (۱۰) اصول فقہ، (۱۱) اسباب نزول، (۱۲) قصص وامثال، (۱۳) ناسخ ومنسوخ، (۱۴) علم فقہ، (۱۵) علم حدیث کا حاصل کرنا لازم ہے، اس کے بغیر تفسیر کرنے والے سخت ترین وعید الٰہی کے مستحق ہوں گے۔

يجوز تفسيره لمن كان جامعًا للعلوم التي يحتاج المفسر إليها، وهي خمسة عشر علمًا: أحدها: اللغة، الثاني: النحو، الثالث: التصريف، الرابع: الاشتقاق، الخامس، والسادس، والسابع: المعاني والبيان والبديع، الثامن: علم القرأت، التاسع: أصول الدين، العاشر: أصول الفقه، الحادي عشر: أسباب النزول والقصص، الثاني عشر: الناسخ والمنسوخ، الثالث عشر: الفقه، الرابع عشر: الأحاديث المبينة لتفسير المجمل والمهمل، الخامس عشر: علم الموهبة، قال: فهذه العلوم التي هي كالألة للمفسر، لايكون مفسر إلا بتحصيلها، فمن فسر بدونها كان مفسرا بالرأي المنهي عنه. (الاتقان في علوم القرآن، باب شرائط التفسير وأدلته، دار الفكر ۲/٤٤٤)

عن جندب بن عبد الله قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من قال في القرآن برأيه فأصاب فقد أخطأ. (سنن الترمذي، أبواب التفسير،

النسخة الهندية ۲/ ۱۲۳، دار السلام رقم: ۲۹۵۲، سنن أبي داؤد، كتاب العلم، باب الكلام في كتاب الله، النسخة الهندية ۲/ ۵۱۴، دار السلام رقم: ۳۶۵۲، المعجم الكبير للطبراني، دار احياء التراث العربي ۲/ ۱۶۳، رقم: ۱۶۷۲، المعجم الأوسط، دار الفكر ٤/ ۲۹، رقم: ۵۱۰۱)

عن ابن عباس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من قال في القرآن من غير علم، فليتبوأ مقعده من النار. (سنن الترمذي، ابواب التفسير، باب ماجاء في الذي يفسر القرآن برأيه، النسخة الهندية ۲/ ۱۲۳، دار السلام رقم: ۲۹۵۰، مسند أحمد بن حنبل ۱/ ۲۰۲، رقم: ۲۰۶۹، ۲۴۲۹، مسند البزار، مكتبه العلوم والحكم ۱۱/ ۶۱، رقم: ۴۷۵۷، ۱۱/ ۲۸۸، رقم: ۵۰۸۳، السنن الكبرى للنسائي ۷/ ۲۸۵، رقم: ۸۰۳۰) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸/ محرم الحرام ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/ ۱۰۷۲)

کیا عامی تفسیر بیان کرسکتا ہے؟

سوال [۹۳۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ تفسیر غیر عالم دیکھ کر سنا سکتا ہے؟ یا آیت کے حوالہ سے کچھ بتا سکتا ہے یا نہیں؟

المستفتی: امام مسجد شیخ پورہ، چوپڑہ جلگاؤں (مہاراشٹر)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قرآن کریم کا ترجمہ یا تفسیر وہ شخص بیان کرے، جس نے با قاعدہ طریقہ پر استاذ سے تعلیم حاصل کی ہو، محض اپنے ذاتی مطالعہ سے اور اردو تفاسیر دیکھ کر بیان کرنا صحیح نہیں ہے؛ کیونکہ اس طریقہ سے بہت سی غلطیوں میں خود مبتلا ہوجاتے ہیں اور دوسروں کو بھی مبتلا کردیتے ہیں۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ قدیم ۱۲/ ۴۵، جدید ڈابھیل ۳/ ۴۷)

عن ابن عباس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من قال في القرآن بغير علم، فليتبوأ مقعده من النار. (مسند أحمد بن حنبل

۲۰۲/۱، رقم:۲۰۶۹، ۲۴۲۹، المصنف لابن أبي شيبه، كتاب فضائل القرآن، من كره ان يفسر القرآن، مؤسسة علوم القرآن ۴۹۸/۱۵، رقم: ۳۰۷۲۵، شعب الإيمان للبيهقي، فصل في ترك التفسير بالظن، دارالكتب العلميه بيروت ۴۲۳/۲، رقم:۲۲۷۵، ۲۲۷۶) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸/ربیع الثانی ۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴۴۰/۲۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۸/۴/۱۴۱۴ھ

غیر عالم کا مسجد میں قرآن کریم کا ترجمہ وتفسیر پڑھ کر سنانا

سوال [۹۳۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اردو تفسیر وترجمہ قرآن کریم کا مسجد میں پڑھ کر عوام کو سنانا کیسا ہے؟ ایک ایسے شخص کا جو کہ عالم نہ ہو اور صرف اردو زبان جانتا ہو، غیر عالم کا درس قرآنی کے نام پر مجلس بلانا اور اردو ترجمہ تفسیر پڑھ کر سنانا کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: غیر عالم اردو زبان جاننے والے کے لئے کسی معتبر عالم سے مراجعت کے ساتھ اردو تفاسیر کا مطالعہ کرنا جائز ہے؛ لیکن دوسروں کے سامنے بیان کرنا جائز نہیں ہے، حدیث شریف میں سخت ممانعت آئی ہے، اس طرح بیان کرنے والے غیر عالم کو متکبر اور ریا کار فرمایا گیا ہے۔

عن عوف بن مالک الأشجعي قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم: يقول لا يقص إلا أمير أومامور أو مختال. (سنن أبي داؤد، كتاب العلم، باب في القصص، النسخة الهندية ۵۱۶/۲، دار السلام رقم: ۳۶۶۵، مسند البزار، مكتبه العلوم والحكم ۱۹۲/۷، المعجم الكبير للطبراني، دار احياء التراث العربي ۵۵/۱۸، رقم: ۱۴۵، مسند أحمد بن حنبل ۲۷/۶، رقم: ۲۴۴۹۲-۲۴۴۹۴)

عـن عمرو بن شعيب، عن أبيه، عن جده، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لا يقص الناس إلا أمير أو مامور أو مراء. (سنن ابن ماجه، كتاب الأدب، بـاب القصص، النسخة الهندية ۲/۲٦٦، دار السلام رقم:۳۷۵۳، مسند دارمي، دار المغني ۳/۱۸۲۸، رقم: ۲۸۲۱، الـعمجم الأوسط ۱/ ۲۸۰، دارالفكر رقم:۹۷٦، مسند أحمد بن حنبل ۲/۱۷۸، رقم: ٦٦۱۱، ۲/۱۸۳، رقم: ٦۷۱۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸/ربیع الثانی ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/۱۱۹۸)

عامی کا بیان القرآن، تفہیم القرآن وغیرہ کا پڑھ کر سنانا

سوال [۹۳۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بعض لوگ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی تفسیر وترجمہ اور حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی کا ترجمہ وتفسیر اور مودودی صاحب کی تفسیر پڑھ کر سنایا کرتے ہیں، کیا ان تمام اردو تفاسیر کو مجمع عام میں غیر عالم کے لئے لوگوں کو پڑھ کر سنانا درست ہے؟ کیا ان تمام تفاسیر کو عوام بآسانی سمجھ سکتے ہیں؟ غیر عالم عوام کو سمجھا سکتا ہے؟

المستفتی: عبد الرحمٰن شاہ آباد، رامپور (یوپی)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حضرت تھانویؒ کی تفسیر میں بعض مباحث ایسے ہیں جن کا سمجھنا علم بیان، معانی، نحو وصرف پر موقوف ہے، مولانا احمد رضا خاں صاحب مرحوم کی تفسیر ہم نے دیکھی نہیں، مودودی کی تفسیر میں بہت سے انبیاء علیہم السلام کی شان میں نازیبا باتیں ہیں؛ اس لئے اکابر علماء نے اس کے مطالعہ سے سخت ممانعت فرمائی ہے، غیر عالم کے لئے ہرگز جائز نہیں ہوسکتا چہ جائے کہ دوسروں کو سنائے۔

اختلف الناس في تفسير القرآن هل يجوز لكل أحد الخوض فيه؟ فقال قوم: لايجوز لأحد أن يتعاطي تفسير شئ من القرآن وإن كان عالما أديبا متسعا في معرفة الأدلة والفقه والنحو والأخبار وليس له إلا أن ينتهي إلى ماروى عن النبي صلى الله عليه وسلم في ذلك. (الاتقان في علوم القرآن، باب شرائط التفسير وأدلة، دار الفكر ۲/۳۵۹)

عن جندب بن عبد الله قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من قال في القرآن برأيه فأصاب فقد أخطأ. (سنن الترمذي، أبواب التفسير، النسخة الهندية ۲/۱۲۳، دار السلام رقم:۲۹۵۲)

عن مسروق قال جاء إلى عبد الله رجل فقال تركت في المسجد رجلا يفسر القرآن برأيه يفسر هذه الآيه يوم تأتي السماء بدخان مبين. الدخان: ۱۰

قال يأتي الناس يوم القيامة دخان فيأخذ بأنفاسهم حتى يأخذهم منه كهيئة الزكام، فقال عبد الله من علم علما، فليقل به، ومن لم يعلم فليقل الله أعلم، فإن من فقه الرجل أن يقول لما لا علم له به الله أعلم الحديث.

(صحيح مسلم، باب صفة القيامة والجنة والنار، النسخة الهندية ۲/۳۷۰، بيت الأفكار رقم: ۲۷۹۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸/ربیع الثانی ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۹۸/۲۴)

کیا غیر عالم کے لئے معتبر تفسیر کی کتاب پڑھ کر سنانا جائز ہے؟

سوال [۹۳۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ”آسان تفسیر“ مرتبہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب قاسمی فاضل دارالعلوم دیوبند اس کے بارے میں لکھتے ہیں، جس کا ہر گھر میں ہونا ضروری ہے، یہ تفسیر ہماری مسجد

میں ایک حافظ قاری صاحب کے پاس ہے، جو بعد نماز فجر تسبیح فاطمہ کے بعد دعاء سے پہلے صرف پانچ منٹ پڑھی جاتی ہے، پارہ ہاتھ میں لے کر یعنی دیکھ کر پڑھتے ہیں، اس کے بعد دعائیہ وقت مشورہ سے رکھا گیا ہے، صرف سب نمازیوں کو سنانا مقصود ہے؛ تاکہ معلومات میں اضافہ ہو، اس میں دو یا تین لوگ یہ کہتے ہیں کہ تفسیر پڑھنے کا ان کو حق نہیں ہے، یہ کوئی عالم تو نہیں ہیں، تو اس کے بارے میں شرعاً کیا حکم ہے؟ ایسے کہنے والے یا روک لگانے والے گنہگار رہوں گے یا نہیں خلاصہ فرمائیں؟

المستفتی: حاجی عبدالمجید لال مسجد سرائے ترین سنبھل مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قرآن کریم کی تفسیر بیان کرنے کے لئے پندرہ قسم کے علوم میں مہارت اور مناسبت ضروری ہے؛ اس لئے غیر عالم کو قرآن کریم کی تفسیر کی اجازت نہیں۔

يجوز تفسيره لمن كان جامعًا للعلوم التي يحتاج المفسر إليها، وهي خمسة عشر علمًا: أحدها: اللغة، الثاني: النحو، الثالث: التصريف، الرابع: الاشتقاق، الخامس، والسادس، والسابع: المعاني والبيان والبديع، الثامن: علم القرأت، التاسع: أصول الدين، العاشر: أصول الفقه، الحادي عشر: أسباب النزول والقصص، الثاني عشر: الناسخ والمنسوخ، الثالث عشر: الفقه، الرابع عشر: الأحاديث المبينة لتفسير المجمل والمهمل، الخامس عشر: علم الموهبة، قال: فهذه العلوم التي هي كالألة للمفسر، لايكون مفسرا إلا بتحصيلها، فمن فسر بدونها كان مفسرا بالرأي المنهي عنه.

(الاتقان في علوم القرآن، باب شرائط التفسير وأدلتة، دار الفكر ۲/ ٤٤٤)

ہاں البتہ اکابر کی تفسیر کی کتابوں میں سے پڑھ کر سنانے کی گنجائش ہے اور اس میں اپنی طرف سے کوئی شرح اور تشریح نہ کرے اور ساتھ میں یہ بات بھی لازم کر لے کہ تفسیر

سنانے کے زمانہ میں کسی تجربہ کار عالم دین سے مستقل رابطہ رکھے اور مشورہ لیتا رہے، کوئی بات قابل اشکال یا سمجھ میں نہ آرہی ہو، تو عالم دین سے معلوم کرلیا کرے، اس طرح عالم دین کی نگرانی میں غیر عالم کے لئے تفسیر کی کتابوں کو کتاب سے دیکھ کر پڑھ کر سنانے کی گنجائش ہے اورسوال نامہ میں جن لوگوں کے روک لگانے کی بات نقل کی گئی ہے، اس صورت میں صحیح ہے کہ غیر عالم عالمانہ شان سے قرآن کریم کی تفسیر بیان کرتا ہو، جو غیر عالم کو حق نہیں ہے؛ لیکن اگر معتبر تفسیر کی عبارت پڑھ کر سنادے اوراس میں عالم دین کی نگرانی کا اضافہ کردے تو روک لگانے والے روک نہیں لگائیں گے۔ (مستفاد: کفایت المفتی ۲/۴۵، جدید زکریا مطول ۳/۸۴)

نیز آسان تفسیر کو ہم نے دیکھا ہے کہ وہ تفسیر تقریباً حضرت تھانویؒ کی بیان القرآن کی نقل ہے جو کہ معتبر ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰ رمحرم الحرام ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/۷۴۴۳)

غیر عالم دین کا مودودی صاحب کی تفسیر پڑھنے کا حکم

سوال [۹۳۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کیا غیر عالم تفسیر کرسکتا ہے اور خاص طور سے وہ لوگ مراد ہیں جو قرآن کریم کا ترجمہ مودودی صاحب کا پڑھتے ہوں اور بخاری ومسلم کا ترجمہ بھی مودودی صاحب کا پڑھتے ہوں اوراس کو جگہ جگہ عام کرنے کے لئے پروگرام کرتے ہوں اور کیا غیر عالم مسائل بتا سکتا ہے، ان مودودی لوگوں کا کام صرف یہی ہے کہ ماسٹریٹ کی ڈگری لے کر اور وقف بورڈ سے معلم بن کر اور تھوڑا بہت غیر معتبر کتابوں کا مطالعہ کرکے اپنے آپ کو بہت بڑا مفسر قرآن سمجھنے لگتے ہیں اور جہاں گاڑی پھنستی ہے وہاں علماء کرام سے غلط بیانی سے فتوی لے کر لوگوں کو دکھاتے ہیں کہ ہم تو صحیح کام کرر ہے ہیں اور ماسٹر عبد الحق ہلدوانی کا استفتاء جو ۲۲ رشوال المکرم ۱۴۳۳ھ

کو دیا گیا تھا وہ بھی اسی سازش کے تحت تھا، مکمل وضاحت کے ساتھ تحریر فرمائیں کہ ایسے لوگوں کو کیا کرنا چاہئے؟

المستفتی: محمد عاصم خطیب بلالی مسجد، ہلدوانی، نینی تال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: غیر عالم جس نے قرآن وحدیث اور فقہ وتفسیر کی تعلیم حاصل نہیں کی ہے اور اصول تفسیر سے واقف نہیں ہے، وہ قرآن کی تفسیر کرے گا، تو غلطی کرتا جائے گا اور قرآن کی تفسیر میں غلطی کرنا قرآنی آیتوں کا مطلب غلط انداز سے اپنی فکر اور اپنی رائے سے بیان کرنا بہت بڑا گناہ ہے، اسی وجہ سے مودودی صاحب کی تفسیر تفہیم القرآن میں جگہ جگہ غلطیاں ہیں اور جمہور مفسرین کے خلاف تفسیر ہے: لہٰذا کسی غیر عالم کا عالمانہ شان سے قرآن کی تفسیر سنانا سب کو گمراہی کا شکار بنانا ہے؛ اس لئے لوگوں کو ایسے غیر مستند شخص کی تفسیر سننے سے اپنے آپ کو دور رکھنا لازم ہے، اور اگر کتاب دیکھ کر جیسا لکھا ہے ویسا سناتا ہے اور اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا ہے، تو ایسی صورت میں ہر کس و ناکس کا تفسیر پڑھ کی سنانا بھی غلطیوں سے خالی نہیں ہوسکتا خاص طور پر مودودی صاحب کی تفہیم القرآن پڑھ کر سنانے میں ایسی غلطیاں ہوتی ہیں، جو پڑھ کر سنانے والے کو بھی محسوس نہیں ہوتی؛ اس لئے اس سے گریز لازم ہے البتہ معارف القرآن دیکھ کر پڑھ کر سناتا ہے اور کسی بڑے عالم کی سرپرستی میں سناتا ہے، تو اس کی گنجائش ہے؛ اس لئے کہ معارف القرآن میں ایسی غلطیاں نہیں ہیں، جو تفہیم القرآن میں ہیں۔

عن ابن عباس قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من قال في القرآن بغير علم، فليتبوأ مقعده من النار. (مسند أحمد بن حنبل ۱/۲۰۲، رقم:۲۰۶۹، ۲۴۲۹، سنن الترمذي، ابواب التفسير، باب ماجاء في الذي يفسر القرآن برأيه، النسخة الهندية ۲/۱۲۳، دار السلام رقم: ۲۹۵۰، مسند البزار، مكتبه العلوم والحكم ۱۱/۶۱، رقم: ۴۷۵۷، ۱۱/۲۸۸، رقم: ۵۰۸۳، السنن الكبرى للنسائى ۷/۲۸۵، رقم: ۸۰۳۰)

عن جندب بن عبد الله قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من قال في القرآن برأيه فأصاب فقد أخطأ. (سنن الترمذي، أبواب التفسير، النسخة الهندية ۲/۱۲۳، دار السلام رقم:۲۹۵۲، سنن أبي داؤد، كتاب العلم، باب الكلام في كتاب الله، النسخة الهندية ۲/۵۱٤، دار السلام رقم:۳۶۵۲، المعجم الكبير للطبراني، دار احياء التراث العربي ۲/۱۶۳، رقم: ۱۶۷۲، المعجم الأوسط، دار الفكر ٤/۲۹، رقم:۵۱۰۱)

عن ابن عباس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من قال في القرآن من غير علم، فليتبوأ مقعده من النار. (سنن الترمذي، ابواب التفسير، باب ماجاء في الذي يفسر القرآن برأيه، النسخة الهندية ۲/۱۲۳، دار السلام رقم: ۲۹۵۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵/ ذیقعدہ ۱۴۳۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۸۳۵/۴۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۵/۱۱/۱۴۳۳ھ

تفہیم القرآن کے درس قرآن کا حکم

سوال [۹۳۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد میں مودودی کی تفسیر تفہیم القرآن پڑھنے کی اجازت دینا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: مفتی لیاقت علی القاسمی خادم محکمہ شرعیہ مغربی بنگال کلکتہ-۳

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مودودی صاحب کی تفسیر تفہیم القرآن میں بہت سی چیزیں اہل سنت والجماعت کے مسلک کے خلاف ہیں، عامۃ المسلمین کا اس کا پڑھنا یا سننا اعتقادی اور عملی گمراہی وغلطی کا موجب بن سکتا ہے؛ اس لئے اس سے پرہیز لازم ہے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ قدیم ۲/۲۶۴، جدید ڈابھیل ۲/۱۶۸)

دوسرے معتبر علماء کی تفسیر کا سلسلہ جاری کرنا زیادہ بہتر ہے، جیسا کہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کی تفسیر بیان القرآن اور حضرت مولانا محمد شفیع صاحبؒ کی تفسیر معارف القرآن اور قاضی ثناء اللہ صاحبؒ کی تفسیر مظہری وغیرہ۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹؍صفر المظفر ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴؍۶۰۳۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۰/۲/۱۸ھ

مودودی اوراہلحدیث کی تفسیر مسجد سے ہٹانے کا حکم

سوال [۹۳۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: مساجد میں فرق باطلہ مثلاً بریلوی، جماعت اسلامی، اہل حدیث وغیرہم اپنے مسلک کے قرآن پاک کا ترجمہ وتفسیر لاکر رکھ جاتے ہیں اور اس کو پڑھ پڑھ کر لوگ اپنے خیالات میں پیوست ہوتے جاتے ہیں، تو کیا مساجد سے ان کو ہٹا دینا جائز ہے، اگر ہٹایا جائے تو پھر اس کو کیا کیا جائے یا یوں ہی گمراہ ہونے دیا جائے؟

المستفتی: انعام احمد، امام جامع کاسگنج، ایٹہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: فرقۂ بریلوی، جماعت اسلامی اور اہل حدیث وغیرہم کی تفاسیر وتراجم میں بہت سی چیزیں اہل سنت والجماعت کے مسلک کے خلاف ہیں، تمام مسلمانوں کا ان کو پڑھنا، سننا عملی اور اعتقادی غلطی وگمراہی کا سبب بن سکتا ہے؛ لہٰذا مذکورہ فرقہ کے لوگ جو اپنے مسلک کے قرآن پاک کا ترجمہ وتفسیر لاکر رکھ جاتے ہیں، اسے مساجد سے ہٹا دینا درست ہے اور ہٹا کر انہیں کی مسجدوں میں منتقل کر دیا جائے تاکہ مسلمان عملی اور اعتقادی گمراہی سے محفوظ رہیں۔ (مستفاد: محمودیہ قدیم ۱/۲۶۴، جدید ڈابھیل ۲/۱۴۸، کفایت المفتی ۱/۳۲۶، جدید زکریا مطول ۱/۵۴۶، جواہر الفقہ، زکریا جدید ۱/۱۷۱، رحیمیہ ۴/۱۴۱،۱۴۲،

احسن الفتاوی ۱/۱۰۵، مطالعہ بریلویت ۲/۸۹/۲/ ۱۰۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶/ جمادی الثانیہ ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ۶۷۶۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۷/ ۶/ ۱۴۲۱ھ

کیا داڑھی منڈے کے لئے قرآن کریم کی تفسیر کرنا جائز ہے؟

سوال [۹۳۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے علاقہ میں ایک صاحب جو پیشہ سے ڈاکٹر ہیں اور ظاہری علامات فاسقوں والی ہیں، جیسے داڑھی مونڈی ہوئی، غیر اسلامی وضع قطع نیز وہ ایک غیر مسلم عورت سے شادی بھی کر چکے ہیں، جو بظاہر ابھی تک غیر مسلم ہی ہے، ان صاحب کو اگر کوئی ٹوکتا ہے تو کہتے ہیں کہ مصلحتاً ابھی اس کا اسلام چھپایا ہوا ہے اس کے علاوہ تفسیر کے بنیادی علوم سے بھی ناواقف ہیں، حتی کہ قرآن بھی صحیح ادائے گی کے ساتھ نہیں پڑھ سکتے، ان صاحب کے بعض احباب یہاں تک کہتے ہیں کہ انہوں نے قرآن کی ایسی اسٹڈی کر رکھی ہے، جو علماء کو بھی نہیں معلوم اس صورت میں عرض یہ ہے کہ

(۱) کیا یہ تفسیر بالرائے میں داخل ہے جس کی حدیث میں ممانعت آئی ہے؟

(۲) کیا یہ صاحب اور ان جیسے دوسرے حضرات تفسیر کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں؟

(۳) کیا عوام کو ان کی تفسیر کا اعتبار کرنا چاہئے؟

(۴) کیا اس طرح ذاتی معاملہ کر کے عوام میں یا مسجد کے منبر سے تفسیر کرنا جائز ہے؟

(۵) ان کا ایک غیر مسلم عورت کو بیوی بنا کر رکھنا اور ٹوکنے پر کہنا کہ مصلحتاً اسلام چھپا رکھا ہے جائز ہے؟

(۶) دینی مزاج رکھنے والے حضرات کا اس طرح کی تفسیر میں نہ جانے کا لوگوں کو

مشورہ دینا خواہ یہ مسجد ہی میں کیوں نہ ہو کیسا ہے؟

المستفتی: عبداللہ، رام گنج، جے پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جس ڈاکٹر کا سوال نامہ میں ذکر ہے داڑھی منڈا ہوا ہے، غیر مسلم مشرکہ عورت سے نکاح کر رکھا ہے، وہ قطعی طور پر فاسق ہے اور ایسے فاسق کی شہادت بھی معتبر نہیں ہے، وہ قرآن کی تفسیر کیا کر سکتا ہے اور اپنی طرف سے من گھڑت تفسیر کرنا گناہ کبیرہ ہے، حدیث پاک کے اندر اس کی سخت وعید آئی ہے، مسلمانوں کو ایسے شخص کی تفسیر سننے کے لئے جانے سے گریز کرنا ضروری ہے اور مسلمانوں کو خیر خواہی کے طور پر مشورہ دینا چاہئے کہ اپنی رائے سے تفسیر کرنے والے کی تفسیر میں بیٹھ کر اپنے ایمان کو خراب نہ کریں حدیث شریف ملاحظہ فرمائیں:

عن جندب بن عبد اللہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من قال في القرآن برأيه فأصاب فقد أخطأ. (ترمذی شریف، أبواب التفسیر، باب ماجاء في التفسير القرآن برأيه، النسخة الهندية ۲/۱۲۳، دار السلام رقم: ۲۹۵۲)

عن ابن عباس عن النبي صلی اللہ علیہ وسلم قال اتقوا الحديث عني إلا ما علمتم فمن كذب علی متعمدا فليتبوّأ مقعده من النار، ومن قال في القرآن برأيه فليتبوأ مقعده من النار (ترمذي شريف، ابواب التفسير، باب ماجاء في الذي يفسر القرآن، النسخة الهندية ۲/۱۲۳، دار السلام رقم: ۲۹۵۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵ ر جمادی الثانیہ ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۱۷۱/۴۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۴/۶/۲۵ھ

❒❖❒

الفصل الثالث في تجويد القرآن الكريم

ضاد کا مخرج

سوال [۹۳۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ سورۃ **الحمد** (سورہ فاتحہ) کے اخر میں **ولاالضالین** ہے، اور سورۃ الضحیٰ کے شروع میں والضحی ہے، اب مسئلہ یہ ہے کہ کچھ اردو کے قدرداں جو کہ امامت اور قرآن کی تلاوت کرتے ہیں (ض) کی جگہ (ظ) پڑھتے ہیں، اس پر اعتراض کرنے پر بحث کرتے ہیں، لڑائی کے لئے آمادہ ہوتے ہیں، تو آپ حضرات سے (ظ) اور (ض) کا صحیح مخرج معلوم کرانا ہے، مسئلہ فتنہ کا باعث بنا ہے؛ لہٰذا مذکورہ حروف کے مخارج عربی قاعدہ کے مطابق تحریر فرما کر صحیح جواب ارسال کریں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: ضاد کے مخرج کو چھوڑ کر دال یا ظاء کے مخرج سے ادا کرنا جائز نہیں اور ضاد کا مخرج حافہ اللسان، یعنی زبان کی کروٹ اوراوپر کی داڑھوں کی جڑ ہے اور ظ کا مخرج زبان کی نوک ثنایا علیا کا کنارہ ہے۔ (مستفاد: کفایت المفتی قدیم ۹۶/۲، زکریا مطول ۲/۰ ۴۷، جدید زکریا مطول ۲/ ۴۷۰)

أعلٰى حافة اللسان وما يحاذيها من الضراس العليا، يخرج منه الضاد المعجمة بشرط اعتماد رأس اللسان برأس العليين الخ (زبدہ ترتیل القرآن ص:۳) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵/ رجب المرجب ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۸۷۰/۲۶)

ہر غنہ کی مقدار ایک الف ہے

سوال [۹۳۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ''م'' اور ''ن'' پر جب تشدید ہو تو غنہ کرنا واجب ہے اور ایک الف کے برابر غنہ کرنا ہوتا ہے، اگر نماز میں ایک الف سے کم غنہ کرے تو نماز میں کوئی خرابی ہوگی یا نہیں؟ اور ہر غنہ کی مقدار ایک الف ہے یا نہیں؟ جیسے مُنْذِرٌ، مِنْ بَعْدُ، اَنْتُمْ وغیرہ میں؟

المستفتی: مزمل الحق

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نون مشدد اور میم مشدد میں غنہ کی مقدار ایک الف ہے اگر کوئی شخص نماز میں اس مقدار سے کم کرتا ہے تو نماز درست ہو جائے گی؛ کیونکہ یہ صفات عارضہ میں سے ہے اور اس میں کمی بیشی سے نماز میں فساد نہیں آتا؛ البتہ ایسا کرنا مکروہ ہے، اس سے بچنا بھی ضروری ہے۔ (مستفاد: جمال القرآن ص:۴، دوسر المعہ)

دوسر المعہ اور ہر غنہ کی مقدار ایک الف ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲/ جمادی الثانیہ ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/ ۵۸۱۵)

بوقت وقف ''خلق الانسان'' کے مد کی مقدار

سوال[۹۴۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: **خلق الانسان** اور **علمه البیان** اور **علم القرآن** پہ وقف کے وقت مد کی کا مقدار کیا ہے؟

المستفتی: محمد حیدر علی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: خلق الانسان، علمہ البیان اور علم القرآن میں مد عارض ہے اوراس میں طول توسط اور قصر تینوں جائز ہے۔ (مستفاد: فوائد مکیہ ص:۹۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۰/ربیع الثانی ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۶۱۰۵/۳۴)

’’ہوی غوی‘‘ وغیرہ پر وقف کے وقت مد کرنے کا حکم

سوال [۹۴۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ وقف کے وقت اس حرف میں مد کرنا ہوگا یا نہیں، جیسے سورہ نجم میں والنجم إذا ھویٰ، وماغویٰ، عن الھوی اور سورہ نزعٰت میں حدیث موسی، تزکی، وعصی، فنادی، ان سب حروف میں وقف کے وقت مد کرنا ہوگا یا نہیں اور کھڑا زبر، زیر اور پیش کے وقت مد کرنا ہوگا یا نہیں؟

المستفتی: اشرف الحق

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مذکورہ عبارتوں میں جو مد ہیں وہ سب مد اصلی ہیں اور مد اصلی میں وقف اور وصل دونوں صورتوں میں مد ہوا کرتا ہے۔ فوائد مکیہ ص: ۱۱، الاتقان ۱/۲۶۰، اور کھڑا زبر، زیر اور الٹا پیش میں مد ہوگا جمال القرآن ص:۲۱۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵/صفر المظفر ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۵۶۰۷/۳۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۵/۲/۱۴۱۹ھ

’’أن لا‘‘ پرنون غنہ ہے یا نہیں؟

سوال [۹۴۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ دہلی میں ایک مسلم کالونی میں مسجد ہے، اس کے علاوہ دور دور تک کوئی مسجد نہیں ہے اور نہ ہی کسی مسجد کی اذان کی آواز آتی ہے، اس مسجد میں اذان امام صاحب اس طرح دیتے ہیں کہ اشهد ان لااله کو اشهد الا اله پڑھتے ہیں، یعنی نون غنہ نہیں پڑھتے اور کہتے ہیں کہ چونکہ لا پر تشدید ہے؛ اس لئے نون غنہ نہیں پڑھا جائے گا؛ جبکہ نہ صرف اپنے شہر میں؛ بلکہ حرمین شریفین میں بھی اذان وتکبیر میں مؤذن صاحبان کونون غنہ پڑھتے سنا ہے۔ براہ کرم صحیح تلفظ کیا ہے، رہنمائی فرمائیں، اگرنون غنہ چھوڑنا غلط ہے، تواس سے کیا خرابی پیدا ہوتی ہے اوراس کا کیا علاج ہے؟

المستفتی: محمد نبی خاں، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: امام صاحب جو’’اشهد أن لااله‘‘ پڑھتے ہیں یعنی نون کو لام میں ادغام کرکے پڑھتے ہیں یہی صحیح ہے اوراس پر اشکال کرنے والے عربی زبان اور عربیت کے محاورہ اوراس کے اصول وضوابط سے واقف نہیں ہیں اور یہ کہنا کہ ائمہ حرمین شریفین کے مؤذنوں سے سنا ہے قوت سماعت کی کمی کی دلیل ہے ان کو چاہئے کہ حرمین شریفین کے مؤذنوں کی اذان دوبارہ سنیں اورنون غنہ **اشهد أن محمد رسول الله** میں ہوتا ہے اورمسئلہ **اشهد ان لااله الا اللّٰہ** کا ہے۔

إن الإدغام على قسمين: قسم بغنة و يسمى ناقصا و قسم بلاغنة ويسمى تامًا أو كاملًا ولذا تنقسم حروف الإدغام على قسمين قسم يدغم فيه بغير غنة، وهما اللام والراء وقسم يدغم فيه بغنة كاملة وإذا وقع بعد نون

الساكنة أو التنوين لام أو راء بشرط أن يكونا في كلمتين وجب الإدغام بلاغنة عند الحفص. (الأقوال الإمداديه على مقدمة الجزرية ص: ۱۲۰) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹؍ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۲۶۲/۳۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۸/۴/۱۹ھ

ضمہ اور کسرہ کو معروف پڑھیں یا مجہول

سوال [۹۴۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حرکات ثلثہ میں ضمہ اور کسرہ ان دو حرکتوں کو قرآن کریم کے پڑھنے میں بعض حضرات ان دونوں حرکتوں کو معروف پڑھتے ہیں، بعض دونوں کو مجہول پڑھتے ہیں آیا مجہول اور معروف پڑھنے میں معنی تبدیل ہوتے ہیں یا نہیں؟ جواب سے مطلع فرمائیں کرم ہوگا۔

المستفتی: ذوالفقار احمد گولڈن الیکٹریک، امروہہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: معنی میں تو زیادہ تبدیلی نہیں ہوتی ہے؛ البتہ مجہول پڑھنا فصاحت قرآن کے خلاف ہونے کی وجہ مکروہ ہے اور معروف پڑھنا ہی افضل اور فصاحت قرآن کے مطابق ہے، یعنی ضمہ کو واؤ کی بو دے کر اور کسرہ کو یاء کی بو دے کر پڑھنا زیادہ اولی اور فصاحت قرآن کے مطابق ہے۔ (مستفاد: بہشتی زیور ۲/ ۴۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵؍جمادی الثانیہ ۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲۲۷/۲۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۳/۶/۵ھ

قولہ الحق پر وقف ہے یا کن فیکون پر؟

سوال [۹۴۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ قرآن کریم کے ساتویں پارے کی ایک آیت کریمہ ہے **وهو الذي خلق السمٰوت والارض بالحق ويوم يقول كن فيكون قوله الحق**، اس آیت کریمہ میں بعض نسخوں میں کن فیکون پر آیت کی نشانی ہے اور **قوله الحق** کو الگ پڑھا ہے اور بعض نسخوں میں **کن فیکون** اور **قوله الحق** دونوں کو ملا کر پڑھا ہے، یعنی ایک ہی آیت پڑھا ہے اس کی کیا وجہ ہے؟

المستفتی: محمد ناظم نور پور عرب، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: قرآن کریم کے بعض نسخوں میں کن فیکون پر گول دائرہ کے ساتھ آیت نمبر بھی ڈالا ہوا ہے اور بعض نسخوں میں کن فیکون پر گول دائرہ والی آیت کا نشان نہیں ہے اور نہ ہی اس پر نمبر پڑا ہوا ہے؛ بلکہ عربی کے پانچ نمبر کا عدد لکھا ہوا ہے، تو اس کے اوپر ط کا نشان لکھا ہے اور بعض میں ط کی جگہ صلے کا نشان لگا ہوا ہے اور پانچ نمبر کا عدد آیت غیر کوفی ہونے کی علامت ہوتی ہے اور اس کا حکم بعینہ وہی ہوتا ہے، جو گول دائرہ والی آیت کا ہوتا ہے؛ لہٰذا اس جگہ پر آیت نمبر کے ساتھ گول دائرہ لکھنا اور آیت غیر کوفی کی علامت پانچ نمبر کا عدد لکھنا دونوں طرح جائز ہے اور اس طرح کی آیتوں کی وجہ سے قرآن کریم کی آیتوں کی تعداد میں بھی فرق آ گیا ہے۔ (مستفاد: رموز اوقاف ورسم الخط، ترجمہ شیخ الہند) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴/ جمادی الاولی ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۵۲۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۵/۵/۱۴ھ

اردو میں قراءت کی بہترین کتاب

سوال [۶۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں: کہ قرأت کی سب سے بہترین کتاب کا نام کیا ہے؟ اور اگر اردو میں ہے، تو بہت اچھا ہے؟

المستفتی: مزمل

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قرأت کی سب سے بہترین کتاب تسہیل التجوید، مؤلفہ قاری صدیق احمد صاحبؒ اور جمال القرآن مصنفہ حضرت تھانویؒ کی ہے۔

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲/ جمادی الثانیہ ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/ ۵۸۱۵)

جلسہ گاہ میں قراءت سبعہ تلاوت کرنے کا حکم

سوال [۹۴۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عبداللہ نے جلسہ گاہ میں قراءت سبعہ میں تلاوت کیا اور تلاوت کرنے سے قبل عوام الناس کو قراءت سبعہ کے متعلق بخوبی خلاصہ کلام پیش بھی کر دیا، جس میں کثیر تعداد میں عوام اور معتدبہ مقدار میں خواص نے بھی شرکت فرمائی۔

بعدہ اسی جلسہ گاہ میں ایک معتبر عالم کا یہ کہنا کہ ایسی قراءت کا پڑھنا بدعت، حرام وناجائز ہے، اس پر مزید یہ کہ انہیں عالم کا یہ کہنا کہ علماء کرام کا خاموش رہنا جرم عظیم ہے۔

لہٰذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا واقعۃً مجمع میں قراءت سبعہ کا پڑھنا بدعت، حرام و ناجائز ہے، برائے کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں مفصل و مدلل جواب مرحمت فرمائیں، تاکہ ہمیں بھی عمل کی توفیق نصیب ہو۔

المستفتی: بندۂ خدا

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نفس قراءت سبعہ متواترہ ثابتہ کو ناجائز وبدعت کوئی عالم یا مفتی نہیں کہہ سکتا ہے؛ اس لئے کہ یہ سب ثابت شدہ اور معتبر ہیں؛ ہاں البتہ حضرات فقہا نے لکھا ہے کہ عوام الناس کے مجمع میں ایسی قراءت نہ کی جائے، جوان کے لئے غیر مانوس ہو، چاہے وہ قراءت قراءت سبعہ متواترہ میں سے کیوں نہ ہو، ایسی قراءت سن کر ان پڑھ عوام ایک دوسرے کے منہ دیکھنے لگتے ہیں، جس سے قرآن کریم کی شان میں ایک قسم کا استہزاء واستخفاف لازم آتا ہے؛ اس لئے فقہاء نے کہا ہے کہ قراءت سبعہ میں سے بھی عوام کے سامنے ایسی قراءت نہ پیش کی جائے جوان کے لئے غیر مانوس ہواور جس عالم نے ایسی قرأت کرنے سے منع فرمایا ہے وہ غالباً فقہاء کے اس تجربہ وحکم کی وجہ سے کہا ہوگا۔

وقراءة القرآن بالقراءت السبع والروايات كلها جائزة؛ ولكني أرى الصواب أن لايقرأ بالقراءة العجيبة بالإمالات وبالروايات الغريبة لأن بعض الناس يتعجبون وبعضهم يتفكرون وبعضهم يخطئون، وبعض السفهاء يقولون مالايعلمون ولعلهم لايرغبون فيقعون في الإثم والشقاء ولاينبغي للأئمة أن يحملو العوام إلى مافيه نقصان دينهم ودنياهم وحرمان ثوابهم في عقابهم، لايقرأ على رأس العوام والجهال وأهل القرى والجبال مثل قراءة أبي جعفر المدني وابن عامر وعلي بن حمزة الكسائى صيانة لدينهم فلعلهم يستخفون، وان كان كل القراءت والروايات صحيحة فصيحة طيبة. (تاتار خانية، كتاب الصلوٰة، فصل في القرأة نوع آخرقديم ١/٤٥٥، زكريا ٢/٧٢، رقم: ١٧٨٣، عالمگيري، كتاب الصلوة، الفصل الرابع في القرأة، زكريا قديم ١/٧٩، جديد ١/١٣٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸؍محرم الحرام ۱۴۲۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/۸۶۶۹)

الفصل الرابع في تلاوة القرآن وآدابه

قرآن شریف کی تلاوت افضل ہے یا مسائل کا معلوم کرنا

سوال [۹۴۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کوئی عالم صبح بعد نماز فجر حدیث شریف کا درس دے رہا ہو، اسی دوران اگر کوئی ناظرہ خواں قرآن کی تلاوت کرے، تو اس کے لئے حدیث سن کر معلومات کرنے میں زیادہ ثواب ہے یا قرآن تلاوت کرنے کا؛ جبکہ علم سیکھنا فرض ہے۔

المستفتی: افضل حسین سنبھل مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: حدیث شریف کا سننا اور دینی مسائل کا معلوم کرنا قرآن کریم کی تلاوت کرنے سے زیادہ بہتر ہے اور افضل ہے۔

عن أبي ذرؓ قال: قال لي رسول الله صلى الله عليه وسلم: يا أبا ذرؓ! لأن تغدو فتعلم آية من كتاب الله خير لک من أن تصلي مائة ركعة، ولأن تغدو فتعلم بابًا من العلم عمل به، أو لم يعمل خير من أن تصلي ألف ركعة. (سنن ابن ماجه، باب فضل من تعلم القرآن وعلمه، النسخة الهندية ٢٠، دار السلام رقم: ٢١٩)

طلب العلم والفقه إذا صحت النية أفضل من جميع أعمال البر، وكذا الاشتغال بزيادة العلم إذا صحت النية؛ لأنه أعم نفعا؛ لكن بشرط أن لايدخل النقصان في فرائضه. (بزازيه على هاش الهندية، كتاب الاستحسان نوع جديد زكريا ٣/٢١٥، وعلى هامش الهندية ٦/٣٧٨، شامي، كتاب الحظر والاباحة، فصل في البيع، كراچي ٦/٤٠٧، زكريا ٩/٥٨٤، الفتاوى الهندية، كتاب الكراهية،

الباب الثلاثون في المتفرقات، زکریا قدیم ۵/۳۷۸، جدید ۵/۴۳۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳؍رجب المرجب ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/۵۸۴۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۹/۷/۳ھ

متعدد سورتوں کے فضائل

سوال [۹۴۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: چھبیس سورہ نامی کتاب میں کچھ سورتوں کے فضائل مطلوب ہیں۔ سورۂ تحریم، سورۂ نوح، سورۂ جن، سورۂ مزمل، سورۂ قیامہ، سورۂ دہر اور سورۂ نبا ان سورتوں کی فضیلت تحریر کرنے کے بعد کتاب کا نام وصفحہ نمبر بھی تحریر فرمادیں، تو بہت ہی بڑا اکرم واحسان ہوگا۔

المستفتی: عنایت اللہ، پالنپوری، دارالعلوم چھاپی گجرات

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کسی حدیث شریف میں ان سورتوں کے لئے متعین طور پر کوئی فضیلت لکھی گئی ہو، احقر کی نظر سے نہیں گذری۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶؍ربیع الاول ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/۱۱۰۰۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۴/۳/۱۶ھ

سورۂ کہف کس وقت پڑھیں؟

سوال [۹۴۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک شخص جمعرات کی مغرب کی نماز کے بعد سورۂ کہف پڑھ لیتا ہے، پوچھنا یہ ہے کہ آپ ﷺ سورۂ کہف جمعہ کو کس وقت پڑھتے تھے، اس کا عمل موافق سنت ہے؟

المستفتی: محمد رضوان قاسمی، سورت

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو شخص جمعرت کا سورج غروب ہوجانے کے بعد مغرب کے بعد سورہ کہف کی تلاوت کرتا ہے، تو ایسا شخص بھی اس فضیلت کو پانے والا ہوگا، جو جمعہ میں سورۂ کہف پڑھنے سے متعلق وارد ہوئی ہے؛ اس لئے کہ جمعرات کو سورج غروب ہونے کے بعد پوری رات جمعہ کی رات شمار ہوتی ہے اور حضور ﷺ جمعہ کے دن میں کس وقت سورۂ کہف پڑھتے تھے، اس کی تعین کا ثبوت حدیث میں نہیں ہے،؛ اس لئے جمعہ کے دن کسی بھی وقت سورۂ کہف پڑھی جائے گی، تو اس فضیلت میں شامل ہوجائے گی۔

عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: إن من قرأ سورة الكهف يوم الجمعة أضاء له من النور ما بين الجمعتين. (مستدرك للحاكم، مكتبه نزار مصطفىٰ الباز ٤/ ١٢٧٥، رقم: ٣٣٩٢، السنن الصغير للبيهقي ١/ ٢٣٣، رقم: ٦٠٦)

عن أبي سعيد الخدري ؓ قال: من قرأ سورة الكهف ليلة الجمعة أضاء له من النور فيما بينه وبين البيت العتيق. (مسند الدارمي ٤/ ٢١٤٣، دار المغني رقم: ٣٤٥٠)

من قرأ سورة الكهف في يوم الجمعة سطع له نور من تحت قدمه إلى عنان السماء يضيئ له يوم القيامة وغفر له ما بين الجمعتين.

(الترغيب والترهيب للمنذري مكمل ص: ١٤٠، رقم: ١٠٨٧، رواه ابو بكر مردودية باسناد لابأس به) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۱۱/ ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۴۸۶/۱۰)	۱۴۳۵/۴/۱۱ھ

سورۂ توبہ کے شروع میں بسم اللہ پڑھنے کا مسئلہ

سوال [۹۵۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ سورۂ انفال سے سورۂ توبہ کو اس طرح ملاکر پڑھنا یعنی اس طرح کہ سورہ انفال کی آخر آیت سے ان اللّٰہ بکل شیئ علیم، براء ۃ من اللہ ورسولہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور سورۂ توبہ کے شروع میں اعوذ باللہ پڑھنا ضروری ہے یا نہیں؟

المستفتی: مزمل الحق

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سورۂ براءۃ پڑھنے کی دو شکلیں ہیں۔

(۱) تلاوت کا سلسلہ سورۂ براءۃ کے پہلے سے چلا آرہا ہے اور سورۂ انفال ختم ہونے کے بعد سلسلہ باقی رکھتے ہوئے متصلاً سورۂ براءۃ بھی پڑھی جارہی ہے، تو درمیان میں أعوذ باللہ اور بسم اللّٰہ دونوں میں سے کوئی بھی پڑھنا مشروع نہیں ہے؛ بلکہ تسلسل کے ساتھ بغیر أعوذ باللہ اور بسم اللّٰہ کے براء ۃ من اللّٰہ ورسولہ پڑھتے چلے جائیں۔

(۲) تلاوت کی ابتداء سورۂ توبہ سے کی جائے، تو أعوذ باللّٰہ اور بسم اللہ دونوں پڑھ کر تلاوت شروع کرنا مسنون ہے۔

فان استعاذ بسورة الأنفال وسمّى ومرفي قراء ته إلى سورة التوبة وقرأها كفاه ماتقدم من الاستعاذة والتسمية، ولاينبغي له أن يخالف الذين اتفقوا وكتبوا المصاحف التي في أيدى الناس، وإن اقتصر على ختم سورة الأنفال فقطع القرأة، ثم أراد أن يبتدي سورة التوبة كان كإرادته ابتداء قرأته من الأنفال فيستعيذ ويسمي. (هنديه ، كتاب الكراهية، الباب الرابع زكريا قديم ٥/٣١٦، جديد ٥/٣٦٥، المحيط البرهاني، المجلس العلمي ٧/٥١٠، رقم: ٩٤٤٠) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷/محرم الحرام ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۷۴۹۵/۳۶)

کیا گھر میں رکھے سبھی قرآن کریم میں تلاوت کرنا لازم ہے؟

سوال [۹۵۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر گھر میں قرآن مجید کافی ہیں اور بعض قرآن کوئی پڑھتا نہیں ہے، تو کیا ان قرآن میں بھی پڑھنا ضروری ہے؟

المستفتی: شبینہ ثمرین

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: قرآن کریم جو گھر میں ویسے ہی رکھے ہوئے ہیں، جس میں تلاوت کی ضرورت نہیں ہوتی ہے، تو ان میں بھی کبھی کبھار تلاوت کر لی جائے تو بہتر ہے اور اگر ان میں تلاوت نہ کی جائے محض برکت کے لئے رکھے ہوئے ہیں، تو بھی کوئی حرج نہیں ہے اور اس میں کسی قسم کا گناہ نہیں ہے۔

رجل أمسک المصحف في بيته، ولايقرأ قالوا إن نوی به الخير، والبركة لايأثم؛ بل يرجي له الثواب الخ (هندية، كتاب الكراهية، الباب الخامس في آداب المسجد والقبلة، والمصحف، وما كتب فيه شئ من القرآن، زكريا ٣٢٢/٥، قاضي خان على هامش، الهندية، كتاب الحظر والإباحة، فصل في التسبيح والتسلم والصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم ٤٢٣/٣، جديد زكريا ٣٠٧/٣، الإشباه والنظائر، التاعدة الثانية الامور لمقاصدها قديم٥٤، جديد زكريا ١٠٥/١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

الجواب صحیح:	کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ	۲۸ ربیع الاولیٰ ۱۴۱۵ھ
۱۴۱۵/۳/۲۸ھ	(الف فتویٰ نمبر: ۳۹۵۲/۳۱)

عورتوں کی آواز میں تلاوت قرآن وغیرہ سننے کا حکم

سوال [۹۵۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ آج کل پوری دنیا میں ہی رواج ہوگیا ہے کہ عورتوں کی آواز میں نعتیں وغیرہ ٹیپ ریکارڈ سے سنی جاتی ہیں، اسی طرح مردوں کی آواز میں تلاوت قرآن کریم نعتیں قوالیاں، ہرجگہ سننے کا عام رواج ہے، اس بارے میں دوسوالات ہیں؟

(۱) عورتوں کی آواز میں کوئی بھی اچھی سی اچھی چیز سننا کیا شرعا درست ہے؟

(۲) مردوں کی آواز میں اسی طرح چیزوں کوتفریح طبع کے لئے رات کے وقت میں جس سے لوگوں کی نیندیں حرام ہوجائیں فل آواز کے ساتھ کیسٹوں کو چلانا کیا درست ہے؟ ہمارے یہاں ایک مدرسہ میں ہر جمعرات کورات میں دس بجے تک فل آواز کے ساتھ عورتوں کی کیسٹیں چلائی جاتی ہیں، کیا یہ عمل اہل مدرسہ کے لئے درست ہے اور اگر قبیح ہے تو کس درجہ کا؟

المستفتی: عبدالرحیم بڈیڈوی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: عورتوں کی آواز میں کوئی بھی اچھی سے اچھی چیز مثلاً نعت، تلاوت قرآن کریم وغیرہ سننا جائز نہیں ہے؛ کیونکہ ان کی آواز بھی ستر کے اندر داخل ہے۔

لأن المرأة إن رفعت صوتها، فقد باشرت منكرا لان صوتها عورة.

(مجمع الانهر، كتاب الصلوة قبيل باب شروط الصلوة، مكتبه دارالكتاب العلميه ١١٨/١، شامي، كتاب الصلوة، باب الآذان، زكريا ٤٨/٢، كراچي ٤٠٦/١)

وعلى هذا فيحرم رفع صوت المرأة بالغناء إذا سمعها الأجانب سواء كان الغناء على آلة لهو أو كان بغيرها -إلى- الحنيفة قالوا: الغناء إما أن يكون من امرأة، أو رجل -إلى- أما إذا كان الغناء بصوت مرتفع يسمعه الأجانب، فهو حرام. (الفقه على المذاهب الأربعة، دار الفكر ٩٥٣/٥)

لكن يحرم سماع صوتها بالتطريب والتغنيم ولو بتلاوة القرآن بسبب خوف الفتنة. (الفقه اللاسلامي وأدلتة، هدىٰ انٹر نيشنل ديوبند ٧٥٥/١)

مردوں کی آواز میں نعتیں، اشعار، تلاوت قرآن کریم وغیرہ کوئی بھی پروگرام سننا جائز ہے؛

لیکن اگر کوئی دینی پروگرام اور دینی جلسہ وغیرہ نہیں ہے اور یونہی محلّہ میں کیسٹ کے ذریعہ سے مائک کا ہارن لگا رکھا ہے اور اس میں یہ آوازیں آرہی ہیں، جن کی وجہ سے لوگوں کے اوپر نیند حرام ہوگئی ہے، تو اس طرح کیسٹوں کی آواز کے ذریعہ سے عام لوگوں کو تکلیف پہونچانا قطعاً جائز نہیں ہے۔ (مستفاد: جواہر الفقہ ۴/ ۱۷)

نیز قوالی صرف ذہنی عیاشی کے لئے ہوتی ہے؛ اس لئے اس کی کیسٹوں کا لگانا لوگوں کے سونے کے وقت کے علاوہ بیداری کے اوقات میں بھی جائز نہیں ہے۔

والقول والرقص الذي يفعله المتصوفة في زماننا حرام. (هنديه، كتاب الكراهية، الباب السابع عشر، زكريا قديم ٥/ ٣٥٢، جديد ٥/ ٤٠٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

كتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳؍محرم الحرام ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۷۴۶۰/۳۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۴/۱/۱۴۲۳ھ

ترتیل اور ادائیگی حروف کی صحت کے بغیر ختم قرآن کرنے کا حکم

سوال [۹۵۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے علاقہ کے ہر شہر گاؤں میں یہ رواج چل پڑا ہے کہ کسی منت کے پورا ہونے پر یا برکت وترقی کے لئے اپنے مکان میں محلے اور گاؤں کی اور کبھی دوسرے گاؤں کی عورتوں کو مدعو کر کے قرآن خوانی کے نام پر تلاوت قرآن مجید کا جلسہ منعقد کرتے ہیں اس مجلس میں قرآن مجید کے مختلف پاروں کو تقسیم کر کے ختم قرآن کرتے ہیں، کبھی دو قرآن تین قرآن مجید کا دور بھی ہوتا ہے پہلا ختم کرنے کے بعد تقاضہ کر کے بادل ناخواستہ دوسرے تیسرے کا تقاضہ کرتی ہیں تجربہ سے معلوم ہوتا کہ ایک عورت ایک گھنٹہ میں چار یا پانچ پارے ختم کرتی ہے، صحت وترتیل کا اہتمام نہیں ہوتا اگر اس مجلس میں شرکت نہ ہو تو اعتراض کرتے ہیں اور ناراض ہوتے ہیں، مجلس کے اختتام پر ناشتہ اور چائے کا انتظام ہوتا ہے، گویا ایک تقریب

اس قسم کے جلسہ میں ہوتی ہے جس میں صحیح طور پر قرآن نہیں پڑھا جاتا اور اسے ثواب کی چیز سمجھ کر جمع ہونا صرف عورتوں ہی میں مروج ہے مردوں میں اس قسم کا اجتماع نہیں ہوتا، ایسے اجتماع میں شریک ہونا اپنے گھر کی عورتوں کو بھیجنا یا اپنے گھر میں منعقد کرنا کس حد تک ٹھیک ہے؟

المستفتی: محمد وسیم رام پوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ختم قرآن کریم فی نفسہ باعث خیر وبرکت ہے بشرطیکہ حروف اور الفاظ کی صحت ملحوظ ہو اور اگر حروف صحیح طور پر ادا نہیں ہوتے ہوں اور نہ ہی ترتیل کا لحاظ ہو تو اس طرح ختم قرآن کریم کرنا ناجائز اور ممنوع ہے۔

یکرہ للقوم أن یقروا القرآن جملة لتضمنها ترک الاستماع والإنصات المامور بهما كذا في القنية (إلى قوله) أنه قال قراء ة القرآن بالأجزاء الثلاثين مكروهة لما فيه من الغلط الخ (نفع المفتی والسائل ١٢٤)

ومن المشائخ من قال: قرأة القرآن بالجماعة بالأجزاء الثلاثين مكروهة لمافيه من الغلط. (بنايه شرح هدايه، كتاب الكراهية، مسائل متفرقه، مكتبه اشرفيه ٢/٢٣٧)

يكره للقوم أن يقرؤ القرآن جملة لتضمنها ترک الاستماع والإنصات المأمور بهما. (هنديه، كتاب الكراهية، الباب الرابع في الصلاة...... مكتبه زكريا قديم ٥/٣١٧، جديد ٥/٣٦٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶؍ربیع الاولیٰ ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۷۲۴/۲۵)

عربی کے علاوہ دیگر زبانوں میں تلاوت کا حکم

سوال [۹۵۴۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ قرآن مجید عربی زبان کے علاوہ کسی اور زبان مثلاً بنگلہ، تمل، تیلگو، کنڑ اورانگریزی وغیرہ میں تلاوت کرنا کیسا ہے اور سیکھنے کے سلسلہ میں کیا مسئلہ ہے، یعنی زید کو بنگلہ زبان کے علاوہ کوئی دوسری زبان نہیں آتی، نہ لکھنا، نہ پڑھنا، نہ بولنا، تو کیا زید بقدر ضرورت قرآن پاک بنگلہ زبان میں سیکھ سکتا ہے یانہیں؟

المستفتی: محمد صادق حسین مفتی ٹولہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قرآن مقدس کی عربی زبان کے علاوہ کسی اورزبان مثلاً تیلگو، بنگلہ تمل اورانگریزی وغیرہ میں تلاوت کرنا جائز نہیں ہے؛ بلکہ عربی زبان ہی میں قرآن مقدس کی تلاوت لازم ہے؛ اس لئے کہ دنیا کی کسی زبان کی اسپیلنگ قرآن کریم کے تمام حروف کی ادائے گی اس کے محل کے اعتبار سے کرنہیں سکتی، مثلاً عربی میں زاء اورذال ظا اورضا دان حروف کے ساتھ جو الفاظ آتے ہیں ان میں سے ہرایک کا معنی الگ الگ ہوتا ہے، تو انگریزی کے زیڈ کے ذریعہ سے ان میں سے ہرایک کی ادائے گی نہیں ہوسکتی اوراسی طرح دیگر کسی بھی زبان میں عربی کے اس طرح کے حروف کے بدل کے طورپر ایسے حروف نہیں ہوتے ہیں، جو عربی کے ان حروف کی جگہ مستعمل ہوکر صحیح معنی ادا کرسکیں، اسی وجہ سے ہرمسلمان پرکم ازکم قرآن کریم کی تلاوت پرقدرت ہونے تک ناظرہ قرآن پڑھنا سیکھنا فرض ہے۔

إن الفارسی لیس قرأنا أصلا لانصرافه في عرف الشرع إلی العربي فإذا قرأ قصة صار متکلما بکلام الناس. (شامي، کتاب الصلوة، باب صفة الصلوة، مطلب في حکم القرأة بالشاذ، زکریا ۱۸۶/۲، کراچي ۴۸۵/۱، طحطاوی علی الدر، کتاب الصلوة، باب صفة الصلوة، مطلب إذا أراد الشروع فیها کبر، کوئٹه ۲۱۷/۱)

قال الله تعالی: اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِیًّا لَعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْن. (یوسف:۲)

فلایکون الفارسي قرأنا فلایخرج به عن عهدة الأمر. (بدائع الصنائع، کتاب الصلوة، فصل في أرکان الصلاة، بیان قدر القراءة، زکریا ۲۹۸/۱، کراچي

۱/۱۱۲، منحة الخالق علی البحر الرائق، کتاب الصلوة، باب صفة الصلوة، زکریا۱/۵۳٦- ۵۳۷، کوئٹہ ۱/۳۰۷) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵/شعبان المعظم ۱۴۳۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/۱۰۷۷۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۳/۸/٦ھ

کیا قرآن پاک کو الٹا پڑھنا جائز ہے؟

سوال [۹۵۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر کوئی شخص کلام اللہ کو سیدھا پڑھنے کے بجائے الٹا پڑھے تو کیا شریعت میں اس کے جواز کی گنجائش ہے یا نہیں؟ آپ برائے کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل جواب دے کر شکریہ کا موقعہ عنایت فرمائیں۔ مثلاً آخری آیت سے شروع کیا جائے اور شروع آیت پر ختم کیا جائے، سورۂ ناس کو **من الجِنَّةِ** سے پڑھے اور **قل أعوذ برب الناس** پر ختم کرے؟

المستفتی: عبد السلام، بھاگلپوری (بہار)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قرآن کریم کو معکوس اور الٹا پڑھنا خارج صلوۃ میں بھی مکروہ تحریمی ہے، چاہے سورۃ کے اعتبار سے ہو یا آیت کے اعتبار سے ہو۔

ویکره قراء ة سورة فوق التي قرأها قال ابن مسعود رضي الله عنه: من قرأ القرآن منكوسا فهو منكوس وفي الطحطاوى وكذا الآية فوق الآية مطلقاً الخ (مراقي الفلاح مع الطحطاوى قديم ۱۹۳، جديد دارالكتاب ۱/۳۵۲)

بأنهم نصوا بإن القراء ة على الترتيب من واجبات القراء ة فلو عكسه خارج الصلوة يكره الخ (شامي مطبوعه كوئٹه۱/۴۰۴، كراچی ۱/۵۴۷، زكريا۲/۲٦۹، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة مطلب: الاستماع للقرآن فرض كفاية)

عن ابن مسعود قال: يا أيها الناس تعلموا فإن أحدكم لايدري متى يحتل إليه فجاءه رجل، فقال: يا أبا عبد الرحمن، أرأيت رجلاً يقرأ القرآن منكوسًا؟ قال ذلك منكوس القلب. (المعجم الكبير للطبراني، دار إحياء التراث العربي ۹/ ۱۷۰، رقم: ۸۸٤٦، مصنف عبد الرزاق، المجلس العلمي ٤/ ۳۲۳، رقم: ۷۹٤۷)

عن شقيق قال: قيل لعبد الله إن فلانًا يقرأ القرآن منكوسًا، فقال عبدالله: ذلک منكوس القلب. (المصنف لابن أبي شيبه، كتاب فضائل القرآن من كره أن يقرأ القرآن منكوسا، مؤسسه علوم القرآن ١٥/ ٥٧٦، رقم: ۳۰۹۳۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳/ ذی قعدہ ۱۴۰۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۳/ ۳۶۹)

قرآن کریم کی چند سورتوں کی آیات کو کاٹ کاٹ کر ختم کرنے کا حکم

سوال [۹۵٦]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قرآن پاک کی چند آیات کاٹ کاٹ کر پڑھنا، جس کو ختم شریف یا چھوٹا ختم کہتے ہیں، پڑھنے والے کے سامنے میٹھی چیز یعنی بتاشے یا کھیر وغیرہ رکھی جائے، تو قرآن شریف پورا پڑھے جانے کے بعد جگہ جگہ سے چند آیت یا سورت دوبارہ پڑھنا کیسا ہے؟ اور میں ان لوگوں کے ساتھ اس طرح شریک نہیں ہوتا اس عدم شرکت کی وجہ سے مجھے کافر اور مرتد کہا جاتا ہے، تو ان لوگوں کا یہ عمل میرے بارے میں صحیح ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب تحریر کریں۔

المستفتی: محمد عظمت علی، آسامی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ختم قرآن کا یہ طریقہ نہ حضور اقدس ﷺ کے زمانہ

میں تھا اور نہ صحابہؓ تابعین کے زمانہ میں اور نہ امام اعظم ابوحنیفہ کا طریقہ تھا اور نہ ان کی کسی کتاب میں اس کا ثبوت ہے۔ نیز یہ اعتقاد کہ کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ پڑھنے کا ثواب پہونچتا ہے، محض بدعت من گھڑت اور ممنوع چیز ہے، اس کا ترک لازم ہیں۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ ۱/۸۱۷/۱/۲۲۸، رحیمیہ ۳/۱۹۳، احسن الفتاوی ۱/۳٦۱)

ویکره اتخاذ الطعام في اليوم الأول، والثالث وبعد الاسبوع ونقل الطعام إلى القبر في المواسم واتخاذ الدعوة لقراءة القرآن و جمع الصلحاء والقراء للختم أولقراءة سورة الأنعام، أو الإخلاص الخ. (شامي، كتاب الجنائز، باب صلاة الجنائز، مطلب: في كراهة الضيافة من أهل الميت، شامي، زكريا٣/١٤٨، كراچي٢/٢٤٠، برازية، زكريا جديد ١/٥٤، وعلى هامش الهندية ٤/٨١)

نیز اس طرح ختم وفاتحہ خوانی میں جو مسلمان شریک نہ ہو یا اس سے مخالفت کرتا ہو، اس کو مرتد اور کافر کہنے سے وہ مرتد اور کافر نہ ہوگا؛ بلکہ ایسا کہنے والوں کے بارے میں خطرہ ہے کہ ان کو ایمان پر خاتمہ نصیب نہ ہو؛ لہٰذا وہ لوگ اپنے ایمان کی خبر لیں۔

عن أبي ذر رضي الله عنه أنه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: لايرمي رجل رجلا بالفسوق ولايرميه بالكفر إلا ارتدت عليه إن لم يكن صاحبه كذلك. (بخاري شريف، كتاب الادب، باب ماينهي من السباب واللعن، النسخة الهندية ٢/٨٩٣،رقم: ٥٨١٠، ف:٦٠٤٥، مسند البزار، مكتبة العلوم والحكم ٩/٣٥٤، مشكوة ٢/٤١١)

ولو قال: لمسلم أجنبي يا كافر إلى قوله والمختار للفتوى في جنس هذه المسائل أن القائل بمثل هذه المقالات إن كان أراد الشتم ولايعتقده كافراً لايكفر وإن كان يعتقده كافرا فخاطبه بهذا بناء على اعتقاده أنه كافر يكفر. (فتاوى عالمگيري، كتاب السير، الباب التاسع في أحكام المرتدين، مطلب موجبات الكفر انواع منها مايتعلق بالايمان

والاسلام، زکریا قدیم ۲/۲۷۸، جدید ۲/۲۸۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹ رصفر المظفر ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۴۳/۲۴)

کیا تہبند پہن کر تلاوت کرنا جائز ہے؟

سوال [۷۹۵۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص اپنے کمرے کے اندر گرمی کی وجہ سے کپڑے اتار کر صرف تہبند پہن کر قرآن کریم کی تلاوت کرتا ہے، تو اس شخص کا یہ فعل قرآن کریم کے اداب کے خلاف ہے یا یہ شخص گنہگار بھی ہوگا، شرعا جو حکم ہو تحریر فرمائیں نوازش ہوگی۔

المستفتی: کلیم اللہ، محرر دار الافتاء مدرسہ شاہی مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اس سلسلے میں کوئی صریح جزئیہ احقر کی نظر سے نہیں گذرا؛ البتہ اصولاً تلاوت قرآن افضل الذکر ہے اور ذکر اللہ ہر حال میں جائز ہونا حدیث سے ثابت ہے؛ اس لئے شدت گرمی میں عذر کی وجہ سے وجوبی اور ضروری ستر اختیار کر کے تلاوت کی جائے، تو کوئی مضائقہ اور خلاف ادب معلوم نہیں ہوتا؛ لیکن حتی الامکان بوقت تلاوت قرآن پورا لباس اور پگڑی اور استقبال قبلہ کا لحاظ رکھنا بہتر ہے۔

رجل أراد أن يقرأ القرآن فينغي أن يكون على أحسن أحواله يلبس لصالح ثيابه ويَتَعَمَّم ويستقبل القبلة لأن تعظيم القرآن والفقه واجب الخ

(فتاوی عالمگیری، کتاب الكراهية، الباب الرابع، زكريا قديم ٥/٣١٦، جديد ٥/٣٦٥)

من أراد أن يقرأ القرآن ينبغي أن يكون على أحسن أحواله، يلبس أحسن ثيابه، ويتعمم، ويستقبل القبلة، تعظيما للقرآن. (المحيط البرهاني،

کتاب الکراهية والاستحسان، الفصل الرابع مسائل الدعاء، المجلس العلمي ۷/ ۵۱٤، رقم: ۹٤۵٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ:شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳/ربیع الاول ۱۴۱۱ھ
(الف فتویٰ نمبر:۲۶/۲۱۴۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۳/۳/۱۴۱۱ھ

ننگی پنڈلی پر قرآن کریم رکھ کر تلاوت کرنا

سوال [۹۵۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر کوئی آدمی قرآن شریف کو اپنی پنڈلی یا زانوں پر رکھ کر تلاوت کرے اس حال میں کہ پنڈلی اور قرآن شریف کے درمیان کوئی چیز حائل نہ ہو، تو کیا ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد ریحان، مدنا پوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر قرآن شریف کو باادب طریقہ سے زانوں پر رکھ کر تلاوت کیا جائے تو اس میں کوئی خلاف ادب بات نہیں ہے؛ لیکن اگر پنڈلیوں پر بلا حائل رکھ کر پڑھا جائے تو اس میں ظاہراً سوء ادبی ہے اور قرآن کریم کا ادب واجب ہے؛ اس لئے پنڈلیوں پر رکھ کر پڑھنا جائز نہیں ہوگا۔

لأن تعظيم القرآن، والفقه واجب الخ (فتاوی عالمگيري، کتاب الکراهية، الباب الرابع في الصلاة، التسبيح وقرأة القرآن......زکريا ٥/ ٣١٦، جديد زکريا ٥/ ٣٦٥)

فينبغي أن يجمع بين أدب الظاهر، والباطن الخ. (أحکام القرآن للتهانوي ٧/ ٧)

تحت سورة الواقعة، فإن الستر کاللازم للشيئ الجليل. (روح المعاني، مبحث في وإنه لقسم لو تعلمون عظيم، مصري، دارالاتراك قديم ٢٧/ ١٥٣،

زکریا ۱۵/ ۲۳٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳ رذی الحجہ ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۵/ ۱۵۷۰)

تمباکو والا پان منھ میں رکھ کر قرآن شریف کی تلاوت کرنا

سوال[۹۵۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جولوگ پان کھانے کے عادی ہیں اور پان میں تمباکو بھی کھاتے ہیں، اس کے بغیر کچھ دیر رہنا بھی ان کے لئے دوبھر ہوجاتا ہے، تو کیا ایسے تمباکو والے پان کو کھا کر قرآن کریم کی تلاوت اور ذکر واذکار وغیرہ کر سکتے ہیں یا نہیں؟ شریعت کی روشنی میں مدلل جواب تحریر کریں؟

المستفتی: عبد الوحید، اصالت پورہ، نزد ڈیر والی مسجد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: پان میں تمباکو کھانا اور اس کے منھ میں ہوتے ہوئے قرآن شریف کی تلاوت اور ذکر واذکار کرنا بلا کراہت جائز ہے۔ (مستفاد: ایضاح المسائل ۱۳۶، امداد المفتیین ۱۷۲)

وجمیع من في بیته أن یقول هو مباحٌ؛ لکن رائحته تستکرها الطباع، فهو مکروه طبعاً لاشرعاً إلی آخر ما أطال به الخ (شامي، کتاب الأشربه، کراچي ٦/٤٥٩، زکریا ١٠/ ٤٣) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴ ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ٦۵۸۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۴/۱۴ھ

دورانِ تلاوت اذان ہوجائے تو کیا کریں؟

سوال [۹۶۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کوئی شخص قرآن شریف کی تلاوت کر رہا ہے دوران تلاوت اذان شروع ہوجائے تو دریافت یہ کرنا ہے کہ تلاوت بند کر کے اذان کا جواب دینا افضل ہے یا تلاوت میں مشغول رہنا؟

المستفتی: محمد طیب فیل خانہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: تلاوت کے دوران اذان شروع ہونے کی صورت میں مناسب اور افضل یہی ہے کہ تلاوت بند کر کے اذان کا جواب دے؛ اس لئے کہ تلاوت بعد میں دوبارہ ہوسکتی ہے، مگر اذان کے جواب کا موقع پھر بعد میں نہیں ملے گا۔

لو کان في القراءة ینبغي أن یقطع و یشتغل بالاستماع والإجابة.

(بدائع الصنائع، کتاب الأذان، فصل بیان ما یجب علی السامعین عند الأذان، زکریا، ۱/۳۸۳، کراچي ۱/۱۵۵، البنایة، اشرفیة دیوبند ۲/۹۹)

ولو کان السامع یقرأ یقطع القراءة ویجیب. (البحر الرائق، کتاب الصلوة، باب للاذان، مکتبہ کوئٹہ ۱/۲۵۹، زکریا ۱/۴۵۱)

القاري إذا سمع النداء فالأفضل أن یمسک عن القراءة، ویسمع النداء، به ورد الأثر. (الفتاوی التاتارخانیہ، کتاب الکراهیة، الفصل الرابع، مسائل قرأة القرآن ۱۸/۵۰، رقم: ۲۸۰۰۳)

عن ابن جریج قال: حدثت أنا ناسا کانوا فیما مضی ینصتون للتأذین کانصاتهم للقرآن فلایقول المؤذن شیئا إلا قالوا مثله الخ.

(مصنف عبد الرزاق، المجلس العلمي ۱/ ۴۸۰، رقم: ۱۸۴۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۴/ ربیع الآخر ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۷۱۴۸/۳۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۲/۴/۶ھ

ناخواندہ عورت کا قرآن کی ہر سطر پر انگلی پھیرتے ہوئے بسم اللہ پڑھنا

سوال [۹۶۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک ان پڑھ عورت جس نے قرآن پاک نہیں پڑھا ہے، وہ برکت یا ثواب کی نیت سے باوضو ہوکر قرآن پاک کی ہر سطر پر انگلی پھیرتی ہوئی صرف بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتی ہے اور اس طرح قرآن پاک پورا کرلیتی ہے، کیا عورت کے اس عمل میں کوئی کراہت اور قباحت ہے، بسم اللہ شریف برکت کی نیت سے پڑھے تو اس پر اسے ثواب ملے گا یا نہیں؟ کسی نے عورت کے اس عمل کو ایسا قرار دیا جیسا کہ خنزیر کی کھال کھینچنا، کسی نے یہ کہا کہ اس پر کوئی ثواب نہیں ہے، وہ تو صرف دو سورتوں کے درمیان فرق کرنے کے لئے لکھی گئی ہے، جو عورتیں بے پڑھی لکھی ایسا کرلیتی ہیں، وہ باوضو آنکھوں سے دیکھنے میں ثواب اور خیر و برکت کا اور قرآن پاک کے ساتھ محبت اور تعلق کا یقین رکھتی ہیں، ان کو یہ سن کر بڑی مایوسی ہوئی اور پریشان ہیں، اس مسئلہ کی وضاحت فرمائیں؟

المستفتی: محمد عباس ہلدوانی لائن نمبر ۷، نینی تال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اس نیت سے بسم اللہ پڑھتے ہوئے ہر آیت پر انگلی پھیرتی جائے کہ ہر ایک آیت اللہ کی طرف سے نازل کردہ ہے، تو اس کی گنجائش ہے، یہ مسئلہ صرف اس وقت تک کے لئے ہے جب تک تلاوت پر قادر نہ ہو اور ساتھ ساتھ تلاوت سیکھنے کا سلسلہ جاری رکھنا اور کوشش کرنا بھی لازم ہے، اس کے علاوہ باقی کسی اور مقصد کے

لئے کسی اور ارادہ سے ایسا کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ قدیم ۱۵/۲۴، جدید ڈابھیل ۳/۵۶۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵/محرم الحرام ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/۵۹۹۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۵/۱/۱۴۲۰ھ

قبرستان میں تلاوت کرنے کا حکم

سوال [۹۶۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر کوئی شخص قبرستان میں قرآن شریف ہاتھ میں لے کر پڑھتا ہے یا ہاتھ میں لے کر نہیں پڑھتا ہے ویسے ہی اس نے دوتین پارے پڑھ لئے اور روزانہ پڑھتا ہے تو کیا مسئلہ ہے؟

المستفتی: محمد عمران دیناج پوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قبرستان میں بلا اجرت ایصال ثواب کی نیت سے قرآن شریف زبانی اور دیکھ کر دونوں طرح پڑھنا جائز ہے؛ بلکہ کارثواب ہے، حدیث شریف میں آیا ہے کہ قبرستان میں قرآن شریف پڑھ کر ایصال ثواب کرنے سے مردوں کو عذاب میں تخفیف ہوتی ہے، مگر بہتر یہ ہے کہ قرآن شریف کو وہاں لے کر نہ جائیں، زبانی جو کچھ یاد ہو پڑھیں، اگر کسی بزرگ کی قبر ہو، تو روزانہ بھی نہیں جانا چاہئے؛ بلکہ کبھی کبھی جانا چاہئے تاکہ لوگوں کو شبہ نہ ہو کہ قرآن پاک پڑھ کر بزرگوں سے مانگتے ہیں۔

و يقرأ يٰسن لما ورد من دخل المقابر فقرأ سورة يٰسٓ خفف الله عنهم يومئذ وكان له بعدد من فيها حسنات بحر. وفي شرح اللباب ويقرأ من القرآن ماتيسر له من الفاتحة وأول البقرة إلى المفلحون وآية الكرسي و آمن الرسول وسورة

يس وتبارك الملك وسورة التكاثر والإخلاص اثنى عشر مرة أو عشرًا، أوسبعا، أو ثلاثا، ثم يقول اللهم أوصل ثواب ما قرأناه إلى فلان أو إليهم. (شامي، كتاب الصلوة، باب صلوة الجنازة، مطلب في زيارة القبور، زكريا ۱۵۱/۳، كراچي ۲۴۳/۲، البحر الرائق، كتاب الجنائز، قبيل باب الشهيد، كوئٹه ۱۹۵/۲، زكريا ۳۴۳/۲، تبيين الحقائق، كتاب الحج عن الغير، مكتبه امداديه ملتان ۸۴/۲۰، زكريا ۴۲۰/۲، احسن الفتاوى ۱۸٦/٤، محمودیه قديم ۳۰/٦، جديد ڈابهيل ۲٦۲/۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵؍شعبان المعظم ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۵۸۸۲/۳۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۹/۸/۱۵ھ

کیا دوران تعلیم بآواز بلند قرآن شریف پڑھنا جائز ہے؟

سوال [۹٦۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک مولانا صاحب بچوں کو گھر پر قرآن پاک پڑھانے آتے ہیں اور بہت ہلکے سے پڑھاتے ہیں، ایک دن جب ان سے کہا کہ آپ آواز کے ساتھ پڑھایا کریں، تو وہ بولے کہ آواز سے پڑھانا یعنی زور سے پڑھانا گناہ ہے، حرام ہے، شریعت کے مطابق عرض کیجئے کہ قرآن پاک بآواز بلند پڑھانا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد اسلام چاندوالی مسجد مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جس جگہ پر لوگ اپنے اپنے کام میں مشغول ہوں وہاں اتنے زور سے قرأت کرنا کہ ان کو حرج ہو جائز نہیں؛ البتہ اگر اس طرح کا کوئی عذر نہ ہو تو قدرے آواز سے پڑھنا چاہئے کہ اس سے دل پر اثر ہوتا ہے اور پڑھانے میں چونکہ دوسرے کو تعلیم دینا مقصود ہوتا ہے؛ اس لئے کم از کم اتنا زور سے پڑھایا جائے کہ متعلم کو دشواری نہ ہو۔

ولا يقرأ جهرا عند المشتغلين بالأعمال. (حاشيه چلپي، كتاب الطهارة،

بـاب الحيض، مكتبه امداديه ملتان ١/٥٨، زكريا ١/١٦٧، هنديه، كتا ب الكراهية، البا ب الخامس في آداب المسجد و القبلة و المصحف الخ، مكتبه زكريا قديم ٥/٣١٦، جديد ٥/٣٦٥)

عـن الـحسـن أن الـنبـي صلى الله عليه وسلم كان يكره رفع الصوت عند قراء ة القرآن. (الـمـصنف لابن أبي شيبه، مكتبه موسسة علوم القرأن ١٥/٥٢٤، رقم: ٣٠٨٠١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳؍صفر المظفر ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/۶۰۱۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۰/۲/۳ھ

راستے میں چلتے پھرتے تلاوت کرنے کا حکم

سوال [۹۶۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ راہ میں چلتے پھرتے قرآن کریم پڑھنا درست ہے یا نہیں راہ میں کوئی سلام کرے، تو اس کی کیا صورت اختیار کرنی چاہئے، قرآن کریم پڑھنے کے درمیان ہی میں سلام کا جواب دے یا راہ کے سارے سلام اکٹھا کر کے جواب دے، اگر درمیان میں جواب دیدے، تو قرآن پڑھنا تعوذ سے شروع کرے یا تسمیہ سے اور جو صورت آپ کے ذہن میں آئے وہ بھی بیان کریں؟

المستفتی: محمد وسیم، رام پوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: راستے میں چلتے پھرتے بیدار مغزی کے ساتھ قرآن کریم تلاوت کرنا درست ہے؛ لیکن شرط یہ ہے کہ دل قرآن کریم سے بے پرواہ ہو کر دوسری طرف مشغول نہ ہو، ورنہ تو قرآن کریم کی تلاوت مکروہ ہوگی۔

والقراء ة ماشيا إن كان منتبها لايشغل قلبه المشي. جائزة وإلاتكره.

(حلبي كبير، القرأة خارج الصلوة ٤٩٦)

ولو قرأ ماشیا أو عند النسج ونحو من الأعمال أو هي عند الغزل ونحوه، إن كان القلب حاضرا غیرمشتغل لایکره. (فتح القدیر، کتاب الصلوة، قبیل، باب الاماة، مکتبه زکریا ۱/ ۳۵۱، دار الفکر ۱/ ۳٤۲، کوئٹه ۱/ ۲۹۸)

یجوز للمحترف كالحائک والإسکاف قراءة القرآن إذا لم یشغل عمله قلبه عنها وإلا فلا. (هندیه، کتاب الکراهیة، الباب الرابع، مکتبه زکریا قدیم ۵/ ۳۱۷، ۵/ ۳٦۷)

اگر کوئی شخص تلاوت کرنے کی حالت میں سلام کردے، تو یہ مکروہ ہے، ایسے سلام کا جواب دینا واجب نہیں ہے۔

یکره السلام علی المصلي والقاري والجالس للقضاء ولو سلم علیهم لایجب علیهم الرد؛ لأنه في غیر محله. (شامي، کتاب الصلوة، باب مایفسد الصلوة، مطلب المواضع التي یکره فیه، زکریا ۲/ ۳۷٦، کراچي ۱/ ٦۱۸، ومثله في البحر، کتاب الکراهیة، فصل في البیع، کوئٹه ۸/ ۲۰۷، زکریا ۸/ ۳۸۰، تبین الحقائق، مکتبه امدادیه ملتان ۱/ ۱۵۷)

اور اگر درمیان تلاوت سلام کا جواب دیدے تو پھر سے تعوذ نہ پڑھے۔

لو رد السلام أو أجاب المؤذن لیس علیه إعادة التعوذ ذکره في فتاوی الحجة (حلبي کبیر، اشرفیه دیوبند ٤۹۵)

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵/ جمادی الثانیہ ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ۶۷۱۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۶/۵ھ

کیا بازار میں تلاوت کرنا جائز ہے؟

سوال [۹۶۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ ایسے جلسوں میں جہاں بہت سے لوگ اکٹھا ہوتے ہیں، ان میں کچھ دوکان دار بھی ہوتے ہیں اور کچھ خریدار بھی ہوتے ہیں پھر ایسی جگہ باری، باری کئی قاریوں سے قرآن کی تلاوت کرائی جاتی ہے آیا یہ درست ہے یا نہیں، اگر درست ہے، تو پھر آیت کریمہ **إذا قرء القرآن فاسمتعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون** کا کیا مطلب ہے؟

المستفتی: محمد وسیم، رام پوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بازار اور خرید وفروخت کے مواقع اور ایسی جگہ قرآن کریم کی تلاوت بآواز بلند کرنا ناجائز اور قرآن کریم کی بے حرمتی ہے، جہاں لوگ اپنے دوسرے کاموں میں مشغول رہتے ہوں۔

لایقرء جهرا عند المشتغلین بالأعمال ومن حرمة القرآن أن لا یقرأ في الأسواق في موضع اللغو الخ (فتاوی عالمگیري، کتاب الکراهیة، الباب الرابع، زکریا قدیم ۳۱٦/۵، جدید ۳٦۵/۵)

یجب علی القاري احترامه بأن لایقرأ في الأسواق و مواضع الاشتغال. (شامي،مطلب الاستماع للقرآن فرض کفایة، کراچی ۵٤٦/۱، زکریا ٦۸/۲، حاشیه چلپي، کتاب الطهارة، باب الحیض، مکتبه امدادیه ملتان ۵۸/۱، زکریا ۱٦۷/۱)

وقالوا: الواجب علی القاري احترام القرآن بأن لایقرأ في الأسواق ومواضع الإشتغال. (حاشیة الطحطاوي علی مراقي الفلاح، کتاب الصلوة، باب شروط الصلاة، دارالکتاب دیوبند ۲۲۸/۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹؍جمادی الاول ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۲۲۴/۲۴)

حافظ قرآن کا راہ چلتے تلاوت کرنا کیسا ہے؟

سوال [۹۶۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: حافظ قرآن کا راستے میں چلتے چلتے قرآن پاک کی تلاوت کرنا کیسا ہے؟

المستفتی: ہارون رشید، کرناٹکی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حافظ قرآن کا راستے میں چلتے ہوئے قرآن کریم کی تلاوت کرنا درست ہے؛ جبکہ دل میں اس کا استحضار بھی ہو ورنہ مکروہ ہے؛ البتہ آہستہ آواز سے پڑھے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۸۲/۱۵، جدید ڈابھیل)

ولو قرأ ماشياً، أو عند النسج ونحوه الإعمال، فإن كان القلب حاضراً غير مشتغل لم يكره وإلا كره. (روح المعاني، ۱۵٤/۹)

وفي الكافي للحاكم يكره أن يرفع صوته بالقرأءة فيه ولابأس بقراءته في نفسه. (غنية الناسك ٦١) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۹/ جمادی الثانیہ ۱۴۲۰ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۶۱۹۹/۳۴)	۱۴۲۰/۶/۹ھ

موبائل پر قرآن چالو کر کے گھر کے کام یا نماز وغیرہ پڑھنا

سوال [۹۶۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میرے گھر پہ ہی کچھ کام ایسے ہو رہے ہیں، جن کے بارے میں دین کی روشنی میں آپ کے خیالات جاننا چاہتا ہوں امید کہ جواب دیں۔

رمضان کا مہینہ چل رہا ہے گھر پر بہو اور اس کی بیٹی رہ رہی ہے، سحری کے وقت دونوں جاگتی ہیں اور سحری کھانے کے بعد موبائل چالو کردیتی ہیں، جس پر کلام پاک پڑھا جاتا ہے، ماں اور بیٹی وضوء کر کے نماز کے لئے کھڑی ہوجاتی ہیں، ایک دن خود ان سے کہا کہ کم از کم نماز پڑھنے تک موبائل بند کردیا کریں؛ لیکن مان ہی نہیں رہی ہیں، بغل کے کمرے میں میں بھی نماز پڑھتا ہوں، جس سے مجھے الجھن ہوتی ہے، کیا موبائل پر کلام پاک سننا اور نماز پڑھنا دونوں ساتھ ساتھ چالو رکھنا مناسب ہے؟ دین کی روشنی میں اپنی رائے دیں۔ عین نوازش ہوگی۔

المستفتی: ملک طفیل احمد، مکان نمبر سی ۴/۱۷/ ۱۴۹، محلّہ نظام پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: موبائل پر قرآن سننا چند شرائط کے ساتھ جائز ہے۔

(۱) پاک جگہ میں باادب طریقہ سے ہر کام سے یکسو ہو کر صرف قرآن مقدس کی طرف ہی توجہ ہو۔

(۲) قرآن کی تلاوت کے وقت کوئی دوسرا کام نہ کیا جائے۔

(۳) اس تلاوت کی آواز سے دوسرے آدمی کی نماز اور ذکر میں خلل نہ ہوتا ہو۔

مذکورہ سوال میں یہ بات واضح کی گئی ہے کہ موبائل میں تلاوت کی آواز آرہی ہے اور اسی حالت میں نماز بھی پڑھی جارہی ہے، یہ قرآن کریم کی تلاوت کے ساتھ بے ادبی ہے۔ نیز نماز پڑھنے والوں کے ساتھ نماز میں خلل ڈالنا ہے، شرعی طور پر ایسا عمل جائز نہیں۔

لایقرأ جهراً عند المشتغلين بالأعمال ومن حرمة القرآن أن لا يقرأ في الأسواق، وموضع اللغو، كذا في القنية. (هندية، كتاب الكراهة، الباب الرابع في الصلاة، والتسبيح وقرأة القرآن، زكريا ٥/٣١٦، زكريا جديد ديوبند ٥/٣٦٥)

ويستحب أن يجلس مستقبلاً متخشعاً بسكينة ووقار مطرقاً رأسه ليس أن يستاک تعظيماً وتطهيراً. (الإتقان في علوم القرآن

۱/ ۱۰۵، مطبوعة لاهور) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴؍شوال المکرّم ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۱/ ۱۱۶۶۵)

عمل میں مصروف لوگوں کے پاس تلاوت کرنے کا شرعی حکم

سوال [۹۶۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہوسٹل روم، جس میں چھ سات لڑکے رہتے ہیں، اگر ان میں سے کوئی دوسروں کی غیر موجودگی میں زور زور سے تلاوت قرآن کررہا ہے اور اسی درمیان اس کی ساتھی آجائیں اور سب کے سب اپنے کام میں مصروف ہوجائیں اور وہ اسی طرح آواز کے ساتھ تلاوت کرتا رہے، تو کیا مذکورہ تلاوت کرنے والا گنہگار ہوگا یا نہیں؟ **بینوا وتوجروا**

المستفتی: محمد عزیز الرحمٰن، متعلم مدرسہ شاہی مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایسی صورت میں جب ساتھی لوگ آجائیں، تو فوراً آواز پست کرنا لازم ہے ورنہ تلاوت کرنے والا گنہگار ہوگا، ساتھی گنہگار نہ ہوں گے۔

الواجب على القاري أن لايقرأه عند المشتغلين بالإعمال جهرا، فإن قرأ يأثم ويعذرون ااستماع القرآن الخ (نفع المفتي و السائل:۱۲۳)

رجل يقرأ القرآن فلايمكنه استماع القرآن فالإثم على القاري، وعلى هذا لو قرأ على السطح في الليل جهرا، والناس نيام يأثم. (فتح القدير، كتاب الصلوة، قبيل باب للامامة، زكريا ١/ ٣٥١، دار الفكر ١/ ٣٤٢، كوئٹه ١/ ٢٩٨، البحرالرائق، كتاب الصلوة، قبيل باب الإمامة، كوئٹه ١/ ٣٤٣، زكريا ١/ ٦٠٠) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹؍شعبان المعظم ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/ ۵۷۹۴)

اپنے کاموں میں مشغول لوگوں کے پاس تلاوت کی شرعی حیثیت

سوال [۹۶۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید ایسی جگہ تلاوت کلام پاک زور سے کرتا ہے، جہاں لوگ مختلف کاموں میں مشغول ہوتے ہیں، مثلاً کوئی مطالعہ میں مشغول ہوتا ہے، کوئی اسٹوپ جلانے اور کھانا پکانے میں مشغول ہوتا ہے، تو ایسی صورت میں کیا سب پر واجب ہے کہ اپنی مشغولیتوں کو چھوڑ کر زید کی تلاوت سنیں اور اگر اپنے ہی کام میں منہمک رہے، تو وہ گنہگار رہوں گے یا نہیں؟ اور زید کے سنانے کی بنا پر سب کو گناہ ہوگا یا نہیں؟

المستفتی: محمد ابوالحسن سیتامڑھی، متعلم مدرسہ ہذا

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایسی حالت میں تلاوت کرنے والا گنہگار رہوگا، دوسرے لوگ جو مطالعہ یا دوسرے کاموں میں مشغول ہوں ان پر کوئی گناہ نہیں ہوگا۔

رجل يكتب الفقه وبجنبه رجل يقرء القرآن و لا يمكنه استماع القرآن كان الإثم على القاري ولا شئ على الكاتب وعلى هذا لو قرأ على السطح في الليل جهرا يأثم الخ (فتاوی عالمگيري، كتاب الكراهية، الباب الرابع، مكتبه زكريا، زكريا ۳۱۸/۵، جديد ۳۶۷/۵)

قال في القنية نقلا عن ظهير الدين التمر تاشي لا يقرأ جهرا عند المشتغلين بالأعمال، ومن حرمة القرآن أن لا يقرأ في الأسواق، ومواضع اللغو. (حاشيه چلپي، كتاب الطهارة، باب الحيض، مكتبه امداديه، ملتان ۵۸/۱، زكريا ۱۶۷/۱)

رجل يقرأ القرآن فلايمكنه استماع القرآن فالإثم على القارئ وعلى هذا لو قرأ على السطح في الليل جهرا والناس نيام يأثم. (فتح القدير، كتاب الصلوة، قبيل باب الإمامة، زكريا ۳۵۱/۱، دار الفكر ۳۴۲/۱، كوئٹه ۲۹۸/۱، البحر الرائق،

کتاب الصلوة، قبیل باب الإمامة، کوئٹه ۱/۳٤۳، زکریا ۱/٦۰۰) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹/ جمادی الاولی ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۲۲۴/۲۴)

بلا وضو تلاوت قرآن کا حکم

سوال [۹٦۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قرآن کریم کی تلاوت بلا وضو کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ جس طرح قرآن کا چھونا بلا وضو صحیح نہیں ہے، اسی طرح قرآن بغیر دیکھے بلا وضو پڑھنا اچھا نہیں ہے۔

المستفتی: محمد جمشید

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: بلا وضو قرآن کی تلاوت جائز ہے؛ لیکن بلا وضو قرآن کو چھونا جائز نہیں ہے اور دونوں مسئلوں میں فرق ہے، ایک کو دوسرے پر قیاس نہیں کیا جا سکتا، تاہم مناسب یہ ہے کہ باوضو تلاوت کی جائے؛ کیونکہ تلاوت وجملہ اذکار کے وقت فقہاء نے وضو کو مندوب ومستحب لکھا ہے۔

ولا تكره قراءة القرآن للمحدث ظاهرًا، أي على ظهر لسانه حفظًا بالاجماع. (كبيري، فروع أن اجنبت المرأة، مكتبه اشرفيه: ٦٠)

وإلا فالوضوء لمطلق الذكر مندوب وتركه خلاف الأولىٰ، وهو مرجع كراهة التنزيه. (شامي، كتاب الطهارة، مطلب يطلق الدعاء على ما يشتمل الثناء، زكريا ١/٣١٦، كراچي ١/١٧٤)

يجوز للمحدث الذي يقرأ في المصحف تقليب الأوراق بقلم، أوسكين.

(حاشيه چلپی، كتاب الطهارة، باب الحيض، مكتبه امداديه، ملتان ١/٥٧، زكريا ١/١٦٦)

حيث جازت قراءة المحدث؛ لِأنه لم يثبت حكم الحدث في الفم.

(البنايه شرح هداية ، كتاب الطهارة، باب الحيض، مكتبه اشرفيه ١/٦٥١)

وفي حديث طويل فنام رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى إذا انتصف الليل، أو قبله بقليل، أو بعده بقليل استيقظ رسول الله صلى الله عليه وسلم فجلس يمسح النوم عن وجهه بيده، ثم قرأ العشر الآيات الخواتم من سورة آل عمران، ثم قام إلى شن معلقة فتوضأ منها الخ. (بخاري شريف، كتاب الوضوء، باب قرأة القرآن بعد الحدث، النسخة الهندية ١/٣٠، رقم: ١٨٣) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳۰/ربیع الاول ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۷۱۶۱/۳۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۲/۴/۴ھ

کیا بلا وضوء تلاوت کرنا جائز ہے؟

سوال [۹۷۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بلا وضوء تلاوت قرآن کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

المستفتی: زین العابدین سنگرام پور بدایوں

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفيق: بلا وضوء قرآن کی تلاوت جائز ہے؛ لیکن بلا وضوء چھونا جائز نہیں۔

ولا تكره قراءة القرآن للمحدث ظاهرًا، أي على ظهر لسانه حفظًا بالاجماع. (كبيري، فروع أن اجنبت المرأة، مكتبه اشرفيه: ٦٠)

وكذا المحدث لا يمس المصحف إلا بغلافه. (هداية،كتاب الطهارة، باب الحيض، اشرفي ديوبند ١/٦٤)

يجوز للمحدث الذي يقرأ في المصحف تقليب الأوراق بقلم، أو سكين.

(حاشيه چلپی، كتاب الطهارة، باب الحيض، مكتبه امداديه ملتان ١/٥٧، زكريا ١/١٦٦)

حيث جازت قراءة المحدث؛ لأنه لم يثبت حكم الحدث في الفم.

(البنايه شرح هداية، كتاب الطهارة، باب الحيض، مكتبه اشرفيه ۱/ ٦٥١)

وفي حديث طويل فنام رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى إذا انتصف الليل، أو قبله بقليل، أو بعده بقليل استيقظ رسول الله صلى الله عليه وسلم فجلس يمسح النوم عن وجهه بيده، ثم قرأ العشر الآيات الخواتم من سورة آل عمران، ثم قام إلى شن معلقة فتوضأ منها الخ. (بخاري شريف، كتاب الوضوء، باب قرأة القرآن بعد الحدث، النسخة الهندية ۱/ ۳۰، رقم: ۱۸۳)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳۰ ربیع الاول ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۵/ ۷۴۱۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۲/۴/۴ھ

بلا وضوء سورتوں اور دیگر وظائف کا پڑھنا کیسا ہے؟

سوال [۷۱۹۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: بغیر وضوء کے اللہ کی حمد وثنا بیان کرنا، کلام پاک کی سورتیں پڑھنا، درود شریف وغیرہ پڑھنا جائز ہے، بوضوء نہ کرنے کی وجہ سے ثواب میں کمی ہو جاتی ہے یا نہیں؟

المستفتی: احقر محمد احمد خان، فیض گنج مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بغیر وضوء کئے اللہ کی حمد وثنا کرنا، کلام پاک کی سورتیں زبانی پڑھنا، درود شریف وغیرہ پڑھنا جائز ہے؛ لیکن باوضوء پڑھنا افضل ہے؛ لہٰذا بے وضوء پڑھنے کے مقابلہ میں باوضوء پڑھنے میں زیادہ ثواب ہے اور بغیر وضوء کے قرآن کریم کو چھونا بھی جائز نہیں۔ (مستفاد: آپ کے مسائل اوران کا حل ۲/ ۸۰)

لَا يَمَسُّهُ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ. (سورة الواقعه: ٧٩)

أن في الكتاب الذي كتبه رسول الله صلى الله عليه وسلم لعمرو بن حزم أن لايمس القرآن إلاطاهر. (مؤطا امام محمد:١٦٣، رقم: ٢٩٧، مسند دارمي، دارالمغني ١٤٥٥/٣، رقم: ٢٣١٢، سنن أبي داؤد، النسخة الهندية ١٢٢/١، دار السلام رقم:٩٣، المعجم الكبير للطبراني، دار إحياء التراث العربي ٣١٣/١٢، رقم: ١٣٢١٧)

ولابأس لحائض وجنب بقراءة أدعية ومسها وحملها وذكر الله تعالى وتسبيح و زيارة قبور ودخول مصلى عيد، وتحته لا بأس به يشير إلى أن وضوء الجنب، لهذه الاشياء مستحب كوضوء المحدث. (شامي، كتاب الطهارة، باب الحيض، زكريا ٤٨٨/١، كراچی ٢٩٣/١)

عن كريب مولى ابن عباس، أن عبد الله بن عباس أخبره أنه بات ليلة عند ميمونة زوج النبي صلى الله عليه وسلم: وهي خالته فاضطجعت في عرض الوسادة واضطجع رسول الله صلى الله عليه وسلم، وأهله في طولها فنام رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى إذا انتصف الليل أو قبله بقليل أوبعده بقليل استيقظ رسول الله صلى الله عليه وسلم فجلس يمسح النوم عن وجهه بيده، ثم قرأ العشر الآيات الخواتم من سورة آل عمران، ثم قام إلى شن معلقة فتوضا منها الخ (بخاري شريف، باب قرأة القرآن بعد الحدث، النسخة الهندية ٣٠/١، رقم:١٨٣) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶رمحرم الحرام ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۶۴۳۴/۳۴)

کیا بلا وضوء آیات قرآنیہ کا لکھنا جائز ہے؟

سوال [۹۷۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ وضوء نہیں ہے اور خط لکھ رہا ہوں، اس میں کبھی آیات قرآنی حوالہ میں لکھنا پڑتا ہے، تو کیا بغیر وضوء کے خط میں ایک یا آدھی آیت لکھی جا سکتی ہے یا نہیں؟

المستفتی: فیاض الدین، بہار شریف

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بغیر وضوء قرآن مقدس کی آیتیں چھونا یا لکھنا جائز نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاوی رحیمیہ ۱/۱۰۴)

عدم الجواز مس المصحف للمحدث أمر يكاد فرض على المحدث (إلى قوله) ولمس القرآن ولو آية الخ (نور الایضاح، کتاب الطهارة، فصل في اوصاف الوضوء: ۳۴، مراقي الفلاح: ۴۵، الدر المختار، کتاب الطهارة، مطلق الدعاء على مايشمل الثناء، زكريا ۱/ ۳۱۵، کراچی ۱/ ۱۷۳و ۱/ ۲۹۳)

ويكره له كتابة القرآن عند محمد وهو قول الشعبي و مجاهد و ابن المبارك؛ لأنه في حكم الماس للصحيفة، وبقولهم آخذ الفقيه، أبو الليث رحمة الله، وكذلك الفقيه أبو جعفر أفتي بقوله إلا أن يكون أقل من آية. (المحيط البرهاني، كتاب الطهارة، الفصل الثالث في الغسل، مكتبه المجلى العلمي ۱/ ۲۳۷، رقم: ۳۲۱، تاتار خانية، كتاب الطهارة، الفصل الثالث في الغسل، زكريا ۱/ ۲۹۲، رقم: ۴۵۰)

ويكره للمحدث كتابة القرآن عند محمد وهو قول مجاهد والشعبي، وابن المبارك، وبه أخذ الفقيه أبو الليث قال تاج الشريعة: وعليه الفتوى. (البنايه ۱/ ۶۵۱، كتاب الطهارة، باب الحيض والاستحاضة، مكتبه اشرفيه) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷ ؍صفر المظفر ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/۴۶۶۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۷/۲/۱۴۱۷ھ

آیات قرآنیہ لکھے ہوئے کاغذ کو بلا وضوء چھونے کا حکم

سوال[۹۷۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قرآن مجید کی ایک آیت جو کسی کاغذ پر لکھی ہوئی ہو، اس کو بلا وضو چھونا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد وسیم ٹانڈہ بادلی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ناجائز اور حرام ہے؛ بلکہ اس کے لئے وضوء کرنا فرض ہے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لايمس القرآن إلا طاهر. (المعجم الكبير للطبراني، دار إحياء التراث العربي ١٢/٣١٣، رقم: ١٣٢١٧، مراسيل أبي داؤد ١/١٢٢، رقم: ٩٣)

وكذا لايجوز له مس شئ مكتوب فيه شئ من القرآن من لوح، أودرهم، أو غير ذلك إذا كان آية تامة. (الجوهرة النيرة على مختصر القدوري، كتاب الطهارة، باب الحيض، مكتبه دارالكتاب، ١/٣٧، امدادية ملتان ١/٣٦)

الوضوء على ثلاثة اقسام : الأول فرض على المحدث (إلى قوله) ولمس القرآن و لو آية الخ (نور الايضاح: ٣٤، مراقي الفلاح مع حاشيه الطحطاوي، كتاب الطهارة، فصل في اوصاف الوضوء:٨٢، الدر المختار، كتاب الطهارة، مطلب يطلق الدعاء على ما يشتمل الثناء، كراچى ١/ ١٧٣ و ١/١٩٣، زكريا ١/٣١٥) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶؍شوال المکرّم ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۴۳/۲۴)

مادون الآیۃ کو بلا وضوء چھونا جائز ہے

سوال [۹۷۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ ایک ورق کے ایک طرف قرآن کا لفظ شیطان لکھا ہوا ہے اور دوسری طرف عام کتاب کا لفظ اللہ لکھا ہوا ہے، تو کیا لفظ شیطان کو بلا وضوء چھو سکتا ہے، اگر جواب نفی میں ہے، تو اسم اللہ کی توہین لازم نہ آئے گی؛ جبکہ اس پرچہ کو بلا وضوء ہاتھ لگا سکتا ہے؟

المستفتی: محمد ہارون رشید، کرناٹکی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مادون الآیۃ کو ہاتھ لگانا مکروہ نہیں؛ جیسا کہ شامی کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے اور لفظ شیطان مادون الآیۃ میں داخل ہے؛ لہٰذا اسے بغیر وضوء ہاتھ لگا سکتے ہیں، اسی طرح لفظ اللہ جو لکھا ہوا ہے، اس کو بلا وضوء پکڑنا جائز ہے، مگر اس کا ادب واحترام بھی ضروری ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاوی ۲۱/۸)

وقال الشامي تحت قوله (فيه اٰية) قيد بالآية؛ لأنه لو كتب مادون الآية لم يكره مسه. (شامي، كتاب الطهارة، باب الحيض، زكريا ۱/ ٤۸۸، كراچی ۱/ ۲۹۳)

قوله فيه آية قيد بها لأنه لو كتب مادون الآية لايكره مسه كما في القهستاني.

(حاشيه الطحطاوى على الدر، كتاب الطهارة، باب الحيض، مكتبه العربيه كوئٹه ۱/ ۱۵۱)

وكذلك الفقيه أبو جعفر أفتي بقولهم إلا أن يكون أقل من آية.

(المحيط البرهاني، المجلس العلمي ۱/ ۲۳۷، رقم: ۳۲۱، تاتارخانية ۱/ ۲۹۲، رقم: ٤۵۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶/ جمادی الثانیہ ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۶۲۰۹/۳۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۰/۶/۱۶ھ

جنبی کے ذکر اللہ اور زبانی قرآن پڑھنے کا حکم

سوال [۹۷۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ جنبی کا ذکر اللہ اور زبانی قرآن کریم کا پڑھنا درست ہیں یا نہیں؟

المستفتی: محمد ایس اے الاعظمی، بوسٹ بکس نمبر ۲۸۲۰۲ RIFFA بحرین

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جنبی کا برائے تلاوت قرآن کریم کا پڑھنا جائز نہیں ہے؛ البتہ ذکر اللہ اور برائے دعاء وذکر قرآن کی آیت پڑھنا جائز اور درست ہے۔

وأما قراءة القرآن قالوا: إن القرآن يخرج عن كونه قرأنا بالقصد فجوزوا للجنب والحائض قراءة ما فيه من الأذكار بقصد الذكر والأدعية بقصد الدعاء. (الاشباه والنظائر قديم ۴۹)

ولابأس لحائض وجنب بقراءة أدعية (إلى قوله) وذكر الله وتسبيح الخ (در مختار كراچی، كتاب الطهارة، باب الحيض ۱/۲۹۳، زكريا ۱/۴۸۸ تاتار خانيه، كتاب الطهارة، الفصل الثالث في الغسل ۱/۲۹۰، رقم: ۴۴۲)

عن عبد الله بن سلمة قال: أتيت عليا أنا ورجلان فقال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يخرج من الخلاء فيقرأ القرآن، ويأكل معنا من اللحم، ولم يكن يحجبه عن القرآن شئٌ إلا الجنابة. (سنن النسائی، باب حجب الجنب من قرأة القرآن، النسخة الهندية ۱/۳۰، دار السلام رقم: ۲۶۶، صحيح ابن خزيمه، المكتب الإسلامي ۱/۱۴۰، رقم:۲۰۸)

عن علي بن أبي طالبؓ، أنه قال في الجنب: لايقرأ القرآن، ولاحرفا واحدًا. (معرفة السنن، والأثار، دار الكتب العلمية بيروت ۱/۳۲۵، رقم:۷۸۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳۰/رجب المرجب ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/۲۷۸۵)

کیا جنبی کے لئے تلاوت کرنا جائز ہے؟

سوال [۹۷۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جنبی کے لئے تلاوت قرآن جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد عمران

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جنبی شخص کے لئے تلاوت قرآن جائز نہیں۔
(مستفاد: کتاب المسائل ۱/۱۸۰)

ويحرم بالحدث الأكبر دخول مسجد – إلا لضروة – ويحرم به تلاوة قرآن ولو دون آية على المختار بقصده. (شامي زكريا ۱/۳۱۱-۳۱۵، شامي كراچی ۱/۱۷۱، كتاب الطهارة، مطلب يوم عرفة افضل من يوم الجمعة)

لاتقرأ الحائض والنفساء والجنب شيئا من القرآن، والآية، وما دونها سواء في التحريم على الأصح. (هندية، الباب السادس في الدعاء المختصة بالنساء، الفصل الرابع، زكريا قديم ۱/۳۸، جديد ۱/۹۲، تاتار خانية، كتاب الطهارة، الفصل الثالث في الغسل، زكريا ۱/۲۹۰، رقم: ٤٤٢، بدائع، كتاب الطهارة، أحكام الجنابة، زكريا ۱/۱۵۰، البحرالرائق، كتاب الطهارة، باب الحيض، زكريا ۱/۳٤۵، كوئٹه ۱/۱۹۹)

عن ابن عمر عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: لاتقرأ الحائض ولاالجنب شيئا من القرآن. (ترمذي، باب ما جاء في الجنب الحائض أنهما لايقراء ن القرآن، النسخة الهندية ۱/۳٤، دار السلام رقم: ۱۳۱، ابن ماجه، باب ماجاء في قراء ن القرآن على غير طهارة، النسخة الهندية ۱/٤٤، دار السلام رقم: ۵۹٦)

عن ابن عمر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لايقرأ القرآن الجنب، ولا الحائض. (سنن ابن ماجه، باب جاء في قراء ة القرآن على غير طهارة، النسخة الهندية ۱/٤٤، دار السلام رقم: ۵۹۵)

عن علي رضي الله عنه قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقرأ القرآن على كل حال إلا الجنابة. (سنن النسائي، باب حجب الجنب من قراءة القرآن، النسخة الهندية ١/٣٠، دار السلام رقم: ٢٦٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۶/ جمادی الثانیہ ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۵۵۹/۴۰)

جنابت میں دعائیہ آیتوں کو دعاء کی غرض سے پڑھنے کا حکم

سوال [۹۷۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حالت جنابت میں دعائیہ آیتوں کے پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

المستفتی: محمد وسیم، ٹانڈہ بادلی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حالت جنابت میں دعاء کی نیت سے دعائیہ آیتوں کا پڑھنا بلا کراہت جائز ہے اور بغرض تلاوت پڑھنا ہرگز جائز نہیں۔ (مستفاد: احسن الفتاوی ۲/۶۸، کتاب المسائل ۱/۱۸۱)

ولو قرأ الفاتحة على سبيل الدعاء أو شيئا من الآيات التي فيها معنى الدعاء ولم يرد به القراء ة فلا بأس به. (بحر الرائق، كتاب الطهارة، باب الحيض، كوئٹه ١/١٩٩، زكريا ١/٣٤٦، كذا في الشامي، مطلب يوم عرفة افضل من يوم الجمعة، زكريا ١/٣١٣، كراچي ١/١٧٠)

وكذلك إذا ذكر دعاء في القرآن وهو آية تامة يرد به الدعاء لايكره. (تاتار خانية، زكريا، الفصل الثالث في الغسل ١/٢٩١، رقم: ٤٤٢، بدائع، كتاب الطهارة أحكام الجنابة، زكريا ١/١٥٠)

عن ابن عمر رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: لايقرأ

الحائض، ولا الجنب شيئا من القرآن. (سنن الترمذي، باب ماجاء في الجنب والحائض أنهما لا يقراء ن القرآن، النسخة الهندية ١/٤٤، دار السلام رقم: ١٣١، مسند البزار، مكتبه العلوم والحكم ١٢/٢١٩، رقم: ٥٩٢٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
٢٧/صفر المظفر ١٤٣٥ھ
(الف فتویٰ نمبر رجسٹر خاص: ٤٠/١١٤٥٢)

کاپی پر حرف قرآن کا ترجمہ لکھنا اور حائضہ کا اس کو پڑھنا

سوال [٩٧٨]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (١) قرآن مجید کا ترجمہ بغیر عبارت کاپی پر لکھنا جائز ہے یا نہیں؟

(٢) حیض یا نفاس والی عورت کے لئے اس طرح صرف ترجمہ بلا عبارت لکھنا اور پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد صدیق جگتیال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: قرآن مجید کی صرف ایک یا دو آیتوں کا ترجمہ عربی عبارت کے بغیر کاپی پر لکھنا جائز ہے، اس سے زیادہ لکھنا جائز نہیں ہے۔

وتجوز كتابة آية، أو آيتين بالفارسية. وفي الشامية: قوله تجوز الخ. في الفتح عن الكافي: إن اعتاد القراءة بالفارسية، أو أراد أن يكتب مصحفا بها، يمنع وإن فعل في آية، أو آيتين لا. (شامي، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، كراچي ١/٤٨٦، زكريا ٢/١٨٧، فتح القدير، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، زكريا ١/٢٨٧، كوئٹه ١/٢٤٨، دارالفكر مصري قديم ١/٢٨٦)

(٢) حیض اور نفاس والی عورت کے لئے قرآن کریم کا ترجمہ پڑھنا جائز نہیں ہے۔

وقراءة القرآن بقصده ومسه ولو مكتوباً بالفارسية في الأصح: شامي،

وفي البحر، ولو كان القرآن مكتوباً بالفاسية يحرم على الجنب، والحائض مسه بالاجماع وهو الصحيح. أما عند أبي حنيفة فظاهر، و كذلك عند هما حتى يتعلق به جواز الصلاة في حق من لا يحسن العربية. (البحرالرائق، كتاب الطهارة، باب الحيض، زكريا ١/ ٣٥٠، كوئٹه ١/٢٠٢)

البتہ ترجمہ لکھنا اس صورت میں جائز ہے؛ جب کہ اس کا ہاتھ کاغذ سے الگ ہو اور اگر اس کا ہاتھ کاغذ سے لگا ہوا ہے، تو اس صورت میں ترجمہ لکھنا جائز نہ ہوگا۔

ولا بأس للجنب أن يكتب القرآن عند أبي يوسف ذكره الإمام التمر تاشي: ينبغي أن يفصل فإن كان لايمس المصحيفة بأن وضع عليها ما يحول بينها وبين يده يؤخذ بقول أبي يوسف؛لأنه لايمس المكتوب و لا الكتاب وإلا. فبقول محمد: لأنه إن لم يمس المكتوب فقد مس الكتاب. (حلبي كبير، كتاب الطهارة، فروع ان اجنبت المرأة، سهيل اكيڈمي لاهور ١/ ٥٨) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۱؍جمادی الثانیہ ۱۴۲۳ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۷۶۷۱/۳۶)	۱۴۲۳/۶/۱ھ

جزدان سے متعلق چند سوالات کے جوابات

سوال [۹۷۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ وہ کپڑا جس میں کلام اللہ شریف رکھا جاتا ہے اس کو عام زبان میں ''جزودان'' کہتے ہیں، جس کے معنی (جزو رکھنے والا کپڑا) گویا ہم کلام اللہ کی موجودہ حیثیت کو جزو مانتے تو نہیں، مگر زبان سے کہتے ہیں؛ جبکہ کلام اللہ مکمل ہے جزو نہیں اور اس کی حفاظت کا وعدہ خود ذات باری تعالیٰ نے اپنے ذمے لیا ہے۔ کیا اسے جزو کہنا درست ہے؟

(۲) اگر جزودان درست لفظ ہے تو گویا ہم کلام اللہ کو مکمل نہ مان کر اسے جزو تسلیم

کرر ہے ہیں، جس سے ہمارا ایمان بھی سلامت نہیں رہ سکتا۔

(۳) اگرچہ یہ لفظ بہت قدیم ہے اور عوام میں یہی مستعمل ہے۔ نیز ہمارے اکابرین نے بھی اسے جزودان کہا اور لکھا ہے، مگر کسی چیز کی قدامت اس کی صحت کی ضامن ہوسکتی ہے اور کیا غیر نبی کا فعل حجت بن سکتا ہے؟

(۴) جزودان ناکارہ کے خیال میں رافضیوں کی ایجاد ہے، جو کلام اللہ کو مکمل نہیں مانتے، انہوں نے بڑی چالاکی سے ہم اہلسنت سے بھی اپنے اس فاسد عقیدے کی تشہیر کرائی ہے۔ برائے کرم تفصیل سے وضاحت فرمائیں۔

المستفتی: نور عالم علوی، خادم ادارہ احیاء السنۃ واصلاح المنکرات چھپٹیاں، لکھنؤ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: لفظ ''جزودان'' کو سامنے رکھ کر سائل نے سوالات کے چار نمبرات قائم کئے ہیں، چاروں نمبروں کا جواب ایک ساتھ سمجھ میں آسکتا ہے؛ اس لئے الگ الگ جواب نہیں لکھا جارہا ہے، جواب کا حاصل یہ ہے کہ سائل کو جتنے شکوک وشبہات پیدا ہوئے ہیں، ان کی بنیاد اس بات پر ہے کہ ''لفظ جزو'' کو الگ سمجھا گیا ہے اور لفظ ''دان'' کو لفظ جزو سے جداگانہ طور پر دوسرے انداز سے سمجھا گیا ہے، پھر اس کے بعد دونوں کے معنی پر غور کیا گیا ہے کہ ''جزو رکھنے کی چیز''، اس انداز سے لفظ جزودان کو سمجھنے کی وجہ سے سارا مغالطہ اور سارے شبہات سامنے آئے ہیں؛ حالانکہ اس انداز سے سمجھنا درست نہیں؛ بلکہ لفظ ''جزودان'' ایک مستقل لفظ ہے اور اس لفظ کا ایک مستقل معنی ہے، یہ لفظ اصلاً ترکی بھی ہے اور فارسی بھی ہے، پھر اسی مکمل لفظ کو عربی زبان میں بھی معرب کر کے بولا جاتا ہے اور لفظ جزودان کے معنی تھیلی اور بستہ کے ہیں، جیسا کہ فیروز اللغات ص:۴۵۸، مصباح اللغات ص:۱۱۱، القاموس الجدید ۱۲۱۔ میں وضاحت موجود ہے، یہ ایسا ہے جیسا کہ لفظ جبرائیل، لفظ میکائیل اور لفظ اسرافیل، یہ سریانی اور عبرانی زبان کے الفاظ ہے، حقیقت میں دولفظوں سے مل کر ایک مستقل نام بن گیا ہے، عبرانی اور سریانی زبان میں ''جبر'' نیک اور سراف کے معنی ''عبد'' کے ہیں

اور ''ایل'' کے معنی اللہ کے ہیں، مگر دونوں لفظ ملنے کے بعد مستقل نام ہے،اسی طرح اسرافیل بھی ایک فرشتہ کا مستقل نام ہے، ایسا ہی جزدان بھی مستقل طور پر تھیلی اور بستہ کا نام ہے، جب جبرائیل بولا جاتا ہے،تو اس کا مصداق ڈائرکٹ وہ فرشتہ ہوتا ہے،جس کا یہ نام ہے، نہ یہ کہ جبرائیل بول کر ''اللہ کا بندہ'' ہونے کا معنی مراد لیا جاتا ہے، اسی طرح ماحول کے اندر کسی کا نام عبداللہ ہے،تو عبداللہ بول کر ہرگز یہ معنی مراد نہیں ہوتا ہے کہ کوئی اللہ کا بندہ ہے؛ بلکہ وہ انسان مراد ہوتا ہے،جس کا یہ نام ہے؛ لہٰذا لفظ جزودان کو لے کر سوال نامہ میں جتنے بھی شبہات کئے گئے ہیں، ان میں سے کسی بھی شبہ کی ضرورت نہیں ہے، زمانہ نبوت سے پہلے سے فارسی اور ترکی میں لفظ جزودان تھیلی اور بستہ کے لئے بولا جاتا تھا؛ لہٰذا جزودان سے قرآن کریم رکھنے کا بستہ مراد ہے اور یہ معنی ہرگز مراد نہیں ہے کہ جز ورکھنے کی چیز ہے، اور جبرائیل، میکائیل وغیرہ کی جو مثالیں پیش کی گئی ہیں، وہ سب بخاری شریف میں موجود ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے:

جبر و میک وسراف عبد ایل اللہ. (بخاری شریف، کتاب التفسیر، باب وإذا قلنا ادخلوا هذه القرية الخ، النسخة الهندية ۲/ ۶۴۳، رقم: ۴۲۹۴ ف: ۴۴۷۹)

اگر اس عبارت کا معنی سمجھنے میں دشواری ہو تو کسی بڑے عالم سے سمجھ لیں، اس کے معنی وہی ہیں جو ہم نے اوپر لکھے ہیں، لفظ جزودان کا معنی دیکھئے: فیروز اللغات ص: ۴۵۸، القاموس الجدید ۱۲۱، مصباح اللغات ص: ۱۱۱۔ لہٰذا لفظ جزودان کے اصل معنی واضح ہو جانے کے بعد امید کی جاتی ہے کہ مذکورہ شکوک وشبہات دور ہو چکے ہوں گے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۱۳/ جمادی الثانیہ ۱۴۱۳ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۶۳۳)	۱۳/ ۶/ ۱۴۱۳ھ

قرآن کریم کو آنکھوں سے لگانے، سر پر رکھنے اور بوسہ دینے کا حکم

سوال [۹۸۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ قرآن کریم کی تلاوت کے بعد عوام الناس عام طور پر قرآن پاک کو بوسہ دیتے ہیں، آنکھوں سے لگاتے ہیں اور بعض سر پر بھی رکھ لیتے ہے، تو قرآن مقدس کی اس طرح تعظیم کرنے میں کوئی حرج تو نہیں؟

المستفتی: جلیس احمد، ٹانڈہ بادلی رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: تلاوت سے قبل یا بعد قرآن کریم کو آنکھوں سے لگانا اور بوسہ دینا، سر پر رکھنا سب جائز اور درست ہے، اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ قدیم ۱۴/۳۳، جدید ڈابھیل ۲/۵۳۲)

وكان عثمان رضي الله عنه، يقبل المصحف، ويمسحه على وجهه الخ (درمختار، كتاب الحظر والاباحة، قبيل فصل البيع، مكتبه زكريا ٩/٥٥٢، كراچی ٦/٣٨٤، حاشية الطحطاوى على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة، دارالكتاب ديوبند ١/٣٢٠)

ذكر الحنفية وهو المشهور عند الحنابلة جواز تقبيل المصحف تكريما له، وهو المذهب عند الحنابلة وروى عن أحمد استحبابه لما روي عن عمر رضي الله عنه أنه كان يأخذالمصحف كل عداة ويقبله، ويقول: عهد ربي ومنشور ربي عزوجل، وكان عثمانؓ يقبل المصحف و يمسحه على وجهه. (الموسوعة الفقهية الكويتية ١٣/١٣٣)

عن ابن أبي مليكة، أن عكرمة بن أبي جهل، كان يضع المصحف على وجهه ويقول كتاب ربي كتاب ربي. (مسند الدارمي، دار المغني ٤/٢١٠٩، رقم: ٣٣٩٣) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۸؍ جمادی الثانیہ ۱۴۱۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸؍ ۴۵۰۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۸؍۶؍۱۴۱۶ھ

دماغی کمزوری کی بنیاد پر قرآن بھولنے کا حکم

سوال [۹۸۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کی عمر اس وقت ۲۵/ سال کی ہے اس سے قرآن کریم کا ایک سپارہ ناظرہ قریب ایک گھنٹہ میں پڑھا جاتا ہے زید اس نیت سے کہ پڑھنے کی کچھ اسپیڈ بڑھ جاوے گی، تین سپارہ حفظ کیا؛ لیکن ذہن کی کمزوری کی وجہ سے وہ ان کو محفوظ نہیں رکھ سکا، اس عمل کے بارے میں کیا حکم ہے، کوئی گناہ تو نہیں اور زید کو اپنا عمل حفظ جاری رکھنا چاہئے یا نہیں؟

المستفتی: انیس احمد، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر دماغی کمزوری کی بنیاد پر محفوظ نہیں رکھ سکا اور ناظرہ تلاوت برابر جاری ہے، تو انشاء اللہ گناہ کبیرہ نہ ہوگا اور ناظرہ میں غفلت نہ کرے۔

والنسيان عندنا أن لايقدر على أن يقرأ بالنظر الخ (بذل المجهود، كتاب الصلاة، باب كنس المسجد، ذكر نسيان آية من القرآن، سهارن پور قديم ۱/ ۲٦٦، دار البشائر الإسلامية ۳/ ۱۸۵، تحت رقم التحت الحديث: ۴۵۹)

والنسيان أن لايمكنه القراءة من المصحف. (حلبي كبير المكتبة الاشرفيه ديوبند تتمات فيما يكره من القرآن ۴۹۸)

إذا حفظ الانسان القرآن، ثم نسيه فإنّه يأثم وتفسير النسيان، أن لايمكنه القراءة من المصحف. (هنديه، كتاب الكراهية، الباب الرابع في الصلوة و التسبيح، زكريا قديم ۵/ ۳۱۷، جديد ۵/ ۳٦٦) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱/ محرم الحرام ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۳/ ۴۵۷)

قرآن بھولنے کی وعید کا تعلق کتنا قرآن بھولنے پر ہے؟

سوال [۹۸۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قرآن کریم بھول جانے پر جو وعیدیں احادیث شریفہ میں وارد ہیں، وہ پورا قرآن بھولنے کے ساتھ خاص ہیں یا چند پاروں کو بھی شامل ہیں۔ نیز ان کے مصداق صرف حفاظ کرام ہیں یا ناظرہ خواں بھی ہیں؟

المستفتی: متعلم مدرسہ شاہی مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قرآن کریم بھول جانے کی وعید کی حدیث شریف کا مصداق کون ہیں، اس بارے میں پوری امت کا اتفاق ہے کہ جو شخص ناظرہ بھول جائے، وہ اس وعید میں مکمل شامل ہے اور اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے کہ قرآن کریم حفظ کرنے کے بعد اگر بھول جائے اور ناظرہ پر قادر رہے، تو یہ اس وعید کا مصداق ہے یا نہیں؟ تو اس بارے میں علماء احناف یہ کہتے ہیں کہ اگر حفظ بھول جائے اور ناظرہ پر قادر ہو تو وہ اس وعید میں شامل نہیں ہے؛ لیکن حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ حفظ مکمل بھولنے والا بھی اس میں شامل ہے، اگرچہ ناظرہ پڑھنے پر قادر کیوں نہ ہو اور یہ مسئلہ چونکہ وعدہ اور وعید سے متعلق ہے؛ اس لئے امام شافعیؒ کے قول کی رو سے حفاظ کرام کو بھی خدا سے ڈرنے کی ضرورت ہے اور قرآن کریم کو یاد رکھنے میں غفلت نہ برتیں۔

ثم النسيان عند علمائنا محمول على حال لم يقدر عليه بالنظر سواء كان حافظا أم لا. (مرقاة شرح مشكوة، باب بلاترجمة، الفصل الاول، مكتبه امداديه، ملتان ۵/۳)

مامن امرئ يقرأ القرآن ثم ينساه أي بالنظر عندنا و بالغيب عند الشافعي. (مرقاة شرح مشكوة، باب بلاترجمة، الفصل الثاني، مكتبه امداديه ملتان ۵/۹)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:...... عرضت على ذنوب أمتي فلم أرذنبا أعظم من سورة من القرآن أو آية أوتيها رجل، ثم نسيها. (ابوداؤد شریف، باب في كنس المسجد، النسخة الهندية، ١/٦٦، دار السلام رقم: ٤٦١، سنن الترمذي، ابواب التفسير، باب بلاترجمة، النسخة الهندية ٢/١١٩، دار السلام رقم: ٢٩١٦، مسند البزار، مكتبة العلوم والحكم ١٢/٣٣٩، رقم: ٦٢١٩، صحيح ابن خزيمة، المكتب الإسلامي ١/٦٣٩، رقم: ١٢٩٨)

نیز بھولنے کے مسئلہ میں وعید کا مصداق وہ شخص بھی ہے جو پورا قرآن بھول گیا ہو اور وہ شخص بھی ہے جو بعض قرآن یاد کر کے بھلا دیا ہو، دونوں قسم کے لوگ شامل ہیں۔

وقالت الحنفية: نسيانه كله أو بعضه ولو آية كبيرة. (تعليق بذل المجهود، دار البشائر الإسلامية ٣/١٨٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۸؍رجب المرجب ۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/۸۴۷۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۸/۷/۱۴۲۵ھ

قرآن کریم ہاتھ میں لے کر قسم کھانا کیسا ہے؟

سوال [۹۸۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ یہاں فیروز آباد میں دو فریقوں میں ایک عرصۂ دراز سے آبائی آراضی وجائیداد کے بٹوارے کے سلسلہ میں تنازعہ چل رہا تھا، کافی جدوجہد کے بعد بھی معاملہ طے نہیں ہورہا تھا، یہ جھگڑا پولیس تک پہونچا، تب فریق دوئم نے پولیس کے سامنے کہا کہ اگر فریق اول مسجد میں قرآن مجید کو ہاتھ میں لے کر اللہ کی قسم کھالیں کہ فریق دوئم کا زمین جائیداد میں کوئی حق وحصہ نہیں ہے، تو ہم فریق دوئم اپنے دعوی سے دست بردار ہوجائیں گے۔

فریق اول نے یہ شرط مان لی فریقین مسجد میں پہونچے، پولیس آفیسر اور مولانا

(سند یافتہ عالم دین) کی موجودگی میں فریق اول کے تینوں بھائیوں نے قرآن مجید کو ہاتھ میں لے کر اللہ کی قسم کھائی کہ فریق دوئم کی جائیداد وز مین مذکور میں نہ کوئی قانونی حصہ ہے، نہ شرعی حصہ ہے، دیگر یہ کہ مسجد کی محراب وممبر کے سامنے کھڑے ہوکر مولانا مذکور غیر مسلم پولیس آفیسر اور دونوں فریقین کے بھائیوں کے گروپ فوٹو کھینچے گئے۔

(۱) کیا مندرجہ بالا معاملہ اور مولانا کی غیر مسلم پولیس آفیسر کی موجودگی میں قرآن مجید ہاتھ میں لے کر قسم کھانا از روئے شریعت جائز اور درست ہے؟

(۲) کیا مولانا (عالم دین) اور غیر مسلم آفیسر اور فریقین کے ساتھ محراب ومنبر کے درمیان کھڑے ہوکر گروپ فوٹو کھینچوانا درست اور جائز تھا؟

المستفتی: شہزاد علی ایلورا گلاس انڈسٹریز بائی پاس روڈ فیروزآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) قرآن کریم کو ہاتھ میں لے کر اللہ کی قسم کھائی، تو یہ قسم درست ہوگئی، اس میں کوئی گناہ اور قباحت نہیں ہے اور یاد رکھنا چاہئے کہ کبھی جھوٹی قسم کا ارادہ بھی نہ کرے۔

وسمی الحلف باللّٰہ تعالی یمین لإفادته القوة علی المحلوف علیه من الفعل أو الترک. (شامي، کتاب الأیمان، زکریا ۵/۴۷۱)

ولو قال أقسم باللّٰہ أو أحلف أو أشهد باللّٰہ أو أعزم باللّٰہ کان یمینا عندنا. (بدائع الصنائع، کتاب الأیمان، کراچي ۳/۷، زکریا ۳/۱۴، فتح القدیر، باب الایمان في الطلاق، زکریا ۴/۱۰۱، دار الفکر ۵/۷۳، کوئٹه ۴/۱۰۱، مکتبه زکریا، منحة الخالق علی البحر الرائق، باب التعلیق، مکتبه کوئته ۴/۲، زکریا ۴/۳، الموسوعة الفقهیة الکویتیة ۱/۲۳۷)

(۲) اگر اس ضرورت اور حاجت کی بنا پر فوٹو کھینچا گیا کہ فریق مخالف آئندہ اس قسم اور عہد وپیمان کا انکار کر کے دوسرا فتنہ کھڑا کرسکتا ہے، تو اس خطرہ کے پیش نظر اس قسم کا منظر

دکھانے کے لئے فوٹو کھینچا گیا، تو ضرورت کی بنا پر گنجائش ہے، جیسا کہ شناختی کارڈ اور پاسپورٹ کے لئے فوٹو کھینچنا جائز ہے۔

الضرورات تبیح المحظورات. (الاشباہ والنظائر قدیم: ۱٤٠)

ماأبیح للضرورۃ یتقدر بقدرھا. (الاشباہ ھندی ۱/۱٤٠، کراچی ۱/۱۱۹، ایضاح المسالک ۱۱۲-۱۳٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳؍ربیع الثانیہ ۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷؍۸۵۰۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۴؍۴؍۱۴۲۵ھ

ٹی وی، وی سی آر میں قرآن کریم بھرنا اور سننا

سوال [۹۸۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ٹیلی ویژن یا وی سی آر میں اچھے پروگرام جیسے قرآن کریم کی تلاوت اور علماء کرام کی تقاریر اور ایسی مجلس جس میں عورتیں شامل نہ ہوں اور باجہ وغیرہ بھی شامل نہ ہو دیکھنا اور ویڈیو کیسٹ تیار کرانا اور اس کو وی سی آر میں دیکھنا جائز ہے کہ نہیں؟ شریعت مطہرہ کی روشنی میں تفصیل کے ساتھ بیان فرمائیں۔

المستفتی: اکبر علی خادم مدرسہ اسلامیہ مصباح العلوم بیردا رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ٹی وی اور ٹیلیویژن وغیرہ میں قرآن کریم کا بھرنا اور اس میں سے سننے کو بھی حضرت تھانویؒ نے امداد الفتاوی میں ناجائز لکھا ہے۔

(مستفاد: امداد الفتاوی ۴؍۲۳۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳۰؍جمادی الاول ۱۴۱۲ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۷؍۹۸۴)

ریڈیو سے گانا، ناٹک، خبریں، قرآن کریم سننا

سوال [۹۸۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ریڈیو سے گانے سننا اور ناٹک، خبریں، قرآن کریم کا سننا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد یوسف، رام نگر، نینی تال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ریڈیو میں گانے اور ناٹک نسوانی، خبریں سننا دیکھنا ممنوع اور ناجائز ہے بہت وعید آئی ہے۔

قال ابن مسعودؓ صوت اللهو، والغناء ينبت النفاق في القلب كما ينبت الماء النبات. وفي البزازية: استماع صوت الملاهي كضرت قصب ونحوه حرام؛ لقوله عليه الصلوة والسلام: استماع الملاهي معصية، والجلوس عليها فسق والتلذذبها كفر. (الدر المختار، كراچي ٩ ٣٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲/ جمادی الثانیہ ۱۴۱۶ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۴۴۹۵/۳۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۶/۶/۱۶ھ

قرآن کو ریڈیو اور ٹیپ ریکارڈ میں بھرنا اور سننا

سوال [۹۸۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ٹیپ ریکارڈ سے تقریر یا قرآن کی تلاوت سننا کیسا ہے؟ اور جیسے کہ ریڈیو میں پاکستان سے پروگرام وغیرہ آتے ہیں، قرآن کی تلاوت آتی ہے اور اس کا ترجمہ آتا ہے اور کچھ مسئلہ مسائل بھی آتے ہیں کہ سب باتیں ریڈیو سے یا ٹیپ ریکارڈ سے سننا کیسا ہے، اس بارے میں تفصیلی جواب سے آگاہ کریں۔

المستفتی: روشن علی، چکر ملک، مقرب پور، مرادآباد (یوپی)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قرآن کریم کو ریڈیو اور ٹیپ ریکارڈ میں بھرنا اور اس سے سنانے اور سننے میں احترام قرآن کریم کے خلاف امور لازم آنے کی وجہ سے ناجائز ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاوی ۲۳۴/۴، فتاوی محمودیہ ۳۴/۶)

البتہ مسائل اور تقریر کے سننے کی بعض اہل فتاوی نے گنجائش دی ہے۔ (مستفاد: کفایت المفتی ۱۲۱۲/۹)

نیز آج کے زمانہ میں موبائل وغیرہ میں پورا قرآن کریم بھرا ناہوتا ہے، سفر وحضر میں اسی سے سنا بھی جاتا ہے اور دیکھ کر پڑھا بھی جاتا ہے، تو اس میں کوئی حرج نہیں، اوپر کا فتوی ۱۹/محرم ۱۴۱۰ھ کا لکھا ہوا ہے اور موبائل وغیرہ کی بات کا اب ۱۴۳۶ھ میں اضافہ کیا گیا ہے۔
فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹/محرم الحرام ۱۴۱۰ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۹۸۶/۲۵)

ریڈیو، ٹیلی ویژن اور ٹیپ ریکارڈ پر قرآن کریم سننے کا حکم

سوال [۹۸۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ریڈیو، ٹیلی ویژن اور ٹیپ ریکارڈ میں قرآن کریم کا بھرنا اور سننا باعث برکت ہے یا نہیں اور ان گھروں میں قرآن خوانی کا کرنا کیسا ہے، جن کے اندر ریڈیو، ٹیپ ریکارڈ اور ٹیلی ویژن وغیرہ ہوں؟

المستفتی: نظام الدین، اصالت پورہ، مسجد ٹھیکدار والی مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ریڈیو، ٹیلی ویژن اور ٹیپ ریکارڈ میں قرآن کریم

کا بھرنا اور سننا فقہاء اور اہل فتاوی نے نا جائز لکھا ہے۔ (مستفاد: کفایت المفتی ۹/۲۰۳، جدید زکریا مطول ۲/۵۰۰، امداد الفتاوی ۴/۲۳۱)

اگر احترام قرآن کو ملحوظ رکھتے ہوئے بدعات ولوازمات سے احتراز کرتے ہوئے آہستہ آواز میں قرآن خوانی کی جائے تو جائز ہے ورنہ مکروہ تحریمی ہے۔

إن ختم القرآن بالجماعة جهرا، يسمى بالفارسية سي پاره خواندن مكروه الخ (نفع المفتي و السائل: ١٢٤)

ومن قال من المشايخ: إن ختم القرآن بالجماعة جهرا، ويسمى بالفارسية" سي پاره خواندن"مكروه. (الفتاوى التارتار خانيه، كتاب الكراهية، الفصل الرابع، رفع الصوت عند قراءة القرآن، زكريا ١٨/٥٨، رقم: ٢٨٠٢٣)

عن الحسن أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يكره رفع الصوت عند قراء ة القرآن. (المصنف لابن أبي شيبه، موسسه علوم القرآن ١٥/٥٢٤، رقم: ٣٠٨٠١) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۲۸/صفر المظفر ۱۴۱۱ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۶/۲۱۳۳)	۱۴۱۱/۲/۲۸ھ

قرآن کریم کی ریکارڈنگ کیسٹوں کا شرعی حکم

سوال [۹۸۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جن کیسٹوں میں قرآن کریم اور نعت پاک یا تقاریر ہوتی ہیں، ان کے ٹوٹ جانے یا نا قابل استعمال ہونے کے بعد عموماً لوگ ان کو کوڑا دان میں ڈال دیتے ہیں۔ دریافت یہ کرنا ہے کہ ان کے نا قابل استعمال ہونے کے بعد ان کو جلانا چاہئے یا دفن کرنا چاہئے، یا پھینک بھی سکتے ہیں؟

المستفتی: محمد شاہد پان فروش صدر بازار، ٹانڈہ رامپور (یوپی)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: قرآن کریم یا نعت پاک اور تقاریر کی کیسٹیں قرآن مجید کے حکم میں نہیں ہیں۔ مثلاً اسے بلا وضوء چھونا بھی جائز ہے، اس میں پڑھی گئی آیت سجدہ سے سجدہ واجب نہیں ہوتا؛ لہٰذا یہ قرآن کریم کی طرح واجب الاحترام تو نہیں اس کے باوجود ادب کا تقاضہ یہ ہے کہ ایسی نا قابل استعمال کیسٹوں کو محفوظ کر کے جلا کر راکھ کر دیا جائے یا دفن کر دیا جائے، یونہی کوڑے کرکٹ میں پھینک دینا اسلامی غیرت کے خلاف ہے۔

(مستفاد: جواہر الفقہ ۵/۲۰۷، ۴/۴۷-۵۷، امداد الفتاوی ۱/۱۴۴، ۱/۱۴۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۸/ربیع الاول ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/۶۵۱۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۳/۸ھ

ٹیلی ویژن پر قرآن سننے کا حکم

سوال [۹۸۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ رمضان المبارک میں قرآن کریم کو ٹیلی ویژن پر لوگ دیکھتے اور سنتے ہیں شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟ ٹیلی ویژن پر قرآن کو سن سکتے ہیں یا نہیں؟

المستفتی: آصف اقبال رازی، متعلم مدرسہ کاشف العلوم چھٹمل پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ٹی وی پر چونکہ اکثر ناجائز اور فواحش پروگرام نشر کئے جاتے ہیں اور اچھی بری تصویریں دکھائی جاتی ہیں اور کوئی پروگرام تصویر سے خالی نہیں ہوتا؛ اس لئے **للاکثر حکم الکل** کے اصول سے ٹی وی کے پروگرام کو ممنوع قرار دیا گیا ہے؛ کیونکہ دینی پروگرام کو بہانا بنا کر لوگ اچھے برے تمام پروگرام دیکھیں گے، جو شرعا جائز نہیں؛ اس لئے ٹی وی کے پروگرام سے احتراز لازم ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاوی ۸/۱۹۹، ۸/۳۰۶)

وكره تحريما - كل لهو لقوله عليه السلام كل لهو المسلم حرام.

(شامي، كتاب الحظر والاباحة، باب الاستبراء، زكريا ۹/۵٦٦، كراچي ٦/۳۹۵)

عن أبي هريرة رضى الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: كل شئ من لهو الدنيا باطل الحديث (المستدرك للحاكم، كتاب الجهاد، مكتبه نزار مصطفىٰ الباز ۳/۹۲۹، رقم:۲٤٦۸، المعجم الأوسط، دار الفكر ٤/۸۹، رقم: ۵۳۰۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰ر شعبان المعظم ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۷۳۶۵/۳۶)

کیسٹ سے تلاوت سننے سے ثواب ملے گا یا نہیں؟

سوال [۹۹۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کیسٹ میں کلام پاک کی تلاوت سننے سے ثواب ملے گا یا نہیں؟

المستفتی: ہارون رشید کرناٹکی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کیسٹ کے ذریعہ قرآن پاک سننے میں اس وقت ثواب ملے گا؛ جبکہ اس نیت سے سن رہا ہوتا کہ اس کے ذریعہ اپنا قرآن درست کرے اوراس سے لہو ولعب مقصود نہ ہو۔ (مستفاد: جدید فقہی مسائل ۱/۶۵)

اور اگر صرف تفریحی اور ذہنی عیاشی کا ذریعہ بنایا جائے تو اس میں قرآن شریف کی سخت توہین ہے، تو یہ نہ ہی جائز ہے اور نہ ثواب ملے گا۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹ر جمادی الثانیہ ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۶۱۹۹/۳۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۰/۶/۹ھ

قرآن کے بارے میں کفریہ کلمات کہنے کا حکم

سوال[۹۹۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک آدمی نے روبہ رو گواہان کلام پاک لئے ایسے الفاظ ادا کئے جو کہ لکھنے کے قابل نہیں مخفف لکھنا پڑھ رہا ہے، قرآن کو تو اس پرا تار کر پھینک دوں گا، قرآن کی تو میں کچھ حقیقت نہیں سمجھتا ہوں؛ لہٰذا تحریر فرمائیے کہ آیا یہ آدمی مسلمان رہا یا نہیں اور مسلمانوں کو اس کے ساتھ کھانا پینا اور گفتگو وکلام کرنا چاہئے کہ نہیں؟

المستفتی: محمد عمر احمد راجہ کا تاجپور بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قرآن کریم کی توہین واہانت موجب کفر ہے ایسے شخص پر تجدید ایمان وتجدید نکاح کر لینا لازم ہے، ورنہ حقہ پانی برادری کے لوگ اس کے ساتھ بند کر دیں؛ تاکہ توبہ کر کے باز آجائے اور نادم ہو، اگر باز آجائے تو پھر حقہ پانی بند رکھنا درست نہیں ہوگا۔

إذا أنكر الرجل آية من القرآن أو تسخر بآية من القرآن أو عاب كفر الخ (فتاوی عالمگیری، كتاب السير، الباب التاسع في أحكام المرتدين، مطلب موجبات الكفر انواع منها مايتعلق بالإيمان والاسلام، زكريا قديم ۲/۲۶۶، جديد ۲/۲۷۹، البحر الرائق، كتاب السير، باب أحكام المرتدين، مكتبه زكريا ۵/۲۰۵، كوئٹه ۵/۱۲۲، الفتاوى التاتارخانية، كتاب أحكام المرتدين، الفصل العاشر، فيما يتعلق بالقرآن، زكريا ۷/۳۱۵، رقم: ۱۰۵۷۶) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰/رجب ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۸۸۰/۲۶)

کیا حروف مقطعات کی انگوٹھی پہن کر بیت الخلاء جانا جائز ہے؟

سوال[۹۹۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ دیوبند میں جو حروف مقطعات کی انگوٹھی ملتی ہے، اس کو پہن کر بیت الخلاء میں جانا جائز ہے یا نہیں؟ اگر انگلی سے نکال کر جیب میں رکھ لیں، تو کیا حکم ہے شرعی جواب سے نوازیں۔

المستفتی: محمد انیس الرحمٰن، متعلم مدرسہ شاہی مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: حروف مقطعات کی انگوٹھی پہن کر استنجاء خانہ میں جانا مکروہ ہے؛ ہاں البتہ ہاتھ سے نکال کر جیب میں رکھ لے، تو اس کو لے کر استنجاء خانہ میں جانا جائز ہے۔

وعلى هذا إذا كان عليه خاتم وعليه شيئ من القرآن مكتوب أو كتب عليه اسم الله فدخل المخرج معه يكره. (هنديه، كتاب الكراهية، الباب الخامس، زكريا قديم ۵/۳۲۳، جديد ۵/۳۷٤، المحيط البرهاني، كتاب الكراهية والاستحسان، الفصل الخامس، المجس العلمي ۸/۸، رقم: ۹٤۷٤، تاتارخانية، كتاب الكراهية، الفصل الخامس ۱۸/٦۷، رقم:۲۸۰۵۲)

لونقش اسم الله تعالى، أو اسم نبيه صلى الله عليه وسلم استحب أن يجعل الفصّ في كمه إذا دخل الخلاء. (شامي، كتاب الحظر و الاباحة، فصل في اللبس، زكريا ۹/۵۱۹، كراچي ۱٦/۳٦۱)

وكذا دخول الخلاء وفي إصبعه خاتم فيه شيئ من القرآن أو من أسماء الله تعالى – لما فيه من ترك التعظيم وقيل لا تكره إن جعل فصه إلى باطن الكف، ولو كان ما فيه شئ من القرآن أو من أسماء الله تعالى في جيبه لابأس به. (مجمع الانهر، كتاب الطهارة، الفصل الاول، مكتبه دارالكتب العلميه ۱/٤۳، مصري قديم ۱/۲٦)

عن أنس بن مالک، أن البني صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان إذا دخل الخلاء وضع خاتمہ. (سنن ابن ماجه، باب ذکر اللّٰه عزوجل علی الخلاء والخاتم في الخلاء، النسخة الهندية ۱/ ۲۶، دار السلام رقم: ۳۰۳، سنن أبي داؤد، باب الخاتم یکون فیه ذکر اللّٰه تعالی یدخل به الخلاء، النسخة الهندية ۱/ ٤، دار السلام رقم: ۱۹، مسند البزار ۱۳/ ۳۸، مکتبة العلوم والحکم، رقم: ٦٣٤٨، المستدرك للحاکم، کتاب الطهارة، مکتبه نزار مصطفیٰ الباز ۱/ ۲۷۸، رقم: ٦٧٠) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹؍ ربیع الاول ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۷۱۷۸/۳۵)

زوجین کا برہنہ لیٹنے سے قرآن کی بے ادبی کا حکم

سوال [۹۹۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میاں بیوی آپس میں برہنہ لیٹ سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو بسا اوقات کمرہ میں قرآن شریف یا قرآنی کیلنڈر وغیرہ ہوتے ہیں، تو اس میں قرآن کی توہین تو نہیں؟

المستفتی: محمد مطلوب مکان نمبر ۲۰۴/۸ نہرو گلی-۲، چوہان بانگر نیو سیلم پور دہلی-۵۳

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: میاں بیوی کا آپس میں برہنہ لیٹنا اگرچہ جائز ہے؛ لیکن یہ بے شرمی اور بے حیائی کی بات ہے؛ البتہ ہمبستری کے وقت برہنہ ہونے کی ضرورت ہے، اس کے علاوہ برہنہ نہ رہنا بہتر ہے، جیسا کہ یہ بات انوار ہدایت ص: ٤٦٨ میں مذکور ہے اور جس کمرہ میں قرآن اور قرآنی کیلنڈر وغیرہ ہوں اس کمرہ میں جماع کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے؛ جبکہ وہ طاقوں میں محفوظ رکھے ہوں۔

عن ابن عمرؓ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: إیاکم والتّعري، فإن معکم من لایفارقکم إلا عند الغائط وحین یفضی الرجل إلی

أهله فاستحيوهم وأكرموهم. (ترمذي، باب ماجاء في الاستتار عند الجماع، النسخة الهندية ۲/ ۱۰۷، دار السلام رقم: ۲۸۰۰)

لابأس بالجماع في بيت فيه مصحف للبلوى. (شامي، كتاب الحظر والاباحة، باب الاستبراء، زكريا ۹/ ۶۰۶، كراچی ۶/ ۴۲۳)

يجوز قربان المرأة في بيت فيه مصحف مستور. (البحرالرائق، باب الحيض، كوئٹه ۲/ ۲۰۲، زكريا ۲/ ۳۵۱، هندية، كتاب الكراهية، الباب الخامس، زكريا قديم ۵/ ۳۲۲، جديد ۵/ ۳۷۳) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲؍ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۶۵۶۴/۳۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۴/۲ھ

قرآن کریم ہاتھ سے گر جائے تو کیا کریں؟

سوال [۹۹۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر قرآن شریف ہاتھ سے گر جائے، تو اس کے بارے میں کیا مسئلہ ہے؟

المستفتی: محمد ریحان مدنا پوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر قرآن کریم ہاتھ سے گر جائے، تو توبہ واستغفار کرلیا کریں۔ اور اناج وغیرہ قرآن کریم کے ہموزن دینے کا جو رواج ہے، اس کی کوئی اصل نہیں۔ (مستفاد: بہشتی زیور اختری ۱۰/ ۵۷)

مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْءًا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْ بَعْدِهِ وَاَصْلَحَ فَاَنَّهُ غَفُوْرٌ رَحِيْمٌ. (سورة الإنعام: ۵۴) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳؍ذی الحجہ ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۵۷۰/۲۵)

قرآن پڑھے ہوئے لیموں کو پیروں سے کچل کر سفر پر روانہ ہونے کا شرعی حکم

سوال [۹۹۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قرآن پڑھے ہوئے لیموں کو پیروں سے کچل کر سفر پر روانہ ہونے کا شرعی حکم کیا ہے؟

المستفتی: سید شہاب الدین کرناٹک

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: قرآن کریم اللہ تبارک وتعالی کی محترم اور مقدس کتاب ہے، تمام مسلمانوں پر قرآن کریم کی عزت اور احترام لازم اور ضروری ہے؛ لہٰذا مذکورہ طریقہ قرآن کریم کے ساتھ استخفاف ہے، جو قطعاً ناجائز ہے، جو شخص ایسا عقیدہ رکھتا ہے، اس کو فوراً توبہ کر لینا چاہئے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ قدیم ۱۲/ ۵۰، جدید ڈابھیل ۳/ ۵۴۱)

إذا أنكر آية من القرآن أو استخف بالقرآن...... كفر. (مجمع الأنهر، كتاب السير والجهاد، باب الألفاظ الكفر انواع، دار الكتب العلمية بيروت ۲/ ۵۰۷)

إذا أنكر رجل آية من القرآن، أو تسخر بآية من القرآن و في الخزانة أو عاب كفر. (هنديه، كتاب السير، الباب التاسع في أحكام المرتدين، مطلب موجبات الكفر انواع، زكريا قديم ۲/ ۲۶۶، جديد ۲/ ۲۷۹)

اتفق الفقهاء على أنه من استخف بالقرآن...... كفر. (الموسوعة الفقهية ۳/ ۲۵۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷/ محرم الحرام ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ۷۰۵۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۲/۱/۲۷ھ

کیا غلاف کے اندر بند تعویذ کے ساتھ بیت الخلاء میں جانا جائز ہے؟

سوال [۹۹۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: آیت قرآنی کو شیشے کی تعویذ میں موم جامہ کرنے سے شیشے کے باہر سے آیت کا جز ونظر آتا ہے، تو ایسے تعویذ کو بیت الخلاء میں لے جانا کیسا ہے؟؛ جبکہ موم جامہ کی ہوئی تعویذ کو لے کر بیت الخلاء میں جانے کی عام اجازت ہے۔

المستفتی: محمد ہارون رشید کرناٹکی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: وہ تعویذ جو غلاف کے اندر محفوظ ہے اس کے ساتھ بیت الخلاء میں داخل ہونا جائز ہے؛ لیکن اس سے احتراز اولی ہے چاہے غلاف کپڑے کے ہوں یا ٹین یا شیشے کے ہوں اس میں کوئی تخصیص نہیں ہے۔ (مستفاد: کفایت المفتی ۹/ ۵۷)

وعلى الجواز عمل الناس اليوم، وبه وردت الآثار، ولا بأس بأن يشد الجنب والحائض التعاويذ على العضد إذا كانت ملفوفة. (شامي، كتاب الحظر والإباحة، قبيل فصل في النظر، زكريا ۹/ ۵۲۳، كراچي ٦/ ٣٦٤)

ولو كانت رقية في غلاف متجاف عنه لم يكره دخول الخلاء به والاحتراز عن مثله أفضل. (تبيين الحقائق، كتاب الطهارة باب الحيض، امداديه ملتان ١/ ٥٨، زكريا ١/ ١٦٧، فتح القدير، كتاب الطهارة، باب الحيض، مكتبه زكريا ١/ ١٧٣، دار الفكر ١/ ١٦٩، كوئٹه ١/ ١٥٠، البحر الرائق، كتاب الطهارة، باب الحيض، مكتبه زكريا ١/ ٣٥١، كوئٹه ١/ ٢١٣) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶/ جمادی الثانیہ ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/ ۶۲۰۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۰/۶/۱۶ھ

ایک سالہ بچے کے قرآن پر پیشاب کرنے کا کفارہ کیا ہوگا؟

سوال [۹۹۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کچھ بچے قرآن کریم پڑھ رہے ہیں کہ وہیں پر ایک سال کا بچہ سو رہا تھا اور وہ

ننگا تھا، اس نے ایک دم اٹھ کر پیشاب کیا، تو اس کا پیشاب قرآن کریم پر چلا گیا؛ پھر بچہ تین مہینے بعد انتقال کر گیا، تو اس بچہ سے جو گناہ ہوا (پیشاب کیا) اس کا کفارہ کیا ہوگا اور اس کے ماں باپ کو کیا کرنا چاہئے کہ وہ طرح طرح کی مصیبتوں اور پریشانیوں سے حفاظت پا جائیں، مہربانی فرما کر جواب مرحمت فرمائیں۔

المستفتی: عبدالرحمٰن

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایسا چھوٹا بچہ مرفوع القلم ہوتا ہے، اس سے کوئی گناہ نہیں ہوتا ہے، اس کا ہر عمل معاف ہے۔

عن عليؓ سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم، یقول: رفع القلم عن ثلاثة: عن الصغیر حتی یبلغ وعن النائم حتی یستیقظ، وعن المصاب حتی یکشف عنه. (مسند أحمد بن حنبل، دار الفکر ۱/۱۱٦، رقم: ۹٤۰، ۱/۱۱۸، رقم: ۹٥٦، بخاری شریف ۲/۷۹٤، السنن الکبری للبیقي، کتاب السرقة، باب المجنون ۱۳/۲۲، رقم: ۱۷۷۰۰) فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللّٰہ عنہ
۱۰/ جمادی الثانیہ ۱۴۳۶ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۱۲۰۹۲/۴۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۶/۶/۱۰ھ

بچے کے پیشاب کی دھار قرآن کریم پر چلی گئی تو کیا کریں؟

سوال [۹۹۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میرے قرآن پڑھنے کے دوران قریب میں بیٹھے بچے نے پیشاب کر دیا، پیشاب کی دھار قرآن کریم پر چلی گئی، تو مجھے کیا کرنا ہوگا؟

المستفتی: عبدالقادر قریشی محلّہ گنوری مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جس جگہ پیشاب کا قطرہ پڑا وہاں دھوکر پاک کر دیا جائے اور اللہ تعالیٰ سے توبہ واستغفار کی جائے؛ کیونکہ ماں باپ کی لاپرواہی سے ہی پیشاب کی دھار قرآن کریم پر پڑی ہے۔

فإن أصابه بول فيبس لم يجز حتى يغسله الخ (هداية، اشرفي ديوبند ١/ ٧٣، البنايه، باب الانجاس وتطهيرها، مكتبه اشرفيه ١/ ٧١١، البحرالرائق، كتاب الطهارة باب الأنجاس، مطبع زكريا، ١/ ٣٨٨ كوئٹه١/) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
١٥/ جمادی الثانیہ ١٤١٨ھ
(الف فتویٰ نمبر: ٣٣/ ٥٣٣٧)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
١٤١٨/٦/١٥ھ

جماعت اسلامی کا دعوت کے بہانے ہندی قرآن غیر مسلم کو تقسیم کرنے کا حکم

سوال [٩٩٩]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: آج کل جماعت مودودی المعروف جماعت اسلامی ہفتہ تعارف قرآن کے نام جا بجا جلسہ کر رہے ہیں اور خطاب عام یعنی غیروں کو بھی دعوت کا بہانہ کر کے ہندی انگلش وغیرہ میں قرآن چھپوا کر غیر مسلموں کو تقسیم کر رہے ہیں اور خوش ہو رہے ہیں کہ ہم غیر مسلموں کو بھی تبلیغ کر رہے ہیں، ظاہر بات ہے کہ غیر مسلم اس قرآن کو گو وہ ہندی میں ہے یا انگلش میں یا کسی دیگر زبان میں اس کی بے ادبی یا بے احترامی کرے گا، وہ قرآن کا ادب کیا جانے، تو اس طرح قرآن غیر مسلموں کو تقسیم کرنا یہ باعث اجر وثواب ہوگا یا باعث سزا وعذاب؟

المستفتی: سلام اللہ شیر کوٹ مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قرآن مجید اللہ کا مقدس کلام ہے بے ادبی اور بے حرمتی سے حفاظت کرنا ہر مسلمان پر ضروری ہے؛ لہٰذا ہر غیر مسلم کو مترجم قرآن کریم

دینے میں بے حرمتی کا خطرہ ہے؛ ہاں البتہ اگر کوئی غیر مسلم قرآن مجید کا احترام کرتا ہو، اس کی طرف سے بے ادبی نہ کرنے کا اطمینان ہو، غسل کے بعد ہی اس پر ہاتھ لگاتا ہو اور ہر بار مطالعہ سے قبل غسل کر کے ہاتھ لگاتا ہو، تو ایسے غیر مسلم کو ہدایت کی امید سے دینے کی گنجائش ہے، اگر ان شرائط کے پورے کرنے کا پوری طرح اطمینان نہیں ہے، تو ہرگز نہ دیں۔

(مستفاد: فتاوی محمودیہ ۵/۲۴۱، ۱۴/۲۱، فتاوی رحیمیہ ۶/ ۲۸۳)

ویمنع النصراني من مسه في بعض النسخ الكافر وجوزه محمد، إذااغتسل ولا بأس بتعليمه القرآن والفقه، عسى يهتدي. (در مختار مع الشامي، كتاب الطهارة، مطلب يطلق الدعاء على ما يشتمل الثناء، زكريا قديم ۱/ ۳۲۱، جديد كراچی، ۱/۱۷۷، وكذا هنديه، كتاب الكراهية، الباب الخامس، مكتبه زكريا ۵/۳۲۳، جديد ۵/۳۷۳، الاشباه ۱/ ۹۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲/شعبان المعظم ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/۴۹۶۲)

غیر مسلم کو ہندی قرآن ہدیہ کرنے کا شرعی حکم

سوال [۱۰۰۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک ہندو شخص کہہ رہا ہے کہ ہمیں ایک ہندی قرآن مجید لا دو تاکہ ہم اس کو پاک وصاف ہو کر کے پڑھیں کہ اللہ اس کے اندر کیا کہہ رہا ہے اور اس کی بے ادبی نہیں کریں گے، تو کیا اس صورت میں ہم اس کو ہندی قرآن لا کر دیدیں تو کوئی حرج تو نہیں یا اگر اس کو نہ دیں تو کیوں نہیں؟ جبکہ وہ کہہ رہا ہے کہ ہم اس کو پاک وصاف ہو کر کے پڑھیں گے، اس کا جواب پورے طور پر واضح کر کے لکھیں کہ دے سکتے ہیں یا نہیں؟

المستفتی: محمد صلاح الدین قاسمی، مدرسہ مظہر العلوم رام نگر، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر اس ہندو کے بارے میں یقین یا ظن غالب ہو کہ وہ قرآن کا مکمل احترام کرے گا اور اس سے ہدایت حاصل کرنے کی کوشش کرے گا، تو ایسے شخص کو مطالعہ کے لئے قرآن کریم دیا جا سکتا ہے؛ لیکن اس کو اس بات کی تاکید کردی جائے کہ غسل وطہارت کے بغیر قرآن کو ہرگز ہاتھ نہ لگائے۔

قال أبو حنيفة: أعلم النصراني الفقه والقرآن لعله يهتدي، ولا يمس المصحف، وإن اغتسل ثم مس لابأس كذا في المحيط. (هنديه، كتاب الكراهية، الباب الخامس في آداب المسجد والقيله والمصحف الخ مكتبه زكريا قديم ٥/٣٢٣، جديد ٥/٣٧٤)

قال في الملتقط: قال أبو حنيفةؒ أعلم النصراني الفقه، والقرآن، لعله يهتدي ولايمس المصحف، وإن اغتسل ثم مس لابأس به. (الأشباه والنظائر ١/٩١)

وفي الخانية: من بحث القراء ة الحربي أو الذمي إذا طلب تعلم القرآن، والفقه، والأحكام يعلم رجاء أن يهتدي؛ لكن يمنع من مس المصحف إلا إذاغتسل فلا يمنع. (حاشية الطحطاوي على مرافي الفلاح، دارالكتاب ديوبند ١٤٣)

ويمنع النصراني من مسه وجوزه محمد إذا اغتسل، ولا بأس بتعليمه القرآن، والفقه، عسى يهتدي (تحته في الشامية) في بعض النسخ الكافر، وفي الخانية الحربي، أو الذمي. (شامي، مطلب: يطيق الدعاء على ما يشتمل الثناء، كراچی ١/١٧٧، زكريا ١/٣٢١)

والنصراني إذا تعلم القرآن، يعلم، والفقه، كذلک؛ لأنه عسى يهتدي؛ لكن لايمس المصحف، وإذا اغتسل ثم مس لابأس به في قول محمد. (البحرالرائق، كتاب الطهارة، باب الحيض فروع، كوئٹه ١/٢٠٢، زكريا١/ ٣٥٠)

ولابأس بتعليم الكافر القرآن، أو الفقه، رجاء أن يهتدي؛ لكن لايمس المصحف مالم يغتسل. (حلبي كبير المكتبه الاشرفيه، تتمات فيها يكره من القرآن:٤٩٧) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۶/ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/۶۵۷۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۴/۶ھ

کیا ہدایت کی امید سے قرآن کریم غیر مسلم کو ہدیہ کرنا جائز ہے؟

سوال [۱۰۰۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہدایت کی امید سے غیر مسلم کے پاس کلام پاک ترجمہ مع الآیات پارسل کرنا کیسا ہے؛ جبکہ یہ بات یقینی طور پر کسی کو معلوم نہیں کہ وہ غیر مسلم کلام پاک کی توہین کرے گا یا نہیں؟ نیز غیر مسلم دوست کو کلام پاک دینا کیسا ہے؟

المستفتی: ہارون رشید کرناٹکی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: غیر مسلم کے دل میں قرآن کی عظمت ہو اور اس کے بارے میں یہ اطمینان ہو کہ وہ قرآن کی بےحرمتی و بےادبی نہیں کرے گا، تو ڈاک کے ذریعہ پارسل کرنے کی اجازت ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاوی ۴/۶۲۱)

وإذا حمل المصحف أو شيأ من كتب الشريعة على دابة في جوالق وركب صاحب الجوالق على الجوالق لايكره. (عالمگيري، كتاب الكراهية، الباب الخامس في آداب المسجد...... زكريا قديم ٥/٣٢٢، جديد ٥/٣٧٣)

اور ممکن ہے کہ ہدایت نصیب ہو جائے؛ لیکن اسے ہدایت کردی جائے کہ اللہ تعالی کا مقدس کلام ہے؛ لہٰذا ناپاکی کی حالت میں غسل ورنہ وضو کرکے اس کا مطالعہ کیا جائے۔

نیز اس کو اس کا طریقہ بھی بتلایا دیا جائے اس سے دل میں قرآن کی عظمت پیدا ہوگی۔
(مستفاد: فتاوی رحیمیہ ٦/ ٢٨٣)

ویمنع النصراني وفي بعض النسخ الكافر من مسه و جوزه محمدؒ إذا اغتسل، ولا بأس بتعلميه القرآن، والفقه، عسى يهتدي الخ. (درمختار مع رد المحتار، كتاب الطهارة، مطلب يطلق الدعاء على ما يشتمل الثناء، زكريا ١/ ٣٢١، كراچي ١/ ١٧٧، حاشية الطحطاوي على المراقي، كتاب الطهارة، باب الحيض، مكتبه دارالكتاب ١٤٣)

اور جب بے حرمتی کا خطرہ ہو، تو اس صورت میں قطعاً دینا جائز نہیں، اسی وجہ سے حدیث شریف میں کافروں اور دشمنوں کے ملک میں قرآن پاک لے جانے سے منع کیا گیا ہے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تسافروا بالقرآن فإني لا آمن أن يناله العدو، قال أيوبؓ فقد ناله العدو و خاصموكم به. (مسلم شريف، باب النهي أن يسافر بالمصحف إلى أرض الكفار، النسخة الهندية ٢/ ١٣١، بيت الأفكار رقم: ١٨٦٩)

اور یہی حکم غیر مسلم دوست کے احباب کے بارے میں ہے۔

عن عبد الله بن عمر رضي الله عنهما أن رسول الله صلى الله عليه وسلم: نهى أن يسافر بالقرآن إلى أرض العدو. (صحيح البخاري، باب السفر بالمصاحف إلى أرض العدو، النسخة الهندية ١/ ٤٢٠، رقم: ٢٨٩٨، ف: ٢٩٩٠) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
٩/ جمادی الثانیہ ١٤٢٠ھ
(الف فتویٰ نمبر: ٣٤/ ٦١٩٩)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
٩/ ٦/ ١٤٢٠ھ

غیر مسلم کو ہندی میں چھپا ہوا قرآن دینے کا حکم

سوال [١٠٠٢]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ اگر کوئی مسلمان کسی ہندو کو ہندی میں چھپا ہوا قرآن شریف دے تا کہ وہ اس کو پڑھ کر سمجھ سکے، تو کیا قرآن مجید کا دینا درست ہے یا نہیں؟

المستفتی: جاوید انور، محلّہ مانپور مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر غیر مسلم کے دل میں قرآن مجید کی عظمت ہو اوراس کی طرف سے اس بات کا اطمینان ہو کہ وہ اس کی بے ادبی نہیں کرے گا اوراس کی طرف سے ہدایت کی امید ہے، تو ہدایت کی امید سے قرآن مجید دینے کی گنجائش ہے اور دیتے وقت اس کو یہ ہدایت کر دی جائے کہ باوضوء اس کو پکڑا کرے، ناپاکی کی حالت میں اس کو نہ پکڑے۔

ویمنع النصراني في بعض النسخ الكافر من مسه أي المصحف وجوزه محمدؒ، إذا اغتسل و لابأس بتعلميه القرآن، والفقه، عسى أن يهتدي الخ. (شامي، كتاب الطهارة، مطلب يطلق الدعاء على مايشتمل الثناء، زكريا ۱/ ۳۲۱، مصري ۱/ ۱٦٤، كراچی ۱/ ۱۷۷)

قال في الملتقط: قال أبو حنيفة: أعلم النصراني الفقه، والقرآن، لعله يهتدي ولايمس المصحف و إن اغتسل ثم مس فلابأس به. (الأشباه والنظائر ۱/ ٤۳)

ولابأس بتعليم الكافر القرآن، أو الفقه، رجاء أن يهتدي؛ لكن لايمس المصحف مالم يغتسل. (حلبي كبير، مكتبه اشرفية تتمات فيما يكره من القرآن ٤۹۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵؍ محرم الحرام ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/ ۵۹۵۹)

کیا غیر مسلموں کو قرآن شریف بانٹنا جائز ہے؟

سوال [۱۰۰۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ غیر مسلموں کوقرآن شریف بانٹ سکتے ہیں یانہیں؟ کیونکہ ان کی طرف سے فرمائش آرہی ہے کہ ہمیں کسی بھی زبان میں قرآن شریف چاہیئے؛ تاکہ ہم بھی غوروفکر کریں، ان حالات کودیکھتے ہوئے جماعت اسلامی ہند اترپردیش نے پچھلے سال دس ہزار قرآن شریف غیر مسلموں کو بانٹے تھے اور وہ اس آیت **لایمسه الا المطهرون** سے ملائکہ مراد لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وضوء یاغسل کر کے حضرت عمر فاروق نے بھی قرآن کو ہاتھ میں لے کر پڑھا تھا اور نبی ﷺ نے قیصر روم ہرقل کو جوفرمان بھیجا تھا، اس میں قرآن کی آیت لکھی تھی اور علماء ہند میں مفتی کفایت اللہ صاحبؒ نے غیر مسلموں کوصرف ترجمۂ قرآن دینا جائز کہا ہے لکھتے ہیں کہ قرآن کا ترجمہ مسلمانوں کے حق میں قرآن کا درجہ رکھتا ہے اور غیر مسلموں کو تبلیغ کے لئے دینا جائز ہے، امام مالکؒ کے مسلک میں قرآن کی تعلیم دینے والے استادوں کے لئے بے وضوء قرآن کو چھونا جائز ہے اور یہاں تک کہ حائضہ عورت کے لئے بھی تعلیم قرآن کی غرض سے قرآن چھونا جائز ہے؛ لیکن صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمن کے علاقہ میں قرآن لے کر سفر کرنے سے اس لئے منع کیا کہ دشمن اس کو پا جائے گا۔ جواب پر اللہ تعالیٰ اجر عظیم عطا فرمائیں۔

المستفتی: ناظم عباسی، حسن پور مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: اگر غیر مسلم کے قرآن کریم کو احترام سے پڑھ کر ہدایت پر نے آنے کی امید ہے اور وہ اس کا طالب بھی ہے اور کسی قسم کی بے ادبی وبے حرمتی کا اندیشہ بھی نہ ہو، تو ادب واحترام اور طہارت وپاکی کی تاکید کر کے پورے اطمینان کے بعد خاص فرد کو قرآن کریم دینے کی گنجائش ہے، جہاں تک جماعت اسلامی کا یہ طرز عمل کہ غیر مسلموں میں ہزاروں کی تعداد میں قرآن کریم تقسیم کیا ہے، اس کی شہادت قرآن وحدیث فقہ اور قرون اولیٰ سے ثابت نہیں اور نہ ہی اس کی اجازت ہے اور خود **لایمسه الا المطهرون** (سورة الواقعه: ۷۹) سے ملائکہ مراد ہونے میں اختلاف ہے،

تاہم اگر ملائکہ ہی مراد ہوں، تو پھر بے ادبی و بے حرمتی کی ذمہ داری کون لے گا، جہاں چاہے وہاں رکھنے اور اوپر رکھنے اور نیچے رکھنے میں کوئی تمیز نہیں اور وہ لوگ تو خود اپنے ویدوں کو بھی پیشانی میں لگانے کے بعد پیر کے نیچے اور ران کے نیچے رکھتے ہیں، عورتیں حیض ونفاس کی حالت میں ناول کی طرح پڑھتی ہیں، ظاہر ہے کہ ایسی شکل میں دسیوں قرآن کریم بے ادبی و بے حرمتی سے خالی نہ ہوں گے، وہاں ادب واحترام کی کوئی گارنٹی نہیں ہے اور طہارت وعدم طہارت سے زیادہ بے ادبی و بے حرمتی کا مسئلہ ہے، جس کی ذمہ داری تمام مسلمانوں پر لازم ہوتی ہے اور بے ادبی و بے حرمتی کے خطرہ سے حضور ﷺ نے دشمنوں کے علاقہ میں قرآن کریم ساتھ لے جانے سے منع فرمایا ہے۔ (مستفاد: فتاوی رحیمیہ ۲/ ۲۸۴، فتاوی محمودیہ قدیم ۱۴/ ۲۱، جدید ڈابھیل ۳/ ۵۷۵، کفایت المفتی ۲/ ۱۴، جدید زکریا مطول ۲/ ۵۲۹)

عن عبد الله بن عمرؓ عن رسول الله عليه وسم نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم أن يسافر بالقرآن إلى أرض العدو مخافة أن يناله العدو .
(مسلم، باب النهي أن يسافر بالمصحف إلى أرض الكفار الخ، النسخة الهندية ٢/ ١٣١، بيت الأفكار رقم: ١٨٦٩)

ويمنع النصراني من مسه وجوزه محمدؒ إذا اغتسل ولاباس بتعليمه القرآن، والفقه، عسى يهتدي. (درمختار مع الشامي، كتاب الطهارة، مطلب يطلق الدعاء على ما يشتمل الثناء، زكريا ١/ ٣٢١، كراچی ١/ ١٧٧)

وقال الشامي: قوله (ويمنع النصراني) في بعض النسخ الكافر وفي الخانية الحربي، أو الذمي قوله (وجوزه محمدؒ إذا اغتسل) جزم به في الخانية بلا حكاية خلاف. (شامي مصري ١/ ١٦٤، شامي كراچی ١/ ١٧٧، شامي زكريا ديوبند ١/ ٣٢١)

وفي الخانية: من بحث القراءة الحربي، أو الذمي، إذا طلب القرآن، والفقه، والأحكام يعلم رجاء أن يهتدي؛ لكن يمنع من مسه

المصحف إلا إذا اغتسل فلايمنع. (حاشية الطحطاوي على المراقي، كتاب الطهارة، باب الحيض والنفاس والاستحاضة، مكتبه دارالكتاب ۱٤۳، البحرالرائق، كتاب الطهارة، باب الحيض فروع، مكتبه كوئٹه ۱/۲۰۲، زكريا ۱/۳٥۰)

وقال ابن حزم: قراءة القرآن والسجود فيه و مس المصحف وذكر الله تعالى جائز كل ذلک بوضوء وبلاوضوء وللجنب، والحائض، وهو قول ربيعة و ابن المسيب وابن جبير و ابن عباس وداؤد و جميع أصحابنا. (أوجز المسالك ۲/۳٤٦، باب الأمر بالوضوء لمن مس القرآن سهارن پور قديم ۲/۳٤٦، دار القلم ٤/۲۱٥)

واحتج بأن النبي صلى الله عليه وسلم كتب في كتابه آية إلى قيصر وأباح الحكم و حماد. (أوجز المسالك، باب الأمر بالوضوء لمن مس القرآن سهارن پور قديم ۲/۳٤٦، دار القلم ٤/۲۱٥)

والحجة فيه كتاب النبي صلى الله عليه وسلم إلى هرقل. (شرح مسلم للنووي ۲/۱۳۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۰/رجب المرجب ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۰/۵۳۶۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۰/۷/۱۴۱۸ھ

غیر مسلم کا قرآن شریف وغیرہ فروخت کرنا

سوال [۱۰۰۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قرآن کی آیت ہے **لايمسه إلا المطهرون** لیکن غیر مسلم جو کتاب کی تجارت کرتے ہیں وہ بھی قرآن شریف لاتے اور فروخت کرتے ہیں، شرعی اعتبار سے اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

المستفتی: اسرار الحق، مظاہری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اس حکم کے مخاطب صرف مسلمان ہیں کفار نہیں۔

لأن الکفار غیر مخاطبین بالفروع. (فتح الملهم، کتاب الإیمان الکفار غیر مخاطبین بالفروع، اشرفیة دیوبند ۱/۱۸۷، الموسوعة الفقهیة ۳۵/۲۰) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵؍محرم الحرام ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/۷۰۵۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۵/۱/۱۴۲۲ھ

غیر مسلم کو قرآنی آیات سے تعویذ لکھ کر دینا

سوال [۱۰۰۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ غیر مسلم کو قرآن کی آیت سے تعویذ لکھ کر دینا درست ہے یا نہیں؟

المستفتی: اسرار الحق، مظاہری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: غیر مسلم کو قرآنی آیات کے اعداد کے ذریعہ تعویذ دینے کی گنجائش ہے آیت لکھنے میں بے ادبی کا اندیشہ ہے اور آیت لکھ کر دینا؛ اگرچہ حدیث ہرقل بخاری ۱/۵ حدیث سے جائز معلوم ہوتا ہے، مگر یہ احتیاط کے خلاف ہے؛ لہٰذا آیت کے بجائے اعداد ونقوش کے ذریعہ تعویذ لکھ کر دیا کریں۔

(مستفاد: عزیز الفتاوی ۱/۱۵۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵؍محرم الحرام ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/۷۰۵۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۵/۱/۱۴۲۲ھ